محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

جنگ کے میدان میں

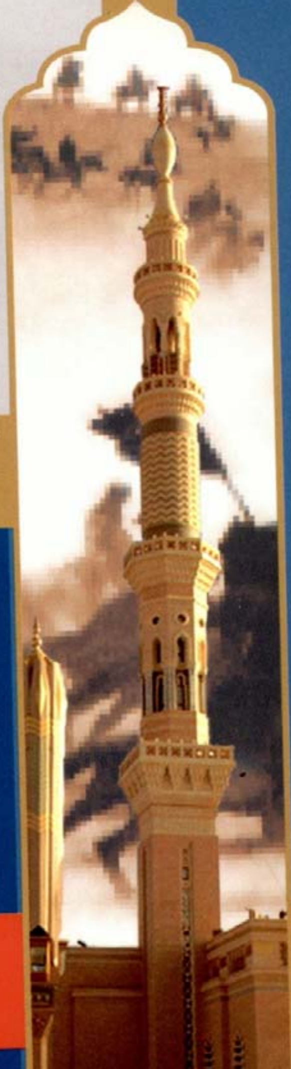

تالیف

حضرت مولانا فضل محمد یوسف زئی صاحب دامت برکاتہم العالیہ

استاذ الحدیث جامعۃ العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن

مکتبہ ایمان و یقین

bestur wordpress.com

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

جنگ کے میدان میں

مؤلف

مولانا فضل محمد یوسف زئی صاحب مدظلہم العالی

اُستاذُ الحدیث جامعۃ العلوم الاسلامیۃ علامہ بنوری ٹاؤن کراتشی

ناشر:
مکتبہ ایمان ویقین

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

نام کتاب: محمد رسول اللہ ﷺ جنگ کے میدان میں
مصنف : مولانا فضل محمد یوسف زی صاحب مدظلہم العالی
تعداد : گیارہ سو
طباعت : اوّل
سنِ اشاعت: مئی ۲۰۱۱ء بمطابق جمادی الثانی ۱۴۳۲ھ
باہتمام : غفران اللہ جان بنوی
ناشر : مکتبہ ایمان ویقین (فون:0333-7993963)

ملنے کے پتے

- اسلامی کتب خانہ، بنوری ٹاؤن کراچی
- مکتبۃ الرازی، بنوری ٹاؤن کراچی
- مظہری کتب خانہ، گلشن اقبال بلاک ۲، کراچی
- مکتبہ عبداللہ بن مبارک
- ضیاء بک سیلر، میر علی
- ممتاز کتب خانہ، پشاور
- دارالاشاعت، اردو بازار کراچی
- قدیمی کتب خانہ، اردو بازار کراچی
- مکتبہ رشیدیہ، سرکی روڈ کوئٹہ
- المکتبۃ المنصور، راولپنڈی
- اسلامی کتب خانہ، چوک بازار بنوں
- علمی کتب خانہ، میران شاہ

فہرست

مضامین	صفحہ نمبر	مضامین	صفحہ نمبر
عرضِ حال	۱۱	جنگِ بدر کے متعلق اللہ تعالیٰ کی منشاء	۴۱
جہاد کی تعریف	۱۳	ابوسفیان کے قافلے کا بچ کر نکلنا	۴۲
جہاد کی پہلی قسم: فرضِ کفایہ	۱۷	عاتکہ بنت عبدالمطلب کا خواب	۴۳
جہاد کی دوسری قسم: دفاعی (فرضِ عین)	۲۰	سردارانِ مکہ موت کے منہ میں جا رہے ہیں	۴۵
جہاد کی انواع	۲۲	ابلیس کی چال	۴۶
باب اوّل: جنگِ بدر	۲۵	ابوسفیان کا پیغام	۴۷
بدر کے مجاہدین کی فضیلت	۲۷	جہیم کا خواب اور ابوجہل کی ہٹ دھرمی	۴۷
مقامِ بدر	۳۱	میدانِ بدر میں حق و باطل کا عظیم معرکہ	۵۰
اسلام میں جہاد کی ابتداء	۳۱	قریش کے دو غلام	۵۱
قافلہ قریش کے تعاقب میں	۳۴	سردار دو جہاں ﷺ عریش بدر میں	۵۳
بیوت السقیا میں لشکر کا معائنہ	۳۵	میدان بدر میں ہمارے بہادر رسولؐ کی صف بندی اور دعا	۵۴
لشکرِ اسلام مقام روحاء میں	۳۶	میدانِ بدر میں فرشتوں کا آنا	۵۶
اسلام کے جانباز مقام ذفران میں	۳۷	ابوجہل لشکر کفار کی صف بندی کر رہا ہے	۵۹
مقامِ ذفران میں جذبہ جہاد کا عجیب منظر	۳۸	کفار کو امداد	۶۱
حضرت مقداد بن اسود کی تقریر	۳۸	ابوجہل کی تقریر اور دعا	۶۱
انصار کے سردار حضرت سعد بن معاذ کی تقریر	۳۹	میدان بدر کے منظر پر ایک نظر	۶۲

مضامین	صفحہ نمبر	مضامین	صفحہ نمبر
صدیق اکبر کی بہادری اور بدر کا پہلا شہید	۶۳	جبلِ احد کی فضیلت	۱۰۱
محمدی کچھار کے تین شیر میدانِ جنگ میں	۶۴	شہداء احد کی فضیلت	۱۰۱
میدان بدر میں گھمسان کی لڑائی	۶۶	مدینہ پر چڑھائی کے لئے لشکرِ کفار کی تیاریاں	۱۰۵
حضور اکرم ﷺ کی شجاعت	۶۸	لشکرِ قریش میں عورتوں کا نکلنا	۱۰۸
سرغنۂ کفر امیہ بن خلف کی ہلاکت	۶۹	حضرت عباس کا اطلاعی خط	۱۰۹
بدر میں صحابہ کرام کی بہادری کے مختلف مناظر	۷۱	مقامِ ابواء میں لشکرِ کفار کا قبیح مشورہ	۱۰۹
میدانِ بدر میں ابوجہل کی ہلاکت	۷۵	لشکرِ کفار مقامِ عرض میں	۱۱۰
نبی السیف ﷺ کے سامنے ابوجہل کا سر	۸۰	لشکرِ اسلام کا مدینہ منورہ سے روانہ ہونا	۱۱۱
کفر کے سرغنہ ذلت کے گڑھے میں	۸۴	شوقِ جہاد	۱۱۳
جنگِ بدر کے شہداء	۸۵	مقامِ شیخین میں لشکرِ اسلام کا معائنہ	۱۱۵
جنگ بدر کے قیدی	۸۶	احد میں لشکرِ اسلام کی صف بندی	۱۱۷
نظر بن حارث کا قتل	۸۷	بہادر رسول کے بہادر ساتھی	۱۱۹
عتبہ بن ابی معیط احمق کا قتل	۸۸	میدانِ احد میں گھمسان کی لڑائی اور......	۱۲۴
مدینہ منورہ میں فتح کی بشارت	۸۹	احد میں مسلمانوں کی عارضی شکست	۱۲۶
میدانِ بدر کی وحشت ناک خبر مکہ میں	۹۱	حضور اکرمؐ پر حملہ اور جانبازوں کا دفاع	۱۲۹
بدر کے قیدیوں کے بارے میں فیصلہ	۹۲	گلشنِ نبوی کے ساتھ نوجوان قربان......	۱۳۰
آخری گزارش	۹۴	حضرت ابوطلحہ کی جانثاری	۱۳۱
باب دوم: جنگ احد	۹۷	حضرت ابودجانہ کی بہادری	۱۳۱
مقامِ احد	۹۹	حضرت طلحہ کی جانثاری	۱۳۴

مضامین	صفحہ نمبر	مضامین	صفحہ نمبر
حضور اکرم ﷺ کی بہادری	۱۳۶	باب سوم: جنگ خندق	۱۷۷
حضور اکرمؐ کا ابی بن خلف کو قتل کرنا	۱۳۷	جنگِ خندق کی وجہ تسمیہ	۱۷۹
سید الشہداء حضرت حمزہ کی بہادری و شہادت	۱۳۸	جنگِ خندق کے اسباب	۱۸۰
حضرت حسان کا مرثیہ	۱۴۴	بنو نضیر کی غداری و رسوائی	۱۸۰
حضرت کعب بن مالک کا مرثیہ	۱۴۶	یہود بنو نضیر کو حضور اکرمؐ کا حکم	۱۸۲
حضرت حمزہؓ کی بہن حضرت صفیہ کا مرثیہ	۱۴۷	لشکرِ اسلام کا بنو نضیر پر چڑھاؤ	۱۸۴
حضرت علیؓ کی بہادری	۱۴۹	لشکرِ کفار کا اکٹھا ہونا	۱۸۷
غسیل الملائکہ حضرت حنظلہؓ کی بہادری	۱۵۰	حضور اکرم ﷺ کو اطلاع اور آپؐ کا مشورہ	۱۸۹
حضرت ابوبکرؓ کی جانثاری	۱۵۱	خندق کے دوران تکالیف	۱۹۱
شہزادہ مصعب بن عمیر کی شہادت	۱۵۲	جنگ کے دوران معجزات کا ظہور	۱۹۷
عبداللہ بن جحش کی جانثاری	۱۵۳	یہود بنو قریظہ کی غداری	۱۹۹
حضرت انس بن نضر کی جرأت و شجاعت	۱۵۵	حضرت خواتؓ کا عجیب واقعہ	۲۰۲
حضرت اصیرم کا اسلام اور شہادت	۱۵۶	حضور اکرمؐ کی پھوپھی حضرت صفیہ کی بہادری	۲۰۳
دیگر صحابہؓ کی جانثاری	۱۵۷	خندق کے آس پاس حق و باطل کے معرکے	۲۰۴
اسلام کی بہادر مائیں میدان احد میں	۱۶۱	حضرت علیؓ اور مشرک پہلوان کا واقعہ	۲۰۴
جنگ احد اور قرآن کریم	۱۶۵	بہادر ماں کا بہادر بیٹا	۲۰۹
حضرت عمر فاروق اور ابوسفیان کا مکالمہ	۱۷۱	مدینہ کی کھجوروں پر صلح کا ارادہ	۲۱۰
زخمی شیر پھر میدانِ جنگ میں	۱۷۳	نعیم بن مسعودؓ کی عجیب تدبیر	۲۱۲
رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی سلول کی رسوائی	۱۷۵	عکرمہ بنو قریظہ کے ہاں	۲۱۴

مضامین	صفحہ نمبر	مضامین	صفحہ نمبر
ابوسفیان محلہ یہود میں	۲۱۵	پابند سلاسل حضرت ابوجندلؓ	۲۴۸
لشکرِ کفار بھاگ رہا ہے	۲۱۵	مقامِ خیبر	۲۵۱
خدائی طوفان	۲۱۷	جنگِ خیبر کے اسباب	۲۵۱
ابوسفیان کا خط	۲۱۸	جنگِ خیبر محرم الحرام ۷ھ میں ہوئی	۲۵۲
حضور اکرمؐ کا جواب	۲۱۹	مدینہ منورہ سے لشکرِ اسلام کی روانگی	۲۵۴
غدار بنو قریظہ کا انجام	۲۲۰	خیبر کے قریب لشکرِ اسلام کا پڑاؤ ڈالنا	۲۵۶
بنو قریظہ کا لشکرِ اسلامی سے مذاکرات	۲۲۲	''نطاۃ'' قلعوں کی فتوحات	۲۵۸
کعب بن اسد کی تجویزیں	۲۲۲	خیبر کے قلعوں پر ایک نظر	۲۶۰
مذاکرات کے لئے ابولبابہؓ کا جانا	۲۲۴	قلعہ صعب بن معاذ کے سامنے گھمسان کی لڑائی	۲۶۰
بنو قریظہ میں حضرت سعد کا فیصلہ	۲۲۵	مؤمن و کافر کا مقابلہ	۲۶۱
غدار یہود اور کفر کے سرغنے موت کے سامنے	۲۲۷	لشکرِ اسلام کو عارضی شکست اور پھر فتح	۲۶۲
قرآن کریم اور جنگِ خندق	۲۲۹	مفتوحہ قلعہ کا سامان	۲۶۴
باب چہارم: جنگِ خیبر	۲۳۳	قلعہ ''قلّہ'' پر چڑھائی	۲۶۶
مقامِ حدیبیہ	۲۳۵	علاقہ الشق کے قلعوں پر چڑھائی	۲۶۸
مدینہ منورہ سے حضور اکرمؐ کی روانگی	۲۳۵	حباب بن منذرؓ اور غزول یہودی کا مقابلہ	۲۶۸
سفارتی مذاکرات	۲۳۷	شیر اسلام ابودجانہ اور یہودی کا مقابلہ	۲۶۹
بیعت رضوان	۲۴۰	قلعہ نزار کے سامنے حق و باطل کا مقابلہ	۲۷۰
صلح حدیبیہ کی شرائط	۲۴۳	قلعہ نزار کا عظیم الشان قیدی	۲۷۰
صلح حدیبیہ مجاہدین کے لئے عبرت	۲۴۵	قلعہ قموص کے سامنے گھمسان کی جنگیں	۲۷۳

مضامین	صفحہ نمبر	مضامین	صفحہ نمبر
شیرِ خدا علی المرتضیٰؓ میدانِ کارزار میں	۲۷۴	معان میں صحابہ کرامؓ کا مشورہ	۳۰۷
حضرت زبیرؓ اور یاسر کافر کا مقابلہ	۲۸۲	دونوں فوجوں کا آمنا سامنا	۳۰۹
قلعہ وطیح اور سلالم کی فتح	۲۸۳	میدانِ موتہ میں گھمسان کی جنگ	۳۱۰
غنائم خیبر کی تفصیل	۲۸۵	آنحضرتؐ میدانِ جنگ کا منظر دیکھ رہے ہیں	۳۱۱
کنانہ بن ربیع کا دھوکہ اور موت	۲۸۵	محبوب رسولؐ اور عاشقِ رسولؐ حضرت زید گھمسان میں	۳۱۲
شہداء خیبر اور دیگر واقعات	۲۸۷	حضرت جعفر طیارؓ جنگ موتہ کے کارزار میں	۳۱۶
نتائج جنگ	۲۸۸	حضرت عبداللہ بن رواحہؓ شوقِ شہادت میں	۳۲۴
باب پنجم: جنگِ موتہ	۲۹۱	سیف اللہ خالدؓ میدانِ جنگ میں.	۳۲۸
مقامِ موتہ کا محلِ وقوع	۲۹۳	میدانِ موتہ میں کچھ اور معرکے	۳۳۴
سریہ موتہ کو غزوہ کیوں کہتے ہیں؟	۲۹۶	مدینہ منورہ میں شہداء کی خبر کا پہنچنا	۳۳۷
۸ھ جنگِ موتہ کے اسباب	۲۹۸	باب ششم: فتح مکہ	۳۴۳
مدینہ منورہ سے لشکرِ اسلام کی روانگی	۲۹۹	مکہ مکرمہ کے مختلف نام	۳۴۵
حضور اکرمؐ کی وصیت ونصیحت	۳۰۰	مکہ مکرمہ کا محل وقوع	۳۴۵
بہادر اسلام حضرت عبداللہ بن رواحہ کا جذبۂ جہاد	۳۰۱	مکہ مکرمہ کی فضیلت	۳۴۶
جہاد میں تھوڑی سی تاخیر بھی موجب نقصان	۳۰۴	فتح اعظم فتح مکہ کے اسباب	۳۴۷
شہادت کی تمنا	۳۰۴	دربارِ نبوی میں نقضِ عہد کی اطلاع	۳۵۰
لشکرِ اسلام معان کی طرف بڑھ رہا ہے	۳۰۵	ابوسفیان مدینہ میں امن تلاش کر رہا ہے	۳۵۲
لشکر اسلام کے مقابلے کیلئے لشکرِ کفار......	۳۰۶	ابوسفیان کی واپسی	۳۵۶

مضامین	صفحہ نمبر	مضامین	صفحہ نمبر
لشکرِ اسلام کی مکہ کی طرف روانگی	۳۵۷	حضور اکرمؐ نے تلواروں کی چمک دیکھی	۴۰۱
حاطب بن ابی بلتعہؓ کا خط	۳۵۹	فاتحِ اعظم مسجد حرام میں داخل ہو رہے ہیں	۴۰۴
نفیر عام دس رمضان ۸ھ میں	۳۶۳	بیت اللہ کی چابیاں	۴۰۹
عزت و عظمت کے جنگی جھنڈے	۳۶۳	سیف اللہ خالدؓ سے جواب طلبی	۴۱۱
جہاد کی اہمیت	۳۶۵	باب کعبہ پر خطبہ	۴۱۲
فاتحِ اعظم مقامِ جحفہ میں	۳۶۶	کعبہ کی چھت پر پہلی اذان	۴۱۳
جاسوس کی گرفتاری	۳۶۷	عفو عام پر ایک نظر	۱۴۱
مقامِ ابواء میں سرورِ کونینؐ اور آپؐ کا چچازاد بھائی	۳۶۹	چند مجرموں کا انجام	۴۱۷
عبرت انگیز قصہ	۳۷۱	فتح مکہ کے دن بعض نامور اشخاص کا اسلام	۴۲۲
لشکرِ اسلام مر الظہران میں	۳۷۵	صدیقِ اکبرؓ کے والد ابو قحافہ کا اسلام	۴۲۳
اہلِ مکہ کا لیڈر حضور اکرمؐ کے قدموں میں	۳۷۶	سہیل بن عمر کا اسلام	۴۲۴
ابوسفیان کو عارضی اعزاز دیا جا رہا ہے	۳۸۰	ابولہب کے دو بیٹوں کا اسلام قبول کرنا	۴۲۴
ابوسفیان پر فاتحِ اعظم کا گزرنا	۳۸۳	باب ہفتم: جنگِ حنین	۴۲۷
ابوسفیان قریش کو اطلاع دے رہا ہے	۳۸۷	مقامِ حنین	۴۲۹
فاتحِ اعظم کا مکہ میں فاتحانہ انداز میں داخلہ	۳۸۹	جنگِ حنین کے اسباب	۴۲۹
فاتحِ اعظم مقامِ حجون میں	۳۹۵	بیس ہزار لشکرِ کفار کا اجتماع	۴۳۰
سیف اللہ خالد بن ولید میدانِ جنگ میں	۳۹۶	مالک بن عوف اور درید بن صمہ کی گفتگو	۴۳۱
مقامِ خندمہ میں شدید جنگ	۳۹۷	لشکرِ اسلام کی تیاریاں	۴۳۲
بڑے بڑے سردار میدانِ جنگ سے کیسے بھاگے؟	۴۰۰	طرفین کے انتظامات	۴۳۵

مضامین صفحہ نمبر

اسلامی جھنڈے ۴۳۶
شدید معرکہ اور مسلمانوں کو عارضی شکست ۴۳۸
حنین میں خواتینِ اسلام کی بہادری ۴۴۱
اللہ تعالیٰ کی مدد کا نزول ۴۴۷
عارضی شکست کے بعد شدید جنگ اور فتح ۴۵۰
حضرت ابوقتادہؓ کا معرکہ ۴۵۲
حنین میں کافروں نے کیا دیکھا؟ ۴۵۳
کفار کے جرنیل نے کیا دیکھا؟ ۴۵۴
حنین سے کفار کہاں بھاگے؟ ۴۵۵
معرکۂ اوطاس ۴۵۶
حضرت ابوعامرؓ کی بہادری ۴۵۷
جنگِ حنین واوطاس میں شہداء ۴۵۸
جنگِ حنین واوطاس میں کفار کا نقصان ۴۵۹
جنگِ حنین میں جو اشعار کہے گئے ۴۶۰
معرکۂ طائف ۴۶۴
اسلحہ ٹیکنالوجی سیکھنا ضروری ہے ۴۶۶
ثقیف کی غداری ۴۶۷
لشکرِ اسلام کا ٹینکوں سے حملہ ۴۶۷
باغات جلانے اور کٹوانے کا حکم ۴۶۸
جو غلام قلعہ سے باہر آ گیا وہ آزاد ہوگا ۴۶۹
ایک کلمہ گو کے مذاکرات ۴۶۹
ایک بدگو کی گفتگو اور قتل ۴۷۱
ابو محجن کی تیراندازی ۴۷۱
طائف کا قلعہ ابھی فتح نہیں ہوگا ۴۷۳
حضرت نوفلؓ سے مشورہ ۴۷۳
حضرت خولہؓ کی درخواست ۴۷۴
فتح طائف کے بغیر نہیں جائیں گے ۴۷۴
اب واپس جائیں گے ۴۷۵
طائف کے شہداء کے نام ۴۷۶
چند اشعار مع ترجمہ ۴۷۸
اہلِ طائف اسلام کے سائے میں ۴۸۱
غنائم حنین کی تقسیم ۴۸۲
وفد ہوازن کو جواب ۴۸۴
حضرت شیماءؓ کی آمد ۴۸۵
لشکرِ کفار کا سردار مالک کہاں ہے؟ ۴۸۶
تقسیمِ غنائم کا طریقہ ۴۸۷
مؤلفۃ القلوب ۴۸۸
شکایت ۴۸۹

مضامین	صفحہ نمبر	مضامین	صفحہ نمبر
عمرہ جعرانہ اور مدینہ منورہ واپسی	۴۹۲	حضور اکرمؐ وادیٔ شق میں	۵۲۲
عرض تشکر	۴۹۳	نبی اکرمؐ تبوک میں	۵۲۳
باب ہشتم: غزوۂ تبوک	۴۹۵	وہ مخلصین جو تبوک میں پیچھے رہ گئے تھے	۵۲۴
تبوک کی وجہ تسمیہ	۴۹۸	حضرت ابوذر غفاریؓ کا قصہ	۵۲۵
غزوۂ تبوک کے اسباب	۴۹۹	حضرت ابوخیثمہ کا قصہ	۵۲۷
مدینہ منورہ میں لشکرِ اسلام کی تیاریاں	۵۰۰	حضرت کعب بن مالک کا دردناک قصہ	۵۲۸
چندے کی اپیل پر عظیم چندہ	۵۰۱	حضرت کعب کو عیسائیوں کی پیشکش	۵۳۲
نادار غریبوں کا صدقہ	۵۰۳	قبولیت توبہ اور بشارت	۵۳۳
عورتوں کا قصہ	۵۰۴	ہرقل اور اہلِ شام کا حال	۵۳۶
رونے والے غریب	۵۰۵	شاہِ ایلہ، جرباء اور اذرح سے مصالحت	۵۳۹
حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ	۵۰۶	دومۃ الجندل کے والی اکیدر کی طرف......	۵۴۰
جھوٹے بہانے کرنے والے منافقین	۵۰۸	میدانِ تبوک میں آنحضرتؐ کا شاندار خطبہ	۵۴۳
عبداللہ بن ابی بن سلول منافق کا کردار	۵۰۹	شاہِ دوجہاں کی تبوک سے واپسی	۵۴۴
چند دیگر منافقین کے احوال	۵۱۰	مسجد ضرار کا جلانا	۵۴۵
قرآنِ کریم منافقین کی حقیقت ظاہر کر رہا ہے	۵۱۳	آنحضرتؐ مدینہ منورہ میں	۵۴۹
سویلم یہودی کا گھر جلایا گیا	۵۱۶	غزوات الرسول پر ایک نظر	۵۵۱
مدینہ منورہ سے لشکرِ اسلام کی روانگی	۵۱۷	امت سے عورتوں کی فریاد	۵۵۵
لشکرِ اسلام دریائے ثمود میں	۵۲۰	امت سے اپیل	۵۵۵
اونٹنی کا گم ہونا	۵۲۱		

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عرضِ حال

أَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَحْدَهٗ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى مَنْ لَا نَبِيَّ بَعْدَهٗ ، وَعَلٰى اٰلِهٖ وَ أَصْحَابِهِ الَّذِيْنَ أَوْفُوْا عَهْدَهٗ، فَالْحَمْدُ لِلّٰهِ أَوَّلاً وَّاٰخِراً بِمَا نَصَرَ الْإِسْلَامَ وَالْمُسْلِمِيْنَ قَائِلاً وَّكَانَ حَقًّا عَلَيْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ.

أما بعد! تمام احباب کی خدمت میں عرض وگذارش ہے کہ کئی سال قبل میں نے غزوات النبی ﷺ سے متعلق آٹھ بڑی جنگوں پر مشتمل الگ الگ کتابیں لکھی تھیں اس میں میرا مقصد یہ تھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بڑے بڑے جہادی معرکے جب الگ الگ کتابچوں میں منظر عام پر آجائیں گے تو مسلمان عوام اور خواص آسانی سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے غزوات کو سمجھ کر فائدہ اُٹھالیں گے اور ایک ہی نشست میں جنگ کا پورا نقشہ ذہن میں بٹھادیں گے اس وقت ہر کتابچہ اوسطاً سو سو صفحات پر مشتمل تھا اور یہ کُل آٹھ کتابچے تھے ہر کتابچے کی ابتداء میں عمدہ مقدمہ اور جہاد کے متعلق ضروری مباحث درج تھے چنانچہ کئی سالوں تک یہ کتابچے اسی طرح الگ الگ چھپتے رہے اور معاشرہ کے لوگ خصوصاً مدارس کے طلباء اس سے فائدہ اُٹھاتے رہے، دینی مدارس میں امتحان کے موقع پر یہ کتابچے بچوں کے انعامات میں تقسیم بھی ہوتے رہے مگر اس نظام میں ایک کمی محسوس کی گئی وہ یہ کہ چونکہ یہ چھوٹے کتابچے تھے تو کتب خانہ میں رکھنے سے عموماً گم ہوجاتے تھے نیز ایک باہمت تاریخ خوان اور پُر جوش تاریخ دان جو کسی تاریخ کو تسلسل کے ساتھ پڑھنے کا خواہش مند ہو اس کو ان منتشر کتابچوں کو یکجا رکھنا مشکل ہو رہا تھا، وہ طبعی طور پر یہ چاہ رہا تھا کہ اگر یہ تمام کتابچے یکجا کرا کر ایک مجلد شائع ہوجائے تو اس کا سنبھالنا، محفوظ رکھنا اور ایک ساتھ تمام غزوات کی طرف رجوع کرنا آسان ہوجائے گا۔ چنانچہ ہم نے اس ضرورت کو محسوس کیا اور غزوات کے ان مختلف کتابچوں سے ابتدائی مقدمات ہٹا کر نئی عمدہ کمپوزنگ کے ساتھ

ایک مربوط کتاب کی شکل میں اکٹھا کی اور اس کا نام یہ رکھا:

"محمد رسول اللہؐ جنگ کے میدان میں"

الحمد للہ یہ ایک اچھا کام ہوگیا جس میں بنیادی کردار عزیزم مولوی ناصر وزیری نے ادا کیا "فجزاہ اللہ خیر الجزاء" ہم نے اس نئے مجموعے کے ساتھ پرانے طرز کے الگ الگ کتابچوں کا سلسلہ بھی جاری رکھا تاکہ اس کی اپنی افادیت بھی برقرار رہے اور مسلمان اس سے بھی استفادہ جاری رکھیں۔

اللہ تعالیٰ غزوات النبیؐ کے اس مجموعہ سے مسلمانوں کو عام فائدہ پہنچائے اور مؤلف عاجز کو خاص فوائد سے نوازے۔ آمین یارب العالمین، وصلی اللہ علی نبیہ الکریم

امین امین لا أرضى بواحدة
حتى أضم إليه ألفين آمينا

مولانا فضل محمد یوسف زئی صاحب مدظلہم العالی

اُستاذُ الحدیث جامعۃ العلوم الاسلامیۃ علامہ بنوری ٹاؤن کراتشي
۲۳ ربیع الثانی ۱۴۳۲ھ مطابق ۲۹ مارچ ۲۰۱۱ء

جہاد کی تعریف

چونکہ جہاد کے مفہوم اور اسکی اصطلاحی اور شرعی تعریف میں ایک طویل عرصہ سے اکثر مسلمان ایک قسم کے تردد اور تذبذب واضطراب میں پڑے ہیں اس لئے یہ ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اصل مباحث شروع کرنے سے پہلے جہاد کی تعریف ہوجائے تا کہ اس سلسلہ میں جہاد کی پہچان میں مسلمان غلطی نہ کریں، تو لیجئے سب سے پہلے جہاد کی تعریف خود حضور اکرم ﷺ کی مبارک زبان سے سن لیجئے۔

① **قیل مالجهاد؟قال ان تقاتل الكفار اذالقيتهم ،قيل فاى الجهادافضل ؟قال من عقر جواده واهريق دمه.** (کنزالعمال، ج: ۱، ص: ۲۷)

ترجمہ: پوچھا گیا کہ اے اللہ کے رسول! جہاد کیا چیز ہے؟ حضور نے فرمایا جہاد یہ ہے کہ تم مقابلہ کے وقت کفار سے لڑو، کہا گیا کہ افضل ترین جہاد کون سا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس شخص کا جہاد افضل ترین جہاد ہے جس کا گھوڑا میدان میں کٹ مرے اور خود اس کا خون فوارہ کی طرح گرے۔

② **قال فاى الهجرة افضل؟قال الجهاد، قال وما الجهاد؟قال ان تقاتل الكفار اذالقيتهم ولاتغل ولاتجبن.** (کنز العمال، ج: ۱، ص: ۷۶)

ترجمہ: صحابی نے پوچھا کون سی ہجرت سب سے افضل ہے؟ حضور اکرم ﷺ نے جواب میں فرمایا کہ جہاد کی ہجرت سب سے افضل ہے، صحابی نے پوچھا کہ جہاد کیا چیز ہے؟ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ بوقت مقابلہ کفار سے تیر الڑنا جہاد ہے جبکہ تم اس میدان میں نہ تو بزدلی دکھاؤ اور نہ خیانت کرو۔

③ علامہ ابن حجرؒ نے فتح الباری شرح صحیح بخاری میں جہاد کی لغوی اور پھر شرعی تعریف اس طرح کی ہے۔

الجهادبكسر الجيم هو المشقة لغة وشرعًا بذل الجهدفى قتال الكفار۔ (فتح الباری ج۲ص۴)

جہاد جیم کے کسرہ کے ساتھ لغت میں محنت ومشقت کے معنی پر ہے اور اصطلاح شرع میں کفار کے خلاف لڑنے میں اپنی پوری طاقت کو استعمال کرنے کا نام جہاد ہے۔

اسی طرح کی تعریف ملا علی قاریؒ نے اپنی کتاب مرقات میں بھی لکھی ہے **الجهاد شرعًا بذل المجهود فى قتال الكفار** یعنی اپنی پوری توانائی کو کفار سے لڑنے میں صرف کرنے کا نام جہاد ہے۔

④امام راغب اصفہانیؒ نے اپنی کتاب مفردات القرآن میں جہاد شرعی کی تعریف اس طرح سے کی ہے۔

الجهاد هو استفراغ الوسع فی مدافعة العدو. (مفردات القرآن ص۹۹)

یعنی اپنی پوری طاقت کو کفار کے مقابلہ میں صرف کرنے کا نام جہاد ہے۔

⑤منتہی الارب نے جہاد کی تعریف اس طرح کی ہے **الجهاد قتال با دشمنان** یعنی دشمنان اسلام سے لڑنے کا نام جہاد ہے۔

⑥**الجهاد هو قهر الاعداء ای المحاربة مع الکفار.** (شرح شرعة الاسلام ص۵۱۷)

یعنی دین کے دشمنوں کو مغلوب کرنے اور کفار سے لڑنے کا نام جہاد ہے۔

جہاد کی ان تمام تعریفات میں کفار سے لڑنے کا لفظ موجود ہے لہذا ہر مسلمان کو چاہئے کہ وہ جہاد شرعی کو اسی مفہوم میں قبول کریں جس مفہوم کو احادیث اور پھر شارحین حدیث نے پیش کیا ہے اور ہر مسلمان کو چاہئے کہ جہاد کے اس شرعی مفہوم اور اس کے لغوی مفہوم کے درمیان تمیز کریں اور ہر محنت کو جہاد نہ کہیں کیونکہ شرعی احکام کا مدار اس کے شرعی اصطلاحی مفہومات پر ہوتا ہے لغوی مفہومات پر نہیں ہوتا۔ دیکھئے صلوۃ لغت میں دعا کو کہتے ہیں مگر دعاء کے معنی پر نہیں بولا جاتا ہے بلکہ اپنے اصطلاحی شرعی مفہوم پر بولا جاتا ہے جو مخصوص ارکان پر مشتمل ایک مخصوص عبادت ہے۔ اسی طرح زکوۃ لغت میں بڑھوتری اور تزکیہ کے معنی پر ہے مگر اس کا شرعی مفہوم لیا جاتا ہے جو ایک معین مقدار کا مال ہے، صوم لغت میں تھوڑی دیر کیلئے کھانے پینے سے رکنے کو کہا جاتا ہے مگر اس کا الگ شرعی اصطلاحی مفہوم ہے وہی مراد ہوتا ہے، حج لغت میں قصد و ارادہ ہے مگر شریعت میں اس کی الگ تعریف ہے اسی کی روشنی میں اس کو لیا جاتا ہے۔ بالکل اسی طرح لفظ ''جہاد'' ہے یہ لغت میں محنت و مشقت کے معنی پر ہے مگر اسلام میں اس کو اصطلاحی شرعی مفہوم میں پیش کیا گیا ہے اور سلف وخلف نے اس کو اسی اصطلاحی مفہوم کے اعتبار سے پہچانا ہے ہاں جہاں شریعت نے اس کو مقید کر کے لغوی معنی پر لیا ہے تو وہاں اس قید کی وجہ سے لغوی معنی پر لیا جائے گا لیکن جب یہ لفظ مطلق ذکر ہو جائے تو وہاں اس کا اصطلاحی مفہوم ہی مراد ہوتا ہے۔

افسوس ہے کہ آج ہم نے اس لفظ کو جتنا ہلکا کر دیا ہے اتنا ہی ہم کفار کی نظروں میں ہلکے ہو گئے ہم

نے کہا مچھر کے خلاف جہاد، مکھیوں کے خلاف جہاد، ملیریا کے خلاف جہاد، ناخواندگی اور مہنگائی کے خلاف جہاد وغیرہ وغیرہ مگر ہمیں یہ توفیق نہ ہوئی کہ ہم یہ کہہ دیں، امریکہ کے خلاف جہاد، برطانیہ اور بھارت کے خلاف جہاد، روس اور چین کے خلاف جہاد، کفر و زندقہ کے خلاف جہاد، اس طرح پسپائی اور شکست خوردگی کا نظریہ اپنا کر عالم کفر ہم پر شیر ہو گیا اور ان کے دلوں سے ہمارا رعب اٹھ گیا، جہاد مقدس اور دوسرے نیک اعمال کو چھوڑ کر ہم کفار کیلئے تر لقمہ بن گئے اور وہ جب بھی اور جہاں بھی ہمیں ہڑپ کرنا چاہتا ہے ہڑپ کر لیتا ہے۔ اپنے اسلاف صحابہ کو دیکھئے جو یہ سامنے جنت البقیع میں آرام فرما رہے ہیں اور یہاں سے کچھ فاصلہ پر وہ کوہ احد کے دامن میں استراحت فرما رہے ہیں ان کے سامنے جب جہاد کا لفظ آتا تھا تو کیا یہ اعتکاف کی طرف دوڑتے تھے؟ نماز کی طرف چلتے تھے؟ تلاوت کی طرف بڑھتے تھے؟ یا دوسرے ذکر و فکر اور علم کے حلقوں کی طرف تشریف لے جاتے تھے؟ یا جہاد کے اعلان کے وقت یہ حضرات ہتھیاروں کی طرف رُخ فرماتے تھے؟ جنگی ساز و سامان کی طرف چل پڑتے تھے؟ آپ خود فیصلہ کریں کہ جب احد یا خندق کے جہاد کا اعلان ہوا تھا تو صحابہ کرام ؓ نے اس سے کیا سمجھا تھا اور پھر کس طرح عمل کیا تھا؟ خدارا جو نقشہ اسلام نے پیش کیا ہے کم از کم اس کو برقرار رہنے دیجئے۔

یہ سامنے روضہ اقدس میں حضور اکرم ﷺ تشریف فرما ہیں انکے مبارک فرامین اور اعلانات کو کتابوں میں پڑھئے یہ عظیم رسول جب اپنے ساتھیوں کے سامنے جہاد کا اعلان فرماتے تھے تو پھر ان سے کیا توقع رکھتے تھے، آیا یہ ارادہ ہوتا تھا کہ روزہ نماز ذکر و فکر تعلیم و تعلّم اور چلّہ کی طرف صحابہ کرام ؓ متوجہ ہو جائیں یا یہ ارادہ ہوتا تھا کہ اسلحہ زیب تن کر کے سواری کا انتظام کریں اور فوراً دشمن کے مقابلے کیلئے میدان میں نکل جائیں؟

اگر یہ ارادہ نہ ہوتا تو پھر اعلان جہاد کے بعد کفار کے مقابلہ کیلئے نہ نکلنے والوں کی سرزنش کیوں ہوئی ان سے باز پرس کیوں ہوئی اور بعض دفعہ ان سے مکمل بائیکاٹ کیوں کیا گیا؟ خلاصہ یہ کہ لفظ ''جہاد فی سبیل اللہ،، سے ہمیں وہی مفہوم لینا چاہئے جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ نے ہمیں دیا ہے اور جو صحابہ کرام ؓ اور فقہاء اسلام اور علماء دین نے سمجھا ہے اور پھر امت کو سمجھایا ہے

ادھر قرآن عظیم میں سورت انفال اور سورت توبہ جہاد کے متعلق آخری سورتیں ہیں جس کے احکامات مستحکم محکم غیر منسوخ ہیں ان دونوں سورتوں میں بہت آیتیں اقدامی جہاد کا حکم دیتی ہیں مثلاً ''**قاتلوا الذین یلونکم من الکفار ولیجدوا فیکم غلظة**'' یعنی قریب قریب کے کفار سے لڑو اور تم میں وہ لوگ سختی پائے۔

اب مطلب یہ ہوا کہ جہاں تک مسلمان فاتحانہ انداز میں جائیں گے وہیں پر باقی ماندہ کفار قریب ہوتے جائیں گے یہاں تک کہ کفار اور نظام کفر کا خاتمہ ہو جائے۔

اسی کی تشریح میں وہ سامنے روضہ اقدس میں تشریف فرما رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: ''**امرت ان اقاتل الناس حتی یشهدوا ان لا اله الا الله و ان محمدرسول الله**'' یعنی مجھے حکم دیا گیا ہے۔ کہ میں کفار سے اس وقت تک لڑوں جب تک کہ وہ توحید و رسالت کا اقرار نہیں کرتے۔

انہیں آیتوں اور احادیث مقدسہ پر صحابہ کرام ؓ نے عمل کیا اور جزیرۂ عرب کے بعد سرزمین شام میں مسلسل اندر گھستے چلے گئے یہاں تک کہ اسے فتح کیا پھر مصر میں داخل ہوئے اس کو فتح کیا پھر دیار بکر میں مسلسل جہاد کر کے آگے بڑھے پھر فارس میں داخل ہوئے اور اس کو مدائن تک فتح کیا پھر خراسان کی طرف بڑھے اور کابل فتح کیا یہ اقدام نہیں تھا تو اور کیا تھا؟ گیارہ ہزار کے قریب صحابہ جنت البقیع میں مدفون ہیں ان کے علاوہ باقی صحابہ دنیا کے مختلف حصوں میں جہاد پر گئے اور انہیں ملکوں میں جہاد کرتے کرتے یا شہید ہو گئے اور یا اپنی طبعی موت پر انتقال کر گئے یہ اقدامی جہاد نہیں تھا اور کیا تھا؟ غزوۂ خندق میں جب کفار واپس چلے گئے تو اس مقدس روضہ کے مقدس رسول ﷺ نے فرمایا کہ اب آئندہ ہم ہی کفار پر چڑھائی کریں گے۔ کیا یہ اقدامی جہاد کیلئے واضح حکم نہیں ہے؟ خلاصہ یہ کہ اقدامی جہاد کے انکار سے بہت ساری آیتوں اور بہت ساری احادیث اور صحابہ کرام ؓ کے بہت سارے غزوات کا انکار لازم آتا ہے اللہ تعالی ہماری حفاظت فرمائے۔

علامہ سرخسیؒ نے اپنی کتاب مبسوط میں جہاد کی ترتیب کا مرحلہ وار تذکرہ اس طرح کیا ہے:

ثم اعلم ان الامر بالقتال نزل مرتبا فقد کان النبی ﷺ مامورًا اولا بالتبلیغ والاعراض، ''فاصدع بما تؤمر واعرض عن المشرکین'' ثم بالمجادلة

بالاحسان، ''ادع الی سبیل ربک بالحکمۃ والموعظۃ الحسنۃ''ثم امر بالقتال ''اذن للذین یقاتلون بانھم ظلموا''ثم امر بالقتال مشروطا بقتالھم ''فان قاتلوکم فاقتلوھم''ثم امر بانسلاخ اشھر الحرم ''فاذا انسلخ الاشھر الحرم فاقتلوا المشرکین،،ثم امر وا مطلقا''وقاتلوا فی سبیل اللہ'' واستقر الامر علی ذلک. (سرخسی ملخصا شامی، ج:۳)

ترجمہ: پس جان لو کہ جہاد کا حکم ترتیب وار نازل ہوا ہے کیونکہ حضور اکرم ﷺ کو اولاً تبلیغ کا اور کفار سے اعراض کا حکم ملا تھا پھر احسن طریقہ پر بحث مباحثہ اور وعظ و نصیحت کا حکم ہوا پھر قتال بالسیف کی اجازت اس طور پر ملی کہ اگر وہ لوگ تم سے لڑے تو تم بھی جوابی کاروائی کرو پھر چار ماہ اشھر الحرم کے علاوہ جہاد کا عام حکم آ گیا اور پھر بغیر کسی شرط و قید مطلقا جہاد کا حکم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے راستے جہاد میں لڑو اور یہی حکم قیامت تک برقرار رہے گا۔

جہاد کی پہلی قسم: فرض کفایہ

جب اسلام کو شوکت حاصل ہوئی اور لشکر اسلام کو دشمن پر غلبہ حاصل ہو صرف فریضہ جہاد کو قائم رکھنے اور دین اسلام کو مزید پھیلانے کی غرض سے مرکز اسلام کی طرف سے دشمن کے مقابلہ کیلئے لشکر بھیجا گیا ہو تو اس صورت کو فقہاء نے جہاد اقدامی اور فرض کفایہ کا نام دیا ہے اور قرآن کریم کی اس آیت سے استدلال کیا ہے ''**وفضل اللہ المجاھدین علی القاعدین اجرا عظیما**'' یعنی مجاہدین کا درجہ بیٹھنے والوں سے بہت بڑا ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ جو بیٹھنے والے ہیں ان کا بھی ایک درجہ ہے ''**وکلا وعد اللہ الحسنی**'' یعنی ہر ایک کے ساتھ جنت کا وعدہ ہے مگر مجاہدین کا درجہ بڑا ہے۔ اس آیت سے جہاد فرض کفایہ کا استنباط کیا گیا ہے کہ جب دشمن کے مقابلہ کیلئے ایک جماعت کافی ہے تو باقی لوگوں کی ذمہ داری ساقط ہو جاتی ہے گویا کہ جہاد فرض کفایہ ایک اجتماعی اور قومی فریضہ ہے اگر سب نے چھوڑ دیا تو سب گناہ گار ہو جائیں گے ہاں یہ بات یاد رکھنی ضروری ہے کہ جہاد فرض کفایہ کی صورت میں بھی اگر وقت کے خلیفہ یا امیر المومنین یا بادشاہ نے دشمن کے مقابلہ کیلئے نکلنے کا عام اعلان کیا یا کسی خاص آدمی یا خاص جماعت کو خصوصی حکم

دیدیا تو ان صورتوں میں بھی جہاد فرض عین ہو جائے گا فرض کفایہ نہیں رہے گا۔ بہر حال فرض کفایہ کا مطلب یہ نہیں کہ زندگی میں کبھی بھی کوئی مسلمان جہاد پر نہ جائے۔

اس قسم کے جہاد کیلئے علماء نے چند شرائط رکھی ہیں:

① مسلمانوں کا ایک مشترکہ امیر ہو خواہ وہ امیر عام ہو یا خاص کر امیر الجہاد ہو۔

② بعض علماء کے ہاں، طاقت کا توازن ہو یعنی کفار کے برابر قوت وطاقت موجود ہو۔

③ سرپرست کی اجازت ہو مثلاً والدین یا مولا وغیرہ نے اولاد اور غلاموں کو اجازت دیدی ہو۔

④ دعوت الی الاسلام یعنی پہلے کفار کو اسلام کی طرف دعوت دینا ضروری ہے بغیر دعوت نہ لڑے۔

یاد رہے جہاد جس دعوت پر موقوف ہے اس کے تین کلمات ہیں: ① اسلام قبول کرو۔ ② نہیں تو پھر جزیہ ادا کرو۔ ③ نہیں تو پھر لڑنے کیلئے تیار ہو جاؤ۔ اگر یہ دعوت پہلے سے پہنچی ہو تو پھر میدان میں دوبارہ دعوت دینا ضروری نہیں ہے صرف مستحب ہے فقہ کی کتابوں میں ایسا ہی لکھا ہے۔

① امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ میرے خیال میں اس وقت دعوت اسلام پوری دنیا کو پہنچی ہے ہاں ہوسکتا ہے کہ چیچنیا کے علاقے خزر میں کوئی مشرک ہو جس کو دعوت نہ پہنچی ہو تو اس سے لڑنے کیلئے پہلے دعوت ضروری ہے۔

② امام احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں کہ دعوت کا مرحلہ گزر چکا ہے اب جہاد کا مرحلہ ہے لہذا دعوت دینا کوئی ضروری نہیں ہے، چنانچہ امام ترمذی نے اپنی کتاب ترمذی ج ۱ ص ۲۸۲ پر سلمان فارسیؓ کی دعوت والی حدیث کے متعلق اس طرح لکھا ہے:

وقد ذهب اهل العلم من اصحاب النبی ﷺ وغیرهم الی هذا وراوا ان یدعوا قبل القتال وهو قول اسحاق بن ابراهیم قال ان تقدم الیهم فی الدعوة فحسن، یکون ذلک اهیب، وقال بعض اهل العلم لادعوة الیوم ، وقال الامام احمد رحمه الله لااعرف الیوم احدا یدعی، وقال الشافعیؒ لایقاتل العدو حتی یدعوا الا ان یعجلوا عن ذلک فان لم یفعل فقد بلغتهم الدعوة. (ترمذی شریف کتاب السیر ص: ۴۱۵)

ترجمہ: حضور اکرم ﷺ کے بعض صحابہ اور کچھ دوسرے حضرات اس حدیث کے ظاہر کی طرف گئے

ہیں اور انہوں نے یہ کہا ہے کہ جنگ سے پہلے دعوت دینی چاہئے۔ اسحاق بن ابراہیم بھی انہیں میں سے ہیں وہ فرماتے ہیں کہ جنگ سے پہلے اگر دعوت دی جائے تو یہ بہتر ہوگا کیونکہ اس سے دشمن پر رعب پڑے گا اور بعض اہل علم نے فرمایا ہے کہ آج کل دعوت کا مرحلہ نہیں ہے صرف جنگ اور جہاد ہے امام احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں کہ مجھے آج کل کوئی ایسا شخص نظر نہیں آتا ہے جن کو دعوت دی جائے اور امام شافعیؒ نے فرمایا ہے کہ دعوت دینے سے پہلے دشمن سے جنگ نہ کی جائے ہاں اگر دشمن دعوت سے پہلے حملہ کردے تو پھر دعوت نہیں اور اگر کسی نے بغیر دعوت کے جنگ شروع کی تو حقیقت یہ ہے کہ کفار کو دعوت پہنچ چکی ہے۔

③ امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ کفار کے جو ممالک مسلمانوں کے پڑوس میں ہیں ان کو دعوت دینا ضروری نہیں ہے ہاں جن تک دعوت نہیں پہنچی اور وہ ہمارے پڑوس میں نہیں ہیں ان کو دعوت دینا ضروری ہے۔

④ ائمہ احناف فرماتے ہیں کہ دعوت اسلام سے پہلے لڑنا جائز نہیں اگر ایک دفعہ دعوت پہنچی تو دوبارہ میدان میں دعوت دینا مستحب ہے احناف کے ہاں دعوت پہنچنے کی دو صورتیں ہیں اول حقیقۃ یعنی خود مسلمان کفار کو زبان سے اسلام کی دعوت لڑنے سے پہلے دیدیں۔ دوم حکماً یعنی کسی بھی نشریاتی ذریعہ سے اور کسی بھی شہرت سے اسلام کی آواز کفار تک پہنچ جائے، فقہاء نے لکھا ہے کہ اگر واجب دعوت دینے کے بغیر مسلمانوں نے کافروں کو قتل کیا تو ایسا نہیں کرنا چاہئے، اگر کیا تو اس سے کوئی دیت قصاص بھی واجب نہیں ہوتا، کوکب الدری میں حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ نے لکھا ہے "**وان ھجموا علینا سقطت الدعوۃ**" یعنی اگر کفار مسلمانوں پر یورش کر کے ہلہ بولدیں تو دعوت ساقط ہوجائے گی یعنی دفاعی جنگ میں دعوت نہیں ہے، آج کل دعوت وتبلیغ کے نام سے جو اصلاحی کام ہو رہا ہے یہ صرف مسلمانوں تک محدود ہے اس کا جہاد والی دعوت سے کوئی تعلق نہیں ہے اور نہ جہاد اس پر موقوف ہے کیونکہ جہاد والی دعوت کفار کے ساتھ خاص ہے کہ پہلے کلمہ پڑھنے کی دعوت ہے پھر جزیہ کی دعوت ہے اور پھر لڑنے کی دعوت ہے یہ مسلمانوں میں کہاں ممکن ہے؟

جہاد کی دوسری قسم: دفاعی

جب کفار مسلمانوں کے کسی علاقہ پر قبضہ کر لے یا مسلمانوں کو قتل کر دے یا قید کر کے چڑھائی کرے تو اس صورت میں ان کفار کا دفاع کرنا علاقے کے تمام مسلمانوں پر فرض عین ہو جاتا ہے اگر وہ دفاع نہ کر سکے تو رفتہ رفتہ قریب کے تمام علاقوں کے رہنے والوں پر جہاد فرض عین ہو جاتا ہے اس قسم کے جہاد کیلئے کوئی شرط نہیں بس صرف نفیر عام کے بعد سب پر نکلنا فرض ہو جاتا ہے۔ پھر نفیر عام کی دو صورتیں ہیں یا تو وقت کا بادشاہ نکلنے کا عام اعلان کر دے جیسے غزوۂ تبوک کیلئے حضور اکرم ﷺ نے اس مبارک مسجد نبوی میں عام اعلان فرمایا تھا اور اس مبارک شہر مدینہ منورہ سے سب صحابہ نکلے تھے۔ نفیر عام کی دوسری صورت یہ ہے کہ مسلمانوں کو ان مظلوم مسلمانوں کی فریاد اور اطلاع موصول ہو جائے تو جن جن کو اطلاع پہنچے گی ان پر جہاد فرض عین ہو جائے گا وہ جس قسم کی کوشش کر سکتا ہے ان کو کرنا چاہیئے۔

بحر رائق میں لکھا ہے کہ اگر مشرق میں کفار نے کسی مسلمان عورت کو قید کر لیا تو مغرب تک تمام مسلمانوں پر اس کا چھڑانا فرض عین ہو جائے گا۔ نفیر عام کے یہ مسائل ابن نحاسؒ نے اپنی کتاب ''الجہاد'' میں بیان کیا ہے۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ جب جہاد سب پر فرض عین ہو جائے گا تو پھر جب سب لوگ نکلیں گے تو پورا نظام معطل ہو جائے گا۔ فتح القدیر نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ یہ فرضیت درجہ بدرجہ ہے یعنی ایک موقع پر ایک جماعت جائے جب وہ واپس آ جائے تو پھر دوسری جائے اس طرح سب لوگ اس فریضہ پر عمل بھی کر لیں گے اور نظام بھی برقرار رہے گا اس کی مثال انہوں نے یہ دی ہے کہ جس طرح حج فرض ہے مگر سب لوگ ایک ساتھ نہیں جاتے بلکہ ایک سال ایک طبقہ اور دوسرے سال دوسرا طبقہ چلا جاتا ہے اس طرح فریضہ بھی ادا ہو جاتا ہے اور نظام بھی برقرار رہتا ہے بعض لوگ کہتے ہیں کہ جہاد کو اگر فرض عین کہہ دیا تو سارے لوگ نہ جانے کی وجہ سے گناہ گار بن جائیں گے، اس کا جواب یہ ہے کہ گناہ گار نہیں بنیں گے اگر کسی نہ کسی طریقہ سے جہاد میں حصہ لے

لیں، یہ بات بھی یاد رکھیں کہ سعید بن المسیبؒ اور حضرت عبداللہ بن مبارکؒ اور کچھ دیگر علماء کے نزدیک جہاد کی ایک ہی قسم ہے اور وہ فرض عین ہے یہ حضرات وہ سامنے گنبد خضراء کے مکین ﷺ کی حدیث سے استدلال کرتے ہیں ''من مات ولم یغزو لم یحدث به نفسه مات علی شعبة من نفاق'' یعنی جو آدمی اس حالت میں مرا کہ نہ اس نے کبھی جہاد کیا اور نہ کبھی دل و دماغ میں جہاد کا جذبہ رکھا وہ نفاق کے ایک شعبہ پر مرا۔

ادھر بعض حضرات فرماتے ہیں کہ جہاد جب سے فرض ہوا ہے فرض کفایہ ہی چلا آ رہا ہے کبھی فرض عین ہوا ہی نہیں۔ میں نہایت ادب سے عرض کروں گا کہ پھر جہاد سے پیچھے رہنے والوں کی اتنی مذمت کیوں قرآن میں اللہ تعالیٰ نے بیان کی ہے کہ بعض کو منافق قرار دیا بعض کو دوزخی قرار دیا بعض سے سخت باز پرس ہوئی اور ان سے پچاس دن تک مکمل بائیکاٹ کیا گیا۔ اگر جہاد ہمیشہ سے فرض کفایہ تھا تو ان وعیدات وتہدیدات کی کیا ضرورت تھی جب کچھ لوگ گئے اور کچھ رہ گئے تو دونوں کیلئے انعام کا وعدہ کرنا چاہئے تھا؟

کیونکہ فرض کفایہ کا مطلب ہی یہی ہے پھر میں یہ بھی عرض کروں کہ اگر جہاد فرض عین کا اسلام میں کوئی وجود ہی نہ تھا تو پھر شارحین حدیث اور مفسرین قرآن اور فقہاء کرام نے دونوں قسموں کو التزام کے ساتھ بیان کیوں کیا؟ دونوں کے مسائل کیوں واضح فرمائے؟ اور اہتمام کے ساتھ فرض عین کی تعریف کر کے اس کے احکامات کی وضاحت کیوں کی؟ جب ایک چیز کا وجود ہی نہیں تو اس کی تفصیلات میں پڑنے کی کیا ضرورت پیش آئی؟ میں پھر عرض کروں کہ فقہاء کرام نے جہاد فرض عین کے متعلق لکھا ہے کہ جب کفار نے مسلمانوں پر حملہ کر دیا ان کے لوگوں کو قتل وقید کر لیا اور زمین چھین لی تو ان علاقوں کے لوگوں پر جہاد فرض عین ہو جاتا ہے اگر ان میں دفاع کی طاقت نہیں تو رفتہ رفتہ قریب کے لوگوں پر فرض عین ہوتا چلا جائے گا یہاں تک کہ تمام مسلمانوں پر فرض عین ہو جائے گا تو عرض یہ ہے کہ کیا مسلمانوں پر کبھی کفار نے حملہ نہیں کیا ہے؟ ان کے لوگوں کو قتل و گرفتار نہیں کیا ہے؟ ان کو ان کے علاقوں سے بے دخل نہیں کیا ہے اگر کیا ہے اور یقیناً کیا ہے۔ برما میں کیا مسلمانوں

کو بے دخل نہیں کیا، کیا روس نے اس طرح نہیں کیا؟ فلسطین میں کیا اس طرح نہیں ہوا؟ اور کیا اب تک بیت المقدس اور مسجد اقصیٰ یہود کے ہاتھ میں نہیں؟ اور شیشان میں کیا کفار نے ایسا نہیں کیا؟ اور اسپین و اندلس و غرناطہ کے ساتھ کیا ایسا حادثہ پیش نہیں آیا؟ اگر یہ سب کچھ ہے اور یقیناً ہے تو پھر ایک درد والا انسان کیسے کہہ سکتا ہے کہ جہاد کبھی فرض عین ہوا ہی نہیں، ہائے افسوس اے مظلوم! تیرے چاہنے والے اور تجھ پر عمل کرنے والے وہ جنت البقیع میں چلے گئے ہیں یا وہ سامنے حضور اکرم ﷺ کے قدموں میں ابوبکر و عمرؓ کے نام سے سو رہے ہیں ہائے اے مسلمان! تو اگر جہاد نہیں کر سکتا ہے تو نہ کرتا لیکن اس کی حقیقت کو تو تبدیل نہ کر، الغرض جہاد جب فرض عین ہو جاتا ہے تو پھر جہاد کے تمام شرائط ختم ہو جاتے ہیں۔ بس جس کے ہاتھ میں جو کچھ آ گیا وہ ہاتھ میں لیکر گھر سے نکل جائے۔

جہاد کی انواع

جہاد کی پھر تین انواع ہیں: ① جہاد بالمال ② جہاد بالنفس ③ جہاد باللسان۔ جہاد بالمال یہ ہے کہ کسی مسلمان کا مال میدان جہاد میں خرچ ہو جائے کسی نہ کسی طرح میدان جہاد اور مجاہدین کو اس مال سے فائدہ پہنچ جائے مثلاً جہاد کا اسلحہ خریدنا مجاہدین کے کھانے پینے سواری اور رہنے سہنے کے انتظام میں مال کا صرف ہونا یہ جہاد بالمال ہے۔ قرآن کریم نے اس کا سب سے مقدم ذکر فرمایا ہے کیونکہ اگر مال نہیں ہو تو جہاد کا کوئی شعبہ قائم نہیں رہ سکتا۔ وہ سامنے گنبد خضراء کے مکین ﷺ نے بھی اس کو سب سے پہلے ارشاد فرمایا ہے:

جاھدوا المشرکین باموالکم وانفسکم والسنتکم. (رواہ ابوداؤد)

دوسرا جہاد بالنفس ہے وہ یہ ہے کہ آپ کی جان جہاد کے راستے میں کام آ جائے خود اسی جان کے ساتھ میدان کارزار میں اتر گئے دشمن کا مقابلہ کیا یا جان دیدی یا محنتیں اٹھائیں اور غازی بن کر واپس لوٹ آئے یہ نفس کے ساتھ جہاد ہے اس روایت اور قرآن کی آیت کی تشریح اس حدیث سے ہو جاتی ہے جو حضرت عبداللہ بن مبارکؒ نے کتاب الجہاد میں نقل کیا ہے۔ "**والمجاھد من جاھد نفسہ بنفسہ**" یعنی مجاہد وہ ہے جو اسی نفس کو میدان جہاد میں ڈال کر اس سے جہاد کرے یعنی اس کو واسطہ

بنایا اور کفار سے مقابلہ کیا اس حدیث کا مطلب یہ نہیں ہوسکتا کہ تم اپنے نفس کی اصلاح کرو کیونکہ یہاں حدیث میں جاھدوا المشرکین بانفسکم کے الفاظ ہیں کہ جان کے ذریعہ سے کفار سے جہاد کرو۔ لہذا یہاں اپنے نفس سے جہاد کرنا یعنی اس کی تربیت کرنا قطعاً مراد نہیں ہے بلکہ کفار سے جہاد کرنا مراد ہے۔ باقی ایک روایت ہے کہ ”رجعنا من الجھاد الاصغر الی الجھاد الاکبر“ کہ نفس کے ساتھ جہاد دشمن کے جہاد سے بڑا ہے تو ملا علی قاریؒ نے موضوعات کبیر باب الرا میں فرمایا ہے کہ یہ ابراہیم بن عبلہ کا مقولہ ہے۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ نے فرمایا ہے کہ اس حدیث کا کوئی اصل نہیں ہے شاہ عبدالعزیزؒ بھی فتاویٰ عزیزی میں اس روایت پر رد کیا ہے۔

تیسری نوع: جہاد باللسان ہے وہ یہ کہ زبان سے جہاد کی ترغیب ہو جہاد کے فضائل کا بیان ہو جہاد کے متعلق گرم گرم اشعار اور مزیدار نظمیں ہوں۔ کفار کو مورچہ میں للکارنا ہو، سخت جملوں کا کسنا ہو، دھمکی ہو اور رعب داب کے الفاظ ہوں یہ جہاد باللسان ہے جس طرح کے حضرت حسانؓ وغیرہ کے اشعار ہیں اب اگر ایک شخص جہاد کے علاوہ کسی چیز کے متعلق ایک گھنٹہ تقریر کرتا ہے اور پھر کہتا ہے کہ میں نے جہاد باللسان کیا تو یہ غلط ہے کیونکہ زبانی جہاد وہی ہے جس سے جہاد کے میدان کو فائدہ پہنچ جائے۔

آخر میں یہ بات ذہن نشین کرلیں کہ چونکہ جہاد کا اسلام میں بڑا مقام ہے اور قرآن وحدیث میں اس کے بہت زیادہ فضائل ہیں اس لئے بعض دفعہ ثواب کے اعتبار سے کسی دوسرے عمل پر جہاد کا اطلاق کیا جاتا ہے تا کہ لوگ اس میں رغبت کریں اور اس کی طرف متوجہ ہو جائیں مثلاً والدہ کی خدمت کو ثواب کے اعتبار سے جہاد کہا گیا یا طالب علم کی علمی محنت کو جہاد سے یاد کیا، یہ سب ثواب کے اعتبار سے ہے نہ یہ کہ اس سے آدمی مجاہد بن گیا اور جہاد کی شرعی تعریف اس پر صادق آگئی ہاں جہاد جیسا ثواب اس کو مل گیا اس کی مثال ایسی ہے کہ ایک آدمی کسی عمل میں بڑی محنت اٹھاتا ہے عمدہ کام کرتا ہے اس میں مسلسل لگا رہتا ہے تو لوگ کہتے ہیں کہ فلاں شخص بڑا مجاہد آدمی ہے اس سے

مراد یہ ہوتا ہے کہ جس طرح جہاد میں بڑی مشقت ہوتی ہے اور پھر اس کا بڑا ثواب ہوتا ہے یہ شخص بھی اسی کی مانند ہے یہ محض تشبیہ ہوتی ہے اور وہ بھی لغوی معنی میں ثواب کے اعتبار سے تشبیہ دی جاتی ہے اس سے یہ نہیں سمجھنا چاہئے کہ یہ اطلاق جہاد کے شرعی مفہوم کے اعتبار سے ہوتا ہے۔ جہاد کے متعلق یہ ضروری باتیں تھیں جو بندہ نے مسجد نبوی کے قریب مختلف مقامات میں فرصت کے اوقات میں لکھیں، آگے مکہ کے متعلق اصل مباحث کو ذرا جھانک کر دیکھئے اللہ تعالیٰ اس محنت کو قبول فرمائے، پڑھنے والوں کیلئے اور میرے لئے آخرت میں نجات کا ذریعہ بنائے۔ آمین یارب العالمین۔

فضل محمد بن نور محمد یوسف زئی

نزیل مدینہ منورہ ۲۹ ذوالحجہ ۱۴۱۷ھ

باب اوّل

جنگِ بدر

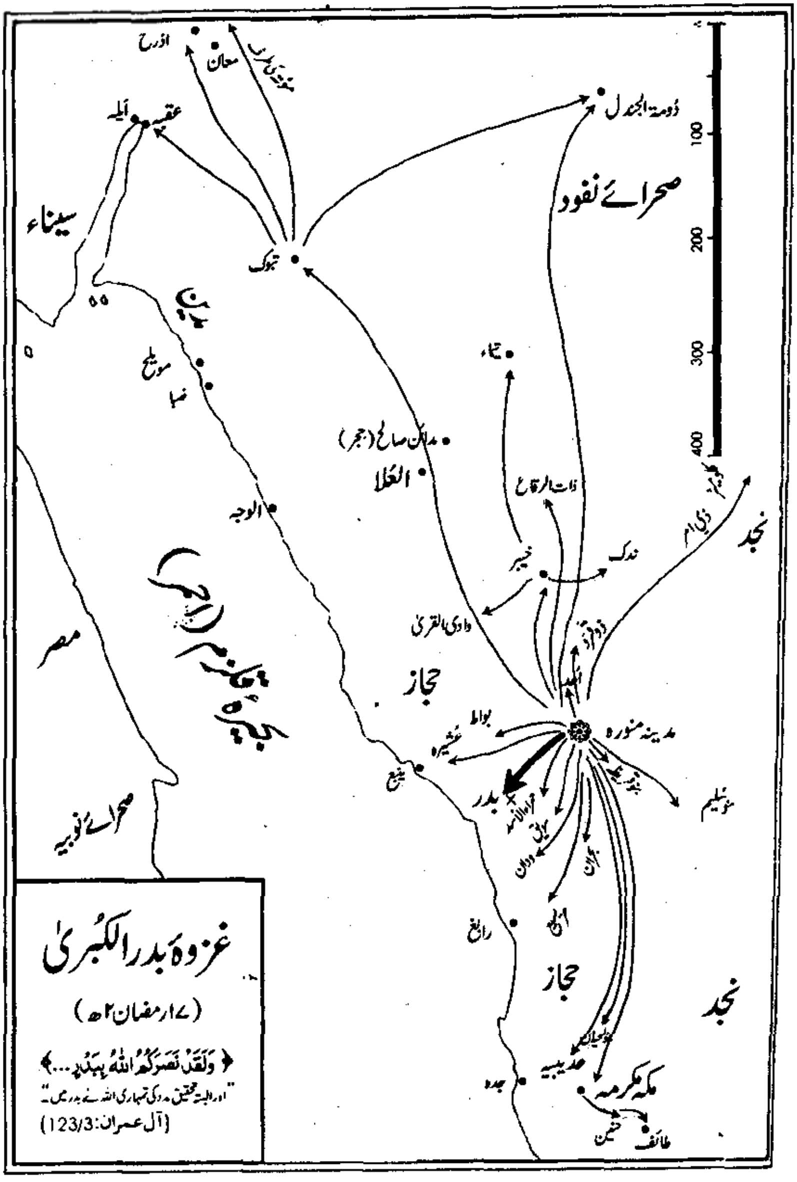
ازرح
معان
عقبہ
ایلہ
دومۃ الجندل
صحرائے نفود
سیناء
تبوک
مدین
مویلح
ضبا
تیماء
مدائن صالح (حجر)
العُلا
الوجہ
ذات الرقاع
خیبر
فدک
وادی القریٰ
ذی امر
نجد
مصر
حجاز
مدینہ منورہ
بواط
عُشیرہ
ینبع
بدر
بنو سُلیم
ابواء
ودان
رابغ
حجاز
نجد
حدیبیہ
جدہ
مکہ مکرمہ
حنین
طائف
صحرائے نوبیہ
100
200
300
400

غزوۂ بدر الکبریٰ

(۱۷ رمضان ۲ھ)

﴿وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ...﴾

"اور البتہ تحقیق مدد کی تمہاری اللہ نے بدر میں۔"

(آل عمران: 123/3)

﴿اسلام کا پہلا عظیم الشان معرکہ اور صحابہ کرامؓ کے مجاہدانہ کارنامے﴾

بدر کے مجاہدین کی فضیلت

① سورۃ التوبہ کی آیت نمبر ۱۰۰ کا ترجمہ ملاحظہ فرمائیں جس میں اہلِ بدر کی فضیلت کا ذکر ہے۔

ترجمہ: اور لوگ جو قدیم ہیں سب سے پہلے ہجرت کرنے والے اور مدد کرنے والے، اور جو ان کے پیرو ہوئے نیکی کے ساتھ، اللہ راضی ہوا ان سے اور وہ راضی ہوئے اس سے اور تیار کر رکھے ہیں واسطے ان کے باغ، کہ بہتی ہیں نیچے ان کے نہریں، رہا کریں انہی میں ہمیشہ یہی ہے بڑی کامیابی۔

فائدہ: سابقین اولین کے مصداق میں اگر چہ کئی اقوال ہیں لیکن اہلِ بدر ہر حال میں اس کے مصداق میں داخل ہیں تو گویا مجاہدینِ بدر سے اللہ تعالیٰ خوش اور راضی ہوا اور وہ اللہ تعالیٰ سے راضی ہوئے، اللہ تعالیٰ نے ان کیلئے جنت میں باغات تیار کر رکھے ہیں اور طرح طرح کی نعمتیں جنت میں ان کیلئے تیار ہیں اور یہ مجاہدین ہمیشہ جنت میں رہیں گے اور یہ ان کی بہت بڑی کامیابی ہے۔

② سورۃ الروم میں آیت نمبر ۴ کا ترجمہ بھی ملاحظہ فرمائیں جس میں بدر کے واقعے کی طرف اشارہ ہے۔

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہیں سب کام پہلے اور پچھلے، اور اس دن خوش ہونگے مسلمان اللہ کی مدد سے، مدد کرتا ہے جس کی چاہتا ہے اور وہی ہے زبردست رحم کرنے والا۔

فائدہ: علامہ شبیر احمد عثمانیؒ فرماتے ہیں، قرآن کی پیشنگوئی کے صدق کا لوگوں نے مشاہدہ کر لیا، کفارِ مکہ کو ہر طرح ذلت نصیب ہوئی۔ (تفسیرِ عثمانی، ص:۵۳۹)

حافظ ابنِ کثیرؒ اپنی تفسیر میں فرماتے ہیں:

حضرت ابن عباسؓ اور سدّی اور علمائے کرام کے ایک بڑے طبقے کے قول کے مطابق رومیوں کو مجوسیوں پر اس دن غلبہ حاصل ہوا جبکہ مسلمان بدر میں کفار پر غالب ہو رہے تھے، نیز ترمذی، بزار، ابنِ ابی حاتم، ابنِ جریر نے ابی سعیدؓ سے حدیث نقل کی ہے کہ جب بدر کا دن اور اس کا واقعہ تھا تو اسی دن رومی فارس والوں پر غالب آگئے جس سے مسلمان بہت خوش ہوئے اور اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

ترجمہ: اور اس دن خوش ہونگے مسلمان اللہ کی مدد سے، مدد کرتا ہے جس کی چاہتا ہے۔

(تفسیر ابنِ کثیر ص ۴۳۶)

الغرض مسلمانوں یعنی حضور ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا جنگِ بدر کی کامیابی پر خوش ہونا ہی اس دن اور اس کے مجاہدین اور اس واقعے کی فضیلت کیلئے کافی ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ کی نصرت و مدد اور پھر اس کی خوشخبری سنانا جنگِ بدر اور مجاہدینِ بدر کی فضیلت کو چار چاند لگا دیتا ہے۔

(۳) بدر کے اس عظیم الشان واقعہ کے متعلق اللہ تعالیٰ نے ایک مکمل سورت نازل فرمائی جس کا نام سورۃ انفال ہے اور جس کا دوسرا نام سورۃ بدر ہے۔ یہ سورت دس رکوعات پر مشتمل ہے اور اس میں بدر کی جنگ کو حق و باطل کا معرکہ قرار دیا ہے، دینِ حق کے ثابت کرنے کا ذریعہ قرار دیا ہے، کفر کی شوکت توڑنے اور کمزور مسلمانوں کو غالب اور مغرور کفار کو ذلیل کرنے کا سبب قرار دیا ہے۔ مجاہدین کی نصرت و مدد کیلئے اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو لڑنے کا حکم دیا اور فرمایا کہ میں تمہارے ساتھ ہوں۔ تم مسلمانوں کے دلوں کے حوصلے بڑھاؤ اور میں کفار کے دلوں میں رعب ڈالوں گا۔ چنانچہ حضرت جبرئیل اور میکائیل علیہما السلام کی کمانڈ میں فرشتوں کے مسلح دستے میدانِ بدر میں لڑنے کیلئے آ گئے۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں اور کفار کو اپنے خاص ارادے سے آپس میں ٹکرایا تاکہ کفار کی جڑ کٹ جائے۔ اللہ تعالیٰ نے کفار کو دھمکی دی کہ اگر باز نہ آؤ گے اور پھر وہی کرو گے تو ہم بھی پھر وہی کریں گے۔ اللہ تعالیٰ نے میدانِ جنگ میں کفار سے بھاگنے والے مسلمانوں کو سخت سزا سنائی اور مسلمانوں کو ہر طرح سے نظم و ضبط اور اطاعتِ خداوندی اور پھر اطاعتِ امیر اور پھر اطاعتِ قوانینِ جنگ اور پھر اخلاصِ نیت کی خوب ترغیب دی۔ اللہ تعالیٰ نے مالِ غنیمت کی تقسیم کا ذمہ خود اٹھایا اور طریقہ تقسیم خود بتایا۔ اللہ تعالیٰ نے قیدیوں سے فدیہ لے کر چھڑانے پر ناراضگی کا اظہار فرمایا اور اپنی پسندیدگی کفار کا خون زیادہ سے زیادہ بہانے میں ظاہر فرمائی۔ اللہ تعالیٰ نے کافروں کے مارنے کی جگہیں بھی بتائیں کہ گردن پر مارو اور پوروں پر مارو اور فرمایا کہ اس وقت تک مارو جب تک کفر کا فتنہ ختم نہیں ہوتا۔ الغرض اس سے جنگ بدر کی اہمیت اور مجاہدین کی فضیلت خوب واضح ہو جاتی ہے۔

(۴) حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جنگِ بدر میں حارثہ رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے تو اس کی ماں حضور ﷺ کے پاس آئی اور یہ کہنے لگی:

یا رسول اللہ! آپ کو معلوم ہے کہ مجھے حارثہ سے کتنی محبت تھی اور اس سے میرا کیا رشتہ تھا، اب آپ بتائیں کہ اگر وہ جنت میں ہیں تو میں صبر سے کام لوں اور اگر کوئی دوسری صورت ہے تو پھر آپ دیکھ لیں گے کہ میں رو رو کر کیا کچھ کر لوں گی۔ حضورِ اکرم ﷺ نے فرمایا، تیرا بھلا ہو تم کوئی پاگل ہو گئی ہو کیا جنت کوئی ایک ہے، نہیں بلکہ جنتیں تو بہت ہیں تیرا لڑکا تو جنت الفردوس میں ہے۔ ایک اور روایت

میں ہے کہ تیرا لڑکا فردوسِ اعلیٰ میں ہے۔

فائدہ: حضرت حارثہؓ جنگِ بدر میں میدانِ جنگ میں کفار کے مقابلے میں شہید نہیں ہوئے تھے بلکہ یہ دور سے میدانِ جنگ کو دیکھ رہے تھے اور ایک حوض کے کنارے بیٹھے ہوئے پانی پی رہے تھے کہ اچانک کسی طرف سے تیر آ کر ان کو لگا، یہی وجہ تھی کہ ان کی والدہ پریشان تھی تو حضورِ اکرم ﷺ نے جنت الفردوس کی خوشخبری سنائی تو جس شخص کو میدان سے باہر رہ کر یہ درجہ مل سکتا ہے تو وہ جانبازانِ اسلام جو دوبدو کفار سے لڑے اور میدانِ کارزار میں جانوں کی بازی لگا گئے ان کا کیا کہنا اور ان کے مقام کا کیا پوچھنا، اس سے مجاہدین بدر کی فضیلت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

(البدایہ والنہایہ، ص۳۳۹، ج۳)

⑤ حضرت حاطب بن ابی بلتعہؓ ایک صحابی ہیں جو بدر کی جنگ میں شریک ہو چکے تھے، فتح مکہ سے کچھ پہلے انہوں نے ایک خط اہلِ مکہ کے نام بھیجا جس میں حضورِ اکرم ﷺ کی مہم کا تذکرہ تھا گویا انہوں نے حضور ﷺ کا راز فاش کر دیا، حضورِ اکرم ﷺ کو وحی کے ذریعے معلوم ہوا تو آپ ﷺ نے حاطب بن ابی بلتعہؓ کو بلایا کہ یہ تو نے کیا کیا؟ حضرت عمر فاروقؓ نے عرض کیا ”یا رسول اللہ! مجھے اجازت دیجئے تاکہ میں اس کی گردن اڑا دوں۔“ حضورِ اکرم ﷺ نے فرمایا عمر تمہیں کیا معلوم؟ یہ بدر میں شریک ہونے والوں میں سے ہیں اور شاید اللہ تعالیٰ نے پہلے سے اہلِ بدر کو جان لیا تھا تو فرمایا کہ جو چاہو کرو میں نے تمہیں بخش دیا۔

ایک روایت میں حضور ﷺ نے حضرت عمر فاروقؓ سے فرمایا کہ کیا حاطب اہلِ بدر میں سے نہیں ہے؟ اور شاید اللہ تعالیٰ پہلے سے اہلِ بدر پر مطلع ہوئے جب ہی تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا جو چاہو کرو تمہارے لئے جنت واجب ہو چکی ہے۔ (البدایہ والنہایہ، ص۳۴۰، ج۳)

⑥ حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ حضرت حاطب بن ابی بلتعہؓ کا ایک غلام حضور ﷺ کے پاس آیا اور حاطب کی شکایت کرتے ہوئے کہنے لگا۔ ”اے اللہ کے رسول! یقیناً حاطب جہنم میں جائے گا“۔ حضورِ اکرم ﷺ نے فرمایا تو نے جھوٹ بولا وہ جہنم میں نہیں جائے گا کیونکہ وہ جنگِ بدر اور حدیبیہ میں شریک ہوا ہے۔

⑦ حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ حضورِ اکرم ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص جنگِ بدر یا صلح حدیبیہ میں شریک ہوا ہے وہ ہرگز دوزخ میں نہیں جائے گا۔

ایک دفعہ حضورِ اکرم ﷺ کا اپنے صحابہ کے ساتھ مقام صفرا پر گذر ہوا جہاں بدر کے شہید حضرت عبیدہ

بن الحارث ؓ کی قبر واقع ہے صحابہ ؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! ہم یہاں مشک وعنبر کی خوشبو پاتے ہیں۔ حضورِ اکرم ﷺ نے فرمایا تعجب کی کیا بات ہے یہاں ابو معاویہ یعنی عبیدہ بن الحارث شہید بدر کی قبر ہے یہ خوشبو اس کی ہے۔

⑧ حضرت رفاعہ بن رافع ؓ فرماتے ہیں کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام حضور اکرم ﷺ کے پاس آئے اور فرمانے لگے کہ آپ لوگ اپنے ہاں اہلِ بدر کو کیسے شمار کرتے ہو؟ حضورِ اکرم ﷺ نے فرمایا کہ مسلمانوں میں اہلِ بدر کو ہم سب سے افضل سمجھتے ہیں۔ جبرئیلِ امین نے فرمایا کہ اسی طرح ہم بھی ان فرشتوں کو سب سے افضل سمجھتے ہیں جو جنگِ بدر میں شریک ہوئے ہیں۔

(البدایہ والنہایہ، ص ۳۳۰، ج ۳)

⑨ شاعرِ دربارِ نبوی حضرت حسان بن ثابت ؓ انصار کی فضیلت اور بدر کے میدان میں ان کے کارناموں اور پھر ایک خصوصی منقبت پر اس طرح فخر کرتے ہیں:

وَبِبِيْرِ بَدْرٍ اِذْ يَكُفُّ مَطِيَّهُمْ
جِبْرِيْلُ تَحْتَ لِوَائِنَا وَ مُحَمَّدٌ

یعنی بدر کے کنویں کے پاس جب لوگ اپنی سواریوں کو روک رہے تھے۔ تو حضور اکرم ﷺ اور جبرئیلِ امین ہمارے جنگی جھنڈے کے نیچے بیٹھے ہوئے تھے۔

اشعار پر نقد وتبصرہ کرنے والے ماہرین کا کہنا ہے کہ فخر کے میدان میں اس سے بہتر شعر کسی نے نہیں کہا۔

⑩ محدثین مفسرین اور فقہاءِ کرام کے ہاں اہلِ بدر کا ایک بڑا مقام ہے۔ جب کسی روایت یا مشورہ میں بدری صحابیؓ کا نام آتا ہے تو امتیازی طور پر ان کو یاد کیا جاتا ہے اور روایت کی مقبولیت پر وہ نام بطورِ سند پیش کیا جاتا ہے کہ یہ روایت اتنی مقبول ومضبوط ہے کہ فلاں فلاں بدری راویوں نے اسے روایت کیا ہے۔ خود صحابہ کرام ؓ جب کسی قضیے میں فیصلہ کے لئے بیٹھ جاتے تو اہلِ بدر پر سب کی نگاہیں لگی رہتی تھیں، کیونکہ ان کا فیصلہ وہ مضبوط اور اٹل سمجھتے تھے، اہلِ تاریخ نے اہلِ بدر کو نمایاں مقام دیا ہے اور ان کے نام، نسب حسب خاندان اور پھر وفات کو الگ ممتاز حیثیت سے ذکر کیا ہے۔

مقامِ بدر

''بدر'' باء پر فتحہ دال ساکن اور راء پر تنوین، اصل لغت کے اعتبار سے اس مادہ میں امتلاء اور بھرنے کا معنٰی پایا جاتا ہے، ''غُلامٌ بَدْرٌ'' یعنی گوشت سے بھرا ہوا ہٹا کٹا نوجوان۔ نیز ''بدر'' کھلیان کو بھی کہتے ہیں کیونکہ وہ بھی طعام و غلہ سے بھرا ہوتا ہے۔ البدر چودہویں کا چاند، کیونکہ وہ بھی کامل اور مکمل ہوتا ہے۔

''بدر'' مکہ اور مدینہ کے درمیان ایک مشہور پانی کے گھاٹ کا نام ہے جو مقامِ صفراء سے نیچے واقع ہے، اس کے اور ساحلِ سمندر کے درمیان ایک رات کا فاصلہ ہے یہ جگہ مدینہ منورہ سے قریباً ۸۰ میل کے فاصلے پر واقع ہے۔ ایک شخص کی طرف یہ جگہ اور کنواں منسوب ہوا۔ کیونکہ وہ شخص تاجر تھا اور جب بھی آتا تھا تو لوگ کہتے تھے ''جاءت عیر قریش'' یعنی قریش کا قافلہ آ گیا، قریش کا قافلہ آ گیا، تو سب اہلِ مکہ قریش کے نام سے موسوم ہو گئے، اس شخص کا بیٹا تھا جس کا نام بدر تھا، یہ جگہ اور کنواں اسی بدر نامی شخص کی طرف منسوب ہے اور اسی جگہ میں وہ مقدس جنگ لڑی گئی جس سے اسلام اور کفر میں ہمیشہ کیلئے حدِ فاصل قائم ہو گئی۔ (معجم البلدان، ص: ۳۵۷، ج: ۱)

اسلام میں جہاد کی ابتداء

حضورِ اکرم ﷺ نبوت کے بعد تیرہ سال مکہ مکرمہ میں رہے۔ نبوت ملنے کے بعد تین سال تک آپ ﷺ نے دعوت کا عام اظہار نہیں کیا، تین سال کے بعد آپ ﷺ نے کوہِ صفا پر کھڑے ہو کر نہایت صفائی کے ساتھ قریش کے سامنے اسلام اور توحید کا عام اعلان کیا۔ اس کے بعد آپ ﷺ پر مصائب کے پہاڑ توڑے گئے لیکن آپ ﷺ توحید کے اعلان سے پیچھے نہ ہٹے، پھر تین سال تک آپ ﷺ اور آپ کے خاندان اور مسلمانوں کا کفار مکہ نے بائیکاٹ کر کے شعب ابی طالب میں مقید رکھا، ان چھ سالوں کے علاوہ آپ ﷺ نے مکہ کے عام و خاص سب کو کھلی دعوت دی، قرآنِ کریم کی ۲۸ مدنی سورتوں کو چھوڑ کر باقی بڑا حصہ مکہ میں اترا لیکن کفارِ مکہ نے اس عظیم دعوت کو قبول نہ کیا اور آپ ﷺ کو از حد تنگ کیا حتیٰ کہ آپ ﷺ اپنے گھر سے بیت اللہ نہیں جا سکتے تھے۔ پھر آپ ﷺ نے مختلف قبائل پر اپنے آپ کو پیش کیا تا کہ کوئی قبیلہ آپ کو اپنے ہاں لے جائے، مگر کسی نے آپ ﷺ کو قبول نہیں کیا۔ اسی ضمن میں آپ کا مشہور سفر طائف پیش آیا

وہاں آپ ﷺ نے صرف ثقیف کے تین سرداروں سے بات کی لیکن انھوں نے نہ تو اسلام قبول کیا اور نہ کفارِ مکہ کے خوف سے حضور ﷺ کو اپنے ہاں ٹھہرا کر پناہ دی، بلکہ الٹا آپ ﷺ پر پتھر برسا کر آپ کو شہر سے نکالا اور کفارِ مکہ کو خوش کرنے کیلئے کہلا بھیجا کہ محمد ﷺ ہمارے پاس آئے تھے لیکن ہم نے ان کو واپس کر دیا ہے۔ تب کفارِ قریش مزید بھڑک اٹھے کہ اس شخص نے ہمارے دشمنوں سے ہمارے خلاف مدد طلب کی ہے، اب آپ ﷺ اپنے گھر مکہ واپس نہیں آسکتے تھے تو آپ ﷺ نے مطعم بن عدی سے پناہ کی درخواست کی۔ مطعم نے آپ ﷺ کو پناہ دے کر اپنے مسلح جوانوں کے ساتھ مکہ آپ کے گھر میں پہنچا دیا۔ اکثر صحابہ مختلف علاقوں کی طرف ہجرت کر چکے تھے کہ آخر حضور ﷺ نے ۵۳ سال کی عمر میں مکہ مکرمہ سے رات کے وقت نکل کر ہجرت فرمائی۔ مکہ مکرمہ میں بعض صحابہ نے درخواست کی تھی کہ یا رسول اللہ! یہ قریش ہمیں تنگ کرتے ہیں ہم ان کے برابر کے خاندان کے لوگ ہیں۔ اسلام سے پہلے یہ لوگ ہمیں ذلیل نہیں کر سکتے تھے، اب آپ ہمیں اجازت دیں کہ ہم ان کے خلاف لڑنے کیلئے اسلحہ اٹھائیں۔ حضور اکرم ﷺ نے جواب دیا کہ مجھے ابھی تک لڑنے کا حکم نہیں ملا ہے۔

مکہ مکرمہ میں جہاد کا حکم اس لئے نہیں آیا تھا کہ صحابہ کم تھے، نیز اگر وہاں لڑائی شروع ہو جاتی تو عورتوں اور بچوں کا گھروں میں محفوظ رہنا مشکل تھا بلکہ گھر گھر خانہ جنگی شروع ہو جاتی اور عرب دنیا میں یہی مشہور ہو جاتا کہ یہ خاندان عبد المطلب اور دوسرے قریش کے درمیان خاندانی اور قبائلی جھگڑا ہے، اس کو دین کے نام سے جہاد قرار دینا مشکل ہو جاتا۔ نیز مکہ مکرمہ میں نزولِ قرآن کا زمانہ تھا تو قریش پر اتمامِ حجت کیلئے دعوت و تبلیغ کو عام کرنے کی ضرورت تھی اور اس بات کی ضرورت تھی کہ پر امن ماحول میں یہ لوگ قرآنِ کریم کی تعلیمات کو غور سے سن سکیں۔

ان وجوہات کی بناء پر مکہ مکرمہ میں اسلحہ اٹھانے اور مسلح جہاد کرنے کا حکم نہیں ہوا تھا۔ یہ وجہ نہیں تھی کہ مکہ میں حضور ﷺ صحابہ کرام ؓ کا ایمان بنانے میں مصروف تھے اور اب تک ایمان بنا نہیں تھا، اس لئے جہاد کا حکم نہیں آیا، اگر ایسا تھا تو پھر مدینہ منورہ میں حضورِ اکرم ﷺ نے وہاں کے نومسلموں کو تیرہ سال تک ایمان بنانے کے لئے کیوں جہاد سے نہ روکا؟ حالانکہ وہاں تو حضور ﷺ

کی پوری زندگی دس سال کی ہے تو تیرہ سالہ مکی نصاب کہاں سے لایا جائے گا۔ بہر حال ہجرت کے دوران جہاد کا حکم نازل ہوا تو آپ ﷺ نے صرف مہاجرین کے ساتھ مل کر کفار کے قافلوں پر چھاپہ مار جنگ شروع کی تا کہ ان کی تجارت اور معیشت کو کمزور کیا جا سکے۔ اس مہم میں آپ ﷺ کبھی خود تشریف لے جاتے تھے اور کبھی دوسرے مہاجرین کو روانہ فرماتے تھے۔

غزوۂ ابواء، بواط اور عشیرہ اسی مہم کا حصہ تھا۔ چنانچہ غزوۂ عشیرہ میں قریش کا قافلہ ہاتھ سے نکل چکا تھا اس سلسلے میں آپ ﷺ نے عبداللہ بن جحش ؓ کو بطن نخلہ مقام کی طرف روانہ فرمایا تھا کہ قریش کا قافلہ شام سے واپس آنے والا ہے، تم بطنِ نخلہ میں اس قافلے کا انتظار کرو اور ہمیں اس کی خبر پہنچاؤ، چنانچہ عبداللہ بن جحش ؓ اپنے بارہ ساتھیوں کے ساتھ وہاں اترے۔ ابھی مجاہدین وہاں اترے ہی تھے کہ قریش کا ایک اور مختصر سا قافلہ وہاں آ پہنچا، مسلمانوں نے اس پر حملہ کر دیا اور عمرو بن حضرمی کو تیر لگا جس سے وہ مر گیا اور ان کے دو ساتھیوں کو مجاہدین نے گرفتار کر لیا۔ یہ اسلام کا پہلا مالِ غنیمت تھا اس واقعے سے کفارِ مکہ جل بھن گئے اور انھوں نے مسلمانوں کے خلاف ایک مہم کا آغاز کر دیا کہ مدینہ جا کر سب کو ختم کر دیں گے۔ عمرو بن حضرمی وہ پہلا شخص تھا جو جہاد کا حکم آنے کے بعد مسلمانوں کے ہاتھوں مارا گیا تھا، کیونکہ یہ حقیقت ہے۔

زورِ بازو آزما شکوہ نہ کر صیاد سے
آج تک کوئی قفس ٹوٹا نہیں فریاد سے

قافلۂ قریش کے تعاقب میں

لشکرِ اسلام کا مدینہ منورہ سے روانہ ہونا

جنگ کا پہلا مرحلہ

قریش کا یہ قافلہ وہی قافلہ ہے جس کو قابو کرنے کے لئے حضورِ اکرم ﷺ نے عشیرہ کا سفر کیا تھا لیکن یہ قافلہ حضورِ اکرم ﷺ اور صحابہ رضی اللہ عنہم کے پہنچنے سے پہلے شام کی طرف بچ نکلنے میں کامیاب ہو گیا تھا تو حضورِ اکرم ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ینبع اور عشیرہ سے واپس مدینہ تشریف لائے، یہ جمادی الاول ۲ھ کا واقعہ تھا۔ حضور ﷺ اس قافلہ کی واپسی کا انتظار فرما رہے تھے کہ اچانک آپ ﷺ کو رمضان المبارک میں اطلاع ملی کہ قریش کا قافلہ شام سے واپس آ رہا ہے، اس قافلے میں قریش کے ایک ہزار دینار نقد کی صورت میں موجود تھے۔ ابوسفیان بن حرب اس کی سرپرستی کر رہا تھا اور قریش کے ہر غریب و امیر کا کسی نہ کسی صورت میں پیسہ اس قافلہ میں لگا ہوا تھا اور ہر گھر قافلے کی واپسی کا شدت سے انتظار کر رہا تھا۔

سرورِ دو جہاں ﷺ نے اس قافلہ کو پکڑنے کے لئے مدینہ منورہ میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے سامنے عام اعلان فرمایا اور حکم دیا کہ جن کے پاس سواری حاضر ہو وہ فوراً نکل جائیں قریش کا قافلہ آ رہا ہے ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ مال سے لدا ہوا قافلہ بطورِ مالِ غنیمت تمہیں عطا کر دے۔ اس اعلان پر حاضرین لبیک کہہ کر نکلنے کے لئے تیار ہوئے، نکلنے کا حاضرین کو اتنا شوق تھا کہ بعض موقع پر باپ اور بیٹے نے جانے پر قرعہ اندازی کی چنانچہ حضرت سعد بن خیثمہ رضی اللہ عنہ باپ بیٹے میں اس طرح شوق کا اظہار ہوا۔

باپ: بیٹے آپ گھر میں رہیں گھر کی دیکھ بھال رکھیں لشکر میں میں جاؤں گا۔

بیٹا: ابا جان! یہ معاملہ جنت کا ہے اگر جنت کے علاوہ کا سوال ہوتا تو میں آپ کو ترجیح دیتا۔

باپ: چلو قرعہ اندازی کرتے ہیں اور قرعہ اندازی ہوئی تو قرعہ بیٹے کے نام نکلا بیٹے نے کہا کہ لو ابا جان! قرعہ میرا نکلا ہے اب میں جاؤں گا۔

چنانچہ خیثمہ کا یہ خوش قسمت بیٹا سعد رضی اللہ عنہ چلا گیا اور بدر میں شہید ہو کر جنت میں پہنچ گیا۔

بیوت السقیا میں لشکرِ اسلام کا معائنہ

جنگ کا دوسرا مرحلہ

چنانچہ حضورِ اکرم ﷺ کے اعلان پر ایک دم تین سو تیرہ نفوس قدسیہ جان کی بازی لگانے کے لئے تیار ہوگئے، جلدی نکلنے کی وجہ سے جنگی ساز و سامان کی اس قدر کمی تھی کہ سواری کے لئے کل ۷۰ اونٹ تھے اور جنگ جیتنے کے لئے صرف دو گھوڑے تھے، آٹھ تلواریں اور چھ زرہیں تھیں۔

بارہ رمضان المبارک جمعرات کے روز آپ ﷺ مدینہ منورہ سے نکلے اور بیوت سقیاء میں مجاہدین کا معائنہ کیا، چنانچہ بوجہ صغرِ سنی حضرت ابنِ عمر، اسامہ بن زید، رافع بن خدیج، براء بن عازب، اسید بن ظہیر، زید بن ارقم اور زید بن حارثہ ؓ کو واپس کر دیا گیا۔ ایک نوعمر لڑکا عمیر نامی اس مقام میں درختوں اور پتھروں کے پیچھے چھپ رہا تھا کہ ان کو واپس نہ بھیجا جائے، چنانچہ جب ان کو حضور ﷺ نے چھوٹا ہونے کی وجہ سے واپس کرنا چاہا تو عمیر ؓ زار و قطار رونے لگا، تب حضور ﷺ نے ان کو جانے کی اجازت دے دی اور اس کے بھائی نے اس کی تلوار وغیرہ ٹھیک کر کے روانہ کر دیا اور وہ بدر میں شہید ہوگیا۔ بہرحال بیوتِ سقیاء سے عزت و عظمت کا یہ لشکر جب آگے بڑھنے لگا تو حضورِ اکرم ﷺ نے اس طرح دعا مانگی:

”اَللّٰهُمَّ إِنَّهم حُفَاةٌ فَاحْمِلْهُمْ وَ عُرَاةٌ فَاكْسُهُمْ وَ جِيَاعٌ فَاشْبِعْهُمْ وَعَالَةٌ فَاغْنِهِمْ مِنْ فَضْلِكْ.“

ترجمہ: اے اللہ! میرے ساتھی پا پیادہ ہیں ان کو سواری عطا فرما، یہ ننگے ہیں ان کو لباس پہنا، مولائے کریم یہ بھوکے ہیں ان کو سیر فرما، مولائے کریم یہ فقیر ہیں ان کو اپنے فضل و کرم سے غنی فرما۔

حضرت ابنِ مسعود ؓ فرماتے ہیں کہ اس دعا کا اثر یہ ہوا کہ بدر کی جنگ میں سب کو سواری کے لئے ایک یا دو اونٹ مل گئے، پہننے کے لئے کپڑے مل گئے اور کھانے کے لئے وافر مقدار میں طعام ملا اور قیدیوں کا فدیہ لے کر ہر فقیر غنی ہوگیا۔

عزت و عظمت کا یہ لشکر مقام عقیق سے ہوتا ہوا بطحا ابن ازھر پہنچا۔ وہاں سے بڑھتا ہوا مقامِ تربان جا پہنچا وہاں کچھ آرام کیا، حضور اکرم ﷺ نے حضرت سعد ؓ سے فرمایا، اے سعد! دیکھو وہ ہرن جا رہا

ہے۔ سعد ؓ نے چلّہ پر تیر چڑھایا تو حضور ﷺ نے سعد ؓ کے کندھے پر ٹھوڑی رکھ کر دیکھنے لگے اور فرمایا: ''اے اللہ! سعد کا تیر نشانے پر بٹھا۔'' چنانچہ وہ ہرن مارا گیا اور حضور ﷺ نے اس کے گوشت کو تقسیم کیا۔ جانبازانِ اسلام کا یہ لشکر چلتا چلتا مقامِ روحاء میں جا اترا کیونکہ۔

ایک ہوں مسلم حرم کی پاسبانی کے لئے
نیل کے ساحل سے لے کر تابہ خاک کاشغر

لشکرِ اسلام مقامِ روحاء میں

جنگ کا تیسرا مرحلہ

روحاء مدینہ منورہ سے تقریباً ۴۰ میل کے فاصلے پر ایک وادی کا نام ہے آب و ہوا کے لحاظ سے انتہائی خوشگوار مقام ہے، یہاں ایک پرانا کنواں ہے جو بئرِ روحاء کے نام سے مشہور ہے۔ بندۂ ناچیز نے اس جگہ کو رمضان ہی کے مہینے میں بدر کے میدان کی طرف جاتے ہوئے دیکھا چونکہ ہم روزے سے تھے اس لئے یہاں کا پانی نہ پی سکے، خوب ٹھنڈا پانی تھا۔ مولانا جمیل خان صاحب شہیدؒ نے ڈول سے پانی نکالا، سب ساتھیوں نے وضو بنایا اور بدن پر پانی ڈالا، قریب میں ایک مسجد تھی جو انتہائی پرانی تھی جس میں بندہ نے گلِ نرگس کی ایسی خوشبو سونگھی کہ عقل حیران رہ گئی، ساتھیوں اور بعض اہلِ تاریخ نے بتایا کہ اس کنویں کے پانی کے پاس ستر انبیاءِ کرام ؑ نے پڑاؤ ڈالا اور رات گزاری تھی۔ (مؤلف)

الغرض لشکرِ اسلام کے ۳۱۳ مجاہدین کے سردار حضرت محمد ﷺ تھے، مہاجرین کی تعداد ۷۷ تھی اور انصار ۲۳۶ تھے، مہاجرین کا بڑا جنگی جھنڈا حضرت مصعب بن عمیر ؓ لہرا رہے تھے اور ایک دوسرا چھوٹا جھنڈا حضرت علی ؓ کے پاس تھا اور انصار کا جنگی جھنڈا حضرت سعد بن معاذ ؓ بلند کیے ہوئے تھے۔ مقامِ روحاء میں حضورِ اکرم ﷺ نے رات گذاری اور اس وادی کی آپ ﷺ نے تعریف کی اور پھر فرمایا کہ یہاں سے موسیٰ علیہ السلام ۷۰ ہزار بنی اسرائیل کے ساتھ گذرے ہیں اور نماز پڑھی ہے۔

پھر آپ ﷺ نے مقامِ روحاء میں دو رکعت نماز پڑھی دوسری رکعت کے سجدے سے جب آپ ﷺ

نے سر اٹھایا تو آپ ﷺ نے کفار کیلئے اس طرح بد دعا مانگی:

"اَللّٰھُمَّ لا تفلتن ابا جھل فرعون ھٰذہ الامۃ، اللّٰھم لا تفلتن زمعۃ بن الاسود، اللھم واسخن عین ابی زمعۃ بزمعۃ، اللھم أعم بصر ابی زمعۃ، اللھم لا تفلتن سھیلا."

ترجمہ: اے اللہ! اس امت کے فرعون ابو جہل کو مت چھوڑنا، اے اللہ! زمعہ بن اسود نہ چھوٹنے پائے، اے اللہ! زمعہ کے باپ کی آنکھیں زمعہ کی وجہ سے رورو کر گرم فرما، اے اللہ! زمعہ کے باپ کی نگاہیں چھین لے، اے اللہ! سہیل بن عمرو کو نہ چھوڑنا۔

مقامِ روحاء میں حبیب بن یساف ایک بہادر شخص حضورِ اکرم ﷺ کے سامنے آیا اور غزوۂ بدر میں شریک ہونے کی درخواست کی، حضور اکرم ﷺ نے فرمایا پہلے اسلام قبول کرلو پھر ہمارے ساتھ شریک ہوجاؤ، چنانچہ وہ مسلمان ہوئے اور جنگِ بدر میں عظیم کارنامے انجام دیئے اور پھر احد میں شہید ہوئے۔ روحاء سے حضور اکرم ﷺ نے حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ کو واپس روانہ کردیا اور ان کو مدینہ پر اپنا جانشین مقرر فرمایا اور پھر آگے بڑھے۔

سالار کارواں ہے میرِ حجاز اپنا
اس نام سے ہے باقی آرامِ جاں ہمارا

اسلام کے جانباز مقامِ ذفران میں

جنگ کا چوتھا مرحلہ

مقامِ روحاء سے حضور اکرم ﷺ اپنے جاں نثار صحابہ کے ساتھ مقامِ بدر کی طرف بڑھنے لگے جب آپ ﷺ مقامِ صفراء کے قریب پہنچے تو آپ ﷺ نے اپنے دو جاسوسوں کو آگے بھیجا اور فرمایا کہ مقامِ بدر پر جاکر معلوم کرو کہ قافلہ کہاں پر ہے؟ یہ دونوں صحابی بدر کے کنویں کے پاس جاکر اترے، بدر کے کنویں کے پاس دو عورتیں بیٹھی ہوئی تھیں اور آپس میں لین دین کا تنازعہ چل رہا تھا کہ اتنے میں مقروض عورت نے کسی دوسری عورت سے کہا کہ ابھی ذرا صبر کرو ایک دو دن میں یہاں ابوسفیان کی سرکردگی میں قریش کا قافلہ پہنچنے والا ہے میں کچھ خدمت مزدوری کرکے تیرا قرضہ اتار دوں گی۔

کنویں کے پاس ایک مشرک بیٹھا ہوا تھا اس نے کہا یہ عورت ٹھیک کہہ رہی ہے اس کو معاف

کر دو، جب قافلہ آجائے گا تو یہ مزدوری کر کے تیرا حق ادا کر دے گی۔ حضورِ اکرم ﷺ کے دونوں جاسوسوں نے یہ گفتگو سن لی اور فوراً حضورِ اکرم ﷺ کے پاس واپس آکر ساری صورتِ حال سے آپ ﷺ کو آگاہ کر دیا۔

حضورِ اکرم ﷺ اپنے جانباز ساتھیوں کے ساتھ جا کر مقامِ ذفران اترے، ابھی آپ ﷺ لشکرِ اسلام کے ساتھ مقامِ ذفران اترے ہی تھے کہ آپ ﷺ کو اطلاع آئی کہ مکہ مکرمہ سے کفار قریش کا ایک لشکر جرار اپنے قافلے کی حفاظت اور مسلمانوں سے لڑنے کیلئے نکل چکا ہے۔

اب صورتِ حال یکسر بدل گئی۔ اب قافلے سے سامنا کرنے کے بجائے اسلحہ اور لوہے میں غرق ایک ہزار لشکرِ جرار سے مقابلے کی صورت پیدا ہوگئی۔ ادھر صحابہ کرامؓ مدینے سے بغیر اسلحہ کے نکل چکے تھے کیونکہ ابتداء میں معاملہ صرف قافلے کا تھا جس کیلئے اسلحہ لے جانے کی چنداں ضرورت نہیں تھی دوسری بات یہ بھی تھی کہ مدینہ سے صحابہ کرامؓ اتنی جلدی میں نکلے تھے کہ اسلحہ اور ساز و سامان اکٹھا کرنے کی مہلت ہی نہ تھی۔ اب حضور اکرم ﷺ نے اپنے ساتھیوں کے سامنے سب صورتِ حال رکھ کر مشورہ مانگا۔

مقامِ ذفران میں جذبۂ جہاد کا عجیب منظر

جنگ کا پانچواں مرحلہ

حضور اکرم ﷺ نے اپنے جانثار صحابہ کے سامنے اس نئی صورتِ حال کا اظہار فرمایا۔ قریش کے لشکر کے نکلنے کی اطلاع دی اور پھر مشورہ مانگا۔ سب سے پہلے صدیقِ اکبرؓ کھڑے ہوئے اور جانثاری کی پیشکش ایک دل کش انداز میں کی جس پر حضور اکرم ﷺ خوش ہوئے، پھر عمر فاروقؓ کھڑے ہوئے اور نہایت عمدہ انداز سے ایثار و قربانی کی خدمات پیش کیں، اس کے بعد حضور اکرم ﷺ نے مشورہ مانگا تو شیرِ اسلام حضرت مقداد بن اسودؓ نے جذبۂ جہاد کا اس طرح اظہار فرمایا:

حضرت مقداد بن اسودؓ کی تقریر

"یا رسول اللہ! امض لما امرک اللہ فنحن معک ولا نقول کما قالت بنو اسرائیل لموسیٰ اذھب انت و ربک فقاتلا انا ھٰھنا قاعدون. ولکن اذھب

انت وربک فقاتلا انا معکما مقاتلون نقاتل عن یمینک و عن شمالک وبین یدیک و خلفک۔"

ترجمہ: اے اللہ کے رسول! جس چیز کا اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکم دیا ہے اس کو انجام دیجئے ہم سب آپ کے ساتھ ہیں، خدا کی قسم ہم بنی اسرائیل کی طرح ہرگز یہ نہیں کہیں گے کہ اے موسیٰ تم اور تمہارا رب جا کر لڑو ہم تو یہیں بیٹھے ہیں۔ یارسول اللہ! ہم بنی اسرائیل کے برعکس یہ کہیں گے کہ آپ اور آپ کا رب جہاد وقتال کرے ہم بھی آپ کے ساتھ جہاد وقتال کریں گے یقیناً ہم آپ کے دائیں بائیں آگے پیچھے ہر طرف سے لڑیں گے۔

حضرت ابن مسعود ؓ فرماتے ہیں کہ اس تقریر سے حضور اکرم ﷺ کا چہرۂ انور فرط مسرت سے چمک اٹھا اور حضرت مقداد ؓ کے لئے دعاء خیر فرمائی۔

جانثاری کا یہ اظہار چونکہ مہاجرین کی طرف سے تھا اور حضور اکرم ﷺ چاہتے تھے کہ انصار کی طرف سے کوئی رائے آجائے کیونکہ مکہ مکرمہ سے حضور اکرم ﷺ کو جب اہلِ مدینہ لے جا رہے تھے تو عقبہ آخرہ میں یہ طے ہوا تھا کہ مدینہ والے حضور ﷺ کی حفاظت مدینہ میں رہ کر کریں گے۔ اگر کوئی دشمن مدینہ پر حملہ آور ہوا تو انصار دفاع کریں گے لیکن دشمن کے تعاقب میں مدینہ سے باہر لڑنے کیلئے نہیں جائیں گے۔ چونکہ اب تک انصار کی طرف سے کوئی رائے نہیں آئی تھی تو حضور اکرم ﷺ نے تیسری بار پھر فرمایا:

"أَشِيْرُوْا عَلَيَّ أَيُّهَا النَّاسُ" اے لوگو! مجھ کو مشورہ دو

اب انصار کے سردار حضرت سعد بن معاذ ؓ سمجھ گئے کہ حضور اکرم ﷺ انصار کی رائے چاہتے ہیں۔

انصار کے سردار حضرت سعد بن معاذ ؓ کی تقریر

حضرت سعد ؓ نے فرمایا کہ یارسول اللہ! شاید آپ کی روئے سخن انصار کی طرف ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا ہاں۔ اس پر حضرت سعد ؓ نے انصار کی طرف سے ایک پُر مغز اور جانثارانہ تقریر کی جس کا اردو ترجمہ پیشِ خدمت ہے:

''یارسول اللہ! ہم آپ پر ایمان لائے اور آپ کی تصدیق کی ہے اور اس بات کی گواہی دی ہے کہ آپ

جو کچھ لائے ہیں وہی حق ہے اور اطاعت وجانثاری کے بارے میں ہم آپ کو پختہ عہد ومیثاق دے چکے ہیں، یارسول اللہ! آپ مدینہ سے کسی اور ارادے سے نکلے تھے لیکن اللہ تعالیٰ نے دوسری صورت پیدا فرمادی جو منشا مبارک ہو اس پر چلیے، آپ جس سے چاہیں تعلقات قائم فرمائیں اور جس سے چاہیں قطع تعلق کریں، جس سے چاہیں صلح کریں اور جس سے چاہیں دشمنی رکھیں، ہم ہر حال میں آپ کے ساتھ ہیں، ہمارے مال میں جس قدر آپ چاہیں لے لیں اور جس قدر آپ چاہیں ہم کو عطا کریں، مال کا جو حصہ آپ لیں گے وہ اس حصہ سے زیادہ محبوب اور پسندیدہ ہوگا جو آپ ہمارے پاس چھوڑ دیں گے، اگر آپ دشمن کے پیچھے (حبشہ کے ایک شہر) "برک الغماد" تک جائیں گے تو یقیناً ہم آپ کے ساتھ جائیں گے، اس ذات بابرکت کی قسم جس نے آپ کو برحق نبی بنا کر بھیجا اگر آپ ہم کو سمندر میں کود پڑنے کا حکم دیں گے تو اسی وقت سمندر میں کود پڑیں گے اور کوئی ایک بھی پیچھے نہیں رہے گا، ہم دشمنوں سے مقابلہ کرنے کو مکروہ اور برا نہیں سمجھتے، کیونکہ یقیناً ہم لڑائی کے وقت بڑے صابر ہیں اور دشمنوں سے مقابلہ کے وقت بڑے سچے ہیں، امید ہے کہ اللہ تعالیٰ ہماری طرف سے آپ کو وہ چیز دکھائیں گے جس سے آپ کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں گی، بس اللہ کا نام لیجئے اور ہمیں ساتھ لیکر چلیے۔"

اس تقریر پر حضور اکرم ﷺ بہت مسرور ہوئے اور شوقِ جہاد اور لڑنے کے جذبہ میں آپ ﷺ نے اپنے اصحاب کو یہ بشارت سنائی کہ اللہ تعالیٰ نے میرے ساتھ یہ وعدہ فرمایا ہے کہ ابوجہل یا ابوسفیان کی دو جماعتوں میں سے کسی ایک پر تجھے ضرور فتح عطا کروں گا اگر قافلہ بچ نکلا ہے تو کیا عجب کہ لشکرِ کفار پر اللہ تعالیٰ فتح عطا فرمائے۔ یہ کہہ کر آپ ﷺ نے لشکرِ اسلام کو بدر کی طرف بڑھنے کا حکم دیا کیونکہ

فنا فی اللہ کی تہہ میں بقاء کا راز باقی ہے
جسے مرنا نہیں آتا اسے جینا نہیں آتا

جنگِ بدر کے متعلق اللہ تعالیٰ کی منشاء

''یوم الفرقان'' یومِ بدر اور حق و باطل کے اس کھلے فیصلے کے متعلق اللہ تعالیٰ کی مرضی کو خود اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب قرآنِ مجید میں اس طرح بیان فرمایا ہے:

وإذ يعدكم الله إحدى الطائفتين أنها لكم و تودون أن غير ذات الشوكة تكون لكم ......الخ (انفال)

ترجمہ: اور اس وقت کو یاد کرو جب اللہ تعالیٰ تم سے یہ وعدہ کرتا تھا کہ کافروں کی دو جماعتوں میں سے ایک جماعت تم کو دے گا اور تم یہ پسند کرتے تھے کہ جس میں کانٹا نہ لگے وہ تم کو ملے اور اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ سچا کردے سچ کو اپنے کلاموں سے اور کاٹ ڈالے جڑ کافروں کی۔ (انفال آیت ۷)

تفسیر: علامہ شبیر احمد عثمانی'' تفسیر عثمانی میں فرماتے ہیں کہ مسلمان چاہتے تھے کہ تجارتی قافلہ پر حملہ ہو کہ کانٹا نہ چبھے اور بہت سا مال ہاتھ آجائے لیکن خدا کی مرضی یہ تھی کہ اس چھوٹی سی بے سرو سامان جماعت کو کثیر تعداد و مرتبہ اور پُر شوکت لشکر سے بھڑا کر اپنی باتوں سے سچ کو سچ کر دکھائے اور کفارِ مکہ کی جڑ کاٹ ڈالے تاکہ اس طرح اس کے وعدوں کی سچائی حیرت انگیز طریقے پر ظاہر ہو کر سچ کا سچ ہونا اور جھوٹ کا جھوٹ ہونا کفار کے علی الرغم صاف صاف آشکارا ہو جائے۔ چنانچہ یہی ہوا بدر میں قریش کے ستر ۷۰ سردار مارے گئے جن میں ابو جہل بھی تھا اور ستر ۷۰ ہی قید ہوئے اس طرح کفار کی کمر ٹوٹ گئی اور مشرکینِ مکہ کی بنیادیں ہل گئیں۔

(فللّٰہِ الحمد و المنة۔ تفسیر عثمانی، ص: ۲۳۶)

جب عظیم رسول ﷺ نے اپنے جانباز ساتھیوں سے مشورہ مکمل کرلیا تو آپ ﷺ نے لشکرِ اسلام کو آگے بڑھنے کا حکم دیدیا چنانچہ جانثاروں کا یہ لشکر اپنے عظیم جرنیل نبی الرحمۃ و رسول الملاحم و نبی السیف کی سرکردگی میں بدر کے بالکل قریب جا کر اترا، تاکہ دشمن سے نبرد آزمائی کے لئے مورچہ بندی بہتر سے بہتر ہو سکے۔ حضرت حسان بن ثابتؓ نے سچ فرمایا:

وَبِبِئرِ بَدْرٍ اِذْ یَکُفّ مَطِیَّھُمْ
جِبْرِیل تَحْتَ لِوَائِنَا وَ مُحَمَّدٗ

ترجمہ: بدر کے کنویں کے پاس جب لوگ اپنی سواریوں کو روک رہے تھے تو حضورِ اکرم ﷺ اور جبرئیلِ امین ہمارے جنگی جھنڈے کے نیچے بیٹھے ہوئے تھے۔

خَلَقَ اللّٰهُ لِلْحُرُوْبِ رِجَالاً
وَرِجَالاً لِقَصْعَةٍ وَّ ثَرِيْدِ

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے بعض لوگوں کو جہاد کیلئے پیدا فرمایا اور بعض کو ثرید اور قورمے کھانے کیلئے۔

ابوسفیان کے قافلے کا بچ کر نکلنا

جنگ کا پہلا مرحلہ

ابوسفیان ایک جہاندیدہ شخص تھا، قریش کے قافلے کو جب وہ شام کی طرف لے جا رہا تھا تو حضور اکرم ﷺ نے تعارض کیا تھا مگر قافلہ ہاتھ نہ لگا ابوسفیان اس صورتِ حال سے بخوبی واقف تھا کہ شام سے واپسی پر محمد ﷺ اس قافلے کو پکڑنے کیلئے ضرور آئیں گے۔ چنانچہ وہ ہر وقت خطرے میں رہتا تھا اور قافلے کی حفاظت کی ہر ممکن کوشش کر رہا تھا چنانچہ شام سے واپسی پر جب وہ بدر کے قریب پہنچا تو قافلے سے آگے بڑھ کر بدر کے علاقے میں مسلمانوں کی سراغ رسانی کیلئے کنویں کے پاس آیا اور وہاں موجود اس مشرک سے مسلمانوں کے بارے میں پوچھنے لگا جس کا تذکرہ اس سے پہلے ہو چکا ہے جس نے دو عورتوں کے درمیان صلح کی بات کی تھی اور جن کی گفتگو حضور اکرم ﷺ کے دو ساتھیوں نے سن لی تھی اس شخص کا نام مجدی تھا ابوسفیان نے اس سے پوچھا کہ بتاؤ یہاں محمد ﷺ کے ساتھیوں میں سے کسی کو آپ نے دیکھا تو نہیں؟ مجدی نے کہا میں نے کسی کو نہیں دیکھا البتہ دو دن پہلے یہاں دو شتر سوار آئے تھے اور کنویں سے پانی بھر کر چلے گئے تھے۔ ابوسفیان نے جا کر اونٹوں کی مینگنیاں سونگھ لیں اور پھر توڑ کر دیکھا تو کہنے لگا ان مینگنیوں میں مدینہ کی کھجوروں کی گٹھلیوں کا اثر ہے، معلوم ہوتا ہے کہ محمد ﷺ ضرور یہاں تک پہنچ گئے ہیں۔ یہ کہہ کر ابوسفیان نے قافلہ کا رخ دوسری طرف موڑ دیا اور اب وہ ساحلِ سمندر کے کنارے قافلے کو بچاتا ہوا اس راستے پر چل دیا جہاں لشکرِ اسلام سے مڈبھیڑ کا خطرہ نہ تھا۔ اس کے فوراً بعد ابوسفیان نے ضمضم بن عمرو نامی شخص کو معقول معاوضہ دے کر قریشِ مکہ کو مطلع کرنے کیلئے روانہ کر دیا تاکہ اہلِ مکہ قافلے کی حفاظت کیلئے پہنچ جائیں۔

عاتکہ بنت عبدالمطلب کا خواب

جنگ کا دوسرا مرحلہ

یہ خاتون حضرت عباس ؓ کی بہن اور حضور اکرم ﷺ کی پھوپھی ہیں۔ ابوسفیان کے قاصد ضمضم کے پہنچنے سے پہلے اس خاتون نے مکہ مکرمہ میں ایک عجیب خواب دیکھا کہ ایک شتر سوار اچانک مکہ کے مقام ابطح میں آ پہنچا ہے اور پھر ایک ہولناک آواز سے قریش کو اس طرح پکارا ہے: اے غداروں کی جماعت! فوراً تین دن کے اندر اندر اپنی مقتل گاہوں کی طرف نکل جاؤ، میں نے دیکھا کہ لوگ اس کے اردگرد اکٹھے ہوئے تو وہ اونٹ سمیت بیت اللہ پر چڑھ کر زور زور سے پکارنے لگا: ''اے غداروں کی جماعت تین دن کے اندر اندر فوراً اپنے پچھڑنے کی جگہ کی طرف چل پڑو۔'' پھر اس شخص نے جبل ابوقبیس پر جا کر اسی طرح نعرہ لگا کر لوگوں کو پکارا اور بعد میں اس نے جبل ابوقبیس سے ایک بڑا پتھر نیچے کی طرف لڑھکا دیا، وہ پتھر نیچے آ کر کئی ٹکڑوں میں تقسیم ہوا اور کفارِ قریش کے ہر چھوٹے بڑے گھر میں ایک ایک ٹکڑا جا گرا۔

عاتکہ نے یہ خواب اپنے بھائی عباس کے سامنے بیان کیا اور کہا کہ مجھے خوف ہے کہ تیری قوم قریش پر کوئی عام مصیبت آنے والی ہے اے بھائی! اس خواب کو کسی کے سامنے ظاہر نہ کرنا۔ عباس نے یہ خواب اپنے ایک دوست ولید بن عتبہ کے سامنے بیان کیا اور یہ تاکید کی کہ کسی کے سامنے اس خواب کا ذکر نہ کریں لیکن بات پھیل گئی اور اس خواب کا قصہ اتنا عام ہو گیا کہ ابوجہل کو اس کی اطلاع مل گئی، ابوجہل نے عباس کو بلایا اور پھر دونوں کی اس طرح گفتگو ہوئی:

ابوجہل: اے عبدالمطلب کی اولاد! تم میں یہ عورت کب سے نبیہ بنی ہے؟

عباس: بات کیا ہے کیا ہوا ہے؟

ابوجہل: وہ عاتکہ نے جو خواب دیکھا ہے ناوہی بات ہے۔

عباس: اس نے کیا خواب دیکھا ہے؟

ابوجہل: وہ کہتی ہے کہ میں نے فلاں فلاں خواب دیکھا ہے۔

عباس: عاتکہ نے کچھ نہیں دیکھا تم خوامخواہ وہم کرتے ہو۔

ابوجہل: اے عبدالمطلب کی اولاد! تم اس پر راضی نہ ہوئے کہ تم نے ایک نبی کھڑا کیا یہاں تک کہ اب تم نے ایک عورت کو نبی بنا دیا۔ جب ہم نے سخاوت، شجاعت، خدمت، ضیافت بلکہ ہر میدان میں تمہارا مقابلہ کیا تو تم نے کہا کہ ہم میں ایک نبی آ گیا ہے، اب تم کہتے ہو کہ ہم میں ایک نبیہ آ گئی ہے، لات وعزیٰ کی قسم میں کبھی نہیں مانوں گا، ابھی میں تین دن تک اس خواب کے سچے ہونے کا انتظار کرتا ہوں اگر تین دن میں کوئی نتیجہ نہ نکلا تو میں سرکاری طور پر لکھ دوں گا کہ سارے عرب میں عبدالمطلب کا خاندان سب سے زیادہ جھوٹا ہے۔

عباس: "یا مُصَفِّرَاِسْتِہٖ" اے "زِیَڑ کُنیا" اے بزدل جھوٹے ہونے کے لئے اور اس طرح کمینگی کیلئے تم ہم سے زیادہ مستحق ہو۔

اس گفتگو کے بعد عباس واپس گھر چلے گئے تو خاندان عبدالمطلب کی عورتوں نے عباس سے کہا کہ اس فاسق ابوجہل نے اب عبدالمطلب کی عورتوں پر زبان درازی شروع کر دی ہے اور تم کچھ نہیں کر رہے ہو، عباس نے فرمایا کہ اب میں اس کے سامنے جاؤں گا اگر پھر کوئی بات ہوئی تو میں اس کی خبر لوں گا۔ ابوجہل تین دن گذرنے کے انتظار میں تھا، کہ اچانک تیسرے روز ابوجہل مکہ مکرمہ کے ایک دروازے سے پریشان دوڑتا ہوا نظر آیا، معلوم ہوا کہ ابوسفیان کا قاصد ضمضم مکہ پہنچ گیا اور وہ اہلِ مکہ کو قافلہ کی مصیبت سے آگاہ کر رہا ہے، ضمضم نے اپنے اونٹ کے کان کاٹ ڈالے تھے جس سے خون بہہ رہا تھا اور اونٹ پر کجاوے کو الٹا رکھا ہوا تھا اپنی قمیص کو آگے اور پیچھے سے پھاڑ رکھا تھا اور ایک ڈراؤنی شکل بنا کر وادی مکہ میں چیخ چیخ کر اہلِ مکہ کو اس طرح پکار رہا تھا: ''اے لوئی بن غالب کی اولاد! اے قریش کی جماعت! اے اہلِ مکہ! تمہارا قافلہ لٹ گیا، محمد ﷺ اور ان کے ساتھیوں نے قافلہ پکڑ لیا، مدد کرو، مدد کرو، مال گیا، مال گیا۔ خدا کی قسم! مجھے یقین نہیں کہ تمہارا قافلہ صحیح سالم تمہیں مل جائے گا، نکلو نکلو۔۔۔

عباس فرماتے ہیں کہ اب ہم سب ایک دوسرے سے غافل ہو گئے ہر ایک آدمی ایک نئی صورتِ حال سے دوچار ہوا اور ہر شخص نکلنے کیلئے تیار ہو گیا بلکہ حکیم بن حزام نے قسم اٹھا کر کہا کہ ہمیں انسان نے نہیں شیطان نے مکہ سے ایسا نکالا کہ اس کی چیخ و پکار کے بعد کوئی آدمی پیچھے رہنے پر قادر ہی نہ تھا۔

اس وقت ہاتف غیبی نے چیخ کر کہا:

أَزَارَ الْحَنِيْفِيُّوْنَ بَدْراً وَقِيْعَةً
سَيَنْقَضُّ مِنْهَا رُكْنُ كِسْرىٰ وَقَيْصَرَا

یعنی اہلِ توحید نے بدر میں ایسا معرکہ برپا کیا کہ جس سے قیصر وکسریٰ کے محلات ہل جائیں گے۔

سردارانِ مکہ موت کے منہ میں جارہے ہیں

جنگ کا تیسرا مرحلہ

اب صنادیدِ قریش نے قافلہ کے بچاؤ کیلئے بھرپور مظاہرہ کیا ایک دم اسلحہ سے لیس ہو گئے اور انتہائی بہادر اور جنگجو افراد پر مشتمل کچھ کم ایک ہزار کا لشکرِ جرار نکلنے کیلئے تیار ہو گیا۔ ابوجہل غصہ سے جھلّا اٹھا اور دیگر سردارانِ قریش کو جوش دلا کر نکلنے پر آمادہ کیا، قریش کی آنکھوں میں خون اتر آیا کیونکہ ان کی برسوں کی امیدوں پر پانی پھرا جارہا تھا اور ہر گھر کی پونجی قافلہ میں لٹ رہی تھی۔ ابھی دو ماہ قبل عمرو بن حضرمی اور اس کے مال سے بھی ہاتھ دھو چکے تھے، وہ غم بھی ابھی تازہ تھا اسلئے سب نے تیر وکمان، نیزہ وتلوار اور ہر قسم کے ہتھیار سے آراستہ پیراستہ ہو کر ایک دوسرے کی ہر قسم کی مدد اور نکلنے کا عزمِ مصمم کر لیا، اگر کوئی خود نہیں جاسکتا تھا تو اپنی جگہ کسی اور کو روانہ کرتا، دو یا تین دن میں لشکرِ کفار تیار ہوا، ہر قوی نے ضعیف کی مدد کی چنانچہ سہیل بن عمرو نے کھڑے ہو کر کہا: اے قریش! محمد (ﷺ) اور ان کے ساتھیوں نے تمہارے قافلے سے تعارض کیا ہے یہ صابی لوگ چند جوانوں کو اکٹھا کر کے لائے ہیں ان کو ختم کرنے کیلئے نکلو، جن کے پاس سواری نہیں وہ میرے پاس آجائیں ان کو سواری تیار ملے گی اور جو قوت چاہتا ہے تو اسلحہ کی قوت حاضر ہے۔ پھر زمعہ بن اسود کھڑے ہو گئے اور کہا لات اور عزیٰ کی قسم! قریش پر اس سے بڑا حادثہ اس سے پہلے کبھی نہیں آیا کہ محمد اور ان کے ساتھی تمہارے مال سے لدے ہوئے قافلے سے تعارض کیلئے آگے آئے ہیں، آج تم میں سے کوئی آدمی پیچھے نہ رہے، جس کے پاس قوت نہیں تو میں دینے کو تیار ہوں۔ اس کے بعد طعیمہ بن عدی کھڑے ہوئے اور کہا اے قریش کی جماعت! خدا کی قسم تم پر اس سے بڑا حادثہ کبھی نہیں آیا ہے، قریش کے ہر مرد اور عورت اور چھوٹے بڑے کا مال اس قافلے میں لگا ہوا ہے پس جس کے پاس

قوت و طاقت نہیں تو ہم مہیا کریں گے لو یہ بیس اونٹ میری طرف سے لے لو۔ پھر بعد نوفل نامی شخص اٹھا اور پانچ سو دینار دیئے۔ پھر لوگ ابولہب کے پاس گئے وہ عاتکہ کے خواب کی وجہ سے گھبرایا ہوا تھا۔ اور انکار بھی نہیں کر سکتا تھا تو اس نے اپنے مقروض ہشام بن مغیرہ کا قرض معاف کیا اور اس کو اپنی جگہ موت کی طرف دھکیل دیا۔

عتبہ اور شیبہ جب اسلحہ ٹھیک کر کے نکل آئے تو ان کے غلام عداس نے ان سے کہا کہ اے میرے سردار! میرے ماں باپ تم پر قربان ہوں خدا کی قسم! محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں اور تم اپنی مقتل گاہ کی طرف بڑھے چلے جا رہے ہو، غلام نے دونوں کے پاؤں پکڑ لئے لیکن وہ نہ مانے اور موت کے منہ میں چلے گئے۔ امیہ بن خلف کو ایک دفعہ ایک صحابی نے فرمایا تھا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ امیہ بن خلف کو میں قتل کرونگا۔ امیہ نے کہا تم نے خود سنا ہے صحابی فرمایا ”ہاں“ اس بات سے امیہ سخت گھبرایا ہوا تھا اور نکلنے کیلئے تیار نہیں تھا، ابوجہل اور عقبہ بن ابی معیط اس کے پاس آئے عقبہ کے ہاتھ میں لوبان کی انگیٹھی تھی جس سے عُود کا دھواں اٹھ رہا تھا عقبہ نے اس انگیٹھی کو امیہ کی سرین کے پیچھے رکھ دیا اور کہا اس کی دھونی لو کیونکہ تو عورت ہے، ابوجہل کے ہاتھ میں سرمچو اور سرمہ دانی تھی اس نے وہ امیہ کو پیش کی کہ سرمہ لگاؤ کیونکہ تم عورت ہو، امیہ بہت غصہ ہوا اور کہا کہ لاؤ کوئی عمدہ سواری لاؤ میں ابھی جا رہا ہوں، تاہم امیہ نے ہر پڑاؤ پر پوری کوشش کی کہ راستہ سے واپس ہو جائے لیکن موت اس کو اپنی طرف کھینچ رہی تھی، آخر وہ موت کے منہ میں چلا گیا۔

الغرض یہ لشکر سو گھوڑوں کی جلو اور سات سو اونٹوں کی قطار میں گانے والی عورتوں، ڈھول، طبلچی، سارنگی اور بانسری ساتھ لے کر پوری عیش و عشرت کے ساتھ متکبرانہ اشعار گاتا ہوا مکہ مکرمہ سے باہر نکلا۔

ابلیس کی چال

کفارِ قریش کا یہ لشکر جب نکلنے لگا تو کچھ لوگوں نے کہا کہ مکہ کا شہر تو خالی ہو گیا ہے اور ہماری بنو کنانہ سے دیرینہ عداوت اور دشمنی ہے مبادا پیچھے وہ لوگ خالی گھروں پر حملہ نہ کر دیں، کفارِ قریش اسی پریشانی پر تھے کہ اچانک مکار ابلیس ملعون سراقہ بن جعشم کی صورت میں نمودار ہوا اور کہا کہ پرواہ مت کرو میں اپنی پوری قوم کی ذمہ داری لیتا ہوں کہ وہ مکہ پر ہرگز حملہ نہیں کرے گی۔ اس یقین دہانی

سے قریش مطمئن ہو گئے اور خوشی خوشی موت کی طرف دوڑنے لگے۔ ہاتف غیبی نے سچ کہا:

أَزَارَ الْحَنِيْفِيُّوْنَ بَدْراً وَقِيْعَةً
سَيُنْقَضُ مِنْهَا رُكْنُ كِسْرىٰ وَ قَيْصَرَا

ترجمہ: اہلِ توحید نے بدر میں ایسا معرکہ برپا کیا کہ جس سے قیصر و کسریٰ کے محلات ہل جائیں گے۔

ابوسفیان کا پیغام

ابوسفیان نے ساحلِ سمندر سے قافلے کو نکالا اور پھر قریش کی طرف ایک قاصد روانہ کیا اور یہ پیغام دیا کہ قریش تم اپنے قافلے کے بچانے کیلئے نکلے تھے اللہ نے قافلہ بچالیا، اب تم واپس ہو جاؤ اور اپنی جانوں کو وہاں نہ کٹواؤ۔ لشکرِ کفار میں کچھ لوگ چاہتے بھی تھے کہ واپس ہو جائیں لیکن چونکہ اللہ تعالیٰ کو یہ منظور تھا کہ اسلام کو عزت حاصل ہو اور کفار ذلیل و خوار ہوں اور اس کے لئے یہی وقت و مقام طے ہو چکا تھا اس لئے ابوجہل نہ مانا اور کہا اب تو جب تک بدر کے چشمہ پر ڈیرہ ڈال کر تین دن تک ناچ اور گانے باجے گاجے کی بھاری جلسہ سے اپنا دل خوش نہ کرلوں اس وقت تک باز نہیں آؤں گا، نہ واپس جاؤں گا۔

ابوسفیان جب مکہ کے قریب قافلے کے ساتھ صحیح سالم پہنچا اور اس کو یہ معلوم ہوا کہ قریش تو مقابلے کیلئے چلے گئے ہیں تو اس نے کہا: ”وا قوماہ“ ہائے میری قوم! یہ ابوجہل کی حرکت ہے وہ اپنی سرداری جتانے کیلئے قوم کو موت کے منہ میں دھکیل رہا ہے، قریش کی زبان پر اب یہ شعر تھا:

لَمْ يَتْرُكِ الْجُوْعُ لَنَا مَبِيْتًا
لَا بُدَّ اَنْ نَمُوْتَ اَوْ نُمِيْتَا

ترجمہ: بھوک نے ہمارا کوئی ٹھکانہ نہیں چھوڑا اب تو ضرور ماریں گے یا مر جائیں گے۔

جہیم کا خواب اور ابوجہل کی ہٹ دھرمی

جنگ کا چوتھا مرحلہ

کفار کا لشکر انتہائی غرور و تکبر اور ریاکاری کے ساتھ مقام جحفہ یعنی رابغ کے مقام پر جا اترا اور

وہاں پڑاؤ کیا۔ لشکر میں ایک شخص تھا جس کا نام جہیم تھا وہ سو گیا اور اس نے خواب دیکھا وہ اٹھ کر کہنے لگا کہ میں نے خواب دیکھا ہے کہ ایک شخص گھوڑے پر سوار ہے اور اونٹ کو ساتھ لئے ہماری طرف آرہا ہے یہاں تک کہ وہ میرے پاس کھڑا ہو گیا اور پھر اس نے کہا: ”عتبہ مارا گیا، شیبہ قتل ہوا، ابو الحکم، نوفل، امیہ بن خلف، ابوالبختری اور زمعہ بن اسود سب ہلاک ہو گئے۔ سہیل بن عمرو قید ہو گیا اور حارث بھاگ گیا۔“ پھر اس شخص نے اپنے اونٹ کو لشکرِ کفار کے خیموں کی طرف ہنکایا تو کوئی خیمہ ایسا نہیں بچا جس کو اس اونٹ کا خون نہ لگا ہو۔

عاتکہ کے خواب کی طرح یہ خواب بھی مشہور ہوا تو ابوجہل نے کہا لو بھائیو! یہ بنی عبدالمطلب میں ایک اور نبی کھڑا ہو گیا کل ہی پتہ چل جائے گا کہ مقتول کون ہونگے ہم یا محمد (ﷺ)۔ اب اس خواب سے لشکرِ کفار کے عقلاء سوچنے پر مجبور ہو گئے نیز اس سے پہلے عاتکہ کا خواب بھی تھا اور عداس کی گفتگو بھی لوگوں نے سن لی تھی، ادھر مکہ مکرمہ سے نکلتے وقت ہر سردار نے تیر سے فال نکالی تو ہر دفعہ یہ اشارہ ملا کہ جنگ کے لئے مت جاؤ، حتیٰ کہ ابوجہل وغیرہ نے فال نکالنے سے لوگوں کو منع کیا۔ اسی لئے عتبہ نے اپنے بھائی سے کہا کہ بھائی یہ سب احوال تمہارے سامنے ہیں واپس بھاگنے یا چھپ کر نکلنے کا کوئی راستہ تلاش کرنا چاہیئے، بھائی نے ٹالا اور کہا کہ سارے عرب پھر ہمارا مذاق اڑائیں گے کہ چھپ کر بھاگ نکلے تھے۔ بہرحال ایک موقع پر دونوں بھائیوں نے طے کیا کہ واپس جائیں گے، مگر ابوجہل نے سخت ڈانٹ پلائی اور دونوں کو چپ کرا دیا۔

ادھر اخنس بن شریق نے اپنی قوم بنی زہرہ کو عام حکم دیا کہ واپس ہو جاؤ کیونکہ قافلہ بچ نکلا ہے اب جانے کی ضرورت نہیں، چنانچہ وہ سب لوگ واپس ہو گئے اور زندگی بھر اخنس کے شکر گذار رہے ادھر بنی عدی کے سارے لوگ بھی واپس ہو گئے۔ واپس ہونے والوں سے ابوجہل کہا کرتا تھا کہ اگر آج واپس ہو گئے تو کل پھر محمد (ﷺ) سے جنگ ضروری ہے اس لئے آج ہی فیصلہ کن جنگ کرو ہم وہاں بدر میں قیام کریں گے تو عرب پر ہمارا رعب بیٹھ جائے گا اور ہم وہاں تین دن عام میلہ لگا کر طرب و عشرت میں وقت گذار دیں گے لوگوں نے کہا ابوالحکم کو خاکِ گور بدر کی طرف کھینچے لئے جا رہی ہے، چنانچہ لشکرِ کفار بدر کے میدان میں عقنقل ٹیلہ کے پیچھے جا کر اترا، اب میدانِ بدر کے دو حصے ہو گئے،

ایک کنارہ تو وہ تھا جو مدینہ منورہ کے قریب تھا اسی کو قرآنِ کریم نے "عدوۃ الدنیا" ورلے کنارے سے یاد کیا ہے اس جانب لشکرِ اسلام نے پڑاؤ ڈالا تھا، دوسرا کنارہ وہ جو مدینہ منورہ سے دور تھا جس کو قرآنِ کریم نے "عدوۃ القصویٰ" پرلا کنارہ کہہ کر یاد کیا ہے اسی جانب کفار کا لشکر پڑا ہوا تھا اور قافلۂ ابوسفیان نیچے کی طرف ساحلِ سمندر سے ہو کر چلا گیا تھا۔ سورۃ انفال کی آیت ۴۲ میں قرآن کریم نے اس میدان کا اس طرح نقشہ پیش کیا ہے۔ ترجمہ ملاحظہ فرمائیں:

> "جس وقت تم تھے ورلے کنارہ پر اور وہ پرلے کنارہ پر اور قافلہ نیچے اتر گیا تھا تم سے اور اگر تم آپس میں وعدہ کرتے تو وعدہ پر ایک ساتھ نہ پہنچتے لیکن اللہ تعالیٰ کو کر ڈالنا تھا ایک کام جو مقرر ہو چکا تھا تاکہ ہلاک ہو جائے جس کو ہلاک ہونا ہے قیامِ حجت کے بعد اور جیوے جس کو جینا ہے قیامِ حجت کے بعد، اور بے شک اللہ تعالیٰ سننے اور جاننے والا ہے۔"

تفسیر: موضع القرآن میں شاہ عبدالقادرؒ فرماتے ہیں، یعنی قریش قافلہ کی مدد کو آئے تھے اور تم قافلہ پر حملہ کرنے کو، قافلہ بچ گیا اور دو فوجیں ایک میدان کے دو کناروں پر آ پڑیں ایک کو دوسرے کی خبر نہیں، یہ تدبیر اللہ تعالیٰ کی تھی۔ اگر تم قصداً آ جاتے تو ایسا بروقت نہ پہنچتے اور اس فتح کے بعد کافروں پر صدقِ پیغمبر کھل گیا جو مرا وہ بھی یقین جان کر مرا اور جو جیتا رہا وہ بھی حق پہچان کر......

(موضع القرآن، ص ۲۹۸)

علامہ شبیر احمد عثمانیؒ نے اس طرح نقشہ کھینچا ہے: "ابوجہل لشکر لے کر بڑی دھوم دھام اور باجے گاجے کے ساتھ نکلا تھا، تاکہ مسلمان مرعوب ہو جائیں اور دوسرے قبائلِ عرب پر مشرکین کی دھاک بیٹھ جائے۔ راستہ میں اس کو ابوسفیان کا پیغام پہنچا کہ قافلہ سخت خطرے سے بچ نکلا ہے اب تم مکہ لوٹ جاؤ، ابوجہل نے نہایت غرور سے کہا کہ ہم اس وقت واپس جا سکتے ہیں جبکہ بدر کے چشمہ پر پہنچ کر مجلس طرب و نشاط منعقد کر لیں، گانے والی عورتیں خوشی اور کامیابی کے گیت گائیں، شراب پئیں، مزے اڑائیں اور تین روز تک اونٹ ذبح کر کے قبائلِ عرب کی ضیافت کا انتظام کریں تاکہ یہ دن ہمیشہ کیلئے ہماری یادگار رہے اور آئندہ کیلئے ان مٹھی بھر مسلمانوں کے حوصلے پست ہو جائیں کہ پھر کبھی ہمارے مقابلے کی جرأت نہ کریں۔

اسے کیا خبر تھی کہ جو منصوبے باندھ رہے ہیں اور تجویزیں سوچ رہے ہیں وہ سب خدا کے قابو میں ہیں، چلنے دے یا نہ چلنے دے، بلکہ چاہے تو انہی پر الٹ دے۔ چنانچہ یہی ہوا بدر کے پانی اور جامِ شراب کی جگہ انہیں موت کا پیالہ پینا پڑا، محفلِ سرور ونشاط تو منعقد نہ کر سکے ہاں نوحہ وماتم کی صفیں بدر سے مکہ تک بچھ گئیں۔ جو مال مال نمائش وتفاخر میں خرچ کرنا چاہتے تھے وہ مسلمانوں کیلئے لقمۂ غنیمت بنا، ایمان وتوحید کے دائمی غلبہ کا بنیادی پتھر بدر کے میدان میں نصب ہو گیا۔ گویا اسی طرح اس چھوٹے سے قطعۂ زمین میں خدا تعالیٰ نے روئے زمین کی ملل واقوام کی قسمتوں کا فیصلہ فرما دیا۔
(تفسیرِ عثمانی، ص ۲۴۲)

میدانِ بدر میں حق وباطل کا عظیم معرکہ

جنگ کا پہلا مرحلہ

کفارِ قریش میدانِ بدر میں لشکرِ اسلام سے پہلے پہنچے تھے، اس لئے انہوں نے جنگی اعتبار سے پانی اور زمین کے اس حصے پر قبضہ جما لیا تھا جو بظاہر نہایت مناسب تھا اور لشکرِ اسلام اس مقام پر بعد میں پہنچا تھا جو جنگی اعتبار سے حوصلہ افزاء نہ تھا، کنویں پر کفار کا لشکر قابض تھا لہٰذا مسلمانوں کیلئے سب سے پہلے پانی کا مسئلہ درپیش آیا پھر جس زمین پر لشکرِ اسلام قائم تھا وہ ریت کے تودے تھے جس میں پیروں کا جمنا مشکل ہو رہا تھا بلکہ ریت میں پیر دھنس جاتے تھے اور گذرنا مشکل تھا۔ جمعہ کی رات ۱۷ رمضان المبارک ۲ ھ کو لشکرِ اسلام بدر کے اس مقام پر فروکش ہوا اور حضورِ اکرم ﷺ نے ایک معمولی سے کنویں کے پاس اپنے جانبازوں کو ٹھہرا لیا۔ حضرت خباب بن منذر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! آپ کا یہاں قیام فرمانا اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہے یا صرف جنگی اعتبار سے آپ نے یہ تدبیر سوچ لی ہے۔ حضورِ اکرم ﷺ نے فرمایا صرف جنگی تدبیر کا معاملہ ہے وحی کی نشاندہی نہیں، اس پر حضرت خباب بن منذر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! پھر آپ کچھ آگے بڑھیں اور سامنے کے کنویں پر قبضہ جما لیں تاکہ ہم حوض وغیرہ کھود کر پانی جمع کر سکیں اور لشکرِ کفار کے کنویں کا پانی بھی اس طرف بہنا شروع ہو جائے۔ چونکہ حضورِ اکرم ﷺ نے پڑاؤ تجویز کرنے کا خود بھی مشورہ مانگا تھا تو آپ ﷺ نے حضرت خباب رضی اللہ عنہ کی رائے کو پسند فرمایا اور آدھی رات تک لشکرِ اسلام اپنے مقصودی مقام پر

قابض ہوگیا۔ ادھر آسمان سے زور کی بارش ہوئی جس سے مسلمانوں کے پاس پانی وافر مقدار میں جمع ہوگیا اور زمین کا ریت اور غبار جم کر بیٹھ گیا اور جنگی اعتبار سے نہایت مناسب صورت پیدا ہوگئی۔ جس کا کفار پر الٹا اثر ہوا ان کی زمین کیچڑ سے بھر گئی، سامان بھیگ گیا اور چلنا دشوار ہوگیا۔ اللہ تعالیٰ نے قرآنِ عظیم میں اس کا اس طرح تذکرہ فرمایا ہے:

"وَيُنَزِّلُ عَلَيْكُمْ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً ا......الخ"

ترجمہ: اور اللہ تعالیٰ تم پر آسمان سے پانی برسا رہا تھا تاکہ تم کو پاک کردے اور تم سے شیاطین کی گندگی (جنابت) دور کردے اور تاکہ تمہارے دلوں کو مضبوط کردے اور تمہارے قدموں کو جمادے......

(سورۃ انفال، آیت ۱۱)

بدر کے اس مقام پر حضور اکرم ﷺ کی ایک بوڑھے شخص سے ملاقات ہوئی تو حضورِ اکرم ﷺ اور اس بوڑھے کی اس طرح گفتگو ہوئی:

حضور ﷺ: یہ بتاؤ کہ محمد اور اس کے ساتھی اس وقت کہاں ہونگے؟

بوڑھا شیخ: مجھے جو اطلاع ملی ہے کہ محمد اور اس کے ساتھی فلاں فلاں وقت مدینہ سے نکلے ہیں اگر وہ اطلاع صحیح ہے تو وہ لوگ اس وقت اسی مقام پر ہونگے، جہاں ہم کھڑے ہیں۔

حضور ﷺ: یہ تو بتاؤ قریش اس وقت کہاں ہونگے؟

بوڑھا شیخ: مکہ سے قریش کے نکلنے کا وقت مجھے جس نے بتایا ہے اگر بتانے والے نے سچ بولا ہے تو قریش اس وقت اس ٹیلے کے پیچھے ہونگے۔

بوڑھے کا تجربہ اور تجزیہ اتنا صحیح تھا کہ اس میں ایک انچ اونچ نیچ نہیں ہوسکتی تھی۔

قریش کے دو غلام

نبی اکرم ﷺ نے حضرت علی، حضرت زبیر بن العوام، اور حضرت سعد بن ابی وقاص ؓ وغیرہ کو حالات معلوم کرنے کی غرض سے کچھ آگے بھیجا وہاں پانی پر ان کو قریش کے دو غلام ملے جو پانی بھر رہے تھے صحابہ کرام ؓ ان کو پکڑ کر حضور اکرم ﷺ کے پاس لے آئے۔ حضورِ اکرم ﷺ اس وقت نماز پڑھ رہے تھے صحابہ ؓ کا خیال یہ تھا کہ یہ دونوں ابوسفیان کے غلام ہونگے اور ہمیں قافلہ کے

متعلق کچھ بتادیں گے جب ان سے پوچھا تو وہ کہنے لگے کہ ہم قریش کے غلام ہیں پانی بھرنے کیلئے لشکر نے ہمیں بھیجا ہے یہ سن کو صحابہ ؓ نے ان کو خوب مارا کہ تم جھوٹ بولتے ہو، قریش کا لشکر یہاں کیا کرتا ہے۔ جب پٹائی اچھی طرح ہوئی تو انہوں نے کہا کہ ہم ابوسفیان کے غلام ہیں تو صحابہ ؓ نے ان کی پٹائی بند کردی۔ اصل میں صحابہ کرام ؓ لشکر کے متعلق خبروں کو پسند نہیں کرتے اور قافلہ کے متعلق کچھ سننا چاہتے تھے، حضورِ اکرم ﷺ نے جب سلام پھیرا تو فرمایا کہ جب ان دو غلاموں نے سچ بولا تو تم نے ان کو مارا اور جب انھوں نے جھوٹ بولا تو تم نے ان کو چھوڑ دیا یہ سچ کہتے ہیں کہ یہ قریش کے غلام ہیں۔ پھر آپ ﷺ نے دونوں کو اپنے پاس بلایا اور سوال و جواب کی گفتگو اس طرح ہوئی:

حضور ﷺ: مجھے بتاؤ قریش کا لشکر کہاں ہے؟

غلام: وہ لوگ اس ٹیلے کے پیچھے ہیں۔

حضور ﷺ: وہ لوگ کتنے ہونگے ان کی تعداد کتنی ہے؟

غلام: وہ لوگ بہت زیادہ ہیں تعداد ہمیں معلوم نہیں۔

حضور ﷺ: وہ لوگ روزانہ کتنے اونٹ ذبح کرتے ہیں؟

غلام: ایک دن نو اور ایک دن دس اونٹ ذبح کرتے ہیں۔

حضور ﷺ: ہاں وہ لوگ نو سو اور ایک ہزار کے درمیان ہیں۔

حضور ﷺ: اچھا یہ بتاؤ کہ اشرافِ قریش میں سے کون کون آئے ہیں؟

غلام: عتبہ، شیبہ، ابوالبختری، حکیم بن حزام، عدی بن نوفل، طعیمہ بن حارث، زمعہ بن اسود، حجاج کے دو بیٹے، نبیہ اور منبہ، سہیل بن عمرو، امیہ بن خلف، اور ان سب کا سردار ابوجہل بن ھشام آئے ہیں۔

حضور ﷺ: هٰذه مكة قد القت إليكم افلاذ كبدها .

لو میرے جانثار صحابہ مکہ نے آج اپنے تمام جگر گوشوں کو تمہاری طرف پھینک دیا ہے۔ سچ ہے کہ۔

أَزَارَ الْحَنِيْفِيُّوْنَ بَدْراً وَقِيْعَةً
سَيَنْقَضُّ مِنْهَا رُكْنُ كِسْرىٰ وَ قَيْصَرَا

اہلِ توحید نے بدر میں ایسا معرکہ برپا کیا کہ جس سے عنقریب قیصر و کسریٰ کے محلات ہل جائیں گے۔

سردارِ دو جہاں ﷺ عریش بدر میں

جنگ کا دوسرا مرحلہ

احقر راقم الحروف کہتا ہے کہ بدر کے اس عظیم میدان کو میں نے اس مقام سے دیکھا ہے جہاں آج ایک عالی شان مسجد بنی ہوئی ہے اس کا نام مسجد العریش ہے، ہم ظہر کو مولانا محمد جمیل خان صاحب شہیدؒ کی سرکردگی میں وہاں پہنچے تھے، مسجد میں زبردست ایئر کنڈیشنز لگے ہوئے تھے، یہ وہی جگہ ہے جہاں حضورِ اکرم ﷺ نے ۱۷ رمضان المبارک جمعہ کی رات ایک چھپرے کے نیچے گذاری تھی۔ اس مسجد کے ایک طرف تو بدر کی آبادی ہے اور دوسری طرف کھجور کے بڑے بڑے درخت اور ایک کھائی نما غیر آباد جگہ ہے اور ایک طرف کھلا میدان ڈھلان کی شکل میں موجود ہے جو ایک بلند پہاڑ پر جا کر ختم ہوتا ہے، اس میدان میں بہت زیادہ اور بہت نمایاں ریت کے تودے نظر آرہے ہیں، اس ڈھلان کے نچلے حصے میں ایک بڑا استون کھڑا ہے، جس پر شہداءِ بدر کے نام درج ہیں اور یہیں پر ان خوش قسمتوں کی قبریں واقع ہیں۔ رضی اللہ عنہم اجمعین (مؤلف)

امام تاریخ علامہ واقدی اور تاریخ طبری وغیرہ کہتے ہیں کہ حضرت سعد بن معاذ ؓ نے کھجور کے پتوں کا ٹانڈ نما ایک سایہ دار درخت بنایا اور خود تلوار لے کر پہرہ دار بنے اور پھر حضورِ اکرم ﷺ کی خدمت میں اس طرح عرض کیا: ''یا رسول اللہ! کیا آپ کیلئے ایک چھپر نہ بنا دیں جس میں آپ تشریف رکھیں اور سواریاں آپ کے قریب تیار رکھیں؟ پھر آپ کی اجازت سے ہم جا کر دشمن پر حملہ کریں، پس اگر اللہ تعالیٰ نے ہم کو عزت دی اور دشمن پر غلبہ عطا فرمایا تو یہ ہماری عین تمنا ہے اور اگر خدانخواستہ دوسری صورت پیش آئی تو آپ سواری پر سوار ہو کر ہماری قوم کے باقی ماندہ لوگوں سے جا ملیں اور وہ ہم سے زیادہ آپ کی خدمت کریں گے، ان کا اس وقت ہمارے شریکِ حال نہ ہونا اس وجہ سے ہے کہ ان کو جنگ کی اطلاع نہ تھی، محض تجارتی قافلہ کا اعلان ہوا تھا ورنہ وہ لوگ آپ سے محبت رکھنے میں ہم سے بڑھ کر ہیں، وہ آپ کی خیر خواہی کریں گے اور آپ کے ساتھ مل کر جہاد کریں گے۔

حضورِ اکرم ﷺ نے حضرت سعد بن معاذ ؓ کا یہ فدائیانہ جذبہ دیکھ کر بہت دعائیں دیں اور پھر آپ اپنے بعض ساتھیوں کے ساتھ رات میں میدان کی اس جگہ پر تشریف لے گئے جہاں پر کل

جمعہ کے دن حق و باطل کا عظیم معرکہ برپا ہونے والا تھا، حضورِ اکرم ﷺ نے کفار کے سرداروں کے مارے جانے کی نشاندہی کی اور فرمایا: "ھٰذا مصرع فلان غدا إنشاء الله" یعنی یہ فلاں کی مقتل گاہ ہے اور انشاء اللہ کل یہ فلاں کی مقتل گاہ ہوگی۔

جہاں اور جس جگہ آپ نے ہاتھ سے اشارہ کیا تھا، بال برابر کسی کافر نے اس جگہ سے تجاوز نہ کیا، پہرے میں حضرت سعد اور صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہما مسلح کھڑے تھے اور حضور اکرم ﷺ نے اس چھپر میں عبادت اور دعاؤں میں رات گذار دی اور عظیم معرکہ کے انتظار میں رہے۔ کیونکہ

وَبِبِیْرِ بَدْرٍ اِذْ یَکُفُّ مَطِیَّهُمْ
جِبْرِیلُ تَحْتَ لِوَائِنَا وَ مُحَمَّدٗ

ترجمہ: بدر کے کنویں کے پاس جب لوگ سواریوں کو روک رہے تھے تو حضورِ اکرم ﷺ اور جبرئیلِ امین ہمارے جنگی جھنڈے کے نیچے بیٹھے ہوئے تھے۔

میدانِ بدر میں ہمارے بہادر رسول ﷺ کی صف بندی اور دعا

جنگ کا تیسرا مرحلہ

۱۷ رمضان المبارک یوم جمعہ کی صبح ہوئی اور آفتاب عالم تاب نے اپنی برچھی نما شعاعوں کو چاروں طرف اچھی طرح پھیلا دیا۔ دلیر اور بہادر پہلوانوں کے امتحان کا وقت آگیا ہر ایک کے دل میں اس امنگ اور آرزو نے جوش مارا کہ کاش سب سے اوّل میری تلوار اپنے جوہر دکھائے اور میں ہی نبی کریم ﷺ کا پہلا جانثار بنوں، جنابِ رسول اللہ ﷺ اپنے جانباز صحابہ ؓ میں کھڑے تھے اور ان کی صف بندی فرما رہے تھے کہ ایک صحابی سواد بن غزیہ ؓ پر نظر پڑی جو صف سے کچھ آگے کو نکلے ہوئے تھے۔ آپ ﷺ کے ہاتھ میں تیر تھا آپ ﷺ نے بطورِ تلطف سواد کے پیٹ میں تیر کا ہلکا سا چوکا مارا اور فرمایا اے سواد سیدھے ہو جاؤ۔ سواد ؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ نے مجھے درد مند کیا آپ حق و انصاف لے کر آئے ہیں اس لئے مجھے قصاص دیجئے۔ آپ ﷺ نے شکم مبارک سے پیراہن اٹھا کر سواد ؓ سے فرمایا اپنا بدلہ لے لو، سواد ؓ نے شکم مبارک کو گلے لگایا اور بوسہ دیا اور عرض کیا یا رسول اللہ! موت سامنے کھڑی ہے اور رخصت کی یہ آخری گھڑی ہے اس لئے دل

نے چاہا کہ زندگی کا آخری کام آپ ﷺ کے جسم مبارک کا بوسہ بن جائے اس لئے یہ تدبیر کی، حضور اکرم ﷺ مسکرائے اور ان کو دعائے خیر دی۔ صف بندی سے فارغ ہو کر آپ ﷺ پھر اپنے عریش میں تشریف لائے اور تضرع کے ساتھ اس طرح دعا مانگی:

"اللّٰھم انجزلی ما وعدتنی اللھم ان تھلک ھذہ العصابة من اھل الاسلام لا تعبد فی الارض"

ترجمہ: اے اللہ تو نے مجھ سے جو وعدہ کیا ہے اس کو پورا فرما، اے اللہ اگر مسلمانوں کی یہ جماعت ہلاک ہوگئی تو پھر زمین میں تیری عبادت نہیں ہوگی (یہ چھوٹی سی جماعت اگر مغلوب ہوگئی تو شرک غالب آجائے گا)۔

پھر جب حضور ﷺ نے کفار کی بھاری جمعیت کو میدان کی طرف پورے ساز و سامان کے ساتھ بڑھتے ہوئے دیکھا تو یہ دعا مانگی:

"اللّٰھم ھذہ قریش قد اقبلت بخیلائھا و فخرھا ....الخ"

ترجمہ: اے اللہ! یہ قریش کا گروہ ہے جو تکبر اور غرور کے ساتھ مقابلے کیلئے آیا ہے تیری مخالفت کرتا ہے اور تیرے رسول کو جھٹلاتا ہے۔ اے مولیٰ اپنی فتح و نصرت نازل فرما جس کا تو نے وعدہ فرمایا ہے اے اللہ صبح ہوتے ہی ان کو ہلاک کر۔

ایک موقع پر آپ ﷺ نے اس طرح دعا مانگی:

"اللّٰھم انی انشدک عھدک و وعدک اللّٰھم ان شئت لم تعبد"

ترجمہ: اے اللہ میں تیرے عہد اور وعدے کی وفا کی درخواست کرتا ہوں، اے اللہ اگر تو چاہے تو تیری عبادت نہ ہو (یعنی اگر یہ جماعت ہلاک ہوگئی تو تیری عبادت کون کرے گا)۔

اس بے تابانہ الحاح وزاری اور گڑگڑاہٹ کی دعا میں آپ ﷺ کے ہاتھ آسمان کی طرف اتنے بلند ہوئے کہ آپ ﷺ کے کندھوں سے چادر گر گئی، صدیق اکبرؓ جو آپ ﷺ کے پیچھے کھڑے تھے چادر اٹھاتے جاتے اور یہ فرماتے جاتے تھے: **"حسبک فقد الححت علی ربک"** بس یہ کافی ہے یقیناً آپ نے اپنے رب کے حضور بہت الحاح وزاری کی۔

اس کے بعد حضور اکرم ﷺ عریش سے باہر آئے اور آپ ﷺ کی زبان پر یہ آیت تھی: "سیھزم الجمع ویولون الدبر" عنقریب کافروں کی یہ جماعت شکست کھائے گی اور پشت پھیر کر بھاگے گی۔

ابنِ اسحاق کی روایت ہے کہ دعا کے وقت حضور اکرم ﷺ پر غنودگی سی طاری ہوگئی، کچھ دیر بعد جب آپ ﷺ بیدار ہوئے تو آپ ﷺ نے صدیقِ اکبر ؓ سے اس طرح فرمایا: "أبشر یا ابا بکر أتاک نصر الله.........الخ" (بشارت ومبارک باد ہوائے ابوبکر تیرے پاس اللہ کی مدد آ پہنچی ، یہ جبرئیلِ امین گھوڑے کی باگ پکڑے ہوئے ہیں جس کے اطراف غبار آلود ہیں۔

میدانِ بدر میں فرشتوں کا آنا

جنگ کا چوتھا مرحلہ

وَبِبِیْرِ بَدْرٍ اِذْ یَکُفُّ مَطِیَّھُمْ   جِبْرِیْلُ تَحْتَ لِوَائِنَا وَ مُحَمَّدٌ
فضائے بدر پیدا کر فرشتے تیری نصرت کو   اتر سکتے ہیں گردوں سے قطار اندر قطار اب بھی

① میدانِ بدر کے علاوہ فرشتوں نے علانیہ طور پر آ کر کسی اور میدان میں جنگ نہیں لڑی ہے یہاں چونکہ ابلیس اپنے لشکر کے ساتھ آیا تھا اور سراقہ بن مالک کی شکل میں خود کفار کی مدد کے وعدے کر رہا تھا کہ آج تم پر کوئی غالب نہیں آسکتا، کیونکہ میں اور میرا سارا قبیلہ تمہارے ساتھ ہے۔

ابلیس کے جھنڈے تلے شیاطین کا بھاری لشکر تھا اس کے جواب میں حق تعالیٰ نے مسلمانوں کی کمک پر شاہی فوج کے دستے جبرئیلِ امین اور میکائیل علیہما السلام کی کمانڈ میں یہ کہہ کر بھیجے کہ میں تمہارے ساتھ ہوں اگر شیاطین آدمیوں کی صورت میں متشکل ہو کر کفار کے حوصلے بڑھا رہے ہیں اور ان کی طرف سے لڑنے کو تیار ہیں اور مسلمانوں کے دلوں میں وسوسے ڈال کر خوفزدہ کر رہے ہیں تو تم مظلوم وضعیف مسلمانوں کے دلوں کو مضبوط کرو ادھر تم ان کی ہمت بڑھاؤ گے ادھر میں کفار کے دلوں میں ان کا رعب ڈال دونگا تم مسلمانوں کے ساتھ ہو کر ان ظالموں کی گردنیں مارو اور پور پور کاٹ ڈالو کیونکہ ان سب جنّی وانسی کافروں نے مل کر خدا اور رسول سے مقابلے کی ٹھانی ہے سو انھیں معلوم ہو جائے کہ خدا کے مخالفوں کو کیسی سخت سزا ملتی ہے۔..........(تفسیرِ عثمانی، ص ۲۳۶)

جب بدر میں زور کا رن پڑا اور شیطان کو جبرئیل علیہ السلام نظر آئے تو ابو جہل کے ہاتھ سے ہاتھ چھڑا کر الٹے پاؤں بھاگا۔ ابو جہل نے کہا عین وقت پر دغا دے کر کہاں جاتے ہو؟ کہنے لگا میں تمہارے ساتھ نہیں رہ سکتا مجھے وہ چیزیں دکھائی دے رہی ہیں جو تم کو نظر نہیں آتیں، ڈر سے میرا دل بیٹھا جاتا ہے، اب ٹھہرنے کی ہمت نہیں۔.......... (تفسیرِ عثمانی، ص، ۲۴۲)

② طبرانی کی ایک روایت میں ہے کہ شیطان نے جب ڈر کر میدانِ بدر سے بھاگنے کی کوشش کی تو حارث بن ہشام اس کے ساتھ چمٹ گیا، ابلیس نے اس کے سینے میں مکا مارا اور بھاگ نکلا یہاں تک کہ اپنے آپ کو سمندر میں ڈال دیا اور دونوں ہاتھوں کو اٹھا کر اس طرح دعا مانگی: ’’اے اللہ جو مہلت تو نے مجھے دی ہے میں اس کی وفا کا تجھ سے سوال کرتا ہوں۔

③ غفار قبیلہ کے دو آدمیوں میں سے ایک کا بیان ہے کہ ہم دونوں بدر کے دن ایک پہاڑ پر چڑھ کر بیٹھ گئے تا کہ بدر کے میدان کا تماشا دیکھیں اور ہم دونوں مشرک تھے اور ہم انتظار میں تھے کہ اچانک ایک بادل ہمارے قریب آیا ہم نے اس بادل سے گھوڑوں کے ہنہنانے کی آواز سنی اور کوئی کہنے والا کہہ رہا تھا ’’أقدم خیزوم‘‘ یعنی اے خیزوم گھوڑے آگے بڑھ۔ غفاری کہتا ہے کہ میرے چچا زاد بھائی کا تو اس آواز سے دل پھٹ گیا اور وہ مر گیا اور میں بھی ہلاکت کے قریب تھا لیکن بچ گیا۔

’’بدر میں ۵۰۰ فرشتوں کی کمانڈ جبرئیلِ امین اور ۵۰۰ کی کمانڈ میکائیل علیہما السلام کر رہے تھے۔

④ ابو اسید ساعدیؓ فرماتے ہیں کہ بدر کے دن فرشتے زرد رنگ کے عماموں میں اترے تھے اور شملے مونڈھوں کے درمیان چھوڑے ہوئے تھے۔ (رواہ ابن جریر)

بعض روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ فرشتوں کے عماموں کا رنگ سیاہ تھا اور بعض سے معلوم ہوتا ہے کہ سفید تھا اس میں کوئی تعارض نہیں سب کا امکان ہے۔

⑤ ربیع بن انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ بدر کے دن فرشتوں کے مقتولین علیحدہ طور پر پہچانے جاتے تھے مقتولینِ ملائکہ کی گردنوں اور پوروں پر آگ کے سیاہ نشان تھے۔ (فتح الباری)

صحیح مسلم ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک مسلمان مرد ایک مشرک کے پیچھے دوڑا تو اوپر سے ایک کوڑا اور سواری کی آواز سنائی دی کہ اے خیزوم آگے بڑھ، اس کے بعد جب اس مشرک کو دیکھا

گیا تو وہ زمین پر چت پڑا ہوا تھا اور اس کی ناک اور چہرہ کوڑے کی ضرب سے پھٹ کر نیلا ہو گیا تھا، اس مسلمان نے حضور اکرم ﷺ کے سامنے تذکرہ کیا تو حضور اکرم ﷺ نے فرمایا یہ تیسرے آسمان کی امداد تھی۔

سہیل بن سعدؓ راوی ہیں کہ ابو اسید نے مجھ سے یہ کہا کہ اے بھتیجے! اگر میں اور تو بدر میں ہوتے تو میں تجھ کو وہ گھاٹی دکھلاتا جہاں سے فرشتے ہماری امداد کیلئے نکل آئے تھے جس میں کوئی شک وشبہ نہیں۔ (طبرانی)

صحیح بخاری میں ابنِ عباسؓ سے مروی ہے کہ بدر کے موقع پر حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "ھذا جبرئیل آخذ براس فرسه علیه اداة الحرب" یعنی یہ جبرئیل ہیں جو اپنے گھوڑے کی لگام تھامے ہوئے ہیں اور سامانِ جنگ سے آراستہ ہیں۔ (بخاری باب شهود الملائكه بدراً)

⑥ فرشتوں کے نزول کا ذکر اور ان کے جہاد اور مارنے کا منظر قرآنِ کریم نے اس طرح پیش فرمایا ہے:

"إذ تستغيثون ربكم......الخ" (آیت ۹ سورۃ انفال)

ترجمہ: وہ وقت قابلِ ذکر ہے جب تم فریاد کرنے لگے اپنے رب سے تو وہ تمہاری فریاد کو پہنچا کہ میں تمہاری مدد کیلئے لگا تار آنے والے ہزار فرشتے بھیجوں گا۔

شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانیؒ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

اسی طرح کی آیت آل عمران پارہ "لن تنالوا" کے ربع میں گذر چکی ہے وہاں کے فوائد ملاحظہ کیے جائیں، البتہ اس جگہ فرشتوں کی تعداد تین ہزار سے پانچ ہزار تک بیان کی گئی تھی، اگر واقعہ ایک ہے تو کہا جائے گا کہ اوّل ایک ہزار کا دستہ آیا ہوگا پھر اس کے پیچھے دوسرے دستے آئیں ہوں گے، جن کی تعداد تین سے پانچ ہزار تک پہنچی، شاید لفظِ "مردفین" میں اسی طرف اشارہ ہو۔ (تفسیرِ عثمانی، ص۲۳۲)

صف بندی مکمل کرنے کے بعد نیز فرشتوں کے نزول اور امداد کے آثار اور حضور ﷺ کی دعاؤں کے قبول ہونے کے بعد حضور اکرم ﷺ نے پرزور انداز میں جنگ کرنے کی فضیلت بیان کی اور اس طرح ترغیب دی: "قسم ہے اس ذات کی کہ جس کے قبضۂ قدرت میں محمد ﷺ کی جان ہے کہ آج

ان کافروں پر جو شخص ثواب کی نیت سے حملہ کرے گا وہ ضرور جنت میں داخل ہوگا، پس اللہ تعالیٰ کا نام لے کر آگے بڑھو اور تلواروں کے جوہر دکھاؤ۔"

عوف بن حارثؓ صحابی نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! پروردگار کو بندوں کی کونسی چیز ہنساتی ہے یعنی خوش کرتی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا بندہ کا بغیر زرہ ہو کر خدا کے دشمن کے خون سے اپنے ہاتھ کو رنگین کرنا۔ عوفؓ نے یہ سنتے ہی زرہ اتار پھینکی اور تلوار لے کر قتال شروع کیا۔ سچ ہے:

سکھایا ہے ہمیں اے دوست طیبہ کے والی نے
کہ بوجہلوں سے ٹکرا کر ابھرنا عینِ ایمان ہے
جہاں باطل مقابل ہو وہاں نوکِ سنان سے بھی
برائے دینِ اسلام رقص کرنا عینِ ایمان ہے

ابو جہل لشکرِ کفار کی صف بندی کر رہا ہے

جنگ کا پانچواں مرحلہ

حضور اکرم ﷺ نے فرمایا تھا کہ اگر لشکرِ کفار میں کسی آدمی میں اگر بھلائی ہے تو وہ سرخ اونٹ والے میں ہے، اس سے مراد عتبہ بن ربیعہ تھا اس شخص نے لشکرِ کفار کو جنگ سے منع کرنے کی بہت کوشش کی اور یہاں تک کہہ دیا کہ آج کے دن بزدلی اور عار کی پگڑی میرے سر پر باندھو لیکن جنگ سے واپس ہو جاؤ اور پھر کہا کہ عمرو بن حضرمی جو دو ماہ قبل مسلمانوں کے ہاتھوں قتل ہوئے اس کی دیت میں اداء کروں گا اور مالی نقصان پورا کروں گا اگر تم واپس ہو جاؤ، مگر ابو جہل نہ مانا، اس کی کچھ تفصیل اس طرح ہے۔

شہرِ مکہ کا کوئی سردار ایسا نہ تھا جو آج اس میدان میں نہ ہو، اطمینان سے قیام کرنے کے بعد انھوں نے عمیر بن وہب کو بھیجا کہ لشکرِ اسلام کی تعداد معلوم کرے چنانچہ اس نے گھوڑے پر سوار ہو کر چکر لگایا اور واپس آ کر اطلاع دی کہ قریباً تین سو آدمی ہیں، مگر چونکہ تلواروں کی چھاؤں کے نیچے ہیں اس لئے دشمن کے ایک ایک کے مارے بغیر ان میں سے کوئی بھی مرنے والا نہیں ہے پس سوچ لو کہ اگر تم میں سے تین سو بھی مارے گئے تو تمہیں زندگی کا کیا مزہ آئے گا؟ حکیم بن حزام اس گفتگو سے گھبرا گیا اور

عتبہ بن ربیعہ کو ترغیب دی کہ اپنی قوم کو جنگ سے روکے اور مکہ واپس کرا دے۔ عتبہ کی سمجھ میں بات آ گئی اس نے فوراً کھڑے ہو کر اس طرح تقریر کی کہ اے قریش! تم جانتے ہو کہ محمد (ﷺ) کون ہیں؟ سب تمہارا کنبہ اور چچا، تایا، ماموں زاد بھائی ہیں تو یقیناً آج جنگ کے بعد تم دیکھو گے کہ کنبے کے ہاتھوں کنبہ مارا گیا اس لئے میری رائے میں محمد ﷺ کو چھوڑو کہ عرب ان سے قضیہ طے کریں، اگر عرب کامیاب ہوئے تب تمہارا مقصد حاصل ہوا اور اگر محمد ﷺ غالب آئے تو پھر حکومت تمہارے کنبے کے ہاتھوں میں آ جائے گی اور تمہارا مال و جان محفوظ ہو جائے گا۔

تقریر کے اس پیغام کو حکیم بن حزام ابو جہل کے پاس اس وقت لے گئے جبکہ وہ جنگی زرہ اسلحہ درست کر رہا تھا۔ عتبہ کے اس پیغام کو جب ابو جہل نے سنا تو جھلا اٹھا، غصہ سے بھر گیا اور کہا عتبہ کا بیٹا چونکہ مسلمان ہے اور محمد کے ساتھ ہے اس لئے وہ جنگ نہیں کرنا چاہتا اور عتبہ کے پھیپھڑے خوف کے مارے پھول گئے ہیں اس لئے بھی وہ جنگ کرنا نہیں چاہتا ہے۔ اے عامر! تیرے بھائی عمرو بن حضرمی کے بدلہ لینے کا جب وقت آ گیا تو عتبہ تیری قوم کو میدان سے ہٹانے اور جنگ کے التواء کی کوشش کر رہا ہے۔ عامر بن حضرمی نے جب اپنے بھائی کا سنا تو چیخنے لگا ہائے میرا بھائی، ہائے میرا بھائی اس کا بدلہ ہائے اس کا بدلہ اس آواز کا بلند ہونا تھا کہ لشکرِ کفار میں ایک آگ بھڑک اٹھی اور سب جنگ پر آمادہ ہو گئے۔ عتبہ کو جب ابو جہل کے غصے کا پتہ چلا تو کہنے لگا: "**سیعلم مصفر إسته من انتفح سحره أنا أم هو** "یعنی عنقریب ابو جہل "زیڑ کنی "یعنی بزدل کو معلوم ہو جائے گا کہ کس کے پھیپھڑے خوف کے مارے پھول گئے ہیں میرے یا اس کے؟

ابو جہل نے عتبہ کے گھوڑے کی پشت پر تلوار سے ضرب لگائی اور اس کو سخت سست کہا عتبہ نے کہا کہ میں بزدل نہیں ہوں اور پھر خود کو تلاش کرنے لگا مگر سر بڑا ہونے کی وجہ سے خود نہ مل سکا تو اپنی موٹی چادر کو سر پر لپیٹ کر میدان میں اتر گیا اور کہا کہ ابو جہل کے برے دن آ گئے ہیں معلوم ہو جائے گا کس کی رائے درست تھی گویا وہ زبانِ حال سے کہہ رہا تھا۔

لَمْ یَتْرُکِ الْجُوْعُ لَنَا مَبِیْتًا
لَا بُدَّ اَنْ نَمُوْتَ اَوْ نُمِیْتَا

ترجمہ: بھوک نے ہمارا کوئی ٹھکانہ نہیں چھوڑا اب تو ضرور ماریں گے یا مر جائیں گے۔

کفار کو امداد

کفارِ قریش کا جب بدر کے پاس ایماء بن رحضہ پر گزر ہوا تو ایماء نے اپنے بیٹے کو دس اونٹ بطورِ ہدیہ دے کر کفار کی طرف بھیج دیا قومی ہمدردی اور کفر پر اکٹھا ہونے کی وجہ سے یہ کہا کہ اے قریش! اگر تم چاہو تو ہم اسلحہ اور افراد کے ذریعہ بھرپور مدد کیلئے تیار ہیں کیونکہ ہم اس کام کیلئے ہر وقت تیار رہتے ہیں اور یہ تعاون ہم کرنا بھی چاہتے ہیں۔

کفارِ قریش نے جواب دیا کہ آپ کا بہت بہت شکریہ آپ نے صلۂ رحمی اور قومی حمیت کا حق ادا کر دیا خدا کی قسم اگر ہماری لڑائی انسانوں سے ہے تو ہم میں کسی قسم کی کمزوری نہیں اور اگر لڑائی اللہ تعالیٰ سے ہے جیسا کہ محمد ﷺ کا دعویٰ ہے تو اللہ سے لڑنے کی کسی میں طاقت نہیں۔

ابو جہل کی تقریر اور دعا

ابو جہل نے اپنی جماعت کو مکمل طور پر ترتیب دی، صفوں کو درست کیا اور پھر ادھر سے ادھر بار بار گشت کرتا رہا، خود عمدہ گھوڑے پر سوار تھا اور اسلحہ میں پورا چھپا ہوا تھا جب معائنہ سے فارغ ہوا تو قومی حمیت اور مذہبی حمایت پر اس طرح جوش دلانے والی تقریر کی۔

''اے مکہ کے بہادروں کی جماعت! کسی کے مارے جانے سے بزدل اور پریشان نہ ہونا، لات اور عزیٰ کی قسم جب تک ہم اپنے دشمنوں کو رسی سے نہ باندھیں گے، مکہ واپس نہیں جائیں گے، اس لئے اب جہاں تک ہو سکے ان کو قید کرنے کی کوشش کرو اور ایک دم حملہ میں سب کو اونٹوں کی رسیوں میں جکڑ لو پھر وطن پہنچ کر ان کو مزہ چکھائیں گے اور یہ دکھائیں گے کہ نئے خیالات لا کر کنبہ اور برادری میں تفریق ڈالنا کیسا کام تھا۔ ابو جہل نے اس تقریر سے لوگوں کو خوب گرما کر پھر اس طرح دعا مانگی: ''اے اللہ! ہم دونوں لشکروں میں جو برسرِ ناحق ہو آج اس کی ذلت آنکھوں سے دکھا دے اور جس نے رشتہ داری کا لحاظ اٹھا دیا اور نئی نئی باتیں لا کر سنائیں اس کو شکست نصیب کر، اس کو کیا خبر تھی کہ یہ دعا اپنے ہی لئے بد دعا ہے اور اپنی ہی زبان سے اپنی ہلاکت مانگ رہا ہے۔ الغرض دونوں

طرف سے ہر لشکر ایک دوسرے کیلئے ایسا تیار کھڑا تھا کہ بس اشارۂ ابرو کی دیر تھی۔"

میدانِ بدر کے منظر پر ایک نظر

جنگ کا چھٹا مرحلہ

زمین و آسمان دنیا کی پوری عمر میں ایک نیا تماشا دیکھ رہے ہیں، میدان کے ایک کونے پر چند آدمی کھڑے ہوئے ہیں، کپڑے پھٹے ہوئے ہیں، چہرے فاقوں سے مرجھائے ہوئے، پاؤں ننگے، کوئی صرف لنگی باندھے ہوئے ہے، کسی کے بدن پر پھٹا ہوا کرتہ ہی ہے، چند آدمیوں کے ہاتھوں میں چیتھڑوں سے لپٹی ہوئی تلواریں، اور باقی ہیں کہ ان کے ہاتھ میں لاٹھیاں اور ڈنڈے، لطف یہ کہ دنیا بھر میں دس بیس کے علاوہ کل یہی ہیں، نہ کوئی مددگار ہے نہ کوئی غمخوار، نہ کمک پہنچانے والا، نہ زخمیوں کی پٹی باندھنے والا، شہید ہوں تو دفن کرنے والا بھی کوئی نہیں، فتح پر کوئی ہوس نکالنے والا ہے نہ شکست پر کوئی ان کے ساتھ مل کر رونے والا ہے۔

اللہ رے ہمت، ٹوٹے پھوٹے ہیں، مگر استقلال کے پہاڑ ہیں،، مچلے ہوئے کہ ہم حق پر ہیں سچے نبی کے پیرو، فتح ہماری، بدن ننگے ہیں مگر اللہ کی حفاظت پر دلیر، حقیقت یہ ہے کہ معاملہ سخت سے سخت ہے امتحان بہت کٹھن۔

دنیا یقیناً اس کی مثال سے خالی ہے، اس کا سردار ایک جھونپڑی کے نیچے زمین پر سر رکھے ہوئے ہے، آنکھوں سے آنسو جاری ہیں، زبان پر فتح کی دعا، بار بار یہ الفاظ ادا کر رہا ہے: "خدایا یہ مٹھی بھر تیرے پوجنے والے بندے، آج اگر مٹا دیئے گئے تو دنیا میں کوئی تیرا نام لینے والا باقی نہیں رہے گا، خداوندی وعدوں سے خوش بھی ہے مگر اس کی بے نیازی کا خوف بھی دل میں بیٹھا ہوا ہے۔

اسی میدان کے دوسری طرف خونخوار نوجوانوں کا بھاری لشکر پہاڑ کی طرح جما ہوا ہے، عیش اور دولت کی رونق چہروں پر، آنکھوں میں غرور اور تکبر کی مستی، سروں پر لوہے کے خود ہیں، زرہوں کی جگمگاہٹ سے گویا سمندر لہریں مار رہا ہے، ہتھیاروں کی چمک سے آنکھیں چکا چوند ہو رہی ہیں، عربی گھوڑوں پر سواروں کا دستہ آگے ہے سات سو اونٹ پیچھے قطار باندھے کھڑے ہیں جن پر غضب کے تیرانداز جمے ہوئے ہیں، اور سینکڑوں کی تعداد میں پیادہ فوج چاروں طرف منتظر کھڑی ہے۔ ابو

جہل، عتبہ، شیبہ اور امیہ بن خلف جیسے جرنیل مناسب موقعوں پر ان کی کمان کر رہے ہیں ایک سردار ہے کہ سارے لشکر کی رسد اپنے ذمے لیے ہوئے ہے اور یہ ارادہ کیے ہوئے ہے کہ مٹھی بھر فقیروں کو پلک جھپکتے خاک میں چھپا دیں گے، آن کی آن میں ان کی لاشوں کو زمین میں تڑپا دیں گے۔ الغرض ایک طرف صاف ستھری میانوں سے اور دوسری طرف چیتھڑوں سے تلواریں نکلتی ہیں اور ایک دوسرے کے خاتمے کیلئے بڑھتی ہیں، لیکن جگمگاہٹ کی چکاچوند سے جب دیکھنے والوں کی آنکھیں کھلیں تو دیکھا کہ مست، مغرور، ظالم اور کفر والے زمین پر ڈھیر ہیں۔ (تاریخ اسلام علی میاں، معمولی تغیر کے ساتھ)

صدیقِ اکبر ؓ کی بہادری اور بدر کا پہلا شہید

بدر میں حضورِ اکرم ﷺ نے لشکرِ اسلام کو جو عمومی جنگی شعار اور پہچان عطا کی تھی وہ لفظ اَحد اَحد تھا، مہاجرین کا خاص شعار یا بنی عبدالرحمٰن تھا انصار میں سے خزرج کا خصوصی شعار یا بنی عبداللہ اور انصار کے اوس قبیلے کا شعار یا بنی عبید اللہ تھا۔ حضورِ اکرم ﷺ کے خاص دستے کا شعار یا خیل اللہ تھا اور یہ وہ دستہ تھا جس نے سب سے زیادہ خطرناک مورچے کو سنبھالا ہوا تھا جو حضورِ اکرم ﷺ کے اردگرد تعینات تھا اور جس کی عمومی سرپرستی اور نگرانی صدیقِ اکبر ؓ کر رہے تھے، چنانچہ مسندِ بزاز میں روایت ہے کہ حضرت علی ؓ ایک دن لوگوں کے سامنے خطبہ دے رہے تھے تو آپ نے پوچھا کہ مجھے بتاؤ کہ سب سے زیادہ بہادر کون ہے؟ لوگوں نے کہا: اے امیر المؤمنین! آپ سب سے زیادہ بہادر ہیں۔ حضرت علی ؓ نے فرمایا کہ میرے ساتھ جس نے مقابلہ کیا ہے تو میں نے بے شک اس کا کام تمام کیا ہے لیکن سب سے زیادہ بہادر ابو بکر ؓ ہیں وہ اس طرح کہ ہم نے حضورِ اکرم ﷺ کے لئے عریش چھپر تیار کیا پھر ہم نے کہا کہ حضورِ اکرم ﷺ کے ساتھ کون ہوگا تاکہ مشرکین آپ ﷺ پر حملہ نہ کریں، قسم بخدا! ہم میں سے کوئی آگے نہیں بڑھ سکا صرف ابو بکر ؓ تلوار سونت کر سامنے آئے اور حضور ﷺ کے سامنے کھڑے ہوگئے جس طرف سے بھی کفار حضور ﷺ پر حملہ کی کوشش کرتے تو ابو بکر ؓ اس پر جھپٹتے اور حضورِ اکرم ﷺ کا ہر طرف سے دفاع کرتے تو وہ سب سے زیادہ بہادر تھے۔ (البدایہ والنہایہ، ج ۳، ص ۲۷۱)

ابو جہل نے جب عامر بن حضرمی اور عام قریش کو بھڑکا کر جنگ کی طرف جھونک دیا تو سب سے پہلے عمرو بن حضرمی کا بھائی عامر اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر میدان میں کود پڑا اس کے مقابلے کیلئے سب سے پہلے حضرت عمر فاروق ؓ کے غلام مہجع ؓ میدان میں نکل آئے دونوں کا مقابلہ ہوا لیکن حضرت مہجع ؓ کو عامر کا ایسا تیر لگا جس سے وہ شہید ہو گئے اور بدر میں یہ لشکرِ اسلام کا پہلا شہید ہے۔ سچ ہے۔

مَوْتُ الشَّهِيْدِ حَيَاةٌ لاَ نَفَادَ لَهَا قَدْ مَاتَ قَوْمٌ وَهُمْ فِي النَّاسِ أَحْيَاءٌ
شہید کی جو موت ہے وہ قوم کی حیات ہے شہید کا جو خون ہے وہ خون کی زکوٰۃ ہے

محمدی کھچار کے تین شیر میدان میں

جنگ کا ساتواں مرحلہ

گھمسان کی لڑائی برپا ہونے والی تھی، ہر فریق تقدیر کے آخری فیصلے کا انتظار کر رہا تھا، جب دونوں طرف سے تلواریں مدِ مقابل کے خون سے پیاس بجھانے کے لئے نمودار ہو کر چمک اٹھیں تو عجب تماشا تھا کیونکہ سامنے میدان میں اپنے عزیز و اقارب کے ٹکڑے اور آنکھوں کے نور، تلوار کے سامنے تھے۔

ایک طرف اگر خدا اور اس کے رسول پر تمام رشتے ناتے ختم ہو چکے تھے اور اعلاء کلمۃ اللہ اور جہاد فی سبیل اللہ کیلئے پرچمِ نبوی کے سائے میں جانباز جان کی بازی لگانے کیلئے تیار کھڑے تھے تو دوسری طرف شرک و کفر، تکبر و غرور، ظلم و بربریت کے سپاہیوں نے محبت و پیار کے ناتے تار تار کیے تھے، خود غرضی کے سیاہ سائبان کے نیچے یہ بدباطن اور سیاہ نظریات کے حامل افراد نورِ الٰہی اور نورِ اسلام کے مٹانے کیلئے اپنی دنیا و آخرت اور جانوں کو ضائع کرنے کیلئے میدانِ کارزار میں نکل آئے تھے لیکن فیصلہ کچھ اس طرح ہوا۔

نورِ خدا ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن
پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

اس نقشہ کے بعد دفعۃً قریش کے تین نوجوان میدان میں قدم بڑھاتے ہوئے آ کھڑے ہوئے اور ملکی رسم و رواج کے مطابق اس طرح پکارنے لگے: "ھل من مبارز" کیا ہے کوئی مقابلہ کرنے والا؟ لشکرِ اسلام نے جب دیکھا تو عتبہ اپنے بھائی شیبہ اور جوان سال بیٹے ولید کو لیے ہوئے میدان

میں کھڑے مقابل کا خواہاں ہے تو لشکرِ اسلام سے فوراً عبداللہ بن رواحہؓ اور معوذؓ مقابلے کیلئے نکل آئے، لیکن حریف نے آواز دی کہ اے محمد! ہمیں ان سے لڑنا اور مقابلہ کرنا منظور نہیں بلکہ ہمیں اپنی برادری کے اپنے ہمسر قریشی نسل کے جوانوں سے مقابلہ کرنا ہے تا کہ قسمت کا واضح فیصلہ ہو سکے۔

نبی السیف اور رسول الملاحم ﷺ نے اس طرح آواز دی: ''اے ہاشم! اٹھ کھڑے ہو اور اس نظامِ حق پر لڑو جس کو تمہارا نبی لے کر آیا ہے جبکہ یہ کفار اس کے مٹانے کیلئے میدان میں نکل آئے ہیں''۔ حضورِ اکرم ﷺ کا فرمان سنتے ہی محمدی کچھار سے تین بہادر جو حق و باطل کے اس میدانِ کارزار کے دل سے خواہشمند تھے نکل آئے۔ سب سے پہلے حضرت پاک ﷺ کے چچا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ آئے پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ تشریف لائے اور پھر عبیدہ بن حارث رضی اللہ عنہ آموجود ہوئے۔

عتبہ نے حمزہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا تم کون ہو؟ اگر برابر کے آدمی ہو تو لڑیں گے ورنہ نہیں۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں اللہ اور اس کے رسول کا شیر ہوں، عبدالمطلب کا بیٹا، حمزہ میرا نام ہے، عتبہ نے کہا نہایت شریف اور معزز مقابل ہو، میں جھاڑی کا شیر عتبہ بن ربیعہ ہوں ذرا یہ بتاؤ تمہارے دو اور ساتھی کون ہیں؟ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا ایک علی بن ابی طالبؓ اور دوسرے عبیدہ بن حارث رضی اللہ عنہ ہیں۔ عتبہ نے کہا یہ دونوں بھی نہایت شریف مقابل ہیں، پھر عتبہ نے اپنے بیٹے سے کہا مقابلہ کیلئے آگے بڑھو وہ جب آگے آئے تو سب سے چھوٹے حضرت علی رضی اللہ عنہ اس چھوٹے کے مقابلے میں آئے دونوں لشکروں میں کم سن جوانوں کا یہ پہلا معرکہ تھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے تو اپنے حریف کو مہلت ہی نہ دی کہ وہ جنگ کے کرتب دکھائے بلکہ پلک جھپکتے ہی ککڑی کی طرح اسے کاٹ ڈالا، اس کے بعد شیبہ آگے بڑھا جس کے مقابلے میں حضرت حمزہؓ آئے اور ایک ہی وار میں اس کا کام تمام کر دیا اس کے بعد حضرت عبیدہ بن حارثؓ اور عتبہ کا مقابلہ ہوا جو دونوں لشکروں میں دو عمر رسیدہ اشخاص کا مقابلہ تھا دونوں طرف سے کچھ دیر تک تلواریں ٹکراتی رہیں کہ اتنے میں حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ اور علی رضی اللہ عنہ پلٹے اور عتبہ کا کام تمام کیا۔ اس طرح کفر کے تین اہم ستون گر کر زمین بوس ہو گئے۔ اور راقم الحروف نے کہا:

مِنْ عَهْدِ عَادٍ كَانَ مَعْرُوْفًا لَنَا
إِسْرُ الْمُلُوْكِ وَ قَتْلُهَا وَ قِتَالُهَا

یعنی بادشاہوں سے لڑنا انھیں قید وقتل کرنا قدیم زمانے سے ہمارے جانے پہچانے کارنامے ہیں۔

حضرت عبیدہ بن حارث ؓ کو اس مقابلے میں گھٹنے پر کاری زخم لگا تھا اس لئے حضرت حمزہ ؓ اور حضرت علی ؓ انھیں اٹھا کر حضور اکرم ﷺ کے پاس لائے۔ حضورِ اکرم ﷺ کے قدموں پر سر رکھ کر حضرت عبیدہ بن حارث ؓ نے پوچھا یا رسول اللہ! کیا میں شہید نہیں ہوں؟ حضورِ اکرم ﷺ نے جواب دیا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ تو شہید ہے پھر عبیدہ ؓ نے فرمایا کہ ابو طالب نے حضورِ اکرم ﷺ کی حمایت میں جو شعر کہا تھا ہم اس کے زیادہ مستحق ہیں، ابو طالب نے اس طرح کہا تھا۔

وَ نُسْلِمُهٗ حَتّٰی نُصَرَّعَ حَوْلَهٗ
وَنَذْهَلَ عَنْ اَبْنَائِنَا وَالْحَلَائِلِ

یعنی ہم محمد ﷺ کو اس وقت تمہارے حوالے کریں گے جب ہم سب اس کی حمایت میں کٹ کر مر جائیں گے اور اپنی بیوی بچوں کو بھول جائیں گے۔

تین دن کے بعد بدر سے واپسی پر آپ ؓ کا انتقال ہوا اور وہیں پر مدفون ہیں۔

میدانِ بدر میں گھمسان کی لڑائی

جنگ کا آٹھواں مرحلہ

حضورِ اکرم ﷺ نے اپنی جنگ میں اپنی فوج کے دستوں کو الگ الگ شعار عطا کیا تھا، شعار تعارف کو کہتے ہیں، ہر جنگ میں اس کی ضرورت پڑتی ہے تاکہ اپنے لشکر کے ساتھیوں اور دشمن کے لشکر کے آدمیوں کی پہچان ہو سکے۔ رات کے وقت اپنے اور دشمن کے افراد کی پہچان کیلئے اس کے سوا کوئی صورت نہیں ہوتی جیسا کہ جہاد افغانستان میں اس شعار کے ذریعے سے مجاہدین ایک دوسرے کو رات کے وقت اندھیرے میں پہچان لیتے تھے۔ اسلام کی قدیم وجدید جنگوں میں شعار اپنایا گیا ہے۔ جنگِ بدر میں رسول اللہ ﷺ کے دستے کا شعار ‘‘خیل اللہ’’ تھا عمومی لشکر کا شعار ‘‘اَحد اَحد’’ تھا۔ حضورِ اکرم ﷺ نے جنگِ بدر میں مہاجرین کو ‘‘یا بنی عبد الرحمٰن’’ کا شعار دیا تھا اور انصار میں سے قبیلۂ اوس کو ‘‘یا بنی عبید اللہ’’ اور خزرج کو ‘‘یا بنی عبد اللہ’’ کا شعار عطا فرمایا تھا۔

فرشتوں کے گھوڑوں کی پیشانی پر اُون کا سفید ٹکڑا لگا رہتا تھا اور گھوڑے چتکبرے ہوتے تھے۔

حضورِ اکرم ﷺ کے چار صحابہ ہمیشہ جنگ میں خاص خاص نشانی رکھتے تھے۔ چنانچہ

① حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ سینے پر شترمرغ کا پر لگا کر لڑا کرتے تھے۔
② حضرت علی رضی اللہ عنہ اُون کا سفید ٹکڑا لٹکایا کرتے تھے۔
③ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ زرد رنگ کا کپڑا سر پر باندھتے تھے۔
④ حضرت ابودجانہ رضی اللہ عنہ سرخ پٹی سر پر لپیٹ لیا کرتے تھے۔

الغرض جنگِ بدر میں جب کفار کے تین بڑے آدمی مارے گئے تو ابوجہل نے پھر قوم کے سامنے زوردار تقریر کی اور کہا کہ ان تین آدمیوں نے جنگ کرنے میں عجلدی کی ہے اب تم حملہ کردو لیکن ان مسلمانوں کو قتل مت کرو بلکہ اونٹوں کی رسیوں سے ان کو باندھ لو تاکہ مکہ جا کر ان کو عبرتناک سزا دے کر قتل کردیں۔ چنانچہ کفارِ قریش پورے جوش سے آگے بڑھے اور گھمسان کی لڑائی شروع ہوگئی۔

ادھر رسول اللہ ﷺ نے اپنے صحابہ کو ایک دم حملہ کرنے کا حکم دیا اور حملہ کرنے والے اور کافر کو مارنے والے کی خوب فضیلت بیان کی اور ہر مجاہد کو خوب ترغیب دیدی اور فرمایا کہ جس شخص نے جس کافر کو قتل کیا تو اس کے بدن کا پوا سامان قاتل کو ملے گا، پھر آپ ﷺ نے ریت کی ایک مٹھی لے کر لشکرِ کفار کا رخ کیا اور ''شاھت الوجوہ'' یعنی یہ چہرے ذلیل وخوار ہوجائیں کہہ کر اس میں پھونک مار کر کفار کی طرف پھینک دیا، معجزنما مٹھی بھر خاک بحکمِ خدا یہاں سے نکلی تو تیر کی طرح دشمنوں تک پہنچی اور ذرات منتشر ہو کر مٹی کفار کی آنکھوں میں داخل ہوئی، وہ تو اپنی آنکھوں کو ملنے میں مشغول ہوگئے اور محمدی کچھار کے شیروں نے کفر کی ان لومڑیوں کو دبوچنا شروع کردیا جس کو پکڑ سکے اس کو قید کرلیا اور جس پر قدرت پائی اسے کاٹ کاٹ کر زمین پر لٹا دیا۔ ایک لحظہ کا وقفہ گذرا ہوگا کہ اللہ کے دشمنوں کے چہروں پر بے حسی اور معنوی ذلت کا غبار چھا گیا۔ پھر ہر شخص سرنگوں اور حیران وپریشان تھا کہ کدھر جائے۔ سچ ہے:

فضائے بدر پیدا کر فرشتے تیری نصرت کو
اتر سکتے ہیں گردوں سے قطار اندر قطار اب بھی

حضورِ اکرم ﷺ کی شجاعت

میدانِ بدر سے پہلے حضورِ اکرم ﷺ کے پاس ایک تلوار تھی جس کا نام ”العضب “ تھا، جو مدینہ سے روانگی کے وقت حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے حضورِ اکرم ﷺ کو دی تھی آپ ﷺ کے جسمِ اطہر پر ایک زرہ تھی جس کا نام ”ذات تھا، میدانِ بدر میں آپ ﷺ کو منبہ بن الحجاج کی تلوار ”ذوالفقار“ بھی مل گئی تھی۔ آپ ﷺ اپنے شیر دل سپاہیوں کی قیادت کر رہے تھے، وہاں آپ ﷺ گھمسان کی لڑائی میں خود بھی شریک تھے کیونکہ حضورِ اکرم ﷺ سب سے زیادہ بہادر تھے، آپ ﷺ نے بار بار یہ دعا مانگی: ”اَللّٰھم إني أعوذبک من البخل والجبن“ ”اے اللہ! میں کنجوسی اور بزدلی سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔ چنانچہ آپ ﷺ کے قریب بھی بخل اور بزدلی نہیں آسکی بخیل آدمی بخل میں بڑھ کر صدقۂ واجبہ کا انکار بھی کرسکتا ہے اسی طرح بزدلی جب حد سے بڑھ جائے تو آدمی فریضۂ جہاد سے پیچھے بیٹھ کر فریضۂ جہاد کا انکار کرنے لگتا ہے، تو جس چیز سے حضور ﷺ نے پناہ مانگی ہے، اس کا عکس یعنی شجاعت آپ ﷺ کو کامل درجہ میں مل گئی تھی۔ چنانچہ بدر کے میدان میں صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ اور حضورِ اکرم ﷺ جہاں عریش میں دعا میں شریک تھے وہیں پر میدانِ کارزار میں بھی دونوں ساتھ ساتھ سینہ سپر ہو کر کھڑے تھے۔

مسندِ احمد میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ایک روایت ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم جنگِ بدر میں اپنی آنکھوں سے یہ نظارہ دیکھتے تھے کہ ہم حضورِ اکرم ﷺ کی پناہ میں ہو کر لڑتے تھے اور حضورِ اکرم ﷺ ہم سب سے دشمن کے قریب تھے اور آپ ﷺ اس دن سب سے زیادہ بڑھ چڑھ کر لڑ رہے تھے۔

نسائی کی ایک روایت میں حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب کبھی لڑائی انتہائی تیز ہو جاتی تھی تو ہم حضورِ اکرم ﷺ کے ذریعہ سے اپنے بچاؤ کی کوشش کرتے تھے۔ (البدایہ والنہایہ، ج ۳، ص ۲۷۸)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بدر کے میدان میں حضورِ اکرم ﷺ کو دیکھا گیا کہ آپ ﷺ سونتی ہوئی تلوار سے کفار کا پیچھا کر رہے ہیں اور زبان مبارک پر یہ آیت ہے: ”سیھزم الجمع و یولون الدبر. الآیة“، یعنی عنقریب کافروں کی یہ جماعت شکست کھا جائے گی اور پیٹھ پھیر کر بھاگ

جائے گی۔ سچ ہے کہ

أَزَارَ الْحَنِيفِيُّونَ بَدْراً وَقِيعَةً
سَيَنْقَضُّ مِنْهَا رُكْنُ كِسْرىٰ وَ قَيْصَرَا

ترجمہ: اہلِ توحید نے بدر میں ایسا معرکہ برپا کیا کہ جس سے عنقریب قیصر و کسریٰ کے محلات ہل جائیں گے۔

سرغنۂ کفر امیہ بن خلف کی ہلاکت

جنگ کا نواں مرحلہ

امیہ بن خلف زمانہ جاہلیت میں حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کا دوست تھا، کفر کا یہ سرغنہ جنگِ بدر میں بادلِ ناخواستہ شریک ہوا تھا کیونکہ ابوجہل نے اس کو یوں طعنہ دیا تھا کہ عورتوں کی طرح بناؤ سنگھار کر کے گھر میں بیٹھ جاؤ۔ امیہ بن خلف کے دل میں اگرچہ تردد تھا کہ جنگ میں جانا مبارک نہیں ہے لیکن اس طعنے کے بعد مجبوراً اٹھا اور قوم کے ساتھ شامل ہو گیا۔ یہ شخص حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کو ان کے اس اسلامی نام سے نہیں پکارتا تھا کہ اس میں رحمٰن کا لفظ ہے بلکہ وہ ان کو عبد عمرو کے نام سے یاد کرتا تھا جو جاہلیت کا نام تھا، حضرت عبدالرحمٰنؓ اس نام پر اس کو جواب نہیں دیتے تھے، تو پھر یہ طے ہوا تھا کہ امیہ عبدالرحمٰن کو عبدالالٰہ کے نام سے یاد کرے گا۔

بدر کے میدان میں امیہ کے قلبی خدشات اور فکری انداز جب حقیقت میں بدل کر سامنے آنے لگے تو بہت گھبرایا کہ "نہ جائے رفتن نہ پائے ماندن" اس ذلت و خواری میں امیہ نے اپنے بیٹے علی کو ہاتھ سے پکڑا تا کہ کسی مسلمان کے ہاتھ میں ہاتھ دے کر گرفتار ہو جائیں اور موت سے بچ جائیں۔ سب سے پہلے بدر کے میدان میں اس کے سامنے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ ہی نمودار ہوئے جو کئی مقتولین کی کئی زرہوں کو اٹھائے لے جا رہے تھے، دونوں کی اس طرح گفتگو ہوئی:

امیہ بن خلف: اے میرے دوست! اے عبد عمرو! (بار بار پکارا) حضرت عبدالرحمٰنؓ نے کچھ جواب نہ دیا کیونکہ جاہلیت کے نام سے پکارا تھا۔

امیہ بن خلف: اے عبدالالٰہ! اے اللہ کے بندے، آپس میں طے شدہ نام سے پکارا۔

عبدالرحمٰنؓ: بتاؤ کیا حاجت ہے کیا کام ہے؟

امیہ بن خلف: دیکھو بھائی میں تمہارے لئے ان زرہوں سے بہتر ہوں کیونکہ میرے قید کرنے میں آپ کو بطورِ فدیہ بہت ساری دودھ دینے والی اونٹنیاں مل سکتی ہیں۔

عبدالرحمٰنؓ: لاؤ ہاتھ ادھر کرو، یہ کہہ کر آپ نے زرہیں تو پھینک دیں اور باپ بیٹے کو گرفتار کر کے کھینچنے لگے۔

امیہ بن خلف: یہ تو بتاؤ وہ کون شخص تھا جس نے لڑتے وقت سینے پر شتر مرغ کا پر بطورِ نشان سجا رکھا تھا؟

عبدالرحمٰنؓ: وہ حضور ﷺ کے چچا حمزہؓ بن عبدالمطلب تھے۔

امیہ بن خلف: ہاں اسی نے ہمارے ساتھ آج وہ کھیل کھیلا ہے جس کا تذکرہ محال ہے لیکن ایک اور شخص تھا جو چھوٹے قد کا تھا اور جس نے سرخ پٹی سر پر باندھی تھی وہ کون تھا؟ اس نے بھی بڑے کارنامے انجام دیئے۔

عبدالرحمٰنؓ: وہ شیرِ اسلام ابودجانہؓ تھے۔

امیہ بن خلف: اے دوست! آج تو ہم میدانِ بدر میں اونٹوں کی طرح تمہارے ہاتھوں ذبح ہوگئے۔

یہ گفتگو جاری تھی کہ حضرت بلالؓ نے امیہ بن خلف اور اس کے بیٹے کو دیکھا کہ امن کی حالت میں دونوں کو ہنکایا جا رہا ہے، حضرت بلالؓ اس وقت ایک کنارے پر آٹا گوندھ رہے تھے جب انہوں نے دیکھا تو فوراً اور جلدی جلدی ہاتھ صاف کر کے اس طرح پکارنے لگے: "یا معشر الانصار! امیة بن خلف رأس الکفر لا نجوت إن نجا" اے انصار کی جماعت دیکھو! یہ امیہ بن خلف ظالم کفر کا پیشوا موجود ہے اگر یہ زندہ رہا تو میری زندگی کا کیا مزہ۔ انصار نے حضرت بلالؓ کی فریاد سنی تو شیروں کی طرح امیہ بن خلف پر جھپٹے اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کو مع دشمنوں کے گھیرے میں لے لیا ہر چند کہ حضرت عبدالرحمٰنؓ آڑے آئے مگر کسی نے ایک نہ سنی اور امیہ کے بیٹے پر ایسا حملہ کیا کہ تلوار کے ایک ہی وار میں وہ زمین پر تڑپنے لگا امیہ اپنے نورِ نظر کو تڑپتا دیکھ کر چیخ پڑا اور اب حضرت عبدالرحمٰنؓ بھی یہ کہہ کر خاموش ہوگئے کہ بیٹا تو چلا گیا اب اپنی فکر کرو تم بھی جا رہے ہو۔

امیہ بن خلف بدحواس ہو کر عبدالرحمٰن بن عوفؓ کے قدموں پر گرا اور ان کے بدن اور کپڑوں کی

پناہ پکڑی مگر بلال کی فریاد ایسی نہ تھی کہ انصار کو دم لینے دیتی، اس لئے ایک شخص نے نیچے سے گھما کر تلوار چلائی کہ عبدالرحمٰن کے پاؤں میں بھی زخم آیا اور کفار کے سرغنہ امیہ بن خلف کا تو کام ہی تمام ہوگیا، کفر کے دو سرغنے زمین پر تڑپتے تڑپتے ٹھنڈے ہوگئے، اور راقم الحروف نے ایک بار پھر کہا:

مِنْ عَهْدِ عَادٍ كَانَ مَعْرُوْفًا لَنَا
إِسْرُ الْمُلُوْكِ وَ قَتْلُهَا وَ قِتَالُهَا

یعنی بادشاہوں سے لڑنا انہیں قید و قتل کرنا قدیم زمانے سے ہمارے جانے پہچانے کارنامے ہیں۔

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف ؓ فرمایا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ بلال پر رحم فرمائے میری زرہیں بھی گنوا دیں اور میرے قیدی بھی ہلاک کروا دیئے۔ مکہ مکرمہ میں حضرت بلال ؓ پر جتنے مظالم ڈھائے گئے تھے اس کا ذمہ دار یہی امیہ بن خلف تھا، آج جہاد کی برکت سے اس مظلوم نے اپنی آنکھوں کے سامنے ظالم کا حشر دیکھ کر دل کو ٹھنڈا کیا اس پس منظر کے پیش نظر کسی نے کیا ہی خوب فرمایا:

فَأَجَرَكَ الْإِلٰهُ عَلٰى صَنِيْعٍ
لَقَدْ أَدْرَكْتَ ثَأْرَكَ يَا بِلَالُ

یعنی جو کچھ آپ نے کیا اس پر اللہ آپ کو جزائے خیر دے اے بلال یقیناً تو نے اپنا بدلہ پورا لے لیا۔ سچ ہے:

زندگی کیفی اسی حُسنِ عمل کا نام ہے
کفر کو نابود حق کو جاوداں کرتے چلو

بدر میں صحابہ کرام ؓ کی بہادری کے مختلف مناظر

جنگ کا دسواں مرحلہ

میدانِ بدر میں صحابہ کرامؓ دل کھول کر کفار کے قتل و قید میں مصروف تھے اور غیبی فرشتے ان کی مدد کیلئے قوت بازو اور پشت پناہ کا کام دے رہے تھے۔

① حضرت زبیر بن عوام ؓ نے ایک کافر عبیدہ بن سعد کو دیکھا کہ زرہ سے لپٹا ہوا بدن اس قدر چھپائے ہوئے تھا کہ بجز آنکھوں کے کوئی چیز نظر نہیں آتی تھی۔ آپؓ کے پاس چھوٹا سا نیزہ تھا اس کو سیدھا

کر کے آگے بڑھے اور تاک کر اس کی آنکھ میں اس زور سے مارا کہ مشرک گرا اور گرتے ہی دم نکل گیا، عبیدہ تو ڈھیر ہو گیا مگر حضرت زبیر ؓ کو اپنا نیزہ نکالنا مشکل ہو گیا، یہاں تک کہ اس پر اپنا سارا بوجھ دے دیا اور دوہرا کر کے پوری قوت سے کھینچ نکالا۔ یہی نیزہ بطورِ سترہ حضور ﷺ کی نمازوں میں استعمال ہوتا تھا جس کو ''عنزہ'' کے نام سے یاد کیا گیا ہے۔ پھر صدیقِ اکبرؓ، عمر فاروقؓ اور عثمان بن عفانؓ کے دورِ خلافت میں یہ نیزہ اسی کام میں استعمال ہوتا رہا۔

② حضرتِ عکاشہ ؓ کی تلوار لڑتے لڑتے ٹوٹ گئی اور اسکے بدلے میں رسول اللہ ﷺ نے ایک شاخ عطا کی جو فوراً طویل اور سفید چمکدار تلوار میں بدل گئی، اس سے آپؓ خوب لڑے اور مدت العمر آپؓ کے پاس رہی۔

③ حضرت سعد بن معاذ ؓ عریش میں حضور اکرم ﷺ کے پاس غصہ کی حالت میں کھڑے تھے، حضورِ اکرم ﷺ نے غم و غصہ کا سبب پوچھا تو کہنے لگے کہ صحابہ نے کفار کو گرفتار کرنا شروع کر دیا ہے، یہ اللہ کے دشمن اس قابل نہیں کہ ان کو قید کیا جائے بلکہ ایک ایک کر کے قتل کرنا چاہیے۔

④ عوف نامی ایک مشرک میدان میں آیا اور اس طرح پکارنے لگا۔ اے قریش! صلۂ رحمی اور رشتوں کو توڑنے والے اس محمد ﷺ کو پکڑ لو یہ بچ کر نہ نکلے آج اگر وہ بچ جائے تو میری زندگی میں کیا مزہ۔ اس کے جواب میں محمدی کچھار کے ایک غضبناک شیر آگے بڑھے اور دو دو ہاتھ تلواریں ٹکرائیں کہ شیر اسلام نے اس ڈینگیں مارنے والے مشرک کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور پھر اس کا اسلحہ اتارنے لگا کہ عمر فاروقؓ کا گذر اس طرف ہوا فرمانے لگے، ذرا ٹھنڈا ہونے دو اور پھر سامان اتارو۔

⑤ حضرت مصعب بن عمیر ؓ کا گذر ایک انصاری صحابی پر ہوا جو مصعب ؓ کے بھائی ابوعزیز کو میدانِ جنگ میں گرفتار کر رہے تھے، ابوعزیز نے جب بھائی کو دیکھا تو خیال آیا کہ اب کوئی سفارش کر دے گا تو حضرت مصعبؓ نے انصاری صحابی سے فرمایا کہ میرے اس سگے بھائی کے ہاتھ خوب مضبوط باندھ لو کہ چھوٹ نہ جائے ان کی والدہ بڑی مالدار عورت ہے اس کے فدیہ میں تجھے بڑا مال ملے گا۔ سچ ہے:

''اولئک حزب اللہ'' صحابہ کرام ؓ اللہ کی فوج ہے۔

⑥ معبد نامی ایک مشرک نے ابو دجانہؓ پر تلوار کا سخت وار کیا جس سے ابو دجانہؓ کو چکر آئے اور آپؓ بیٹھ گئے پھر شیر کی طرح اٹھے اور کافر پر جھپٹے تلوار کے اس پر کئی وار کیے مگر کافر بچ کر بھاگ گیا اور سامنے ایک گڑھے میں گر پڑا ابو دجانہؓ نے اس پر چھلانگ لگا دی اور اس کے سینے پر بیٹھ کر اس کو ذبح کر دیا۔ سچ ہے:

"**اولئک حزب الله**" صحابہ کرامؓ اللہ کی فوج ہے۔

⑦ میدانِ بدر میں جب حضورِ اکرم ﷺ نے لڑنے کی ترغیب دی اور کفار کو مارنے کا ثواب بتایا اور اس پر اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کا تذکرہ کیا اور شہادت اور جنت کا جوڑ بتایا تو حضرت عمیر بن حمامؓ آگے بڑھے اور میدان میں کود پڑے، ہاتھ میں چند کھجور کے دانے تھے جن کو وہ کھا رہے تھے، فضیلتِ شہادت سن کر کہنے لگے واہ، واہ میرے اور جنت کے درمیان تو صرف شہادت حائل ہے کب تک ان کھجوروں کو چباؤں گا یہ کہہ کر آپؓ نے کھجور ہاتھ سے پھینک دیئے اور آگے دشمن میں جا کر گھس گئے اور یہ اشعار پڑھتے ہوئے شہید ہو گئے:

ركضاً إلى الله بغير زاد الا التقىٰ و عمل المعاد
وكل زاد عرضة النفاد غير التقٰى والبر والرشاد
والصبر في الله على الجهاد

ترجمہ: اللہ کی طرف بغیر توشہ ہی کے دوڑو مگر تقویٰ اور عمل آخرت اور ہر توشہ معرضِ فناء میں ہے مگر بھلائی اور ہدایت اور اللہ کی راہ میں جہاد پر صبر کرنا۔

⑧ جنابِ رسول اللہ ﷺ کو ابو البختری نامی شخص کا وہ احسان یاد تھا جو اہلِ مکہ کے مسلمانوں اور خاندان عبد المطلب سے سوشل بائیکاٹ اور مقاطعہ شعبِ ابی طالب کے زمانے میں ابو البختری نے ظالم صحیفۂ مقاطعہ کو کالعدم قرار دینے میں انجام دیا تھا، اس لئے حضورِ اکرم ﷺ نے خصوصی حکم جاری کیا تھا کہ ابو البختری کو زندہ گرفتار کیا جائے اور قتل نہ کیا جائے، نیز حضورِ اکرم ﷺ نے خاندانِ بنی ہاشم کے چند دیگر افراد مثلاً عباس وغیرہ کی گرفتاری کا حکم دیا تھا اور قتل کرنے سے منع کیا تھا کیونکہ یہ لوگ ابو جہل کے دباؤ میں آئے تھے مسلمانوں سے لڑنے کا ارادہ نہیں تھا۔

چنانچہ حضرت مجذرؓ صحابی نے جب میدان جنگ میں ابوالبختری کو دیکھا تو فرمایا کہ تیرے قتل کرنے سے حضورِ اکرم ﷺ نے ہمیں روکا ہے یہ کہہ کر صحابی نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا اس وقت ابو البختری کے ساتھ ایک اور مشرک جنادہ نامی شخص بھی تھا، جو اس کا دوست تھا، دونوں کی اس طرح گفتگو ہوئی:

صحابیؓ: ہمیں حضورِ اکرم ﷺ نے صرف تیرے متعلق قتل کرنے سے منع کیا ہے تیرے دوست کو نہیں۔

بختری: یہ میرا دوست ہے اس کو چھوڑ کر زندگی میں کیا مزہ ہوگا اور مکہ کی عورتیں مجھ پر لعنت بھیجیں گی۔

صحابیؓ: بھائی اپنے دوست کو الگ کرو اس کا خون بہایا جائے گا۔

بختری: نہیں بھائی ہم مکہ سے ساتھ آئیں ہیں اور اب ایک ساتھ دنیا سے جائیں گے۔

صحابیؓ: اب دونوں لڑنے کیلئے تیار ہو جاؤ۔ چنانچہ حضرت مجذرؓ نے دونوں کو میدانِ کارزار میں ہمیشہ کیلئے سلا دیا۔

⑨ حضرت ابوعبیدہ بن الجراحؓ میدان بدر میں خوب لڑے اور بہادری کے عظیم جوہر دکھائے، اس طرف سے کفار کی صف میں ان کا باپ بڑھ چڑھ کر لشکرِ اسلام پر حملے کرتا رہا آخر ابوعبیدہؓ آگے بڑھے اور اپنے باپ سے دو دو ہاتھ مقابلہ ہوا انجامِ کار مسلمان بیٹے نے مشرک باپ کو قتل کر دیا اور دربارِ نبوی سے: "امین هذه الامة ابو عبيدة بن الجراح" کا مبارک لقب پایا۔

⑩ صدیقِ اکبرؓ کا بیٹا عبدالرحمٰن ابھی تک مسلمان نہیں ہوا تھا اور کفار کے ساتھ صف میں کھڑا تھا صدیقِ اکبرؓ نے اس کو جب دیکھا تو للکارا کہ او خبیث میرا سارا مال تو کھا گیا اور اب لڑنے کیلئے آ گیا ہے اس نے آگے سے یہ شعر پڑھا:

لم يبق إلا شكة و يعبوب
وصارم يقتل ضلال الشيب

یعنی تیرے مال سے صرف اسلحہ اور عمدہ گھوڑا بچا ہے اور ایک تیز تلوار ہے جس سے گمراہ بوڑھوں کو مارا جائے گا۔ یہ مسلمانوں پر تعریض تھا کہ یہ گمراہ بوڑھے ہیں۔

جب عبدالرحمٰن مسلمان ہو گئے تو ایک دن کہنے لگے کہ ابا جان بدر کے میدان میں کئی دفعہ آپ میری

تلوار کی زد میں آئے تھے لیکن میں نے اس لئے چھوڑ دیا کہ چلو باپ ہے چھوڑ دو۔ صدیقِ اکبرؓ نے فرمایا کہ خدا کی قسم! اگر تو میرے ہاتھ آجاتا تو میں تجھے قتل کر دیتا کیونکہ اسلام خونی رشتہ سے اسلامی رشتہ کو مقدم سمجھتا ہے۔ سچ ہے:

”اولٰئک حزب اللہ“

صحابہ کرامؓ اللہ کی فوج ہے۔

صدیق اکبرؓ کا یہ بیٹا بہت بڑا جرنیل رہا اور مصر و شام میں بڑے بڑے کارنامے انجام دیئے۔

بہرحال یہ بدر کے صحابہ اور ان کی قربانی جہاد فی سبیل اللہ کے چند مناظر تھے۔ سچ ہے:

خَلَقَ اللّٰهُ لِلْحُرُوْبِ رِجَالاً
وَرِجَالاً لِقَصْعَةٍ وَّ ثَرِيْدِ

یعنی اللہ تعالیٰ نے بعض لوگوں کو جہاد کیلئے پیدا فرمایا اور بعض کو ثرید اور قورمے کھانے کیلئے۔

فَسَلْ حُنَيْنًا وَّ سَلْ بَدْراً وَّسَلْ اُحُداً
فُصُوْلُ حَتْفٍ لَهُمْ اَدْهٰى مِنَ الْوَخَمِ

میدانِ بدر میں ابوجہل کی ہلاکت

جنگ کا گیارہواں مرحلہ

سکھایا ہے ہمیں اے دوست طیبہ کے والی نے
کہ بوجہلوں سے ٹکرا کر ابھرنا عینِ ایمان ہے
جہاں باطل مقابل ہو وہاں نوکِ سنان سے بھی
برائے دین و ایمان رقص کرنا عینِ ایمان ہے

مکہ مکرمہ سے نکلتے وقت ابوجہل نے یوں دعا مانگی تھی، جس کا تذکرہ قرآنِ عظیم میں اس طرح ہے:

”وإذ قالوا اللهم إن كان هذا هو الحق من عندك فامطر علينا حجارة من السماء أو ائتنا بعذاب أليم.“ (انفال: ۳۲)

ترجمہ: اور جب وہ کہنے لگے کہ اے اللہ اگر تیری طرف سے یہی دین حق ہے تو ہم پر آسمان سے پتھر برسادے یا ہم پر کوئی دردناک عذاب لا۔

تفسیر: اس آیت میں مشرکینِ مکہ کے انتہائی جہل اور شقاوت کا اظہار کیا ہے یعنی وہ کہتے تھے کہ خداوندا! اگر واقعی یہی دین ہے جس کی ہم اتنی دیر اور اس قدر شد و مد سے تکذیب کر رہے ہیں تو پھر دیر کیوں گذشتہ اقوام کی طرح ہم پر بھی پتھروں کا مینہ کیوں نہیں برسا دیا جاتا؟ اسی طرح کے کسی دوسرے عذاب میں مبتلا کر کے ہمارا استیصال کیوں نہیں کر دیا جاتا؟

کہتے ہیں کہ یہ دعا ابوجہل نے مکہ سے نکلتے وقت کعبہ کے سامنے کی، آخر جو کچھ مانگا تھا اس کا ایک نمونہ بدر میں دیکھ لیا وہ خود مع ۶۹ سرداروں کے کمزور، بے سروسامان مسلمانوں کے ہاتھوں مارا گیا۔ ستر سردار اسیری کی ذلت میں گرفتار ہوئے، اس طرح خدا نے اس کی جڑ کاٹ دی۔ بلاشک قومِ لوط کی طرح ان پر آسمان سے پتھر نہیں برسے لیکن ایک مٹھی سنگ ریزے جو خدا تعالیٰ نے محمد ﷺ کے ہاتھ سے پھینکے تھے وہ آسمانی سنگباری کا ایک چھوٹا سا نمونہ تھا۔ (تفسیر عثمانی ص ۲۳۹)

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے کفار مکہ اور ابوجہل کی ایک اور دعا بھی نقل کی ہے اور پھر بدر میں نتیجہ سامنے آنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے ان کفار کو آئندہ کے لئے دھمکی بھی دی ہے کہ باز آجاؤ ورنہ آئندہ پھر پٹ جاؤ گے۔ آیت ملاحظہ ہو:

”إن تستفتحوا فقد جاء كم الفتح و إن تنتهوا فهو خير لكم و إن تعودوا نعد...... الأية“ انفال ۱۹۔

ترجمہ: اگر تم فیصلہ چاہتے ہو تو فیصلہ تمہارے پاس پہنچ چکا اور اگر باز آجاؤ تو تمہارے لیے بہتر ہے اور اگر پھر وہی کرو گے تو ہم بھی پھر یہی کریں گے اور تمہارا جتھا تمہارے کچھ کام نہ آئے گا اگرچہ بہت ہوں اور جان لو کہ اللہ ایمان والوں کے ساتھ ہے۔

تفسیر: بعض روایات میں ہے کہ ابوجہل وغیرہ نے مکہ سے روانگی کے وقت کعبہ کے پردے پکڑ کر دعا کی تھی خداوندا! دونوں فریق میں جو اعلیٰ و اکرم ہو اسے فتح دے اور فساد مچانے والوں کو مغلوب کر:

"فقد جاء کم الفتح" میں اس کا بھی جواب ہو گیا جو واقعی اعلیٰ و افضل تھے ان کو فتح مل گئی اور مفسد ذلیل و رسوا ہوئے۔ (تفسیرِ عثمانی، ص ۲۳۷)

ابوجہل کے قتل اور اس کی ہلاکت میں احادیث کی روایات اور تاریخی واقعات میں معمولی سا فرق محسوس ہوتا ہے کہ اس ملعون پر سب سے پہلے حملہ کس نے کیا تھا میں روایات کے دونوں پہلو اور تصویر کے دونوں رخ آپ کے سامنے رکھنا چاہتا ہوں اور پھر تطبیق روایت کی بھی کوشش کرونگا تو لیجئے ایک رخ ملاحظہ کریں۔

ابنِ اسحاق، ابنِ کثیر اور علامہ واقدی کا بیان ہے کہ بدر کے دن ابوجہل میدانِ بدر میں بہادروں کے درمیان اکڑ اکڑ کر گھوم رہا تھا اور بطورِ رجز یہ شعر پڑھ رہا تھا:۔

ما تنقم الحرب العوان منی
بازل عامین حدیث سنی
لمثل ھٰذا ولدتنی اُمّیُ

یعنی گھمسان کی لڑائی مجھ سے ناخوش نہیں ہے کیونکہ میں پختہ تجربہ کار جوان ہوں اسی کے لئے میری ماں نے مجھے جنا ہے۔

جب لشکرِ رحمٰن نے لشکرِ شیطان کو کاٹنا شروع کر دیا تو بنو مخزوم کے نوجوانوں نے کہا کہ دیکھو عتبہ اور شیبہ ڈھیر ہو گئے، کہیں ایسا نہ ہو کہ مسلمان ابوالحکم یعنی ابوجہل تک پہنچ کر حملہ کر دیں۔ چنانچہ بنو مخزوم نے ابوجہل کو ایک حفاظتی حصار اور گھیرے میں لے لیا، پھر سب نے جنگی منصوبے کے تحت ابوجہل کی شبیہ بنا کر اس کی زرہ ایک دوسرے شخص کو پہنا دی جس کا نام عبداللہ بن منذر تھا، اس کو دیکھ کر حضرت علی رضی اللہ عنہ سمجھے کہ یہی ابوجہل ہے تو اس پر فوراً حملہ آور ہو گئے اور اس کو یہ کہہ کر قتل کر دیا کہ "یہ نیزہ لو اور میں عبدالمطلب کی اولاد میں سے ہوں۔ بنو مخزوم نے ابوجہل کی زرہ ایک دوسرے شخص ابنِ فاکہہ کو پہنا دی تو اس پر حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے زوردار حملہ کر دیا اور تلوار کا وار کر کے اس کو قتل کر دیا اور کہا یہ لو اور میں عبدالمطلب کا بیٹا ہوں۔ حمزہؓ بھی اس کو ابوجہل ہی سمجھ رہے تھے۔ بنو مخزوم نے ابو

جہل کی زرہ ایک تیسرے شخص حرملہ بن عمرو کو پہنا دی، حضرت علیؓ نے پھر آگے بڑھ کر اسے ڈھیر کر دیا۔ بنو مخزوم مسلسل یہ کہہ رہے تھے: "ابو الحکم لا یخلص الیہ" یعنی ابوالحکم ابو جہل تک کوئی پہنچنے نہ پائے۔ حضرت معاذ بن عمرو بن الجموحؓ فرماتے ہیں کہ مجھے اندازہ ہو گیا کہ ابو جہل اسی جمگھٹے میں موجود ہے تو میں نے کہا کہ خدا کی قسم یا تو میں ابو جہل تک پہنچ کر اس کو قتل کر دوں گا یا خود شہید ہو جاؤں گا، چنانچہ میں ابو جہل پر حملہ آور ہوا اور اس کی پنڈلی کو اڑا دیا وہ گر پڑا لیکن اس کا بیٹا عکرمہ مجھ پر حملہ آور ہوا اور میرے شانہ پر تلوار کی ایسی ضرب لگائی کہ کندھا کٹ گیا اور ہاتھ بیکار ہو کر لٹک گیا میں دوسری طرف لڑائی میں مشغول ہو گیا لیکن جب ہاتھ کے لٹکنے سے مجھے تکلیف ہوئی اور لڑنا دشوار ہو گیا تو میں نے ہاتھ کو قدم کے نیچے دبا کر زور سے کھینچا تو ہاتھ الگ ہو گیا اور میں شام تک اسی حالت میں لڑتا رہا، تاریخ کہتی ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ابو جہل کا ساز و سامان انہی کو عطا کیا اور وہ عہدِ عثمان تک زندہ رہے۔

ابو جہل کے قتل کا دوسرا رُخ اس طرح ہے کہ میدانِ کارزار جوش پر تھا لڑائی اپنے شباب کا جوبن دکھلا رہی تھی، عبدالرحمٰن بن عوفؓ حضور اکرم ﷺ کی ترتیب کے مطابق صف میں کھڑے کچھ اداس ہیں کہ دائیں بائیں پختہ کار تجربہ کار آدمی نہیں ہیں۔ صرف عفراء کے دو نو عمر لڑکے معاذؓ اور معوذؓ کھڑے ہوئے ہیں جو کسی خاص شکار کو ڈھونڈ رہے ہیں آخر ایک نے عبدالرحمٰن بن عوفؓ سے چپکے سے کچھ پوچھا، دوسرے نے بھی پوچھا، گفتگو اس طرح ہوئی:

لڑکے: چچا جان! آپ ابو جہل کو جانتے ہیں؟

عبدالرحمٰن بن عوفؓ: مسکرا کر فرمایا ہاں پہچانتا ہوں لیکن تمہارا ان سے کیا مطلب وہ تو قوم کا سردار ہے۔

لڑکے: ہم نے سنا ہے کہ وہ حضور اکرم ﷺ کی شان میں گستاخی کرتا ہے، خدا کی قسم! اگر آج ہم نے اس کو دیکھا تو یا اس کو ماریں گے یا ہم مر جائیں گے۔

عبدالرحمٰن بن عوفؓ: وہ گھوڑا کداتا ہوا بہادرانِ قوم کے درمیان جو جا رہا ہے وہی تمہارا مطلوب ہے۔

ادھر ابوجہل اپنے آب وتاب کے ساتھ آیا اور ادھر سے محمد کچھار کے دونوں شیروں نے باز کی طرح جھپٹ کر اس پر حملہ کیا، حضرت معاذؓ پہلے ابوجہل تک پہنچے اور تلوار کا اس زور سے وار کیا کہ ابوجہل کی پنڈلی کٹ گئی اور خون کے ساتھ پنڈلی کی نلی سے گودا بہنے لگا، عکرمہ نے اپنے باپ کو گرتے دیکھا تو حضرت معاذؓ پر جھپٹا اور ان کے شانہ پر تلوار ماری جو بغل تک اترتی چلی گئی ذرا سا گوشت باقی رہ گیا اور ہاتھ بے کار ہو کر لٹک گیا مگر اللہ رے ہمت کہ ایک ہاتھ کمر پر لادے ہوئے دوسرے ہاتھ سے دن بھر لڑتے رہے، آخر میں جب تکلیف بڑھ گئی تو اس کو پاؤں کے نیچے دبا کر زور سے کھینچ کر وہیں پھینک دیا، پھر معاذؓ کا ماں شریک بھائی حضرت معوذؓ ابوجہل کی طرف آگے بڑھے اور اس پر کاری زخم لگا کر دیر تک جان کنی کا مزہ چکھنے کے لئے زمین پر پڑا ہوا چھوڑ آئے۔ اب قریشِ مکہ اور عرب کا سردار خون وخاک میں لت پت تڑپ رہا ہے اور دوسرے سردار دیکھ رہے ہیں اس موقعے پر میں نے ایک بار پھر کہا۔

مِنْ عَهْدِ عَادٍ كَانَ مَعْرُوْفًا لَنَا
أَسْرُ الْمُلُوْكِ وَ قَتْلُهَا وَ قِتَالُهَا

یعنی بادشاہوں سے لڑنا انھیں قید وقتل کرنا قدیم زمانے سے ہمارے جانے پہچانے کارنامے ہیں۔

شاعرِ رسول حضرت حسانؓ فرماتے ہیں:۔

فغادرنا أبا جهل صريعاً
وعتبة قد تركنا بالجبوب

یعنی میدانِ بدر میں ہم نے ابوجہل کو زمین پر لٹا کر چھوڑا اور عتبہ کو بھی ہم نے سنگلاخ زمین پر تڑپا دیا۔

ہاتف غیبی نے بھی سچ کہا۔

أَزَارَ الْحَنِيْفِيُّوْنَ بَدْراً وَقِيْعَةً
سَيَنْقَضُ مِنْهَا رُكْنُ كِسْرىٰ وَ قَيْصَرَا

ترجمہ: اہلِ توحید نے بدر میں ایسا معرکہ برپا کیا کہ جس سے عنقریب قیصر وکسریٰ کے محلات ہل

جائیں گے۔

قصیدہ بردہ شریف نے بھی سچ کہا۔

فسل حنينا و سل بدراً وسل أحدا!
فصول حتف لهم ادهىٰ من الوخم

یعنی بدر حنین اور احد کی جنگوں سے پوچھو جو کفار کے لئے وبا سے بڑھ کر ہلاکت کی فصلیں تھیں۔

یہ بھی سچ ہے کہ۔

زندگی کیفی اسی حسنِ عمل کا نام ہے
کفر کو نابود حق کو جاوداں کرتے چلو

یہ بات یاد رکھو کہ معاذ اور معوذ رضی اللہ عنہما ماں شریک بھائی ہیں، باپ دونوں کا الگ الگ ہے، معاذ کے باپ کا نام عمر بن جموح اور معوذ کے باپ کا نام حارث ہے ماں دونوں کی ایک ہے جس کا نام عفراء ہے۔

نبی السیف ﷺ کے سامنے ابوجہل کا سر

جنگ کا بارہواں مرحلہ

جنگ کا ہولناک منظر چند گھنٹے میں تمام ہو گیا اور ذرا سی دیر میں قریش کے ستر سردار قیدی بن کر مسلمانوں کے قبضہ میں آگئے اور ستر قتل ہو گئے جن میں اکثر قوم کے اشراف اور مشہور سردار تھے جو کفر کے پیشوا اور دشمنانِ خدا و رسول کے مقتداء سمجھے جاتے تھے۔ جب کوئی سرکش سر پھرا اور بدمست باقی نہیں رہا تو اہلِ مکہ کے فوجی سپاہی شترِ بے مہار بن کر بھاگے اور وہ میدان اپنے امراء اور صنادید کی لاشوں سے بھرا چھوڑ گئے، جس میں رقص و سرود، گاجے باجے، خرمستی اور شراب کے خم انڈیلنے کے ارادے سے داخل ہوئے تھے۔ جنگ ختم ہو چکی تھی اور میدانِ جنگ لشکرِ اسلام کے ہاتھ میں تھا۔ ابو جہل کا حال ابھی تک معلوم نہیں ہوا تھا کہ مر گیا ہے یا زندہ ہے، اس لئے آنحضرت ﷺ نے ابن مسعودؓ کو یہ کہہ کر بھیجا کہ لاشوں میں ڈھونڈ کر خبر لاؤ کہ ابوجہل کدھر پڑا ہوا ہے اور اگر پہچان میں

دشواری آئی تو اس کے گھٹنے پر ایک زخم کے نشان کو دیکھو کیونکہ میں اور ابوجہل بچپن میں ابن جدعان کی دعوت میں داخل ہونے لگے، میں ابوجہل سے عمر میں کچھ چھوٹا تھا، رش کی وجہ سے میں نے ابوجہل کو دھکا دیا وہ گر پڑا اور اس کا گھٹنا زخمی ہو گیا جس کا اثر ابھی تک باقی ہے۔

حضرت ابن مسعودؓ جب لاشوں کے پاس پہنچے تو دیکھا کہ ابوجہل زمین پر پڑا ہوا زندگی کی آخری سانس لے رہا ہے اور ابھی کچھ رمق باقی ہے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ بھی مکہ میں ابوجہل کے ہاتھوں ایذاء پا چکے تھے اور طرح طرح کے مظالم کی تکلیف اٹھا چکے تھے۔ اس لئے اپنے پاؤں اس کی گردن پر رکھ کر اس کی ڈاڑھی کو پکڑ کر جھٹکا دیا اور پھر دونوں کی اس طرح گفتگو ہوئی۔

ابنِ مسعودؓ: "الحمد لله الذی اخزاک یا عدو الله" سب تعریفیں اس اللہ کیلئے ہیں جس نے تجھے ذلیل ورسواء کیا، اے اللہ کے دشمن۔

ابوجہل: اللہ ابن ام عبد یعنی ابن مسعود کو رسوا کر دے۔

ابنِ مسعودؓ: اے ابوجہل میں ابھی تجھے قتل کرنے والا ہوں۔

ابوجہل: یہ کوئی پہلا واقعہ نہیں کہ کسی غلام نے اپنے سردار کو قتل کیا ہو لیکن کاش مجھے معلوم ہو جاتا کہ میرا قاتل کون ہے اگر شریف قوم کا ہو تو میری عزت ہوگی ورنہ صدمہ ہوگا کہ عام آدمی نے قتل کیا۔

ابنِ مسعودؓ: میرا نام عبداللہ ہے اور میرے والد کا نام مسعود ہے۔

ابوجہل: اے چند بکریوں کے چرواہے! فخر کر کہ بڑی اونچی جگہ پر بیٹھا ہے۔ (یعنی ابوجہل کا سینہ)

ابنِ مسعودؓ: فرماتے ہیں کہ میں نے اپنی تلوار نکالی تا کہ ابوجہل کا سر تن سے جدا کروں تو وہ کہنے لگا۔

ابوجہل: جب تو میرا سر کاٹے تو کندھوں کے پاس سے کاٹیو تا کہ یہ بڑا معلوم ہو اور ہر شخص سمجھ جائے کہ بڑے سردار کا سر ہے اور میری اس تیز تلوار سے کاٹو لیکن پہلے یہ بتاؤ کہ میدانِ جنگ کس نے جیتا؟

ابنِ مسعودؓ: میدانِ جنگ اللہ اور اس کے رسول کے ہاتھ میں ہے اور سب تعریفیں اس ذاتِ پاک کی ہیں جس نے مجھے تیرے سینے پر بیٹھنے کی قدرت دی۔

ابوجہل: فخر مت کر ایک ہی آدمی تو مارا ہے (یعنی خود ابوجہل کو)

ابنِ مسعود ﷛: تیرے جیسے ستر سرداروں سے میدان بھرا پڑا ہے۔

اس گفتگو کے بعد ابنِ مسعودؓ نے ابوجہل کا سرتن سے جدا کر کے حضورِ اکرم ﷺ کے پاس لاڈالا اور حضرت ﷺ کے ساتھ اس طرح گفتگو ہوئی۔

ابنِ مسعود ﷛: "هٰذا رأس عدو الله ابی جهل" یہ اللہ کے دشمن ابوجہل کا سر ہے۔

حضورِ اکرم ﷺ: "آلله الذی لا إله إلا هو" تجھے قسم ہے اس کی جس کے سوا کوئی معبود نہیں کیا یہ ابوجہل ہی کا سر ہے۔

ابنِ مسعود ﷛: "نعم والله الذی لا إله غیره" ہاں قسم بخدا جو وحدہٗ لاشریک ہے یہ ابوجہل ہی کا سر ہے۔

حضورِ اکرم ﷺ: آپ ﷺ نے تین بار فرمایا "الحمد لله الذی اعز الاسلام و اهلهٗ" حمد و تعریف اس اللہ کی جس نے اسلام کو اور اہلِ اسلام کو عزت بخشی۔

جب آپ ﷺ نے ابوجہل کا سر اپنے سامنے پڑا ہوا دیکھا تو اللہ اکبر کا نعرہ بلند کیا اور فرمایا: "سب تعریفیں اس رب کیلئے ہیں جس نے اپنا وعدہ پورا کیا اور دشمن کو شکست دی اور اپنے بندے کی نصرت کی، یہ ابوجہل اپنی قوم کا فرعون تھا جو مارا گیا پھر آپ ﷺ نے دوگانہ شکرانہ کی نماز پڑھی اور ایک سجدۂ شکر ادا کیا اور یہ شعر پڑھا: ؎

نفلق هاما من رجال أعزة
علینا وهم کانوا أعق واظلما

ترجمہ: ہم قابلِ احترام لوگوں کی کھوپڑیاں چیرتے ہیں جبکہ وہ سخت ظالم اور نافرمان ہوں۔

اس طرح کفر کے سرغنوں اور شرک کے پیشواؤں کا خاتمہ ہو گیا بڑے بڑے بادشاہ خاک پر بے یار و مددگار پڑے تھے اور بڑے بڑے فسادی رسیوں میں جکڑے ہوئے تھے۔ تو میں نے پھر کہا۔ ؎

مِنْ عَهْدِ عَادٍ كَانَ مَعْرُوْفًا لَنَا
إِسْرُ الْمُلُوْكِ وَ قَتْلُهَا وَ قِتَالُهَا

یہ بھی سچ ہے۔

فَـغَـادَرْ نَـا أَبَـا جَهْـلٍ صَـرِيْـعًا
وَعُتْبَةَ قَـدْ تَـرَكْـنَـا بِـالْـجَبُـوْبِ

یعنی میدانِ بدر میں ہم نے ابوجہل کو زمین پر لٹا کر چھوڑا اور عتبہ کو بھی ہم نے سنگلاخ زمین پر تڑپا دیا۔ ہاتف غیبی نے بھی سچ کہا۔

اِزَارَالْـحَـنِيْـفِيُّـوْنَ بَـدْرًا وَقِيْـعَةً
سَيِنْقُضْ مِنْهَا رُكْنِ كِسْرىٰ وَ قَيْصَرًا

ترجمہ: اہلِ توحید نے بدر میں ایسا معرکہ برپا کیا کہ جس سے عنقریب قیصر و کسریٰ کے محلات ہل جائیں گے۔

علامہ واقدی نے ابوجہل کے قتل اور قاتلین کا فیصلہ کچھ اس طرح کیا ہے کہ سب سے پہلے معاذ بن عمر الجموحؓ نے ابوجہل پر حملہ کر کے اسے زخمی کیا پھر عفراء کے دو بیٹوں معاذؓ اور معوذؓ نے ان پر حملہ کر کے ہلاکت کے قریب چھوڑا اور پھر آخری کام حضرت ابنِ مسعودؓ نے انجام دیا اور فرشتوں نے بھی ایک موقع پر ابوجہل پر حملہ کیا جس سے ابوجہل کے پہلو پر نشانات پڑ گئے۔

الغرض ابوجہل کے قتل میں ان سب خوش قسمتوں نے حصہ لیا اور حضور اکرم ﷺ نے سب کی تصدیق کی۔ سچ ہے۔

خـلـق الـلـه لـلـحـروب رجـالاً
ورجـالاً لـقـصـعـة و ثـريـد

اللہ تعالیٰ نے بعض لوگوں کو جہاد کے لئے پیدا کیا ہے اور بعض کو ثرید اور قورمے کھانے کے لئے۔

کفر کے سرغنہ ذلت کے گڑھے میں

جنگ کا تیرہواں مرحلہ

حضور اکرم ﷺ کی عادتِ شریفہ تھی کہ کافر کی لاش کو بھی مٹی میں دبا کر چھپا دیا کرتے تھے اس لئے حکم ہوا کہ ان کفار کی لاشیں اس کنویں میں ڈل دی جائیں جو خشک اور گندہ گڑھا تھا۔ چنانچہ کفار میں سے جو بڑے سردار کفر کے پیشوا اور مشہور سرغنے تھے ان کی لاشیں گھسیٹ کر ذلت کے اس گڑھے میں ڈال دی گئیں اور اوپر سے مٹی اور پتھر پھینک کر ہمیشہ کے لئے جہنم کے حوالے کر دی گئیں۔ حضور اکرم ﷺ نے دو مقام پر کفار کی لاشوں کو مخاطب کر کے گفتگو کی ہے ایک تو عام لاشوں کے پاس آپ ﷺ نے کھڑے ہو کر اس طرح فرمایا تھا: ”اے قریش! تمہاری بدنصیبی پر افسوس ہے کہ نبی کا کنبہ ہو کر تم نے نبی کو جھٹلایا اور دوسروں نے تصدیق کی، تم نے مجھے وطن سے نکالا اور دوسروں نے مجھے اپنے ہاں جگہ دی، تم مقابل بن کر لڑنے آئے اور دوسرے مددگار بن کر میرے ساتھ آئے۔“

حضور اکرم ﷺ کی یہ عادت شریفہ بھی تھی کہ فتح کے بعد تین دن تک وہیں پر قیام فرماتے اپنے شہداء کو دفناتے، مالِ غنیمت کو تقسیم کرتے اور آرم کر کے پھر کوچ فرماتے، چنانچہ بدر میں تین دن قیام کے بعد تیسرے روز آپ ﷺ قلیب بدر یعنی اس کے کنویں پر آ کر کھڑے ہوئے جہاں کفار کے چوبیس بڑے سرغنے ڈالے گئے تھے ان اشخاص کے نام لے کر حضور اکرم ﷺ نے ان کو مزید ذلیل کرنے کی غرض سے اس طرح آواز دی: ”اے عتبہ! اے ابوجہل! اے شیبہ! اور اے اہل قلیب! اللہ تعالیٰ نے ہم سے جو کچھ وعدہ فرمایا تھا ہم نے اس کو حق پایا، کیا تم نے بھی وہ وعدہ درست پایا جو تم سے کیا گیا تھا؟

حضرت عمرؓ نے پوچھا کہ یا رسول اللہ! آپ ان مُردوں سے گفتگو کرتے ہیں کیا یہ سنتے ہیں؟ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ تم ان سے زیادہ سننے والے نہیں ہو یہ اور بات ہے کہ وہ جواب نہیں دے سکتے۔

بعض علماء نے لکھا ہے کہ اس وقت ان سرداروں کی روحیں ان کے جسموں میں لوٹا دی گئی تھیں

تا کہ کلامِ نبی سن کر بروقت طعن سے ان کا غم مزید بڑھ جائے۔

شاعر دربارِ نبوی حضرت حسان بن ثابتؓ نے میدانِ بدر اور قلیب کے اس منظر پر اپنے اشعار میں ایک طائرانہ نظر ڈالی ہے چنانچہ طویل قصیدہ کے چند اشعار یہ ہیں:۔

فغادرنا أبا جهل صريعاً
وعتبة قد تركنا بالجبوب

یعنی میدانِ بدر میں ہم نے ابوجہل کو زمین پر لٹا کر چھوڑا اور عتبہ کو بھی ہم نے سنگلاخ زمین پر تڑپا کر چھوڑا۔

و شيبة قد تركنا في رجال
ذوی حسب إذا نسبوا حسيب

اور شیبہ کو بھی ہم نے حسب نسب کے بڑے شریف زادوں میں پڑا ہوا چھوڑا۔

ينـاديهم رسول الله لما
قذ فناهم قباكب فی القليب

جب ہم نے ان کی جماعتوں کو کنویں میں پھینک دیا تو حضور اکرم ﷺ نے ان کو اس طرح آواز دی۔

ألم تجدوا كلامی كا ن حقا
و أمر الله ياخذ بالقلوب

کیا تم نے میری بات کو حق نہیں پایا حالانکہ اللہ تعالیٰ کی بات تو دلوں میں اترتی ہے۔

فما نطقوا ولو نطقوا لقالوا
صدقت و كنت ذا رأی مصيب

پس انھوں نے کوئی جواب نہیں دیا اگر جواب دیتے تو یہ کہتے کہ آپ نے سچ فرمایا تھا اور آپ کی رائے بالکل درست تھی۔

جنگِ بدر کے شہداء

اسلام کے نام پر گردنیں کٹوانے والے یہ نامور سپوت شہداءِ بدر کے نام سے یاد کیے جاتے ہیں آج

بھی بدر کے میدان کے نچلے حصے میں ایک بڑا استون کھڑا ہے جس پر ان شہبازوں کے نام درج ہیں، حضورِ اکرم ﷺ نے ان کو وہیں پر دفنایا تھا، صرف ایک شہید مقامِ صفراء میں زخموں کی تاب نہ لا کر اللہ کو پیارے ہو گئے تھے جن کا نام عبیدہ بن الحارث ہے جو مقامِ صفراء میں مدفون ہیں۔ شہداء کے نام مندرجہ ذیل ہیں:

① عمیر بن وقاص مہاجری ② ذوالشمالین بن عبد عمرو مہاجری ③ عاقل بن بکیر مہاجری ④ مھجع بن صالح مہاجری ⑤ صفوان بن بیضاء مہاجری ⑥ عبیدہ بن الحارث مہاجری ⑦ سعد بن خیثمہ انصاری ⑧ بشیر بن منذر انصاری ⑨ یزید بن حارث انصاری ⑩ عمیر بن الحمام انصاری ⑪ رافع بن معلّٰی انصاری ⑫ حارثہ بن سراقہ انصاری ⑬ عوف بن حارث انصاری ⑭ معوذ بن حارث انصاری رضی اللہ عنہم اجمعین

اللہ کے نام پر اپنی جانوں کی قربانی دینے والے یہ چودہ نفوس قدسیہ ہیں جن میں ۶ مہاجرین میں سے ہیں اور باقی انصار میں سے ہیں۔ سچ ہے۔

شہید کی جو موت ہے وہ قوم کی حیات ہے
شہید کا جو خون ہے وہ خون کی زکوٰۃ ہے

لئے پھرتی ہے بلبل چونچ میں گل
شہیدِ ناز کی تربت کہاں ہے

جنگِ بدر کے قیدی

جنگ کا پہلا مرحلہ

میدانِ بدر میں جب لشکرِ اسلام غالب آیا اور لشکرِ شیطان مغلوب ہو کر بھاگنے لگا کفر کے ستر سردار مارے گئے اور ستر گرفتار ہوئے۔ لشکرِ کفار؟ سے نوفل بن خویلد اور دیگر نامور بہادروں نے اس طرح فریاد کی۔

اے انصار کی جماعت! آپ لوگوں کو آخر ہمارا خون گرانے کا اتنا شوق کیوں ہے؟

اے انصار کی جماعت! کیا تم لوگوں کو نظر نہیں آرہا کہ کتنوں کو تم نے قتل کر دیا؟

اے انصار کی جماعت! کیا دودھ دینے والی اونٹنیاں تمہیں پسند نہیں؟ یعنی قید کر کے فدیہ لے لو۔

اے انصار کی جماعت! اب ہمیں قید کر لو اور قتل کرنا بند کر دو۔

اس فریاد کے بعد بڑے بڑے بہادر قید میں آگئے عجیب بات یہ ہے کہ اتنے نامور بہادر خود اپنے ہاتھوں کو آگے بڑھاتے اور گرفتاری پیش کرتے تھے، نوفل بن خویلد قید میں آیا لیکن مارا گیا۔ نضر بن حارث گرفتار ہوا، عقبہ بن ابی معیط بن ابی معیط پکڑا گیا، سہیل بن عمرو بہادر قید ہوا، حضرت عباسؓ حضور ﷺ کے تایا گرفتار ہوئے۔

اس گرفتاری میں فرشتوں نے بھی حصہ لیا چنانچہ حضور اکرم ﷺ کے سامنے ابو یسر صحابی نے عرض کیا کہ عباس کی گرفتاری میں میری مدد ایک ایسے شخص نے کی جس کو میں نے کبھی نہیں دیکھا تھا تو حضور اکرم ﷺ نے فرمایا ''ایک معزز فرشتے نے عباس کی گرفتاری میں تیری مدد کی ہے'' حضور ﷺ کے داماد ابو العاص بھی قید ہو چکے تھے، بہر حال ان ستر قیدیوں کو لے کر حضور اکرم ﷺ اپنے صحابہ کے ساتھ مدینہ کی طرف واپس لوٹ آئے۔

نضر بن حارث کا قتل

بدر سے واپس ہو کر حضور اکرم ﷺ مقامِ اثیل پر پہنچ گئے۔ عصر کی نماز میں پہلی رکعت میں آپ ﷺ مسکرائے۔ جب نماز کے بعد آپ ﷺ سے مسکرانے کی وجہ پوچھی گئی تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ میکائیل کا ابھی ابھی مجھ پر گذر ہوا جس کے پر غبار آلود تھے وہ مسکرائے کہ میں تو کفار کے تعاقب میں تھا۔ اس پر میں بھی مسکرا دیا۔

کچھ دیر بعد جبرئیل امینؑ جن کا گھوڑا غبار آلود تھا آئے اور فرمانے لگے ''اے محمد ﷺ مجھے میرے رب نے بھیجا ہے کہ میں آپ کے ساتھ اس وقت تک رہوں جب تک آپ راضی نہ ہو جائیں اب آپ بتائیں کہ بدر میں جو کچھ ہوا ہے اس پر آپ خوش ہو گئے ہیں!'' حضور اکرم ﷺ نے فرمایا ہاں میں خوش ہو گیا ہوں۔ اس کے بعد حضور ﷺ کے سامنے قیدیوں کو پیش کیا گیا تو آپ ﷺ نے ٹکٹکی باندھ کر نضر بن

حارث کو دیکھا، نضر بن حارث نے اپنے قریب ایک ساتھی سے کہا کہ قسم بخدا محمد مجھے قتل کرنے والا ہے ان کی نگاہ میں مجھے موت نظر آ رہی ہے، اس شخص نے کہا تجھے ویسے ڈر لگ گیا ہے مرعوب ہو گئے ہو، پھر نضر اور مصعب بن عمیرؓ کی اس طرح گفتگو ہوئی۔

نضر بن حارث: اے مصعب! آپ میرے سب سے قریبی رشتہ دار ہیں آپ محمد ﷺ سے بات کریں کہ مجھے قید میں رکھیں قتل نہ کریں۔

مصعب بن عمیرؓ: تم تو وہی ہو جو کتاب اللہ کے بارے میں مذاق اڑایا کرتے تھے اور نبی پاک ﷺ کے بارے میں طرح طرح کی باتیں کیا کرتے تھے۔

نضر بن حارث: اے مصعب! آپ سفارش کریں کہ میرے ساتھ بھی وہی معاملہ ہو جو دیگر قیدیوں کے ساتھ ہو۔

مصعب بن عمیرؓ: تم وہی شخص ہو نا جس نے محمد ﷺ کے صحابہ کو ہر قسم کی اذیتیں پہنچائیں۔

نضر بن حارث: اے مصعب! اگر تجھے قریش گرفتار کر لیتے تو خدا کی قسم میں تجھے کبھی قتل نہ ہونے دیتا۔

مصعب بن عمیرؓ: یہ بات آپ کی بالکل صحیح ہے لیکن میں تجھ جیسا نہیں کیونکہ اسلام نے کفر سے رشتے توڑ دیئے ہیں۔ اس کے بعد حضور اکرم ﷺ نے علی مرتضیٰؓ کو حکم دیا تو حضرت علیؓ نے نضر بن حارث کی گردن اڑا دی۔

عقبہ بن ابی معیط احمق کا قتل

یہ شخص ابو جہل کا چمچہ تھا، مکہ مکرمہ میں حضور اکرم ﷺ کی ایذاء رسانی میں ابو جہل اس کو استعمال کرتا تھا، ابو جہل کے کہنے پر مکہ میں اس شخص نے نماز میں عین سجدہ کی حالت میں حضور اکرم ﷺ کی پیٹھ پر اوجھڑی لا کر ڈال دی تھی، حضور اکرم ﷺ کی گردن میں پھندا ڈالا، طرح طرح کی گالیاں دیں، طرح طرح کے مظالم ڈھائے۔ حضور اکرم ﷺ نے جب ہجرت کی تو اس شخص نے حضور اکرم ﷺ سے لڑنے کا شوق اور طنز کا اظہار کیا اور کہا:

یَا رَاکِبَ النَّاقَةَ الْقُصْوَاءَ هَاجَرْنَا
عَمَّا قَلِيْلٍ تَرَانِيْ رَاکِبَ الْفَرَسِ

أُعِلُّ رُمْحِيْ فِيْكُمْ ثُمَّ أَنْهَلُهُ
وَالسَّيْفُ يَأْخُذُ مِنْكُمْ كُلَّ مُلْتَبِسِ

ترجمہ: اے ہمیں چھوڑنے والے قصواء اونٹنی کے سوار! کچھ مدت بعد تم مجھے گھوڑے پر سوار دیکھو گے۔ میں اپنے نیزے کو بار بار تمہارے خون سے سیراب کرونگا اور میری تلوار تمہارے جوڑ جوڑ مارے گی۔

یہ شخص آج مسلمانوں کے ہاتھوں ذلیل و خوار ہے اور حضور اکرم ﷺ سے اس طرح گفتگو کر رہا ہے۔

عقبہ بن ابی معیط: ہائے افسوس مجھے کس جرم میں قتل کیا جا رہا ہے۔

حضور اکرم ﷺ: اس جرم میں کہ تم اللہ اور اس کے رسول کے دشمن ہو۔

عقبہ بن ابی معیط: اے محمد (ﷺ) مجھ پر احسان کرو اور عام قیدیوں کی طرح مجھے رکھو یہ آپ کے لئے بہتر ہوگا۔

حضور اکرم ﷺ: تیری عداوت اس درجہ کی ہے کہ تو نا قابلِ معافی مجرم ہے۔

عقبہ بن ابی معیط: اے محمد (ﷺ) میری بچیوں کا کیا بنے گا؟

حضور اکرم ﷺ: تیری بچیوں کیلئے جہنم کی آگ ہے، اے عاصم اس کو آگے کرو اور اس کی گردن اڑا دو۔

چنانچہ حضرت عاصمؓ نے اس موذی جانور کو قتل کر کے مقام "عرق ظبیہ" میں مٹی کے نیچے دبا کر چھوڑا۔

حضور اکرم ﷺ نے عقبہ کی ہلاکت کے بعد فرمایا: "اے عقبہ! خدا کی قسم میرے علم میں تو بدترین آدمی تھا، تو نے اللہ اور اس کے رسول اور اس کی کتابؐ کا انکار کیا، تو نے اللہ کے رسول کو بڑی ایذاء پہنچائی، پس میں اللہ کی حمد و تعریف اور شکر ادا کرتا ہوں جس نے تجھے قتل کیا اور میری آنکھوں کو تیری ہلاکت سے ٹھنڈا کیا۔

مدینہ منورہ میں فتح کی بشارت

جنگ کا دوسرا مرحلہ

بدر میں لشکرِ اسلام کو جو فتح ہوئی تھی اس کی بشارت کے لئے حضور اکرم ﷺ نے دو آدمیوں کو مدینہ منورہ روانہ کیا۔ حضرت عبد اللہ بن رواحہ ؓ کو مدینہ کے اطراف میں بشارت دینے کیلئے بھیجا اور حضرت زید بن حارثہ ؓ کو خاص اہلِ مدینہ کی بشارت کے لئے روانہ فرمایا۔ عبد اللہ بن رواحہ ؓ

نے اس طرح خوشخبری سنائی۔

اے انصار کی جماعت! مبارک ہو اور خوش ہو جاؤ کہ رسول اللہ ﷺ صحیح و سالم ہیں اور خوش ہو جاؤ کہ مشرکین یا تو مارے گئے ہیں یا گرفتار کر لئے گئے ہیں، ابو جہل مارا گیا، عتبہ مارا گیا، زمعہ مارا گیا، اور امیہ اور فلاں فلاں مارا گیا، سہیل گرفتار ہوا اور فلاں فلاں قید ہو گئے۔

ایک صحابیؓ فرماتے ہیں کہ میں کھڑا ہو گیا اور پوچھا کہ اے ابنِ رواحہؓ تو جو کچھ کہتا ہے یہ سچ ہے؟ اس نے کہا کہ خدا کی قسم! یہ بالکل سچ ہے اور کل ہی حضور اکرم ﷺ یہاں پہنچنے والے ہیں اور قیدی رسیوں میں جکڑے اور پکڑے آپ ﷺ کے ساتھ ہوں گے، اس طرح اطرافِ مدینہ میں عبد اللہ بن رواحہ ؓ نے فتح کی خوش خبری انصار کے ایک ایک گھر میں پہنچائی۔

ادھر زید بن حارثہ ؓ مدینہ منورہ کی عید گاہ میں جا کر حضور اکرم ﷺ کی قصوا اونٹنی پر سوار ہو کر اس طرح خوشخبری کا اعلان کر رہا تھا۔

عتبہ و شیبہ مارے گئے، حجاج کے دو بیٹے عیبہ و منبہ مارے گئے، ابو البختر ی و ابو جہل مارے گئے، زمعہ اور امیہ بن خلف اور فلاں فلاں مارے گئے، سہیل اور فلاں فلاں گرفتار ہو گئے۔

لوگوں کو یقین نہیں آ رہا تھا بلکہ منافقین نے تو شور برپا کیا کہ زید بھاگنے والوں میں سے یہاں آ گیا ہے اور باقی سارے قتل ہو گئے اوز مسلمانوں کو شکست ہو گئی۔

چنانچہ ایک منافق نے کہا لو بھائی مسلمان تتر بتر ہو گئے، زید کے پاس یہ اونٹنی محمد ﷺ کی ہے اور وہ خود مارا گیا اور یہ لوگ اب کہیں بھی اکٹھے نہیں ہو سکیں گے اور زید دہشت کی وجہ سے اول فول بک رہا ہے۔

حضرت اسامہ ؓ کہتے ہیں کہ میں نے چپکے سے جا کر ابا جان سے کہا کہ اے ابا جان جو کچھ آپ کہہ رہے ہیں واقعی سچ ہے تو اس نے کہا اے بیٹے خدا کی قسم یہ بالکل سچ ہے اس کے بعد میں واپس اس منافق کے پاس آیا اور میں نے کہا کہ تم پروپیگنڈا کرتے ہو اور جھوٹی خبریں اڑاتے ہو، حضور اکرم ﷺ واپس آ جائیں گے تو میں تیری خبر لوں گا۔

بہر حال اس خوشخبری پر مدینہ منورہ کے سب چھوٹے بڑے باہر نکل آئے اور بچے زور زور سے یہ نعرہ لگاتے تھے۔ ابو جہل فاسق مارا گیا، ابو جہل فاسق مارا گیا۔ پھر انصار کی ایک کثیر تعداد دوڑ کر مقامِ روحاء

تک پہنچی اور لشکرِ اسلام کا شاندار استقبال کیا، بعض نے یہ شعر گائے: ۔

طلع البدر علینا من ثنیات الوداع
وجب الشکر علینا ما دعا للّٰہ داع

أیها المبعوث فینا
لقد جئت بالأمر المطاع

لشکرِ اسلام کے پہنچنے پر مدینہ میں یہود اور منافقین کی گردنیں جھک گئیں۔ کعب بن اشرف نے کہا کہ اب موت اس زندگی سے بہتر ہے۔ یہود نے کہا کہ بس اب اسلام کا جھنڈا ہمیشہ کیلئے بلند ہو گیا ہے، ادھر حبشہ کے بادشاہ نجاشی نے مطلع ہو کر وہاں کے صحابہؓ کو خوشخبری سنائی اور خود بشارت کی ایک تقریب منعقد کر کے خوشی کا اظہار کیا اور اللہ کا شکر ادا کیا۔

میدانِ بدر کی وحشت ناک خبر مکہ میں

جنگ کا تیسرا مرحلہ

اہلِ مکہ کو ہاتف غیبی نے کچھ اشعار پڑھ کر شکست کا اشارہ کر دیا تھا ان اشعار میں سے دو یہ ہیں: ۔

ازار الحنیفیون بدراً وقیعة
سینقض منها رکن کسریٰ و قیصرا

ترجمہ: اہلِ توحید نے بدر میں ایسا معرکہ برپا کیا کہ جس سے عنقریب قیصر و کسریٰ کے محلات ہل جائیں گے۔

أرنت لها صم الجبال وافزعت
قبائل ما بین الوتیر و خیبرا!!

ترجمہ: اس کی وجہ سے مضبوط پہاڑ چیخ اٹھے، جس نے وتیر اور خیبر کے درمیان سب قبائل کو دہشت زدہ کر دیا۔

اہلِ مکہ نے کہا کہ "حنیفیون" تو محمد ﷺ کے ساتھی ہیں کہیں ایسا نہ ہو کہ بدر میں قریش کو نقصان پہنچا ہو چنانچہ وہ لوگ مکہ کی گلیوں میں نکل آئے اور طرح طرح کی قیاس آرائیاں ہونے لگیں۔ اتنے

میں حُسیمان بن حابس خزاعی آ گیا اور اس نے اس وحشت ناک خبر کا اس طرح اعلان کیا: ’’اے اہلِ مکہ! ابوالبختری مارا گیا، زمعہ مارا گیا، امیہ مارا گیا، اور فلاں فلاں مارا گیا اور فلاں فلاں قید ہو گیا۔‘‘ کفار کا ایک آدمی صفوان حطیم میں بیٹھا ہوا تھا اس نے کہا کہ یہ خزاعی پاگل بکواس کر رہا ہے اس کو کچھ خبر بھی نہیں تم اس سے میرے بارے میں پوچھو، لوگوں نے پوچھا کہ صفوان کا کیا حال ہے تو خزاعی شخص نے کہا کہ وہ حطیم میں بیٹھا ہے اور میں نے دیکھا کہ اس کا باپ اور بھائی ہلاک ہو گئے تھے۔ اس خبر کی جب مکمل تصدیق ہو گئی تو مکہ مکرمہ میں صف ماتم بچھ گئی۔ لوگوں نے عاتکہ اور جہیم کے خوابوں کو سچا مانا اور بس پورے شہر میں قیامت برپا ہو گئی۔

بدر کے قیدیوں کے بارے میں فیصلہ

جنگ کا چوتھا مرحلہ

حضورِ اکرم ﷺ رات کے وقت مدینہ پہنچے اور صبح کے وقت آپ ﷺ نے قیدیوں کو صحابہ میں تقسیم فرمایا اور فرمایا کہ ان کا خیال رکھا کرو۔ چنانچہ صحابہ خود بھوکے رہتے تھے لیکن اپنے قیدیوں کو کھانا کھلاتے تھے حتیٰ کہ قیدیوں کو مسلمانوں پر ترس آتا تھا لیکن صحابہ ؓ جواب دیتے تھے کہ ہمیں حضور اکرم ﷺ نے تمہارے ساتھ نیک سلوک کرنے کا حکم دیا ہے۔

پھر عام مشورہ ہوا کہ آیا فدیہ لیا جائے یا ان کو قتل کر دیا جائے۔ اللہ تعالیٰ نے دونوں چیزوں میں مسلمانوں کو اختیار دیا تھا، لیکن یہ فرمایا کہ فدیہ لو گے تو آئندہ جنگ میں تمہارے ستر آدمی مارے جائیں گے۔ چنانچہ مشورہ میں صدیقِ اکبرؓ عام صحابہ اور حضورِ اکرم ﷺ کی خواہش یہ تھی کہ فدیہ لیا جائے لیکن عمر فاروقؓ اور سعد بن معاذؓ کی رائے یہ تھی کہ یہ لوگ کفر کے پیشوا ہیں لہٰذا اپنے اپنے رشتہ دار کو قتل کیا جائے تاکہ کفر مٹ جائے۔ تاہم فیصلہ فدیہ لینے پر ہوا چنانچہ مالدار پر چار ہزار درہم اور غریب پر اس کی مناسبت سے فدیہ مقرر کر دیا گیا۔ قریش نے پہلے کہا فدیہ نہیں دیں گے لیکن پھر سب نے فدیہ دینا شروع کر دیا۔ حضور اکرم ﷺ نے اپنے چچا عباس سے بھی فدیہ لیا اور اسے چھوڑا۔

اسی طرح حضرت زینبؓ نے جو اس وقت مکہ میں تھیں ابوالعاص کو چھڑانے میں فدیہ میں وہ ہار بھیجا جو حضرت خدیجہؓ نے اپنی بیٹی زینب کو بوقتِ شادی دیا تھا۔ حضورِ اکرم ﷺ نے جب ہار دیکھا تو

رقت کی کیفیت طاری ہوگئی اور صحابہ سے مشورہ کر کے ابوالعاص کو ہار واپس کر کے اس شرط پر رہا کیا کہ زینب کو مکہ سے مدینہ روانہ کر دیا جائے۔ چنانچہ ابوالعاص نے ایسا ہی کیا۔

فدیہ کا حکم اگرچہ اختیاری تھا لیکن اللہ تعالیٰ کے ہاں پسندیدہ امر فدیہ نہ لینا تھا بلکہ قتل کرنا ہی بہتر تھا۔ اس لئے فدیہ لینے پر بعد میں سخت وعید آئی کہ کسی نبی کو ایسا مناسب نہیں کہ اس کے ہاتھ میں قیدی ہوں بلکہ قیدیوں کو قتل کرنا چاہیئے کہ زمین میں خوب خونریزی ہو جائے۔ تاہم چونکہ اختیاری امر تھا تو عذاب نہیں اترا یا اجتہادی معاملہ تھا تو مؤاخذہ نہیں ہوا۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ عذاب کو میں نے قریب سے دیکھا اور اگر اترتا تو صرف عمر و معاذ بچتے باقی کوئی نہیں بچتا۔

بہر حال حق و باطل کا یہ معرکہ پایۂ تکمیل کو پہنچ گیا اسلام کو اللہ نے عزت و عظمت و شوکت عطا کی اور کفر ذلت و رسوائی اور مصیبت سے دوچار ہوا۔ اسلام کا جھنڈا بلند ہوا اور کفر کا جھنڈا سرنگوں ہوا۔

الحمد لله على ذالک حمداً كثيراً.

آخری گذارش

میرے محترم بھائیو! یہ بدر کا واقعہ ہے میں نے قرآن وحدیث اور تفسیر وتاریخ کی مستند کتابوں سے یہ واقعات چن کر بلا کم وکاست آپ کے سامنے رکھ دیئے۔ اب آپ خود فیصلہ کریں کہ اس میں حضور اکرم ﷺ یا صحابہ کرامؓ نے کبھی کوئی کمزور جملہ کہا ہے؟ یا کبھی ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے یہ فرمایا کہ بھائی ان کافروں کو مت مارو کیونکہ تمہارے مارنے سے یہ جہنم میں چلے جائینگے اوران کی ذمہ داری تم پر عائد ہوجائے گی یا کیا حضور اکرم ﷺ نے کبھی یہ فرمایا کہ اے میرے ساتھیو! ان کفار کو قتل مت کرو کیونکہ میں نبی ہوں اوراللہ نے انبیاء کو لوگوں کے قتل کے لئے نہیں بھیجا ہے۔ یا کیا حضور اکرم ﷺ یا کسی صحابی کا کوئی ایسا جملہ ملتا ہے کہ بھائی ہم لڑنے کے لئے نہیں آئے ہیں ہم لڑنے والے نہیں ہیں، ہم نماز والے ہیں، مصلے والے ہیں، لوٹے والے ہیں، دعا والے ہیں، ہم لڑنے والے نہیں ہیں۔ یا کیا حضور اکرم ﷺ یا کسی صحابی کا ایک لفظ یہاں ایسا ملتا ہے کہ بھائی ان لوگوں کو دعوت دو ان کو سمجھانے کے لئے جماعت بھیجو منت سماجت کرو اور لڑائی سے ہر صورت میں گریز اور پرہیز کرو؟ یا کیا یہاں ایسا نقشہ ہے کہ صحابہ دعوت دینے کے لئے جا رہے تھے لڑنے کے لئے نہیں جا رہے تھے اور جو اسلحہ ہاتھ میں لیا تھا یہ راستے کے ڈاکوؤں کے خوف سے تھا کہ کہیں وہ لوگ ڈاکہ نہ ڈالیں۔ غزوہ جہاد یا لڑنے کے لئے نہیں تھا، یا کیا یہاں ایسا کوئی نقشہ ہے کہ چونکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اعمال سو فیصد صحیح تھے تو ان کو تلوار اٹھانے کی ضرورت ہی نہیں پڑی بس اعمال کے صحیح ہونے کی وجہ سے کافر خود بخود کٹ کٹ کر مر گئے۔ جنگ کی نوبت ہی نہیں آئی یا کیا یہاں کوئی ایسا لفظ مل سکتا ہے کہ حضورِ اکرم ﷺ نے یہ کہہ کر کسی کو واپس کیا ہو کہ اب تک تمہارا ایمان نہیں بنا ہے جاؤ ایمان بناؤ پھر میدان میں آؤ؟ حالانکہ مقامِ روحاء میں کچھ حضرات نے اسلام قبول کیا اور پھر آکر بدر میں شریک ہوئے۔

میرے محترم بھائی! آپ نے دیکھ لیا حضور اکرم ﷺ کافروں کے مارنے کی ترغیب دے رہے ہیں، حملے کی فضیلت اور ثواب بیان کر رہے ہیں، شہادت کا رتبہ بتا رہے ہیں اور فتح کی دعا مانگ رہے ہیں۔ فرشتے اترتے ہیں اور کفار کو مارنے میں مسلمانوں کے ساتھ شریک ہو کر لڑتے ہیں اللہ تعالیٰ فتح کی خوشخبری دے رہا ہے حضورِ اکرم ﷺ ایک ایک کافر کے قتل پر اللہ کا شکر ادا کر رہے ہیں، سجدۂ شکر میں

گر رہے ہیں خود تلوار ہاتھ میں لے کے کفار کا تعاقب فرما رہے ہیں جبرئیل و میکائیل اسلحہ سے لیس فرشتوں کے مسلح دستوں کی کمانڈ کر رہے ہیں پھر فتح کے بعد حضور اکرم ﷺ مدینہ کی طرف دو خوشخبری سنانے والوں کو روانہ فرما رہے ہیں وہ جا کر کفار کے قتل و ہلاکت اور مسلمانوں کی فتح کی بشارت دے رہے ہیں مسلمان خوشیاں منا رہے ہیں، منافقین سرنگوں ہو کر غصے کی وجہ سے پیچ و تاب کھا رہے ہیں یہودِ مدینہ سہم جاتے ہیں مرعوب ہو جاتے ہیں اور مسلمان مرد و خواتین اور بچے اللہ کا شکر ادا کر رہے ہیں فتح پر ایک دوسرے کو مبارکباد دے رہے ہیں اسلام کو عزت و عظمت مل جاتی ہے اور کفر کو ذلت کا سامنا کرنا پڑتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کو غزوۂ جہاد اور جنگ کے نام سے یاد فرما رہے ہیں۔

فرشتے اس کو جنگ اور جہاد کہتے ہیں، مسلمان اس کو حق و باطل کی مقدس جنگ کے نام سے یاد کرتے ہیں، اہلِ تاریخ وتشریح نے اس کو غزوۂ جہاد اور جنگ کے عنوان سے یاد کیا ہے اگر یہ سب کچھ ہے اور یقیناً ایسا ہی ہے تو پھر ہمارے کچھ بھائی اس نقشے کو کیوں ناپسند کرتے ہیں؟ اس کو کیوں چھپاتے ہیں؟ اس کے تذکرے سے کیوں کتراتے ہیں؟ کھل کر اس کو کیوں بیان نہیں کرتے؟ اس کے بیان کرنے والے کو کیوں ناپسند کرتے ہیں؟ اس کے سننے کے لئے کیوں تیار نہیں ہوتے؟ اس کے الفاظ میں ہیر پھیر کر کے نقشہ تبدیل کرنے کی کیوں کوشش کرتے ہیں اور یہ خطرناک جملہ کیوں استعمال کرتے ہیں کہ بتاؤ جنگِ بدر میں کتنے لوگ مسلمان ہو گئے تھے؟

کیا یہ حضور اکرم ﷺ کا طریقہ نہیں تھا؟ کیا یہ نیک عمل نہیں تھا؟ کیا یہ سنت جو مردہ ہو چکی ہے اس کو زندہ کرنے کی ضرورت نہیں؟ اگر یہ سب کچھ واضح اور بر موقع و محل ہے تو اے میرے پیارے بھائی یاد رکھو جہاد میں دلچسپی لینے اس کو پسند کرنے اور اس کی ترغیب دینے کے بغیر ایمان مکمل نہیں ہو سکتا ہے۔

آیئے اور اس عزت و عظمت والے راستے کو اپنائیں اور دوسروں کو بھی اس پر لگائیں۔ اسلام کو اونچا اور کفر کو نیچا دکھائیں، جہاد ہمارا دین ہے، ہم مسلمان ہیں، ہم پر اللہ تعالیٰ نے عبادتِ دین کے ساتھ حمایتِ دین کا فریضہ بھی عائد کیا ہے۔ کھلے دل سے جہاد کی کتابیں پڑھیں، قرآن میں جہاد کے مضامین کا مطالعہ کریں، جہاد کے جرائد و رسائل میں دلچسپی لیں اور جہاد و مجاہدین کو دل و جان سے پسند کریں اس سے ثواب ملے گا اور پوری امت کی فکر اور درد پیدا ہو گا۔

کشمیر، بوسنیا، تاجکستان، صومالیہ، فلسطین، اور دیگر ممالک کے مظلوم مسلمانوں کے ساتھ قلبی، ذہنی اور فکری ہمدردی کا جذبہ دل میں پیدا کریں اور جب موت آئے تو شہادت کی موت کی تمنا کریں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو دینِ اسلام کا پکا شیدائی اور اس کا سچا سپاہی بنادے۔

اللہ تعالیٰ تمام مظلوم اور گرفتار مسلمانوں کی نصرت فرمائے، اللہ تعالیٰ اس امت کو ایک مومن مجاہد خلیفہ عطا فرمائے۔

آمین آمین یارب العالمین

بنا کردند خوش رسمے بخاک و خون غلطیدن
خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را

فضل محمد بن نور محمد یوسف زئی
استاذ جامعہ بنوری ٹاؤن کراچی

اختتامِ تالیف	ابتدائے تالیف
۲۸ ربیع الاول ۱۴۱۵ھ	۱۲ ربیع الاول ۱۴۱۵ھ
۶ ستمبر ۱۹۹۴ء	۲۱ اگست ۱۹۹۴ء

باب دوم

جنگِ اُحُد

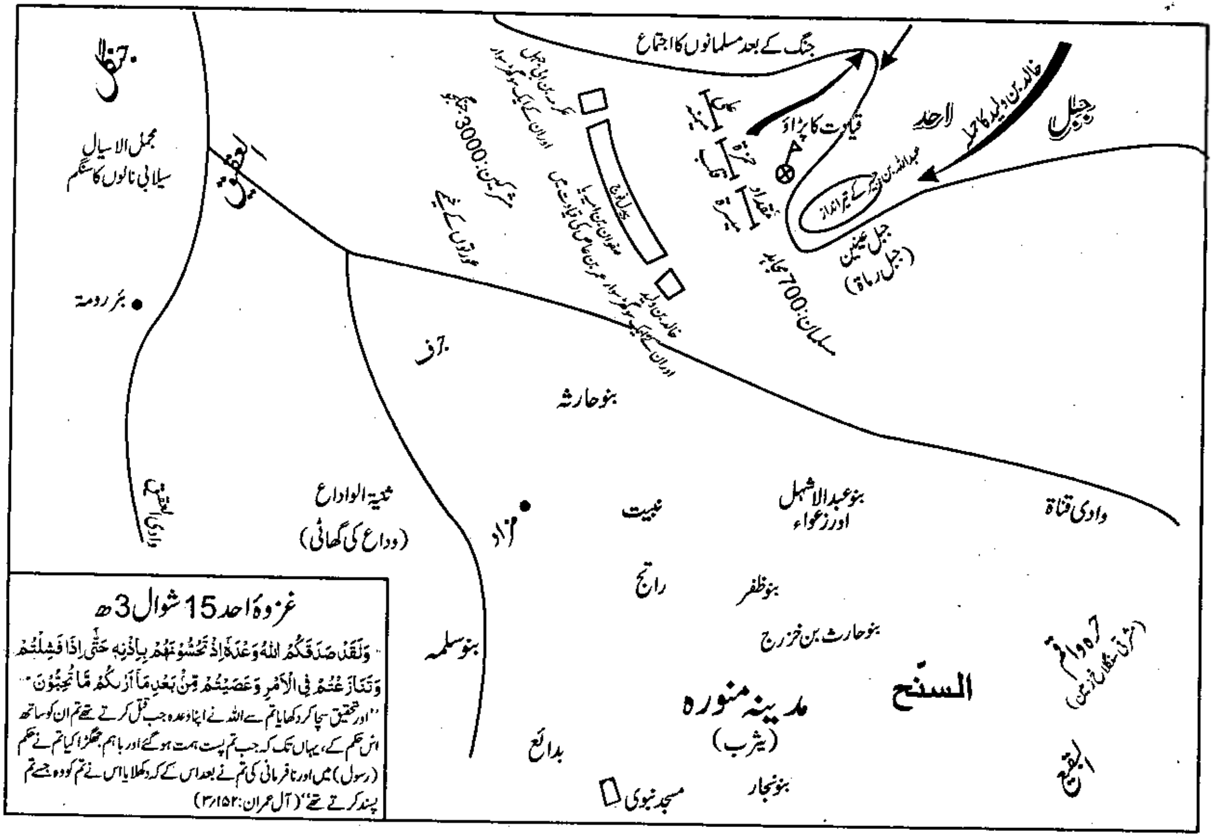
جبل
احد
خالد بن ولید کا حملہ
عبداللہ بن جبیر کے تیر انداز
جبل عینین
(جبل رماۃ)
جنگ کے بعد مسلمانوں کا اجتماع
قیادت کا پڑاؤ
علی
میمنہ
حمزہ
قلب
مقداد
میسرہ
مسلمان: 700 مجاہد
عکرمہ بن ابی جہل
اور ان کے ایک سو گھڑ سوار
پیدل فوج
صفوان بن امیہ یا عمرو بن عاص کی قیادت میں
خالد بن ولید
اور ان کے ایک سو گھڑ سوار
مشرکین: 3000 جنگجو
عورتوں کے خیمے
الجرف
مجمع الاسیال
سیلابی نالوں کا سنگم
العقیق
بئر رومۃ
جرف
بنو حارثہ
وادی العقیق
ثنیۃ الوداع
(وداع کی گھاٹی)
مزاد
نبیت
بنو عبدالاشہل
اور زعواء
وادی قناۃ
راتج
بنو ظفر
بنو حارث بن خزرج
السنح
حرہ واقم
(تری سنگلاخ زمین)
بنو سلمہ
مدینہ منورہ
(یثرب)
بدائع
مسجد نبوی
بنو نجار
البقیع

غزوہ احد 15 شوال 3ھ

" وَلَقَدْ صَدَقَكُمُ اللّٰهُ وَعْدَهٗۤ اِذْ تَحُسُّوْنَهُمْ بِاِذْنِهٖ حَتّٰۤى اِذَا فَشِلْتُمْ وَتَنَازَعْتُمْ فِی الْاَمْرِ وَعَصَیْتُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَاۤ اَرٰىكُمْ مَّا تُحِبُّوْنَ "

''اور تحقیق سچا کر دکھایا تم سے اللہ نے اپنا وعدہ جب قتل کرتے تھے تم ان کو ساتھ اس حکم کے، یہاں تک کہ جب تم پست ہمت ہوگئے اور باہم جھگڑا کیا تم نے حکم (رسول) میں اور نافرمانی کی تم نے بعد اس کے کہ دکھلایا اس نے تم کو وہ جسے تم پسند کرتے تھے'' (آل عمران: ۳/۱۵۲)

مقامِ احد

علامہ یاقوت حمویؒ اپنی کتاب ''معجم البلدان'' (ج۱، ص۱۰۹) میں فرماتے ہیں کہ ''اُحُد'' ہمزہ اور حاء کے پیش کے ساتھ اس پہاڑ کا نام ہے جس کے قریب جنگِ احد ہوئی تھی، یہ پہاڑ چوٹیوں والا نہیں بلکہ سرخ رنگ کا ایک پہاڑ ہے جو مدینہ منورہ سے جانب شمال میں ایک میل (تین کلومیٹر) کے فاصلے پر واقع ہے، جہاں عظیم الشان معرکہ پیش آیا تھا، جس میں حضور ﷺ کے چچا حضرت حمزہؓ شہید ہوئے، اور دیگر ستر مسلمانوں نے جامِ شہادت نوش فرمایا اور جس میں حضور ﷺ کے دانت شہید ہوئے، اور آپ ﷺ کا چہرۂ انور زخمی ہوا، اور لب مبارک کو زخم آئے اور یہ واقعہ ہجرتِ نبوی کے بعد ۳ھ کو پیش آیا۔

راقم الحروف اپنے محترم قارئین سے یہ عرض کرتا ہے کہ جن حضرات نے عمرہ یا حج کیا ہے اور مدینہ منورہ کی زیارت کی ہے ان حضرات کے ذہن میں احد کا نقشہ موجود ہوگا، لیکن جن حضرات نے اس مقام کو نہیں دیکھا ہے تو میں انھیں اپنے مشاہدہ اور اپنے چشم دید معلومات سے اس طرح آگاہ کردوں کہ مسجدِ نبوی ﷺ سے شمال کی جانب ایک سڑک نکل کر احد تک پہنچتی ہے، اس سڑک کا نام شارع حمزہؓ ہے بندہ نے مسجدِ نبوی سے میدانِ احد تک مولانا صادق کشمیری صاحب کے ساتھ اس راستے کا پیدل سفر کیا ہے۔ راستے میں کئی جگہ سگنل اور چند جگہ پر چونگی نما مقامات آتے ہیں، ہم نے بعض ایسی جگہیں بھی دیکھیں جو ویران قلعے اور بڑے بڑے پتھروں کے بنے ہوئے مکانات کی نشاندہی کر رہی تھیں، ہم بعض ویران کھنڈرات پر جا کر کھڑے ہوگئے اور ماضی کی یاد بھی تازہ کی، لیکن ان مقامات کی تاریخی پسِ منظر کا ہمیں کچھ بھی پتا نہیں چلا۔ تقریباً پینتالیس ۴۵ منٹ میں ہم میدانِ احد کے اس مقام پر پہنچ گئے جہاں حضرت حمزہ اور حضرت مصعب بن عمیر اور حضرت عبداللہ بن جحش ؓ کی قبریں نظر آرہی تھیں، جن کے ارد گرد نصف قدِ آدم چار دیواری اور اس کے اوپر لوہے کے گرل لگے ہوئے تھے۔ اس مقام پر ایک کشادہ میدان ہے۔ جس میں ایک بڑی مسجد بنی ہوئی ہے، اور جگہ جگہ بڑے بڑے محلات ہیں، اور کشادہ سڑکیں ہیں اس مقام پر کچھ لوگ عام

زائرین کے لئے مختلف اشیاء بیچنے کا اہتمام بھی کرتے ہیں، جن میں سرمہ، مسواک، عطریات، جڑی بوٹیاں، کھجور اور دیگر اشیاء پائی جاتی ہیں۔ اس کھلے میدان میں جب آپ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی قبر کو سامنے رکھ کر کھڑے ہو جائیں گے تو آپ کی پشت کی طرف ذرا ہٹ کر ایک پہاڑی ہے، جس میں پتھر کم ہیں اور مٹی زیادہ ہے، گویا مٹی کی بنی ہوئی ایک چوٹی نما پہاڑی ہے، جس کو چاروں طرف سے پانی وغیرہ اس کو کاٹ کاٹ کر کھا رہا ہے، اور جس کے نیچے پورا میدانِ احد صاف نظر آ رہا ہے، اسی کو جبلِ رُماۃ یعنی تیراندازوں کی پہاڑی کہتے ہیں۔ دوسری جانب بالکل آپ کے سامنے کافی فاصلے پر ایک بہت بڑا پہاڑ نظر آئے گا۔ اس پہاڑ کی لمبائی کا اندازہ لگانا تو مشکل ہے البتہ اس کی بلندی بھی بہت زیادہ ہے، اس پہاڑ پر جب آپ چڑھنے لگیں گے تو بعض مقامات اس طرح ہیں گویا کہ آپ درخت پر چڑھ رہے ہیں، اس پہاڑ میں سخت ترین نوکیلے پتھر اور سخت ترین چٹانیں ہیں، اس کے پتھر سرخ ہیں گویا کہ کلیجے کے ٹکڑے ہیں، اس وقت اس پہاڑ پر کوئی عام درخت نہیں ہے۔ البتہ ایک قسم کیکر کے درخت خال خال موجود ہیں۔

ہم احد کے اس پہاڑ کے ایک حصہ تک اوپر چڑھ گئے تھے جہاں ایک بہت بڑی چٹان کے نیچے ایک غار تھا لوگ اس غار میں بیٹھے تھے اور خیال کرتے تھے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب کے ساتھ معرکۂ احد کے بعد یہاں آرام فرمایا تھا، اور یہیں سے عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ابوسفیان کو ان کے سوالوں کا جواب دیا تھا۔ اس جگہ (اور جہاں ابوسفیان کھڑا تھا) کے درمیان ایک گہرا نالہ گرتا ہے جو عموماً خشک رہتا ہے اور بارشوں میں بہہ پڑتا ہے تاہم یہ آمنے سامنے جگہیں ہیں، ممکن ہے کہ ابو سفیان اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا مکالمہ کسی اور مقام پر ہوا ہو، لیکن اگر یہیں پر ہوا ہو تو پھر ایک عجیب منظر ہو گا۔

آج کل حکومت نے اس غار کے سامنے دیوار کھڑی کر دی ہے تاکہ لوگ اس جگہ اندر جا کر غلط رسومات اور بدعات و شرکیات کا دروازہ نہ کھولیں، تاہم کسی نے دیوار کے بیچ سے چند پتھر اکھیڑ دیئے ہیں جہاں سے جانا ممکن ہو گیا ہے۔ یہ میرا ناقص مشاہداتی مطالعہ ہے، حقیقتِ حال کا علم اللہ تعالیٰ کے پاس ہے۔ (مؤلف)

جبلِ احد کی فضیلت

اس پہاڑ کے پاس چونکہ حق و باطل کا ایک عظیم معرکہ ہوا ہے، اور حضورِ اکرم ﷺ کے ستر جانثار صحابہؓ نے جان کا نذرانہ پیش کیا ہے اور شہداءِ احد کی مراقد و مدافن اور ان کی زندہ و تابندہ اجسامِ مبارکہ دامنِ احد کے آغوش میں آرام فرما ہیں، اور پھر یہ پہاڑ مدینہ منورہ کے حرم محترم میں واقع ہے، اس لئے خصوصیت کے ساتھ احادیث میں اس پہاڑ کی فضیلت کا ذکر آیا ہے، چنانچہ دو حدیثیں صحیح بخاری میں اس طرح مذکور ہیں۔

① حضرت سہل بن سعدؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ احد ایسا پہاڑ ہے جو ہم سے محبت رکھتا ہے اور ہم اس سے محبت رکھتے ہیں۔

② حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ ایک بار حضور اکرم ﷺ نے احد پہاڑ کو دیکھا اور فرمایا کہ یہ ایسا پہاڑ ہے جو ہم سے محبت رکھتا ہے اور ہم اس سے محبت رکھتے ہیں۔ (مشکوٰۃ: ۲۴۰)

علامہ یاقوت حمویؒ نے بھی اپنی کتاب "معجم البلدان" (ج:۱،ص:۱۰۹) پر لفظِ احد کے تحت اس طرح دو حدیثیں نقل کی ہیں:

① حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ پہاڑوں میں سب سے اچھے پہاڑ احد، اسعر اور ورقان ہیں۔

② رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ احد ایسا پہاڑ ہے جو ہم سے محبت رکھتا ہے اور ہم اس سے محبت رکھتے ہیں، اور یہ پہاڑ جنت کے دروازوں میں سے ایک دروازے پر ہے۔ (مشکوٰۃ: ۲۴۰)

ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ جب کوئی آدمی احد پہاڑ پر جائے تو وہاں کے پھل وغیرہ کچھ نہ کچھ کھائے اگر کچھ بھی نہ ملا تو وہاں کے درخت کے چھلکے یا پتے کھا کر چبائے۔ یہ سب باتیں اس پر دلالت کرتی ہیں کہ احد پہاڑ کی ایک قدر و منزلت ہے۔

شہداءِ احد کی فضیلت

شہید چونکہ اللہ کے نام کی سربلندی اور اعلاءِ کلمۃ اللہ کے لئے میدانِ جہاد میں جان کا نذرانہ پیش

کرتا ہے، اور جو شخص جان کی بازی لگا دیتا ہے، تو شعبۂ طاعات میں وہ تمام طاعات کو سمیٹ لیتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی تمام خوشنودیوں کو حاصل کر لیتا ہے، پھر اللہ تبارک و تعالیٰ کی طرف سے ان پر انعامات و اکرامات کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے، اب یہی عناصرِ اربعہ سے مرکب انسان عزتوں، عظمتوں اور رفعتوں کے بلند و بالا مقامات پر پہنچ جاتا ہے، روح نکلنے اور موت چکھنے کے باوجود اس کو مردہ کہنے کی ممانعت ہوتی ہے، بلکہ اس کو شہید کے عظیم لقب سے یاد کیا جاتا ہے، اس کے زخم کے خون کو مشک و عنبر کا درجہ دیا جاتا ہے، حقوق العباد کے سوا اس کے تمام گناہوں کو معاف کر دیا جاتا ہے، مردہ لاش کو پاکیزہ قرار دیا جاتا ہے، اور کسی قسم کے پانی سے اس کے جسمِ اطہر کو دھونے یا غسل دینے کی ضرورت کو موقوف کیا جاتا ہے، بلکہ تلوار کی دھار کو اس کی طہارتوں کیلئے کافی قرار دیا جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے نام کی عظمت پر جان دینے والے اس شہید کے کپڑوں کو ہاتھ نہیں لگایا جا سکتا کہ مبادا ازار بند کھولنے سے اس کی بے اکرامی نہ ہو جائے، امت کے بعض فقہاء نے یہ فیصلہ سنا دیا کہ اس کے جنازے کی نماز کی ضرورت نہیں کیونکہ ہم کون ہوتے ہیں کہ ایک پاکیزہ معصوم ہستی کے لئے مغفرت کی دعا مانگیں۔ بعض دوسرے فقہاء نے فرمایا کہ ہم جنازے کی نماز اس لئے ادا کریں گے تاکہ شہید کیلئے مزید رفع درجات کی دعا مانگیں، اور خود اس کے جنازے میں شریک ہو کر فضیلت حاصل کریں۔ عظمتوں والے اس شہید کے بدن سے روح نکلتے ہی جنت کی حوریں اس کے پاس دفنانے سے پہلے پہنچ جاتی ہیں، اور میدانِ کارزار کے گرد و غبار کو اس کے جسم سے جھاڑتی رہتی ہیں، اور کہتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ اس شخص کو مٹی میں ملا دے جس نے تیرے رخساروں کو گرد آلود کر دیا ہے۔ عزتوں کے اس شہید کو اللہ تعالیٰ کے ہاں یہ اعزاز مل جاتا ہے کہ وہ ستر ایسے افراد کے شفاعت و سفارش کر کے جنت میں لے جا سکتا ہے جن کیلئے دوزخ واجب ہو چکی ہو، اور خود اس وقت جنت میں داخل ہو کر بلا روک ٹوک ہر مقام سے لطف اٹھاتا ہے جبکہ جنت جانے نہ جانے کا انسانوں کیلئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم نامہ ہی جاری نہ ہوا ہو، عالی مقام پانے والے یہ شہداء ہیلی کاپٹر کی مانند سواریوں میں سوار ہو کر وقت سے پہلے ساری جنتوں کی سیر و تفریح اور دیگر نعمتوں سے لطف اندوز ہو کر پھر رات کے وقت اپنے خالقِ حقیقی کے جوار میں عرشِ عظیم کے سائے میں رات گذارتے ہیں،

اگر اب بھی ان کے دلوں میں کوئی حسرت باقی ہے تو وہ صرف یہ کہ ان کو دوبارہ میدانِ جہاد میں شہادت کیلئے بھیجا جائے۔ چنانچہ میدانِ احد کے شہداء کے متعلق احادیثِ مقدسہ میں اس طرح ارشاداتِ عالیہ موجود ہیں:

① حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ جب احد کے شہداء کا تذکرہ کرتے تو آپ ﷺ فرمایا کرتے تھے کہ مجھے یہ بات بہت پسند تھی، اگر مجھے انہیں شہداء کے ساتھ احد کے دامن میں (شہید ہو کر) چھوڑ دیا جاتا۔ (رواہ احمد)

② حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ جب جنگِ احد کا دن آیا تو رات کو مجھے میرے والد صاحب نے بلا کر کہا کہ میرا خیال ہے کہ حضور اکرم ﷺ کے صحابہ میں کل سب سے پہلے شہید ہونے والا میں ہوں گا اور حضور اکرم ﷺ کی ذات کے علاوہ اس دنیا میں میرے نزدیک تم تو سب سے زیادہ عزیز اور محبوب ہو، لہٰذا میری یہ وصیت ہے کہ مجھ پر کچھ قرض ہے، اس کو ادا کر دو اور اپنی بہنوں کی خیر خواہی کرو۔

حضرت جابر ﷺ فرماتے ہیں کہ صبح کو میدانِ جنگ میں سب سے پہلا شہید میرا والد ہی تھا۔ پھر میں نے ان کو باقی شہداء کے ساتھ وہیں پر دفنا دیا، لیکن مجھے وہاں پر دفنانا پسند نہیں تھا میں نے چھ ماہ کے بعد ان کی قبر کو کھولا تو میں نے دیکھا کہ وہ اسی ہیئت پر تر و تازہ تھے کہ کہ جس طرح جس دن، ہم نے ان کو دفنایا تھا، صرف ایک کان میں فرق تھا۔ (بخاری)

③ حضرت جابر ﷺ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ حضور اکرم ﷺ نے مجھے دیکھا تو فرمایا کہ اے جابرؓ! تم کیوں غمگین ہو؟ میں نے کہا اے اللہ کے رسول ﷺ میرے والد شہید ہو گئے ہیں، اور اس نے بہت قرض اور عیال پیچھے چھوڑے ہیں۔ تو حضورِ اکرم ﷺ نے فرمایا کہ میں تجھے یہ خبر دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے ہر ایک شہید کے ساتھ پردہ کے پیچھے سے کلام کیا لیکن اللہ تعالیٰ نے تیرے والد کے ساتھ آمنے سامنے بات کی اور اسے کہا کہ میرے بندے جو کچھ مانگنا ہے مجھ سے مانگ میں تجھے عطا کروں گا، تو اس نے کہا اے اللہ میں تجھ سے دوبارہ دنیا کی طرف لوٹانا مانگتا ہوں تا کہ جہاد کر کے پھر شہید ہو جاؤں، تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ تو میں نے پہلے سے وعدہ کیا ہے کہ مرنے کے بعد دنیا میں نہیں جائیں گے۔ (بیہقی)

④ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے حضرت جابر سے کہا کہ اے جابرؓ میں تجھے ایک بشارت نہ سناؤں، تو حضرت جابرؓ نے فرمایا کہ ضرور سنایئے، اللہ تعالیٰ آپکو خیر کی بشارتوں سے نوازے، تو حضور ﷺ نے فرمایا جانتے ہو کہ اللہ تعالیٰ نے تیرے والد کو زندہ کیا اور پھر فرمایا کہ میرے بندے جو کچھ مانگنا ہے مانگ میں تجھے دوں گا تو اس نے کہا کہ اے میرے رب میں نے تیری صحیح عبادت کی اب میری یہی تمنا ہے کہ مجھے دوبارہ دنیا کی طرف لوٹا دیں تاکہ تیرے نبی کے ساتھ مل کر جہاد کروں، اور ایک بار پھر شہید ہو جاؤں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ تو پہلے سے طے شدہ ہے کہ مرنے کے بعد دوبارہ دنیا کی طرف جانا نہیں ہے۔ (بیہقی)

⑤ حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب حضرت معاویہؓ نے ارادہ کیا کہ احد کے راستے سے پانی کی نہریں کھدوائیں تو آپؓ نے عام اعلان کیا کہ احد میں جن لوگوں کے شہداء مدفون ہیں وہ کھدائی کے وقت حاضر ہو جائیں، چنانچہ ہم نے جب زمین کھود لی تو میں نے اپنے والد کو اپنی قبر میں ایسا پایا گویا وہ سو رہے ہیں، ہم نے اس کے پڑوس میں عمرو بن جموح رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ اس کا ہاتھ اس کے زخم پر پڑا ہوا ہے، جب ان کا ہاتھ ان کے زخم سے ہٹا دیا گیا تو زخم سے تازہ تازہ خون بہنے لگا، یہ شہداء ایسے تھے گویا کہ کل ان کو دفنایا ہو اور ان کی قبروں سے ایسی خوشبو اٹھ رہی تھی جیسا کہ مشک وعنبر ہو، جب پھاوڑا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے قدم کو لگا تو تازہ تازہ خون بہنے لگا، اور یہ واقعہ ان کے دفنانے کے چھیالیس سال کے بعد پیش آیا۔ (البدایہ والنہایہ، ج:۴، ص:۴۴)

⑥ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ کا احد کے دن حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ پر گذر ہوا، تو آپ ﷺ نے ان کی لاش کے پاس کھڑے ہو کر دعا کی اور پھر یہ آیت پڑھی: "من المؤمنین رجال صدقوا ما عاهدوا الله علیه. الأیة" ترجمہ: ایمان والے کتنے مرد ہیں کہ (انہوں نے) سچ کر دکھلایا جس بات کا اللہ سے عہد کیا تھا، پھر کوئی تو ان میں پورا کر چکا اپنا ذمہ اور کوئی ان میں انتظار میں ہے، اور ایک ذرہ تغیر نہیں کیا۔ (احزاب، آیت نمبر: ۲۳)

پھر حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ یہ لوگ قیامت کے روز اللہ تعالیٰ کے ہاں شہداء میں شامل ہونگے، لہٰذا تم لوگ ان کی زیارت کیلئے آیا کرو، خدا کی قسم قیامت تک جو لوگ بھی

ان کو سلام کریں گے، تو یہ شہداء ان کے سلام کا جواب دیں گے، حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ ان شہداء کی قبروں پر آتے تھے، جب آپ ﷺ وادی کے دامن میں پہنچتے تو آپ ﷺ اس طرح سلام کرتے: "السلام علیکم بما صبرتم فنعم عقبی الدار" پھر حضور ﷺ کے بعد حضرت صدیقِ اکبرؓ اسی طرح آیا کرتے تھے۔ پھر عمر فاروقؓ اسی طرح سلام کیلئے آتے تھے۔

(البدایہ والنہایہ ج:۴، ص:۴۴)

⑦ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ جب تمہارے بھائی احد کے دن شہید ہو گئے تو اللہ تعالیٰ نے ان کی ارواح کو سبز پرندوں (ہیلی کاپٹر جیسی سواری) کے سینوں میں داخل کر دیا، یہ پرندے جنت کی نہروں پر آتے ہیں اور جنت کے پھلوں سے کھا کر پھر عرش کے نیچے معلق پنجروں میں جا کر ٹھہرتے ہیں، جب ان شہداء کو پاکیزہ کھانا پینا ملا اور آرام کی جگہ مل گئی تو انہوں نے کہا کہ کون ہے جو ہماری طرف سے ہمارے بھائیوں کو یہ پیغام پہنچا دے کہ ہم جنت میں زندہ ہیں اور خوب کھا پی رہے ہیں تا کہ ہمارے بھائی جنگ سے پیچھے نہ ہٹیں، اور نہ جہاد میں کوئی سستی کریں، تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تمہاری طرف سے یہ پیغام میں ان کو پہنچا دوں گا تو اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب قرآنِ عظیم میں یہ آیت اتار دی: "ولا تحسبن الذین قتلوا فی سبیل الله امواتاً بل احیاءٌ عند ربھم یرزقون" (اٰلِ عمران، آیت:۱۶۹)

ترجمہ: اور تُو ان لوگوں کو جو اللہ کے راستے میں مارے گئے ہیں، مردہ نہ سمجھ بلکہ وہ زندہ ہیں اپنے ربّ کے پاس کھاتے پیتے ہیں۔ (البدایہ والنہایہ، ج:۴، ص:۴۶)

مدینہ پر چڑھائی کے لئے لشکرِ کفار کی تیاری

جنگ کا پہلا مرحلہ

حق و باطل کی چھوٹی چھوٹی لڑائیاں بڑی جنگوں کا سبب بنتی ہیں، عہدِ صحابہ میں بھی حق و باطل کے معرکے اسی طرح برپا ہوتے تھے کیونکہ ایک طرف کفار نورِ حق کو مٹانے کے درپے ہوتے تھے تو دوسری طرف مسلمان بالکل اس کے لئے تیار ہوتے تھے کہ یا اس پاکیزہ نظامِ حق کو غلبہ حاصل ہو یا دنیا کی زندگی رخصت ہو۔

چنانچہ جنگِ بدر میں جب کفار کو ذلت آمیز شکست ہوئی اور ان کے بڑے بڑے ستر سردار مارے گئے اور ستر گرفتار ہوئے اور باقی ماندہ شکست خوردہ جماعت مکہ واپس پہنچ گئی تو سب کے دل جذبۂ انتقام سے بھڑک اٹھے، کسی نے چارپائی پر نہ سونے کی قسم اٹھائی تو کسی نے گھریلو نظام مباشرت وجماع نہ کرنے کی قسم کھائی، کسی نے سر میں تیل ڈالنے، خوشبو استعمال کرنے اور غسل کرنے سے انکار کیا، اُدھر ابوسفیان نے عام اعلان کیا کہ بدر کے مقتولین پر رونا ممنوع ہے کیونکہ رونے سے ایک طرف ہمارا دشمن خوش ہوگا تو دوسری طرف جذبۂ انتقام سرد پڑ جانے کا خطرہ بھی ہے، چنانچہ وہ عرب جو سال بھر تک ایک اونٹنی کے گم ہوجانے پر نوحہ کیا کرتے تھے آج جذبۂ انتقام کے تحت اپنے سرداروں اور دل کے ٹکڑوں پر آنسوؤں کا ایک قطرہ گرانے کو تیار نظر نہیں آرہے تھے۔ وہ قافلہ جو ابو سفیان شام سے تجارت کے بھرپور منافع کما کر واپس لایا تھا، اور جس میں قریشِ مکہ کے ہر گھر کا پسینہ لگا ہوا تھا، جو جنگِ بدر کے معرکے کا سبب بنا تھا، اور جس میں ایک ہزار اونٹ اور پچیس ہزار نقد دینار تھے ابھی تک مکہ کے دارالندوہ میں اپنی قسمت کے فیصلے کے انتظار میں تھا، مکہ کے زخم خوردہ لوگ جب اکٹھے ہوگئے تو انہوں نے قافلہ میں مجموعہ اموال کے بارے میں ایک دوسرے کی رائے معلوم کی چنانچہ قریش کی آپس کی گفتگو اس طرح ہوئی:

قریشی سردار: اے ابوسفیان! آپ کو معلوم ہے کہ اس قافلہ میں قریش کے ہر گھرانے کا مال لگا ہوا ہے اور یہ بھی آپ جانتے ہیں کہ اس وقت ہر شخص خوشی سے اس مال کی قربانی دینے کیلئے تیار ہے، کیونکہ ہمارے باپ، بیٹے اور رشتہ دار اسی قافلہ کیوجہ سے قتل ہوئے ہیں، اس لئے آپ اس قافلہ کے سارے اموال محمد (ﷺ) کے خلاف فوجی ساز و سامان پر خرچ کریں۔

ابوسفیان: کیا قریش کے سارے لوگ اس فیصلے پر راضی ہوجائیں گے؟

قریشی سردار: جی ہاں سب لوگ اس کیلئے تیار ہیں۔

ابوسفیان: اگر ایسا ہے تو میں سب سے پہلے اس کیلئے تیار ہوں، کیونکہ میرا بیٹا حنظلہ بھی تو قتل ہوا ہے، میں خود نہیں بلکہ میرے ساتھ بنی عبد مناف بھی تیار ہیں، کیونکہ ہم سب زخم خوردہ ہیں۔

قریشی سردار: اے ابوسفیان آپ قافلے کے تمام اجناس کو فروخت کر کے سونا چاندی بنا کر لشکرِ

جرار تیار کریں تا کہ محمد (ﷺ) سے اپنا بدلہ لے سکیں۔

الغرض قریش نے بدر کے انتقام کیلئے ایک دوسری جنگ کی خوب تیاریاں کیں، سب نے مشورہ کیا اور چند ناموراشخاص کو قبائلِ عرب کے اکٹھا کرنے کیلئے مختلف علاقوں کی طرف روانہ کر دیا، جس میں عمرو بن العاص، ہبیرہ بن وہب، اور ابن زبعری وغیرہ شامل تھے۔

چنانچہ یہ لوگ عرب کے مختلف قبائل کو اکٹھا کرنے لگے، حتی کہ غطفان اور احابیش اور بنوثقیف کے نہایت بہادر اور جنگجو اشخاص پر مشتمل تین ہزار کا لشکرِ جرار تیار ہو گیا۔ ابوعزہ شاعر جو جنگِ بدر میں گرفتار ہوا تھا، اور جس پر حضور اکرم ﷺ نے احسان کر کے بغیر فدیہ کے اس شرط پر رہا کیا تھا کہ آئندہ کسی جنگ میں ہمارے خلاف جسم یا زبان استعمال نہیں کرے گا اس کو بھی قریش نے ترغیب و ترہیب دے کر قبائلِ عرب کو جمع کرنے پر مامور کیا۔

چنانچہ ابوعزہ شاعر ہر قبیلے کے پاس جا کر اس طرح شعر پڑھتا تھا:۔

یَا بَنِیْ عَبْدِ مَنٰـلۃِ الرُّزَام
أَنْتُمْ حُمَـلـۃٌ وَأَبُوْکُمْ حَام

ترجمہ: جنگوں میں ثابت قدم رہنے والے اے قبیلہ عبدِ مناۃ تم بھی لوگوں کے محافظ ہو اور تمہارا دادا بھی محافظ تھا،

اس طرح قریش نے تین ہزار کا لشکرِ جرار تیار کیا، جس میں سات سو زرہ بند خاص کمانڈو کے بہادر تھے۔

لشکرِ کفار تین ہزار اونٹوں پر مشتمل تھا، اور اس میں دو سو جنگی گھوڑے تھے، ان سب کی کمانڈ اس وقت ابوسفیان بن حرب کر رہا تھا اور گویا سب کی زبان پر یہ شعر تھا:۔

لَمْ یَتْرُکِ الثَّأْرُ لَنَا مَبِیْتاً
اَبُدًّ أَنْ نَّمُوْتَ أَوْ نُمِیْتَا

ترجمہ: یعنی انتقام نے ہمارا کوئی ٹھکانہ نہیں چھوڑا اب تو ضرور ہم ماریں گے یا مر جائیں گے۔

لشکرِ قریش میں عورتوں کا نکلنا

جنگ کا دوسرا مرحلہ

صفوان بن امیہ نے کہا کہ اے قریش اپنی عورتوں کو ساتھ لے چلو، کیونکہ یہ عورتیں بہتر طور پر بدر کے مقتولین کا تذکرہ کر کے تمہارے جذبات کو برانگیختہ کر سکتی ہیں۔ اس طرح ہم موت کو آسانی سے گلے لگا سکیں گے، کیونکہ اب تو ہمیں اپنا بدلہ لینا ہے یا مرنا ہے، لو میں سب سے پہلے اپنی بیوی کو لے جانے کے لئے تیار ہوں۔

اس بات پر عکرمہ بن ابو جہل نے کہا کہ میں بھی اس کے لئے تیار ہوں، پھر عمرو بن العاص وغیرہ سب لوگ اس تجویز پر عمل کرنے لگے، تاہم ایک قریشی سردار نے عورتوں کی بے حرمتی اور قید و گرفتاری کے اندیشے کا اظہار کیا، مگر اس کی بات کسی نے نہ سنی، بلکہ ابوسفیان کی بیوی ہندہ نے اس سردار کو طعنہ دیا اور عورتوں کے نکلنے پر زور دیا تاکہ مرد جی توڑ کر لڑیں اور عورتوں کے سامنے، عورتوں کی حفاظت کی خاطر موت کی لڑائیاں لڑیں، عورتیں رجز کے اشعار پڑھیں اور لڑنے والوں کی ہمت بڑھائیں، بھاگنے والوں کو غیرت دلائیں تاکہ مرد دل کھول کر اور سینہ ٹھونک کر لڑیں اور جرأت کے ساتھ آگے بڑھیں اور بھاگنے کا نام نہ لیں۔

چنانچہ ابوسفیان کی اجازت کے بعد پندرہ عورتیں طبلچے، ڈھول اور باجے گاجے لے کر لشکرِ کفار میں شامل ہو گئیں، چند خواتین کے نام یہ ہیں:

① ابوسفیان کی بیوی ہندہ ② عکرمہ کی بیوی ام حکیم ③ عمرو بن العاص کی بیوی ریطہ ④ مصعب بن عمیر کی کافرہ ماں خناس بنت مالک ⑤ فاطمہ بنت ولید ⑥ سیلافہ ⑦ صفوان بن امیہ کی بیوی برزہ ⑧ عمرہ بنت علقمہ۔

علامہ زرقانی فرماتے ہیں کہ عمرہ اور خناس کے علاوہ یہ سب عوتیں بعد میں مسلمان ہوئیں۔ اب اس عظیم الشان لشکر کو لے کر ابوسفیان نہایت کرّ وفرّ سے مکہ مکرمہ سے نکل کر مدینہ منورہ کی طرف روانہ ہو گیا۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا اطلاعی خط

مکہ مکرمہ سے جب لشکرِ کفار نکلنے لگا تو حضرت عباسؓ نے حضورِ اکرم ﷺ کے نام ایک خط لکھا جس کا مضمون اس طرح تھا:

> یارسول اللہ! قریش آپ کی طرف متوجہ ہو کر مکہ سے روانہ ہو چکے ہیں، یہ تین ہزار کا لشکر ہے، ان کے پاس تین ہزار اونٹ ہیں، اور دو سو جنگی گھوڑے ہیں، سات سو خاص زرہ پوش افراد ہیں اور باقی لشکر اسلحہ میں غرق ہے، تو عرض یہ ہے کہ جب یہ لوگ آپ تک پہنچ جائیں تو جو کچھ کاروائی آپ کر سکتے ہیں وہ آپ کریں۔ فقط والسلام

حضرت عباسؓ نے یہ خط ایک تیز رفتار آدمی کو دیا اور کہا کہ تین دن کے اندر اندر یہ خط حضورِ اکرم ﷺ تک پہنچاؤ، چنانچہ بنو غفار کے اس آدمی نے نہایت سرعت کے ساتھ جا کر حضورِ اکرم ﷺ کو مسجد قبا میں خط پہنچا دیا۔ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے وہ خط آپ ﷺ کو پڑھ کر سنایا تو حضورِ اکرم ﷺ نے راز فاش کرنے سے اس کو منع کر دیا اور پھر خود آپ ﷺ حضرت سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ کے گھر گئے اور پوشیدہ طور پر سب صورتحال سے اس کو آگاہ کیا، اس نے کہا یارسول اللہ امید ہے کہ اس میں خیر و بھلائی ہو گی، حضورِ اکرم ﷺ نے قریش کے آنے کی اس خبر کو نہایت خفیہ رکھا، لیکن بات ادھر ادھر سے پھیل گئی اور منافقین وغیرہ نے قیاس آرائیاں شروع کر دیں کہ محمد (ﷺ) کے پاس کوئی نہ کوئی پریشان کن خبر آ گئی ہے۔

مقامِ ابواء میں لشکرِ کفار کا قبیح مشورہ

جنگ کا تیسرا مرحلہ

لشکرِ کفار اپنی سرکشی اور مستی کے ساتھ مدینہ کی طرف بڑھ رہا تھا کہ ابو سفیان کو اچانک مقام ”رابغ“ میں معلوم ہوا کہ کچھ لوگوں نے قریشی لشکر کا حال رسول اللہ ﷺ تک پہنچا دیا ہے، اب ابو سفیان نے ساتھیوں سے کہا کہ اگر مسلمانوں کو ہمارے آنے کی اطلاع پہنچی ہو تو وہ لوگ قلعہ بند ہو جائیں گے اور اس طرح ہم ان کو کچھ بھی نقصان نہیں پہنچا سکیں گے۔

اس کے ساتھیوں نے کہا کہ اگر قلعہ بند ہو گئے تو ان کے باغات کو کاٹ کر جلا دیں گے اور اگر میدان

میں نکل آئے تو ہماری تعداد ان سے زیادہ ہے اور ہمارا اسلحہ بھی ان سے کئی گنا زیادہ ہے، کسی پریشانی کی ضرورت نہیں۔

چنانچہ یہ لشکر عورتوں کے ڈھول اور باجے گاجے کے ساتھ بڑھتا بڑھتا مقامِ ابواء میں جا اترا جو مدینہ منورہ سے چند میل کے فاصلے پر ہے۔ یہاں لشکرِ کفار نے ڈر کے مارے ایک عجیب قبیح مشورہ کیا، اور وہ یوں کہ انہوں نے کہا کہ دیکھو ہم نے اپنے ساتھ اپنی عورتوں کو لاکر میدان میں ڈال دیا ہے۔ اور عورتوں کا جنگوں میں گرفتار ہونے کا زیادہ خطرہ ہوتا ہے، مبادا کل لڑائی میں یہ عورتیں مسلمانوں کی قید میں آجائیں تو ہمارے لئے بہت بڑا عار ہوگا اس لئے یہاں مقامِ ابواء میں محمد (ﷺ) کی والدہ کی قبر ہے، اس کو کھول کر لاش اپنے قبضے میں کرلو پھر اگر ہماری عورتیں میدانِ جنگ میں گرفتار ہوئیں تو ہم محمد (ﷺ) سے کہیں گے کہ اگر اپنی ماں کی ہڈیاں چاہتے ہو تو ہماری عورتیں ہمیں واپس کردو، اگر وہ والدہ کا فرمانبردار ہوا جیسا کہ وہ کہتا ہے تو لامحالہ تمہاری عورتوں کو واپس کردے گا، اور اگر عورتیں گرفتار نہیں ہوئیں تو پھر بھی ہم محمد (ﷺ) سے ان ہڈیوں کے بدلے بڑا مال وصول کرسکتے ہیں۔

ابوسفیان نے اس کے متعلق اپنی شوریٰ سے مشورہ کیا لیکن انہوں نے اس کا انکار کیا اور کہا کہ اس طرح کرنے سے بنوخزاعہ اور بنوبکر ہمارے مردوں کی لاشیں قبروں سے نکال کر باہر پھینک دیں گے اس کے بعد کفار کا یہ لشکر مقامِ ذوالحلیفہ جا کر اترا۔ یہ دس شوال کی صبح جمعرات کا دن تھا کفارِ قریش مکہ مکرمہ سے پانچ شوال کو نکلے تھے اور دس شوال کو مدینہ منوّرہ کے بالکل قریب آکر پڑاؤ ڈال دیا۔

لشکرِ کفار مقامِ عِرض میں

جنگ کا چوتھا مرحلہ

عِرض مدینہ منورہ کے ان اطراف اور کناروں کا نام ہے، جہاں شہر سے باہر باغات اور کھیتی باڑی اور چراگاہ وغیرہ ضروریات کا انتظام ہوتا تھا، اس مقام پر اہلِ مدینہ انصار کی زمین، اونٹ اور چراگاہ و باغات وغیرہ تھے، کفار کے لشکر نے آکر یہاں پڑاؤ ڈال دیا، اور اپنے اونٹوں کو ان کھیتوں پر آزادانہ چھوڑ دیا۔

چنانچہ چراہ گاہ کی گھاس اور کھیتیاں مشرکین کے اونٹوں نے ختم کرکے رکھ دیں اور جو بچا تھا وہ کفار

نے کاٹ کر اپنے مویشیوں کو کھلا کر زمین کو چٹیل میدان بنا کر چھوڑا، مسلمان اس صورتحال سے پریشان بھی ہو گئے اور غصہ اور طیش میں بھی آ گئے۔

حضور اکرم ﷺ نے اپنے دو جاسوس انسؓ اور مونسؓ کو لشکرِ کفار کے حالات معلوم کرنے کے لئے مقامِ عرض بھیجا، چنانچہ انہوں نے لشکرِ کفار میں شامل ہو کر کچھ وقت کے بعد آ کر حضور اکرم ﷺ کو صورتحال سے آگاہ کیا پھر حضورِ اکرم ﷺ نے خباب بن منذرؓ کو بھیجا کہ وہ یہ دیکھے کہ کفار کے ارادے کیا ہیں اور رخ کس طرف ہے اور تعداد کتنی ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے ان کو یہ تاکید کی کہ عام مسلمانوں سے احوالِ کفار کو پوشیدہ رکھو ہاں اگر کفار کی تعداد کم ہو پھر مسلمانوں کو اطلاع کرو، ورنہ پوشیدہ طور پر مجھ کو اطلاع کرو، انھوں نے آ کر خفیہ طور پر حضور اکرم ﷺ کو اطلاع دے دی آپ ﷺ نے فرمایا کہ مسلمانوں کے سامنے ایک لفظ نہ کہنا، بس ہمارے لئے اللہ تعالیٰ کافی ہے، اتنے میں کچھ دیر مسلمان اپنے کھیتیوں میں چلے گئے، اور کفار نے ان کا پیچھا کیا انہوں نے بھی تیر چلائے تاہم واپس آ کر انہوں نے بنی عبد الاشہل کو پورا قصہ سنا دیا۔ اس کے بعد لشکرِ کفار احد کے دامن میں جا کر ٹڈی دل کی طرح تمام اطراف میں پھیل گیا، اور جنگی مقامات پر سارے انتظامات مکمل کر لئے عورتیں مردوں کو جوش دلا رہی تھیں، اور مرد جذبۂ انتقام میں جان ہتھیلی پر رکھ کر میدان میں نکل آئے تھے اور گویا ہر ایک کی زبان پر یہ شعر جاری تھا۔

لَمْ يَتْرُكِ الثَّأْرُ لَنَا مَبِيتاً   لاَ بُدَّ أَنْ نَمُوتَ أَوْ نُمِيتَا

ترجمہ: انتقام نے ہمارا کوئی ٹھکانہ نہیں چھوڑا، اب تو لامحالہ ماریں گے یا مر جائیں گے۔

احد کے پاس مقامِ "عینین" پر لشکرِ کفار اپنا قبضہ جما کر جنگ کے انتظار میں بیٹھ گیا۔

لشکرِ اسلام کا مدینہ منورہ سے روانہ ہونا

جنگ کا پہلا مرحلہ

جب حضور اکرم ﷺ کے دو جاسوسوں انسؓ اور مونسؓ اور پھر تیسرے جاسوس حضرت خبابؓ نے آ کر اطلاع دی کہ قریش کا لشکر بالکل مدینہ شہر کے قریب آ پہنچا ہے تو آپ ﷺ نے جمعہ کی رات کو مدینہ کے اطراف میں پہرہ بٹھا دیا اور مسجدِ نبوی کا پہرہ بھی حضرت سعد بن معاذؓ اور اسید بن

حضیرؓ نے انجام دیا۔ جمعہ کی صبح کو حضور اکرم ﷺ نے اپنے صحابہ سے مشورہ کیا اور اپنی رائے کو ایک خواب کی روشنی میں اس طرح بیان کیا: ''میں نے ایک خواب دیکھا کہ میں ایک مضبوط زرہ میں ہوں اور ایک گائے ہے کہ ذبح کی جارہی ہے اور میں نے دیکھا کہ میری تلوار ذوالفقار کا ایک حصہ ٹوٹ گیا ہے۔

صحابہ کرامؓ نے پوچھا کہ یا رسول اللہ آپ نے اس کی کیا تعبیر کی۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ مضبوط زرہ تو مدینہ منورہ ہے تو اسی میں رہ کر مقابلہ کرنا چاہیئے، اور میری تلوار کا ایک حصہ ٹوٹ جانا یہ میرے اہلِ بیت کے ایک آدمی کا شہید ہونا ہے، اور گائے کا ذبح ہونا یہ میرے ساتھیوں کے شہید ہونے کی طرف اشارہ ہے۔

اس کے بعد آپ ﷺ نے اپنے صحابہ سے مشورہ مانگا یہ پہلا موقع تھا کہ حضور اکرم ﷺ نے منافقین کے سردار عبداللہ بن اُبی بن سلول کو بھی مشورہ میں شامل کردیا تو اس نے اپنی رائے کا اظہار اس طرح کیا: یا رسول اللہ مدینہ میں رہ کر لڑنا زیادہ بہتر ہے اسلام سے پہلے بھی ہم جب کبھی کسی دشمن سے مدینہ میں رہ کر لڑے ہیں تو کامیاب ہوئے ہیں اور باہر نکلنے میں نقصان اٹھایا ہے، آپ ان کفار کو مدیتہ سے باہر پڑے رہنے دیں، اگر وہ نہیں لڑے تو ذلیل وخوار ہوکر واپس چلے جائیں گے اور اگر لڑنے لگے تو ہم آگے تلوار چلائیں گے اور ہمارے پیچھے ہماری عورتیں اور بچے گھروں کی چھتوں سے کفار پر پتھراؤ کریں گے۔ حضور اکرم ﷺ اور عام اکابر صحابہ کی بھی یہی رائے تھی۔

لیکن وہ نوجوان جو جنگِ بدر میں شریک نہیں ہوسکے تھے اور جن کو شہادت کا شوق تھا وہ اصرار کرنے لگے کہ مدینہ سے باہر جاکر دو دو ہاتھ مقابلہ کرنا چاہیئے تاکہ لشکرِ کفار ہم کو کمزور خیال نہ کرے، اور آئندہ ہم پر اس طرح جرأت نہ کرسکے، ان نوجوانوں کے ساتھ بعض اکابر صحابہؓ اور جنگجو اور جنگ آزمودہ تجربہ کار حضرات کی رائے بھی شامل حال تھی، چنانچہ محمدی کھچار کے ان شیروں نے اپنی رائے کا اس طرح اظہار کیا۔

شوقِ جہاد

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ: قسم ہے اس ذات پاک کی جس نے آپ ﷺ پر کتاب نازل فرمائی میں اس وقت تک کھانا نہیں کھاؤں گا جب تک مدینہ سے باہر نکل کر دشمنوں کا اپنی تلوار سے مقابلہ نہ کروں۔

نعمان بن مالک رضی اللہ عنہ: اے اللہ کے رسول ہم کو جنت سے محروم نہ کیجئے، قسم ہے اس ذاتِ پاک کی جس نے آپ کو برحق نبی بنا کر بھیجا ہے میں ضرور جنت میں داخل ہو کر رہوں گا، کیونکہ میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول سے محبت رکھتا ہوں اور میدانِ جنگ سے بھاگتا نہیں ہوں۔

حضرت اوس رضی اللہ عنہ: اے اللہ کے رسول ﷺ ہم بنی عبد اشہل اسی گائے کے مصداق ہیں جس کو آپ نے خواب میں ذبح شدہ دیکھا ہے ہم امید رکھتے ہیں کہ ہم دشمنوں کو کاٹ کر رکھدیں اور دشمن جہنم رسید ہو جائے، یا دشمن ہم کو ذبح کر کے چھوڑے، تا کہ ہم جنت میں پہنچ جائیں۔ اے اللہ کے رسول ﷺ ہم ہرگز اس بات کو پسند نہیں کرتے کہ قریشِ مکہ لوٹ کر یہ کہیں کہ ہم نے محمد ﷺ کو مدینہ کے قلعوں کو گھروں میں بند کر رکھا تھا، اس طرح وہ لوگ ہم پر شیر ہو جائیں گے۔ یا رسول اللہ! اس سے پہلے یہ لوگ ہمارے متعلق اس طرح سوچ بھی نہیں سکتے تھے جبکہ ہم جاہلیت میں تھے اب تو اللہ تعالیٰ نے ہمیں اسلام عطا کیا ہے ان لوگوں نے ہمارے باغات کو روند ڈالا ہے، اور ہم پر چڑھ آئے ہیں، اب تو صرف باہر جا کر تلواروں سے ان کی تواضع کرنی چاہیئے۔

حضرت خیثمہ رضی اللہ عنہ: اے اللہ کے رسول! کفارِ قریش نے ایک سال تک ہم سے لڑنے کے لئے ہر قسم کی تیاری کی ہے اور اب ہمارے شہر میں داخل ہو کر ہماری زمینوں باغوں اور کھیتوں کو روندا ہے، اور ہمیں شہر میں محصور کر کے رکھ دیا ہے اگر ہم اس وقت جوابی کاروائی نہیں کریں گے تو یہ لوگ ہر وقت ہر جگہ ہم پر چڑھائی کرتے رہیں گے، اس سے دوسرے عرب بھی ہم پر جری ہو جائیں گے، اب ہمیں مقابلہ کیلئے باہر نکلنا چاہیئے، یا تو اللہ تعالیٰ ہمیں ان پر فتح عطا فرمادیں گے جس کی ہمیں اللہ تعالیٰ سے امید ہے اور اگر دوسری صورت ہوئی تو پھر تو شہادت مل جائے گی، جو ہمارا مقصود ہے، میں بدر کی جنگ میں شہادت کا شوق رکھتا تھا حتیٰ کہ جانے کیلئے میں نے اپنے بیٹے سعد سے قرعہ اندازی کی لیکن شہادت کا قرعہ اس کا نکلا اور وہ بدر میں شہید ہو گئے، اب مجھے بھی شہادت کا شوق ہے، میں

نے رات اپنے بیٹے کو خواب میں دیکھا ہے جو نہایت حسین وجمیل صورت میں جنت کے باغات اور نہروں میں سیر وتفریح کر رہا تھا اور مجھے کہہ رہا تھا کہ ابا جان! آؤ جنت میں اکٹھے رہا کریں گے۔ یا رسول اللہ خدا کی قسم مجھے جنت میں جا کر اپنے بیٹے سے ملاقات کا بہت شوق ہے، میری عمر بڑھ گئی ہے جسم سست ہو گیا ہے، اب تو میں اپنے رب کی ملاقات ہی کو پسند کرتا ہوں، آپ بھی میرے لئے دعا کریں کہ مجھے اللہ تعالیٰ شہادت دے کر میرے بیٹے سے مجھے جنت میں ملا دے، حضور اکرم ﷺ نے ان کے لئے دعا کی چنانچہ وہ احد میں شہید ہو گئے۔

حضرت انس بن قتادہ رضی اللہ عنہ: اے اللہ کے رسول! میدانِ کارزار میں ہمیں دو صورتیں پیش آسکتی ہیں وہ دونوں ہی صورتیں اچھی ہیں، یا تو دشمن پر فتح وغلبہ اور مالِ غنیمت یا شہادت، اور یہ دونوں ہمارا مقصود ومطلوب ہے۔

حضورِ اکرم ﷺ نے آخر میں فرمایا کہ مجھے خوف ہے کہ تم شکست سے دوچار ہو جاؤ گے۔

بہر حال جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے باہر نکلنے پر اصرار کیا تو حضور اکرم ﷺ نے جمعہ کی نماز پڑھائی، خطبۂ جمعہ میں آپ ﷺ نے مقابلہ میں صبر کی تلقین کی، اور جہاد کے خوب فضائل بیان کیے اور دشمن کے مقابلہ کی تیاری کا حکم دیا۔

چنانچہ جب آپ ﷺ نے عصر کی نماز پڑھائی تو بہت سارے لوگ اطرافِ مدینہ سے اکٹھے ہو گئے تھے، حضورِ اکرم ﷺ حجرہ شریف میں تشریف لے گئے، اور جنگی لباس اور اسلحہ زیبِ تن کیا، عمر فاروقؓ اور صدیقِ اکبرؓ نے اندر جا کر حضور اکرم ﷺ کی پگڑی درست کر کے آپ کے سر مبارک پر باندھی، اور باقی صحابہ حجرہ شریف سے لے کر منبرِ نبوی ﷺ تک قطار میں انتظار میں کھڑے تھے، حضرت سعد بن معاذؓ اور حضرت اسید بن حضیرؓ نے ان نوجوان صحابہ کو تنبیہ کی، جنہوں نے حضور اکرم ﷺ کو باہر جا کر لڑنے پر اصرار کیا تھا کہ تم نے اچھا نہیں کیا کہ حضور اکرم ﷺ کے نکلنے پر زور دیا تمہیں چاہیئے کہ معاملہ حضور ﷺ پر چھوڑ دیتے، کیونکہ آپ ﷺ پر آسمان سے وحی آتی ہے، لہٰذا تم اپنی رائے کو واپس لو۔ جب حضور اکرم ﷺ حجرہ سے باہر تشریف لائے تو اصرار کرنے والے صحابہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! آپ اپنی مرضی سے فیصلہ کریں ہم اپنی رائے واپس لیتے ہیں۔

نبی السیف اور رسول الملاحم اس وقت تلوار حمائل کیے ہوئے تھے سر پر خود مبارک اور جسم پر زرہ، کمر مبارک پر چمڑے کا پٹکا کسا ہوا تھا، تیر و کماں، نیزہ اور ڈھال لئے باہر تشریف لائے۔

جن نوجوانوں نے اصرار کیا تھا انہوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! آپ اپنی مرضی پر عمل کریں تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ کسی نبی کیلئے شایانِ شان نہیں کہ وہ اسلحہ زیب تن کر کے دشمن سے لڑے بغیر ہی اسے اتار دے۔ میں نے تمہیں پہلے مشورہ دیا تھا لیکن تم نے نہیں مانا اب تقویٰ اختیار کرو اور بوقت جنگ صابر اور ثابت قدم رہو۔

اب اللہ کا نام لے کر نکلو جب تک صابر و ثابت قدم رہو گے فتح تمہاری ہوگی، آپ ﷺ نے مدینہ منورہ پر عبداللہ بن ام مکتوم ؓ کو امیر بنایا، اور نمازوں کا انتظام ان کے حوالے کر دیا، اور خود میدانِ احد کی طرف نکل گئے۔ سچ ہے۔

سکھایا ہے ہمیں اے دوست طیبہ کے والیؐ نے
کہ بوجہلوں سے ٹکرا کر ابھرنا عینِ ایمان ہے
جہاں باطل مقابل ہو وہاں نوکِ سنان سے بھی
برائے دینِ ایماں رقص کرنا عینِ ایمان ہے

مقامِ شیخین میں لشکرِ اسلام کا معائنہ

جنگ کا دوسرا مرحلہ

آپ ﷺ نے تین نیزے منگوا کر ہر نیزے کے ساتھ ایک ایک جنگی جھنڈا باندھ لیا، چنانچہ قبیلہ اوس کا جنگی جھنڈا ان کے سردار اُسید بن حضیر ؓ کو مرحمت فرمایا، اور قبیلہ خزرج کا جنگی جھنڈا ان کے سردار حضرت خباب بن منذرؓ کے ہاتھ میں دیا، اور مہاجرین کا جنگی جھنڈا حضرت مصعب بن عمیر ؓ کو عطا کیا لشکر کی تعداد ایک ہزار تھی، اب عزت و عظمت کا یہ لشکر، عزت و عظمت کے عظیم الشان جھنڈے لہراتے ہوئے جبلِ احد کی طرف بڑھنے لگا، حضور اکرم ﷺ ایک عمدہ گھوڑے پر سوار ہیں، وقت اور زمانہ کے اعتبار سے ہر قسم کا اسلحہ آپ ﷺ کے جسمِ اطہر پر موجود ہے، مسلمان مکمل طور پر مسلح ہیں جن میں ایک سو زرہ پوش خاص کمانڈو دستہ موجود ہے، حضرت سعد بن معاذؓ اور

حضرت سعد بن عبادہؓ زرہ داؤدی میں ملبوس آپ ﷺ کے آگے آگے دوڑ رہے ہیں اور باقی لشکرِ اسلام آپ ﷺ کے دائیں بائیں نہایت عظمت ووقار کے ساتھ اپنی منزلِ مقصود کی طرف رواں دواں ہے۔ حضور اکرم ﷺ مقامِ "بدائع" سے ہوتے ہوئے "زقاق حسی" پہنچے اور وہاں سے آپ ﷺ آگے بڑھ کر مقامِ "شیخین" جا اترے۔ اور وہاں پر آپ ﷺ نے پڑاؤ کیا یہ ۱۴ شوال جمعہ کا دن تھا۔

آپ ﷺ نے وہاں پر کچھ لوگوں کو دیکھا جو جنگ کیلئے تیار تھے معلوم ہوا کہ عبداللہ بن ابی کے معاہد اور دوست ہیں، جو یہود ہیں اور جنگ میں جانا چاہتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ مشرکوں کے خلاف لڑنے کے لئے دوسرے مشرکوں سے مدد نہیں لی جاسکتی۔

مقامِ شیخین میں آپ ﷺ نے اپنے جانبازوں کا معائنہ کیا اور جن کو کم عمر پایا ان کو واپس کیا۔

چنانچہ عبداللہ بن عمرؓ، زید بن ثابتؓ، اسامہ بن زیدؓ، زید بن ارقمؓ، ابوسعید خدریؓ، سمرہ بن جندبؓ اور رافع بن خدیج کو بوجہ صغر سنی واپس کر دیا گیا۔ رافع بن خدیج نے یہ ہوشیاری کی کہ انگوٹھوں کے بل کھڑے ہو کر گردن بلند کی تا کہ لمبا معلوم ہوں، کسی نے سفارش بھی کی کہ یہ بچہ بہت تیر انداز ہے تو آپ ﷺ نے اجازت دیدی، اس کو دیکھ سمرہ بن جندبؓ نے نہایت دردناک انداز میں درخواست کی کہ ابا جان رافع کو اجازت مل گئی ہے حالانکہ میں ان سے طاقتور ہوں، میں اس کو پچھاڑ سکتا ہوں اس کے باپ نے حضور اکرم ﷺ کے سامنے یہ صورتحال پیش کر دی۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ دونوں کی کشتی کرادو، چنانچہ سمرہ بن جندبؓ نے رافع کو پچھاڑ دیا اور اس طرح دونوں کو اجازت مل گئی۔

اب بچے بوڑھے، جوان اور ادھیڑ سب کے سب ایک ہی شراب کے مخمور اور ایک ہی نشہ میں چور تھے۔ سچ ہے:

زندگی کیفی اسی حسن عمل کا نام ہے
کفر کو نابود حق کو جاودان کرتے چلو

احد میں لشکرِ اسلام کی صف بندی

جنگ کا تیسرا مرحلہ

مقامِ شیخین میں اب مغرب کا وقت ہو چکا تھا، آنحضرت ﷺ نے حضرت بلالؓ کو اذان کا حکم دیدیا، اذان ہوئی تو آپ ﷺ نے مغرب کی نماز پڑھائی، اور پھر یہیں پر رات گذارنے کا فیصلہ کیا، آپ ﷺ نے محمد بن مسلمہ ؓ کو پچاس آدمی دے کر لشکر کے اردگرد چکر لگانے، حفاظت کرنے اور چوکیداری پر مقرر فرمایا ادھر مشرکین کے لشکر نے مقامِ شیخین میں اترتے ہوئے لشکرِ اسلام کو دیکھا تھا اس لئے انھوں نے ایک دستے پر عکرمہ بن ابی جہل کو مقرر کر کے چوکیداری پر لگا دیا، رات بھر وہ لوگ ڈر کے مارے سو نہ سکے، ادھر رسول اللہ ﷺ نے سویرے جگانے اور خاص چوکیداری کرنے کیلئے حضرت ذکوان ؓ کو مقرر فرمایا، اور آپ ﷺ خود سو گئے رات کے پچھلے حصے میں آپ ﷺ جاگ گئے اور لشکر کو آگے بڑھنے کا حکم دیدیا اور فرمایا کہ راستے کے ماہرین آگے آجائیں اور ہمیں لشکرِ کفار کے قریب لیجائیں۔ چنانچہ ابو حشمہؓ نے رہبر کا کام کیا اور صبح کی نماز کے وقت لشکرِ اسلام عین اس مقام پر پہنچا جہاں لشکرِ کفار کا قیام تھا، حضور اکرم ﷺ نے بلال ؓ کو اذانِ فجر کا حکم دیا، اذان ہوئی تو آپ ﷺ نے فجر کی نماز پڑھائی، اور پھر آپ ﷺ نے دوسری زرہ زیب تن کی، سر پر خود اور خود کے نیچے زنجیر نما لوہے کی ٹوپی بھی پہن لی، اس عین لڑائی کے وقت وسطِ میدان سے منافقین کے سردار عبداللہ بن ابی بن سلول اپنے تین سو منافقین ساتھیوں کے ساتھ واپس بھاگ گیا اور کہنے لگا کہ محمد ﷺ نے بچوں کی رائے پر تو عمل کیا اور میری رائے کو ٹھکرا دیا۔ مخلص مسلمانوں نے اسے بہت سمجھایا، لیکن اس نے کسی کی بات نہ سنی اور بھاگ کر مدینہ واپس چلا گیا اس سے کچھ مسلمان بھی پست ہمت ہونے لگے لیکن اللہ نے ان کی مدد کی۔

منافقین سے صحابہ نے کہا کہ جاؤ دفع ہو جاؤ، اللہ ہماری مدد فرمائے گا۔ اب لشکرِ اسلام صرف سات سو جانبازوں پر مشتمل رہ گیا چنانچہ صبح کی نماز کے بعد میدانِ جنگ میں صف بندی کے لئے سب میدان میں اتر آئے، ترتیب اس طرح بنی کہ آنحضرت ﷺ نے احد پہاڑ کو اپنی پشت کی جانب کر کے مدینہ کی طرف رخ کیا اور جبل رماۃ کو بائیں جانب کر کے صفیں درست کیں، ادھر کفار نے

پشت مدینہ کی طرف کی اور جبلِ رماۃ کو دائیں جانب کر کے صف بندی کر لی، اب دونوں فوجیں آمنے سامنے آگئیں، ایک لشکرِ رحمٰن ہے اور دوسرا لشکرِ شیطان ہے کیونکہ روزِ ازل سے نقشہ کچھ یوں ہے: ؂

ستیزہ کار رہا ہے ازل سے تا بہ ابد
چراغِ مصطفوی سے شرار ابولہبی

اب میدان کے پاس ایک پہاڑی تھی جو جنگی لحاظ سے سب سے زیادہ اہم تھی جس کا نام اب ”جبلِ رُماۃ“ ہے، حضور اکرم ﷺ نے اپنے پچاس تیر اندازوں کو وہاں مقرر فرمایا، اور ان پر حضرت عبداللہ بن جبیر ؓ کو امیر مقرر فرمایا اور یہ تاکید فرمائی کہ جنگ کی صورت کیسی بھی ہو فتح ہو یا شکست ہو مگر تمہیں اپنی جگہ سے ہٹنے کی اجازت نہیں، بلکہ اگر تم دیکھو کہ پرندے ہمارے جسم کے ٹکڑے نوچ نوچ کر فضاؤں میں اڑا رہے ہوں، تمہیں پھر بھی اپنی جگہ سے نہیں ہٹنا چاہیئے۔ اس پہاڑی کا نام آج تک اسی مناسبت سے ”جبلِ رماۃ“ یعنی تیر اندازوں کی پہاڑی ہے۔

حضور اکرم ﷺ نے اپنے لشکر کے میمنہ پر زبیر بن عوامؓ اور میسرہ پر منذر بن عمرو ؓ کو تعینات فرمایا اور جنگی جھنڈا حضرت مصعب بن عمیرؓ کے ہاتھ میں دیا کیونکہ ؂

زورِ بازو آزما شکوہ نہ کر صیاد سے
آج تک کوئی قفس ٹوٹا نہیں فریاد سے

ادھر ابوسفیان نے اپنی صفوں کی ترتیب اس طرح کی کہ میمنہ پر خالد بن ولید اور میسرہ پر عکرمہ بن ابی جہل کو تعینات کیا اور عورتوں کو پیچھے کھڑا کیا، اور سارے لشکر کو بدر کی ذلت وخواری اور چھانٹ چھانٹ کر ان کے سرداروں کا مارا جانا یاد دلایا اور لشکر کو خوب جوش دلایا، ابوسفیان کی بیوی ہندہ نے ڈھول بجا بجا کر یہ اشعار پڑھنے شروع کیے:

نحن بنات طارق
نمشی علی النمارق

ان تقبلوا نعانق
ونفرش النمارق

او تدبروا نفارق
فراق غير وامق

ترجمہ: ہم طارق (ستاروں) کی بیٹیاں ہیں، جو نرم نرم فرشوں پر چلتی ہیں، اگر تم دشمنوں پر ٹوٹ پڑو گے تو ہم معانقہ کریں گی اور فرش بچھا دیں گی۔ اور اگر تم بھاگو گے تو ہم ہمیشہ کیلئے بے رخی کے ساتھ جدا ہو جائیں گی۔

ابو سفیان نے جنگی جھنڈا طلحہ بن طلحہ کے ہاتھ میں دیدیا اور جھنڈے کی حفاظت اور حق ادا کرنے کی زوردار تاکید کی۔ اب دونوں کی طرف سے فوجیں بالکل قریب ہو کر صف آرا ہو گئیں اور اپنے اپنے کمانڈروں کی اشارۂ ابرو کی منتظر تھی۔

بہادر رسول کے بہادر ساتھی، عظیم معرکے

جنگ کا چوتھا مرحلہ

جنابِ رسول اللہ ﷺ، جب مکہ مکرمہ سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ تشریف لائے اور مدینہ منورہ میں اسلام کا نور چمکنے لگا تو مدینہ کے بعض وہ خود غرض افراد جو مستقبل کی قیادت کی امید لئے بیٹھے تھے، اسلام کی قیادت کو پسند نہ کر سکے اور مدینہ سے بھاگ نکلے، انہیں افراد میں سے ایک شخص ابو عامر بھی تھا، یہ قبیلۂ اوس کا سردار تھا، اور جاہلیت میں بوجہ زہد و پارسائی "راہب" کے نام سے مشہور تھا، یہ شخص اپنے پچاس غلاموں کو لے کر کفارِ قریش کے پاس مکہ مکرمہ پہنچا اور ہر انداز سے قریش کو مسلمانوں کے خلاف جنگ پر آمادہ کیا اور قریش کو اپنے خام خیالی کے تحت یہ باور کرایا کہ قبیلۂ اوس کے لوگ جب مدینہ کی حدود میں مجھے دیکھیں گے، تو سب کے سب محمد ﷺ کو چھوڑ کر میرے پاس آجائیں گے۔

چنانچہ یہ خبیث سب سے پہلے میدانِ احد میں اتر آیا، گویا کہ جنگِ احد کا آغاز اپنے مکروہ فعل سے اسی نے کیا، پھر ترتیب کے ساتھ طرفین میں مبارزہ کا نقشہ اس طرح قائم ہوا۔

پہلا معرکہ:

ابو عامر جو حضرت حنظلہ ؓ غسیل الملائکہ کا باپ تھا، اور جس کو جاہلیت میں لوگ "راہب" کہتے تھے اور جس کو حضور ﷺ نے "فاسق" کے نام سے یاد کیا، اس نے میدان میں آ کر اس طرح للکارا: "**یا معشر الاوس أنا ابو عامر**" اے قبیلۂ اوس کے لوگو! میں ابو عامر ہوں۔ (میری طرف آؤ) قبیلہ اوس کے انصار پر اللہ کی کروڑ ہا رحمتیں ہوں انہوں نے اس طرح دندان شکن جواب دیا: "**لا أنعم الله بک عيناً يا فاسق**" اے فاسق! خدا کبھی بھی تیری آنکھیں ٹھنڈی نہ کرے، ابو عامر فاجر یہ منہ توڑ جواب سن کر خائب وخاسر کفار کی طرف بھاگ گیا، اور کہا کہ میرے بعد میری قوم کی حالت بدل گئی ہے، اس پہلے معرکہ میں دونوں طرف سے تیر اندازی اور سنگ باری کا مختصر سا دور بھی ہوا۔

دوسرا معرکہ:

اس کے بعد قریش کا لواء بردار طلحہ بن ابی طلحہ میدان میں آیا اور اس طرح للکار کر کہا۔ اے مسلمانو! تمہارا یہ خیال ہے کہ تمہاری تلواروں سے اللہ تعالیٰ ہمیں جلدی جہنم رسید کرتا ہے اور ہماری تلواروں سے تم کو بہت جلدی جنت پہنچاتا ہے، پس کیا تم میں سے کوئی ایسا آدمی ہے، جس کو میری تلوار جنت پہنچائے یا اس کی تلوار مجھے بہت جلد دوزخ لے جائے؟

محمدی کچھار سے شیرِ خدا علی المرتضیٰ چھٹے ہوئے شیر کی طرح اس پر جھپٹ پڑے اور اس کے سر پر ایسا وار کیا کہ اس کے دو ٹکڑے ہو گئے، حضور اکرم ﷺ بہت مسرور ہوئے اور اللہ اکبر کا نعرہ بلند کیا، جس پر مسلمانوں نے بھی اللہ اکبر کا نعرۂ مستانہ لگایا۔

کاتب الحروف نے اس مناسبت سے ایک بار پھر کہا:

مِنْ عَهْدِ عَادٍ كَانَ مَعْرُوْفًا لَنَا
أَسْرُ الْمُلُوْكِ وَ قَتْلُهَا وَ قِتَالُهَا

یعنی بادشاہوں سے لڑنا انھیں قید وقتل کرنا قدیم زمانے سے ہمارے جانے پہچانے کارنامے ہیں۔

تیسرا معرکہ:

اس کے بعد لشکرِ کفار سے عثمان بن ابی طلحہ نے آگے آ کر جنگی جھنڈا سنبھالا، اور رجز پڑھ کر مقابل کا

خواہاں ہوا۔ اس نے کہا۔

إِنَّ عَلٰی أَهْلِ اللِّوَاءِ حَقًّا
أَنْ تَخْضَبَ الصَّعْدَةُ اَوْتَنْدَقَّا

ترجمہ: علمبردار کا یہ فرض بنتا ہے کہ لڑتے لڑتے اس کا نیزہ خون سے رنگین ہو جائے یا ٹوٹ جائے۔

گلشنِ محمدی سے اللہ اور اللہ کے رسول کا شیر حضرت حمزہؓ آگے بڑھے اور دشمن پر ایسا زبردست حملہ کیا کہ اس کے دونوں ہاتھ اور دونوں شانے کٹ کر گر گئے، علم بھی گرا اور علمبردار بھی گرا اور پھر مردار ہوا۔ جب وہ گرا تو حضرت حمزہؓ نے فرمایا کہ ہاں میں حاجیوں کو پانی پلانے والے مطلب کا بیٹا ہوں۔

چوتھا معرکہ:

اس کے بعد کفار کا جنگی جھنڈا ابوطلحہ کے تیسرے بیٹے سعد بن ابی طلحہ نے تھاما، پیچھے سے قریشی عورتیں اپنے رجزیہ اشعار سے اس کو گرما رہی تھیں اور یہ خود جذبۂ انتقام میں مدِ مقابل کو بلا رہا تھا۔

گلشنِ اسلام سے حضرت سعد بن ابی وقاصؓ شاہین کی طرح اس پر جھپٹ پڑے اور اس کے حلق میں ایسا جچا تُلا تیر مارا جو اس کے حلق میں پیوست ہو گیا اور کتے کی طرح کافر کی زبان باہر نکل کر لٹکنے لگی، حضرت سعدؓ ایک قدم اور آگے بڑھے اور مشرک کا کام تمام کیا کسی نے کیا ہی خوب کہا:۔

زندگی کیفی اسی حسن عمل کا نام ہے
کفر کو نابود حق کو جاودان کرتے چلو

پانچواں معرکہ:

اس کے بعد ابوطلحہ کا پوتا مسافع بن طلحہ آگے بڑھا اور جھنڈے کو اٹھا کر مقابل کو طلب کیا، لشکرِ اسلام سے حضرت عاصمؓ بن ثابتؓ نے شیر ببر کی طرح اس پر حملہ کیا اور ایک ہی وار میں یہ کہہ کر اس کا کام تمام کیا کہ یہ نیزہ لو اور میں "ابنِ کِسرہ" ہوں یعنی سونے کا ٹکڑا ہوں، یہ جاہلیت میں ان کا لقب تھا، مسافع کو زخمی حالت میں عورتوں کے پاس لیجایا گیا جہاں اس کی ماں بھی تھی، اس نے پوچھا تجھے کس

نے قتل کیا تو بیٹے نے کہا مجھے کچھ بھی معلوم نہیں، البتہ مارتے وقت اس نے کہا میں ابن کسرہ ہوں یہ نیزہ لو، مسافح کی ماں نے پہچان لیا کہ یہ عاصم بن ثابت ہے تو اس نے نذر مانی کہ میں عاصم کی کھوپڑی میں شراب پیئوں گی، اور جو کوئی اس کی کھوپڑی مجھے لا کر دے گا اس کو سو اونٹ انعام میں دوں گی، اس عورت کا نام سلافہ تھا۔

چھٹا معرکہ:

اس کے بعد کفر کا علم طلحہ کے دوسرے بیٹے حارث بن طلحہ نے اٹھا لیا اور مقابل کو طلب کیا تو حضرت عاصمؓ ہی دوبارہ پلٹ کر اس پر حملہ آور ہوئے اور اسے جہنم رسید کیا کیونکہ یہ حقیقت ہے: ؎

سکھایا ہے ہمیں اے دوست طیبہ کے والیؐ نے
کہ بوجہلوں سے ٹکرا کر اُبھرنا عینِ ایمان ہے

ساتواں معرکہ:

پھر طلحہ کے تیسرے بیٹے کلاب بن طلحہ نے جھنڈا پکڑا اور مقابل کا طلب گار ہوا تو محمدی کچھار کے ایک غضب ناک شیر حضرت زبیر بن عوامؓ نے جھپٹ کر اسے دبوچا اور اس کا کام تمام کیا۔

آٹھواں معرکہ:

پھر طلحہ کے چوتھے بیٹے جلاس بن طلحہ نے آ کر جھنڈا اٹھایا تو فوراً لشکرِ اسلام سے حضرت طلحہ بن عبید اللہ نے نکل کر اس پر حملہ کیا اور اسے موت کے گھاٹ اتار دیا۔

نواں معرکہ:

اس کے بعد ارطاۃ بن شرحبیل آگے آیا اور جھنڈا اٹھایا اور پھر مقابل کو طلب کیا۔ لشکر ایمان سے حضرت علیؓ نے آ کر اس پر ہاشمی مطلبی حملہ کیا اور اس کو ہمیشہ کے لئے سلا دیا۔

دسواں معرکہ:

پھر کفر کے جھنڈے کو شریح بن قارظ نے آگے آ کر تھام لیا، لیکن لشکر اسلام سے کوئی نا معلوم مجاہد آگے

بڑھا اور اس کا بھی کام تمام کیا۔

گیارہواں معرکہ:

اب عجیب ہوا کہ جھنڈا اٹھانے کے لئے شوفاء میں سے کوئی آگے نہ بڑھ سکا، البتہ شریح بن قارظ کا غلام آگے بڑھا جس کا نام "صواب" تھا، اب غلام صواب صاحب نے کفر کا جھنڈا بلند کیا کہ اتنے میں حضرت حمزہؓ یا حضرت سعدؓ نے آگے بڑھ کر اس غلام کو بھی ٹھکانے لگا دیا۔

حضور اکرم ﷺ نے اپنے جنگی جھنڈے کے نیچے سر پر خود لئے اور جسمِ اطہر پر دو زرہیں پہنے ہوئے بیٹھے تھے، اور اپنے شیروں کی بہادری کا نظارہ کر رہے تھے، قریش کے غلام نے جب جھنڈا ہاتھ میں اٹھایا تو حضرت حسانؓ نے اس کو میدانِ جنگ میں قریش کی بڑی کمزوری قرار دی، اور اپنے اشعار میں اس کو قریش کے لئے بڑا عار قرار دیا۔ چنانچہ طویل قصیدہ کے دو شعر یہ ہیں: ؎

فخرتم باللواء و شر فخرٍ لواء حین رد إلیٰ صواب
جعلتم فخرکم فیہ لعبد والام من یطاعفر التراب

ترجمہ: تم اپنے جھنڈے پر فخر کرتے ہو حالانکہ یہ تو بدترین فخر ہے، جبکہ جھنڈا غلام صواب کے ہاتھ میں آیا تم نے ایک غلام کے جھنڈا اٹھانے کو اپنا فخر قرار دیا، جو روئے زمین پر سب سے زیادہ ذلیل اور کمینہ تھا۔

بہرحال میدانِ احد میں کفار کے علم برداروں کے علاوہ بڑے بڑے سردار بھی مارے گئے ۲۲ نامور اشخاص ان معرکوں میں کٹ گئے اور کفر کے یہ سرغنے اب بے یار و مددگار چٹیل میدان میں خاک میں مل چکے تھے اسی مناسبت سے میں نے کہا۔ ؎

مِنْ عَهْدِ عَادٍ كَانَ مَعْرُوْفًا لَنَا
إِسْرُ الْمُلُوْكِ وَ قَتْلُهَا وَ قِتَالُهَا

یعنی بادشاہوں سے لڑنا انھیں قید و قتل کرنا قدیم زمانے سے ہمارے جانے پہچانے کارنامے ہیں۔

سچ ہے ؎

جہاں باطل مقابل ہو وہاں نوکِ سنان سے بھی
برائے دینِ اسلام رقص کرنا عینِ اسلام ہے۔

یہ بھی سچ ہے۔

مومن ہیں بہادر ہیں مجاہد ہیں نڈر ہیں
اسلام کی عظمت کے لئے سینہ سپر ہیں

میدانِ احد میں گھمسان کی لڑائی اور کفار کی شکست

جنگ کا پہلا مرحلہ

ادھر جنگ کا ہولناک منظر دیکھنے کیلئے ۱۵ شوال کو ہفتہ کے دن آفتاب عالم تاب نے افقِ مشرق سے طلوع ہو کر جھانکنا شروع کیا اور ادھر محمدی کچھار کے شیروں کی جھلکتی ہوئی تلواروں نے پہاڑی کے ریگستانی نشیب کو اللہ تعالیٰ کی دشمنوں کی سرخ خون سے لالہ زار بنانا شروع کر دیا۔ اہلِ مکہ اپنی کثرت پر بھروسہ کیے ہوئے تکبر و نخوت میں بدمست آگے بڑھے ان کے دیوتاؤں کی مورتیں مدد و نصرت کی غرض سے فوج کے بیچ میں لائی گئی تھیں اور سرداروں کی خوبصورت بیبیاں اور خوش الحان بیٹیاں رجز گاتی ڈھولک بجاتی اور جنگ کی آگ سلگاتی رہتی تھیں تاکہ مردوں کے بہادرانہ مادہ اور جوشِ شجاعت بھڑک اٹھے اور فوری جوش میں جان دیدینا ننگِ خاندان بننے سے زیادہ آسان ہو جائے۔

قریش کا پہلا حملہ نہایت خوفناک تھا کیونکہ ابوسفیان نے پورے زور سے اپنے لشکروں کو میدان میں اس جذبے کے ساتھ لا کھڑا کیا تھا، کہ بدر میں جو کچھ زخم ہم نے کھائے ہیں، آج ہی کا دن اس پر مرہم پٹی کا دن ہے، اور اپنے سرداروں کا بدلہ لینے کا یہی وقت ہے۔ مگر گلشن اسلام کے بہادروں نے نہایت بہادری سے اس حملے کو روکا، اور دشمن کو پیچھے دھکیل دیا، دشمن نے بارہا جبلِ رماۃ کے عقبی درّہ سے مسلمانوں پر حملہ کرنا چاہا مگر تیر اندازوں کی بہادرانہ مدافعت سے ہر بار پسپا ہوئے، ادھر سورج وسطِ میدان میں آ کر گویا میدانِ کارزار کا نظارہ کرنے لگا، کفار کی عورتوں کے زیورات دھوپ کی تمازت سے بدن پر تپنے لگے اور کافروں کو ہر طرف سے پسپائی کا سامنا تھا۔

حضور اکرم ﷺ کے چچا حضرت حمزہؓ نے میدانِ کارزار کو مزید گرم کیا اور للکار کر شیر ببر کی طرح کفار

کے جمگھٹے میں گھسے چلے گئے ان کی متابعت میں عام صحابہ کرامؓ نے بھی یکبارگی حملہ کیا اور سمجھ لیا کہ بس جو ہونا ہے اس جوشیلے حملے میں ہو جائے یا ہم شہید ہوں اور یا دشمن جہنم رسید ہو۔

مسلمانوں کے اس اجتماعی اور خطرناک حملے نے کافروں کی جمعیت میں انتشار ڈال دیا کفار کے پیر اکھڑ گئے، اور اب بے دین دشمن منہ کی بجائے پیٹھ پر زخم کھاتے ہوئے بے سروسامان بھاگ کر عورتوں تک پہنچ گئے۔ اوّل تو عورتوں نے عار دلائی اور غیرت دلا کر ان میں جوش پیدا کرنا چاہا مگر جب اپنے کو ناکام دیکھا تو وہ بھی سراسیمہ بھاگ کھڑی ہوئیں اور اس طرح وقتِ زوال سے پہلے پہلے کفارِ قریش کے تین ہزار کے لشکرِ جرار کو سات سو سرفروشانِ اسلام کے ہاتھوں مکمل طور پر شکست ہوگئی، ان کی عورتوں کے محاسن کھل گئے اور بھاگڑ میں پنڈلیاں ظاہر ہونے لگیں گویا کہ وہ اس شعر کی مصداق تھیں:۔

وَنِسْوَتُكُمْ فِي الرَّوْعِ بَادٍ وُجُوهُهَا
يُخَلْنَ اِمَاءً وَالْاِمَاءُ حَرَائِرُ

ترجمہ: میدانِ جنگ میں تمہاری عورتوں کے چہرے خوف کی وجہ سے ایسے کھل گئے کہ وہ لونڈیاں معلوم ہو رہی تھیں، حالانکہ وہ لونڈیاں نہیں تھیں۔

کفار کی شکست کا نقشہ صفوان کا غلام نسطاس خود اس طرح پیش کرتا ہے، جس نے بعد میں صدقِ دل سے اسلام قبول کر لیا۔

کہتے ہیں کہ میں اس وقت کافروں کے سردار صفوان بن امیہ کا غلام تھا کفار نے عام طور پر غلاموں کو لشکر سے دور سامان کی حفاظت اور اونٹوں کی دیکھ بھال پر مقرر کیا تھا، ہم سب غلاموں نے اونٹوں کو باندھ لیا اور پھر میدانِ کارزار کے مناظر دیکھنے کیلئے اونچی جگہ پر بیٹھ گئے، دونوں طرف سے فوجیں تیار ہو کر ایک دوسرے کے قریب آ کر کھڑی ہوئیں جب ابتدائی جنگ ہوئی تو محمد (ﷺ) کے صحابہ ہماری فوج پر جھپٹ کر اندر گھسے چلے گئے، اور ہمیں مکمل طور پر اپنے گھیرے میں لے لیا یہاں تک غلاموں میں سے میں بھی مسلمانوں کی قید میں آ گیا، ہمارا لشکر بھاگ چکا تھا، اور لشکرِ اسلام کے جوانوں نے ہمارے لشکر سے سب کچھ چھین لیا تھا اور ہماری فوج مکمل طور پر مایوس ہو چکی تھی، اس وقت عورتوں کو گرفتاری سے کوئی نہیں بچا سکتا تھا اور ہم مکمل طور پر قید ہو چکے تھے، میدان مسلمانوں کے ہاتھ میں تھا کہ اچانک میں نے جبلِ

رماۃ کی طرف سے شہسواروں کا ایک دستہ میدانِ احد کی طرف بڑھتا ہوا دیکھا، جس کو کوئی روکنے والا نہیں تھا، دوسو آدمیوں کا یہ دستہ خالد بن ولید (جو اس وقت مسلمان نہیں ہوئے تھے) کی سرکردگی میں مسلمانوں پر ٹوٹ پڑا، لشکرِ اسلام کو اس وقت پتہ چلا جب کفار کی تلواریں مکمل طور پر ان پر پڑ رہی تھیں اس اچانک حملے سے مسلمان تتر بتر ہوگئے، اور ہمارا جو مال ان کے قبضے میں چلا گیا تھا وہ بھی ہمیں واپس مل گیا اور مجھ سمیت قیدی بھی رہا ہوگئے۔

اُحد میں مسلمانوں کی عارضی شکست

جنگ کا دوسرا مرحلہ

رسولِ کریم ﷺ نے عبداللہ بن جبیرؓ کی ماتحتی میں جبلِ رماۃ پر پچاس تیر اندازوں کو بٹھلا دیا تھا، جنگی نقشہ کے اعتبار سے میدانِ اُحد کی لڑائی کا سارا مدار اسی اہم مورچہ پر تھا، اسی وجہ سے حضور اکرم ﷺ نے سخت تاکید فرمائی تھی کہ یہ مورچہ کسی صورت میں خالی نہ ہونے پائے تاہم کفار کی کامل شکست کی وجہ سے اس مورچے کے مجاہدین کی رائے میں اختلاف ہوگیا، کچھ احباب نے کہا کہ اب یہاں بیٹھنے کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ اب لڑائی ختم ہوچکی ہے، ان کے امیر اور دیگر احباب نے منع کیا، اور حضور ﷺ کا تاکیدی حکم بھی یاد دلایا، لیکن بہر حال وہ لوگ میدان میں اتر گئے صرف گیارہ ساتھی جبلِ رماۃ پر قائم رہے، جن میں ان کے امیر عبداللہ بن جبیرؓ بھی تھے۔

ضرار بن الخطاب جو اس وقت مسلمان نہیں ہوئے تھے، احد میں مسلمانوں کی عارضی شکست کا تذکرہ اس طرح کرتے ہیں:

بدر میں قریش کے بڑے بڑے سردار مارے گئے، میں ہمیشہ پوچھا کرتا تھا کہ کن کن مسلمانوں نے کس کس سردار کو قتل کیا ہے، تاکہ میں بدلہ لینے کی کوشش کروں تو مجھے بتا دیا گیا کہ فلاں مسلمان نے فلاں سردار کو قتل کیا ہے جب اُحد کا دن آیا تو ہم نے انتقام کا جذبہ دل میں رکھ کر عورتوں کے ساتھ مسلمانوں کا رخ کیا، ہم عدد، اسلحہ اور سواریوں میں بالکل خود کفیل تھے۔ چنانچہ میدانِ احد میں گھمسان کی لڑائی ہوئی یہاں تک کہ ہم سب پیٹھ دکھا کر بھاگ اٹھے، میں نے دل میں کہا کہ یہ شکست بدر کی شکست سے زیادہ بدتر ہے، دورانِ شکست میں خالد بن ولید سے بار بار کہتا تھا کہ

پلٹ کر مسلمانوں پر حملہ کر دوہ کہتا تھا کہ کہاں سے حملہ کروں کوئی جگہ بھی حملہ کی نہیں ہے؟ اس وقت میری نظر جبلِ رماۃ پر پڑی جو خالی معلوم ہو رہا تھا تو میں نے کہا کہ ابوسلیمان! اس پہاڑی کو دیکھیں جب اس نے دیکھا تو فوراً اپنا گھوڑا موڑ کر اس طرف سے حملہ آور ہوئے ہم نے بھی حملہ کر دیا جب ہم اس پہاڑ پر پہنچے تو وہاں کچھ زیادہ لوگ نہیں تھے بس چند آدمی تھے ہم نے ان کو قتل کر دیا، اور پیچھے سے لشکرِ اسلام پر اس طرح حملہ آور ہوئے کہ ان کو معلوم بھی نہ تھا اور نہ ان کے وہم و گمان میں تھا کہ ایسا حملہ ہوگا۔

چنانچہ ہم نے ان کو تلواروں سے کاٹنا شروع کر دیا، اور ان پر گھوڑے دوڑا دیئے۔ مسلمان اس ناگہانی حملے سے تتر بتر ہو گئے، تو سامنے سے بھاگے ہوئے لوگ بھی ان پر حملہ آور ہوئے اور دونوں طرف سے مسلمانوں کو گھیر لیا، اب ہماری مرضی تھی کہ جس کو قتل کرنا چاہیں کر دیں، میں بدر کے سرداروں کے قاتلین کو ڈھونڈ رہا تھا، لیکن مجھے نہ مل سکا، اتنا وقت گذرا ہوگا جتنے وقت میں اونٹنی کا دودھ نکالا جاتا ہے کہ انصار نے پھر ایک دوسرے کو بلایا اور ہماری طرف ایسے لپکے کہ ہمارے اندر گھس گئے، اللہ ان پر رحم فرمائے یہ بڑے صابر تھے ہم گھوڑوں پر سوار تھے اور وہ پیدل ہم سے چمٹ چمٹ کر جان کی بازی لگا رہے تھے، میں نے ان میں سے دس آدمیوں کو قتل کیا لیکن وہ جانوں کا نذرانہ پیش کرتے رہے۔ سچ ہے ۔

مومن ہیں بہادر ہیں مجاہد ہیں نڈر ہیں
اسلام کی عظمت کے لئے سینہ سپر ہیں

اسی عارضی شکست کا نقشہ اس وقت ایک ننھے منے مجاہد حضرت رافع بن خدیج اس طرح پیش فرماتے ہیں کہ جب جبلِ رماۃ سے تیر انداز نیچے اتر گئے تو خالد بن ولید نے دیکھا کہ اس وقت پہاڑی خالی ہے، تو اس نے فوراً اس طرف سے حملہ کیا اور اس کے ساتھ عکرمہ بن ابی جہل نے بھی حملہ کر دیا وہاں کے چند تیر اندازوں نے بھرپور دفاع کیا، لیکن سب شہید ہو گئے، حضرت عبداللہ بن جبیرؓ تو تیر پر تیر چلاتے رہے، جب کمان اور نیزہ ٹوٹ گیا تو آپؓ نے تلوار لے کر بھرپور مقابلہ کیا لیکن آخر شہید ہو گئے، اب مشرکین پشت کی جانب سے آ کر ہماری صفوں میں گھس گئے اور ہمیں

منتشر کر دیا۔ اس وقت کسی شیطان نے آواز لگائی:

"ألا إن محمد قد قتل" سن لو محمد (ﷺ) قتل کر دیئے گئے، اس آواز سے مسلمانوں کی رہی سہی ہمت جواب دے گئی اور وہ اس طرح حواس باختہ ہو گئے کہ ایک دوسرے کو مارنا شروع کر دیا، اسید بن حضیرؓ کو دو زخم ابو بردہؓ کے ہاتھ سے لگے جو یہ کہہ رہے تھے "لو یہ وار اور میں ابو بردہ انصاری ہوں" ادھر سے ایک اور صحابی نے بڑھ کر ابو بردہؓ پر دو ضربیں لگائیں اور ان کو بھی کچھ معلوم نہ تھا کہ وہ کس کو مار رہے ہیں۔

ادھر حضرت حذیفہ بن الیمانؓ کے والدِ ماجد جو اس وقت بوڑھے تھے اس نے اور حضرت رفاعہ دونوں بوڑھوں نے اپنے مکان کے برجوں (کنگرے) سے احد کا یہ منظر دیکھا، تو دونوں بوڑھوں نے ایک دوسرے سے کہا کہ دیکھو بھائی ہماری عمر تو ویسے بھی ختم ہو گئی ہے، آج یا کل موت آ جائے گی تو کیوں نہ ایسا کریں کہ ہم دونوں بھی میدانِ احد میں اتر جائیں، شاید اللہ تعالیٰ ہمیں شہادت نصیب کر دے، چنانچہ یہ دونوں حضور اکرم ﷺ کے قریب معرکہ میں پہنچ گئے۔

حضرت رفاعہؓ کو کفار نے شہید کر دیا، لیکن حضرت یمانؓ کو مسلمانوں نے اسی افراتفری میں مارنا شروع کر دیا، حضرت حذیفہؓ چیخ چیخ کر فرما رہے تھے کہ اے مسلمانو! یہ میرا باپ ہے مگر کوئی سننے کیلئے تیار نہ تھا چنانچہ الیمانؓ مسلمانوں کے ہاتھوں شہید ہو گئے۔ حضرت حذیفہؓ نے مسلمانوں کو معاف کر کے دیت بھی معاف کر دی اور حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ جن مسلمان کو جس مسلمان کے ہاتھ سے زخم لگا ہے یا وہ شہید ہوا ہے وہ ایسا ہی ثواب پائے گا جیسا کہ کفار کے مارنے سے ثواب ملتا ہے، اس دوران مسلمانوں نے آپس کی جنگی شعار (نشانی) کو استعمال کیا جو "أَمِتْ أَمِتْ" کے الفاظ تھے اس سے صحابہ نے ایک دوسرے کو پہچان لیا مگر اس وقت تک کافی نقصان ہو چکا تھا لیکن جہاد کے میدان میں ایسے واقعات کوئی نئی بات نہیں ہے کیونکہ ؎

جفا کی تیغ سے گردن وفا شعاروں کی
کٹی ہے برسرِ میدان مگر جھکی تو نہیں

حضور اکرم ﷺ ایک قدم بھی اپنی جگہ سے ہٹے نہیں تھے اور چودہ شان والے صحابہ ابھی تک آپ ﷺ کے دفاع میں کھڑے تھے، جن میں حضرت ابو بکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت علیؓ اور حضرت طلحہؓ وغیرہ شامل تھے۔

حضور اکرم ﷺ پر حملہ اور جانثاروں کا دفاع

جنگ کا تیسرا مرحلہ

افراتفری کے اسی عالم میں لشکرِ کفار کے سرداروں نے موقع سے فائدہ اٹھا کر حضور ﷺ پر ایک ساتھ تابڑ توڑ حملے کیے ان میں چار افراد زیادہ مشہور ہیں: ① عبد اللہ بن شہاب زہری ② عتبہ بن ابی وقاص ③ ابنِ قمیہ ④ ابی بن خلف۔

ابنِ شہاب زہری نے حضور اکرم ﷺ کی پیشانی پر پتھر پھینک کر زخمی کر دیا، اور عتبہ بن ابی وقاص نے کئی پتھر پھینکے، جن میں سے ایک پتھر آ کر آپ ﷺ کے ہونٹ مبارک پر لگا جس سے ہونٹ زخمی ہو کر خون بہنے لگا، اور دائیں طرف کا دندان مبارک اتنا شہید ہوا کہ گویا ٹوٹا نہیں، مگر ایک جانب سے کچھ گر گیا، ابنِ قمیہ نے آپ ﷺ کے رخسار مبارک پر پتھر مارا جس سے آپ ﷺ کا رخسار مبارک زخمی ہوا اور خود کی کڑیاں رخسار میں گھس گئیں۔ ادھر ابو عامر فاجر نے دھوکہ دینے کی غرض سے کئی مقامات پر گڑھے کھود رکھے تھے، انہیں میں سے ایک گڑھے میں آپ ﷺ گر گئے، اور وہاں آپ ﷺ کے گھٹنے بھی زخمی ہو گئے اور زخموں کی تاب نہ لا کر آپ ﷺ بے ہوش ہو گئے، اس وقت چونکہ آپ ﷺ مسلمانوں کی نظروں سے غائب بھی ہو گئے تھے، اور اس سے پہلے کچھ شیطانوں نے یہ آواز بھی لگائی تھی کہ محمد (ﷺ) قتل ہو گئے، تو اس صورتحال نے عام مسلمانوں کو مزید پریشان کر دیا، اور ان پر غم بالائے غم کے سیاہ بادل چھا گئے اور طرح طرح کے خیالات پیدا ہوئے، اس وحشت ناک خبر سے ان کی ہمتیں پست ہو رہی تھیں کہ یکایک حضرت انس بن مالک ؓ کا ان صحابہ پر گذر ہوا تو آپ ؓ نے للکار کر کہا، اے مسلمانو! یہ وقت جانبازی و جانثاری کا ہے یا کھڑے ہونے کا؟

اگر رسول اللہ ﷺ شہید ہو گئے تو آپ ﷺ کے بغیر زندگی کا کیا لطف ہے آگے بڑھو اور جس دین کیلئے حضور اکرم ﷺ نے جان دیدی ہے تم بھی اس دین کیلئے جان دے کر حضور ﷺ تک پہنچ جاؤ۔ اس آواز سے مسلمانوں میں ایک نیا جذبہ پیدا ہوا اور سب ملکر کفار پر ٹوٹ پڑے، حتیٰ کہ حضرت علی ؓ کا ایک دستہ تو کفار کے لشکر میں گھستا چلا گیا، حضرت حمزہؓ نے بھی انصار و مہاجرین کو پکار کر ان میں نیا جذبہ اور نیا ولولہ پیدا کیا اور اب تمام صحابہ سنبھل کر کفار کے مقابلے پر آ گئے۔

حضرت کعب بن مالکؓ نے حضور ﷺ کی چمکتی ہوئی آنکھیں دیکھ لیں تو پکار اُٹھے، اے مسلمانو! بشارت ہو، مبارک ہو حضور اکرم ﷺ زندہ ہیں آپ ﷺ نے اشارہ کیا کہ اعلان مت کرو صبر کرو، پھر حضرت علیؓ نے آپ ﷺ کو ہاتھ سے پکڑا اور حضرت طلحہؓ نے آپ ﷺ کو گڑھے سے باہر نکالا، جس میں آپ گر چکے تھے آپ ﷺ کے رخساروں میں خود کی کڑیاں گڑ گئی تھیں جس سے تکلیف ہو رہی تھی، صدیق اکبرؓ نے چاہا کہ دانتوں سے نکال دیں، لیکن ابوعبیدہ بن الجراحؓ نے درخواست کی کہ یہ خدمت میں انجام دوں گا۔ چنانچہ وہ کڑیاں حضرت ابوعبیدہ بن الجراحؓ نے دانتوں سے کھینچ لیں اور اپنے سامنے کے دو دانت اس پر قربان کیے جو مدت العمر آپؓ کے لئے باعثِ زینت بنے رہے۔
حضور اکرم ﷺ جب ایک پتھر پر چڑھ کر کھڑے ہو گئے تو عام مسلمانوں کو اپنی طرف آواز دے کر بلایا، مسلمانوں آپ ﷺ کی طرف دوڑ پڑے اور چاروں اطراف سے جمع ہو کر ہالہ کی طرح آپ ﷺ کے گرد جمع ہو گئے اور پھر جان کی لڑائی لڑ کر جانثاری کا ایسا نمونہ قائم کیا جس سے تاریخ عالم خالی ہے، ذرا جھانک کر دیکھئے۔

گلشنِ نبوی کے سات نوجوان قربان ہو رہے ہیں

کفار قریش کی برابر یہی کوشش تھی کہ حضور اکرم ﷺ کو شہید کریں، چنانچہ جب آپ ﷺ دوبارہ نمودار ہوئے تو کفار نے پھر آپ ﷺ پر ہجوم کیا، اس وقت سات انصاری جوان آپ ﷺ کے سامنے کھڑے ہو گئے، آپ ﷺ نے فرمایا کہ کون ہے جو کفار کو ہم سے دور بھگائے اور وہ جنت میں میرا رفیق بنے؟ اس پر ایک انصاری جوان آگے بڑھے اور کفار پر دفاعی حملہ کیا اور شہید ہو گئے۔

کفارِ قریش نے پھر آپ ﷺ پر حملہ کیا تو حضور ﷺ نے پھر فرمایا ’’کون ہے جو کفار کو ہم سے دفع کرے اور جنت میں میرا ساتھی ہو؟ اس آواز پر پھر ایک انصاری جوان آگے بڑھے اور حملہ کر کے شہید ہو گئے اس طرح سات بار حضور اکرم ﷺ نے یہ اعلان کیا اور انصار میں سے سات نوجوانوں نے جان کی بازی لگا کر حضور اکرم ﷺ پر جانثاری کا عظیم نمونہ قائم کیا۔ سچ ہے۔

ہم نے ان کے سامنے اوّل تو جذبہ رکھ دیا
پھر کلیجہ رکھ دیا، دل رکھ دیا، سر رکھ دیا

حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کی جانثاری

حضرت ابوطلحہ انصاریؓ کی جانثاری کا یہ عالم تھا کہ وہ حضور اکرم ﷺ کے لئے بطورِ ڈھال سامنے کھڑے تھے، اور دشمن کے تیر اپنے جسم پر لیتے تھے۔ آپؓ خود بھی بہت بڑے تیر انداز تھے، احد کے دن آپؓ نے اپنے ترکش کے سارے تیر خالی کر کے سارے تیر حضور اکرم ﷺ کے سامنے پھیلا دیئے اور پھر تیر چلانا شروع کر دیئے، اس روز آپؓ نے دو یا تین کمانیں توڑ ڈالیں، مسلمانوں میں جس کا بھی ادھر سے گذر ہوتا تو حضور اکرم ﷺ فرماتے تیرے پاس جو تیر ہیں وہ ابوطلحہ کو دیدو۔ ابو طلحہؓ جب تیر چلاتے تھے تو حضور اکرم ﷺ سر اٹھا کر دیکھتے کہ تیر کہاں جا کر لگتا ہے، اس پر ابوطلحہؓ نے فرمایا: "بِأَبِیْ أَنْتَ وَ أُمِّیْ لَا تُشْرِفْ یُصِبْکَ سَھْمٌ مِنْ سِھَامِ الْقَوْمِ نَحْرِیْ دُوْنَ نَحْرِکَ"

ترجمہ: میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں، آپ سر نہ اٹھائیں کہیں دشمن کا تیر آ کر آپ کو نہ لگے، میرا سینہ آپ کے سینے کیلئے سپر اور ڈھال ہے۔

ابوطلحہ رضی اللہ عنہ حضور اکرم ﷺ کے دفاع میں اسی طرح مسلسل تیر چلاتے رہے حتیٰ کہ ترکش میں تیر ختم ہو گئے، پھر حضور اکرم ﷺ کوئی لکڑی بھی اٹھا کر ابوطلحہ کے ہاتھ میں دیتے تو وہ بھی تیر بن جاتا۔ حضور اکرم ﷺ فرمایا کرتے تھے کہ لشکر میں ابوطلحہ کی آواز چالیس آدمیوں سے زیادہ بہتر ہے، اس روز آپؓ نے ایک ہزار تیر چلائے تھے۔

حضرت ابودجانہ رضی اللہ عنہ کی بہادری

جنگ کا چوتھا مرحلہ

میدانِ احد میں رسول کریم ﷺ نے اعلان فرمایا کہ کون ہے جو میری اس تلوار کو لے لے اور اس کا حق ادا کرے؟ حضرت زبیر بن عوامؓ فرماتے ہیں کہ میں نے جواب دیا کہ یا رسول اللہ ﷺ میں لینے کیلئے تیار ہوں، مگر آپ نے مجھے نہیں دی اور پھر اسی طرح اعلان فرمایا، میں نے پھر عرض کیا لیکن آپ ﷺ نے انکار کر دیا، تو ابودجانہ رضی اللہ عنہ کھڑے ہو گئے، اور کہنے لگے کہ یا رسول اللہ ﷺ آپ

کی تلوار کا کیا حق ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ خطِ اول پر لڑنا اور کسی کافر سے نہ بھاگنا اس کا حق ہے۔ ابو دجانہؓ نے اسی شرط پر حضور اکرم ﷺ سے تلوار لے لی، حضرت زبیر ؓ فرماتے ہیں کہ مجھے افسوس ہوا کہ حضور ﷺ نے مجھے تلوار نہیں دی، اب میں دیکھوں گا کہ یہ شخص کیا کارنامہ انجام دیتا ہے۔

چنانچہ ابو دجانہؓ نے اپنی سرخ پٹی سر پر باندھ لی، اور تلوار لے کر کفار کی صفوں میں گھستے چلے گئے اور زبان پر یہ دو شعر تھے۔

أَنَــا الَّــذِیْ عَــاهَــدَ نِیْ خَلِیْلِیْ
وَنَــحْــنُ بِــالسَّــفْــحِ لَــدَی الــنَّــخِیْلِ
أَن لَّا أَقُوْمَ الدَّهْرَ فِی الْکَیُّوْلِأَضْرِبُ
بِسَیْفِ الــلّٰــهِ وَالــرَّسُــوْلِ

ترجمہ: میں وہی ہوں کہ میرے محبوب مصطفیٰ نے پہاڑ کے دامن کے کھجور کے باغ کے پاس مجھ سے یہ عہد لیا ہے کہ میں کبھی پیچھے کی صف میں کھڑا نہیں ہوں گا، اور اللہ اور اس کے رسول ا کی تلوار سے دشمن کو مارتا رہوں گا۔

حضرت زبیر ؓ فرماتے ہیں کہ ابو دجانہ ؓ کفار کی صفوں کو چیرتے ہوئے آگے نکل کر عورتوں تک پہنچ گئے، سامنے ایک انسان نظر آیا تو ابو دجانہ ؓ نے تلوار اٹھا کر اس پر چلانا چاہی کہ اس نے آواز دی، جس سے معلوم ہوا کہ یہ کوئی عورت ہے تو آپؓ نے تلوار روک دی، میں نے ان سے پوچھا کہ اس کو کیوں نہیں مارا؟ تو فرمایا کہ حضور ﷺ کی تلوار کی یہ بے ادبی ہے کہ ایک عورت ذات پر چلائی جائے۔

ابو دجانہؓ میدانِ کارزار میں دائیں بائیں کفار کو مار رہے تھے کہ اتنے میں ایک شخص نے حضور ﷺ کی طرف بڑھ کر کہا کہ مجھے بتاؤ محمد (ﷺ) کہاں ہیں خدا کی قسم میں آج ان کو قتل کردوں گا یا خود مارا جاؤں گا۔

ابو دجانہؓ اس شخص کی طرف لپکے اور فرمایا میری طرف آؤ میری جان حضور ﷺ کی جان کیلئے ڈھال ہے، پھر ابو دجانہ اس پر جھپٹ پڑے اور اس کے گھوڑے کی کونچیں کاٹ ڈالیں اور پھر اس شہسوار پر تلوارِ رسول ﷺ سے ایسا حملہ کیا کہ وہ ڈھیر ہو گیا، آپؓ نے فرمایا: ”خذھا و أنا ابن خرشہ“ یعنی

تلوار کا یہ وار لو اور میں ابو دجانہ سماک بن خرشہ ہوں۔ حضور اکرم ﷺ نے جب یہ منظر دیکھا تو فرمایا
''اے اللہ تو ابنِ خرشہ سے راضی ہو جا جیسا کہ میں ان سے راضی ہوں۔''

میدانِ جنگ میں عبید بن حاجز مشرک درندہ کی طرح لڑ رہا تھا، اور آگے بڑھ رہا تھا، حضرت حارثہ بن صمہ ؓ مقابلے پر آ گئے، مگر مشرک نے آپ کو مار کر زخمی کر دیا، اتنے میں ابو دجانہ ؓ نمودار ہوئے اور اس مشرک پر حملہ کر دیا، دونوں پہلوانوں کی تلواریں دیر تک ٹکراتی رہیں، اور ہر ایک اپنے مقابل کے وار کو ڈھال پر روکتا رہا، کہ ایک دم ابو دجانہؓ نے حملہ کیا اب تلواروں کی بجائے کشتی شروع ہو گئی، حضرت ابو دجانہ ؓ نے پہلے مشرک کو زور سے زمین پر پٹخ دیا پھر اس کے سینے پر بیٹھ گئے اور تلوار لے کر بکری کی طرح اس کو ذبح کر دیا، اور پھر واپس آ کر حضور ﷺ کے دفاع میں کھڑے ہو گئے۔ سچ ہے۔

فَسَلْ حُنَیْناً وَسَلْ بَدْرًا وَسَلْ اُحُدًا
فُصُوْلَ حَتْفٍ لَھُمْ اَدْھٰی مِنَ الْوَخَمِ

ترجمہ: ذرا بدر اور حنین اور احد کی جنگوں سے پوچھو جو کفار کے لئے وبا سے بڑھ کر موت کی فصلیں تھیں۔

حضرت کعبؓ فرماتے ہیں کہ ایک کافر میدانِ جنگ میں نمودار ہوا جو مکمل طور پر اسلحہ میں غرق تھا، اور کہہ رہا تھا کہ ان مسلمانوں کو اونٹوں کی طرح رسیوں سے باندھ لو، اتنے میں ایک مسلمان سامنے آیا اور دونوں کا شدید مقابلہ شروع ہوا، میں نے دیکھا کہ کافر اسلحہ اور سامانِ جنگ کے اعتبار سے مسلمان پر بھاری تھا لیکن جب دونوں آپس میں گتھم گتھا ہو گئے تو مسلمان نے اس کافر پر گردن کے پاس سے تلوار چلائی جو بدن کے نچلے حصے تک اترتی چلی گئی اور کافر دو ٹکڑے ہو کر گر پڑا پھر مسلمان نے منہ سے نقاب ہٹایا اور مجھ سے کہا مقابلہ کیسا رہا؟ میں ابو دجانہؓ ہوں۔

حضرت زبیر ؓ فرماتے ہیں کہ میں خاص طور پر ابو دجانہ ؓ کو دیکھتا تھا کہ حضور ﷺ نے مجھے چھوڑ کر تلوار ابو دجانہ ؓ کو دی ہے، میں دیکھوں گا کہ یہ کیا کمال دکھاتے ہیں، قسم بخدا میں نے اس سے بہترین لڑنے والے کو نہیں دیکھا۔ جب لڑتے لڑتے ان کی تلوار کند ہو جاتی تو یہ میدانِ جنگ میں کسی پتھر پر رگڑ کر اپنی تلوار کی دھار تیز فرما لیتے، اور وسطِ میدان میں اکڑ اکڑ کر داخل ہو جاتے، تو

حضور ﷺ فرماتے کہ سوائے میدانِ جنگ کے اس طرح اکڑ کر چلنا اللہ کو ناپسند ہے، مگر یہاں پر اللہ کو پسند ہے، اس دن آپ کی تلوار درانتی کی طرح ٹیڑھی ہوگئی تھی۔ سچ ہے۔

خَلَقَ اللّٰهُ لِلْحُرُوْبِ رِجَالاً
وَرِجَالاً لِقَصْعَةٍ وَثَرِيْدٖ

ترجمہ: یعنی اللہ تعالیٰ نے بعض لوگوں کو جہاد میں لڑنے کیلئے پیدا فرمایا اور بعض کو ثرید اور قورمے کھانے کے لئے، یہ بھی سچ ہے۔

مومن ہیں بہادر ہیں مجاہد ہیں نڈر ہیں
اسلام کی عظمت کے لئے سینہ سپر ہیں

اہلِ تاریخ نے لکھا ہے کہ کفار کے حضور ﷺ پر ہجوم کے وقت ابودجانہؓ نے اپنے آپ کو حضور ﷺ کے سپر اور ڈھال بنادیا تھا، کمر جھکائے ہوئے دشمنوں کی طرف پشت کیے ہوئے ایسے کھڑے تھے کہ تیر پر تیر آپ کھاتے گئے مگر نہ وہاں سے کوئی جنبش کی اور نہ ذرا مضطرب ہوئے۔

سکھایا ہے ہمیں اے دوست طیبہ کے والیؐ نے
کہ بوجہلوں سے ٹکرا کر اُبھرنا عینِ ایمان ہے
جہاں باطل مقابل ہو وہاں نوکِ سنان سے بھی
برائے دینِ اسلام رقص کرنا عینِ ایمان ہے

حضرت طلحہؓ کی جانثاری

میدان احد میں اس عارضی شکست کے وقت جو افراتفری پھیلی تھی حضرت طلحہؓ بھی دیگر گیارہ صحابہ کے ساتھ حضور ﷺ کے دفاع میں نہایت استقلال کے ساتھ کھڑے تھے اور ہر طرف سے کفار کے تیر اپنے جسم پر لیتے تھے، وہ خود اپنا واقعہ اس طرح بیان کرتے ہیں: جب صحابہ کرامؓ شکست کھا گئے اور مشرکین نے آگے پیچھے سے ہمارا گھیراؤ کیا اور حضور ﷺ کو اپنے نرغے میں لے لیا تو میں حیران ہوا کہ حضور ﷺ کا دفاع کس جانب سے کروں کیونکہ ہر جانب سے آپ ﷺ پر حملہ ہو چکا تھا، پھر میں نے تلوار سونت لی اور ہر طرف سے دفاع کرنے لگا، کبھی ایک جانب اور کبھی

دوسری جانب جا کر دفاع کرتا رہا اور کفار کو ہٹاتا بھگاتا رہا، یہاں تک کہ وہ لوگ پیچھے ہٹ گئے، اس موقع پر حضور اکرم ﷺ نے فرمایا "قَدْ أَنْحَبَ" یعنی طلحہ نے اپنی نذر اور مقصود کو پورا کرلیا، حضرت طلحہ ؓ کا بیان ہے کہ اُحد کے دن جب مسلمانوں کو عاضی شکست ہوئی، اس کے بعد ایک دم مسلمان اکٹھے ہوئے تو میں نے دیکھا کہ ایک آدمی لشکرِ کفار سے باہر آیا جو نہایت عمدہ گھوڑے پر سوار تھا اور لوہے میں بالکل غرق تھا، ایک لمبا نیزہ گھسیٹ رہا تھا اور اس طرح للکار رہا تھا، میں عمدہ نشان کا مالک ہوں مجھے محمد ﷺ دکھا دو تا کہ اس کا کام تمام کردوں۔ حضرت طلحہ ؓ فرماتے ہیں کہ میں نے اس پر حملہ کردیا تو پہلے اس کے گھوڑے کو مارا، اور پھر اس کو اسی کے نیزے سے ایسا مارا کہ نیزہ آنکھ کے راستے سے کھوپڑی میں جا چکا، اور اللہ کا دشمن بیل کی طرح ڈکراتا ہوا زمین پر جا گرا، میں جا کر اس پر چڑھ بیٹھا اور اس کے پرخچے اڑا دیئے۔ حضرت سعد بن ابی وقاص ؓ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ طلحہ ؓ پر رحم فرمائے انھوں نے اُحد کے دن ہم سب سے بڑھ کر کارنامے کیے کیونکہ ہم تو افرا تفری میں اِدھر اُدھر ہو رہے تھے، لیکن طلحہ تو حضور ﷺ کیلئے مستقل ڈھال بنا ہوا تھا۔

حضرت طلحہ ؓ سے کسی نے پوچھا کہ آپ ؓ کا یہ ہاتھ کیوں شل ہوگیا؟ تو آپ ؓ نے فرمایا کہ مالک بن زہیر کافر نے حضور ﷺ پر تیر پھینکنا شروع کیا وہ بہت بڑا تیر انداز تھا، تو میں نے اپنے اس ہاتھ سے حضور ﷺ کا بچاؤ کیا اور تیروں کو اپنے ہاتھ پر لیا تو اس طرح ہاتھ شل ہوگیا، ایک تیر جب لگا تو حضرت طلحہ ؓ کے منہ سے "حس" کا لفظ نکل گیا جو زخم کے لگنے وقت عموماً نکلتا ہے تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ اگر طلحہ اس وقت "بسم اللہ" کا لفظ کہتے تو لوگوں کے سامنے وہ زندہ جنت میں داخل ہوجاتے۔ پھر حضور ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص چاہتا ہے کہ وہ چلتا پھرتا زندہ جنتی دیکھے تو وہ طلحہ بن عبید اللہ کو دیکھے، اس موقعے پر حضور ﷺ نے یہ بھی فرمایا:

"اوجب طلحة" یعنی طلحہ نے اپنے لئے جنت واجب کردی۔

حضرت ابوبکر ؓ فرماتے ہیں کہ میں اس وقت حضور ﷺ کے پاس آیا تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ جلدی اپنے چچازاد بھائی کی خبر لو میں فوراً طلحہ ؓ کے پاس پہنچا تو دیکھا کہ آپ ؓ کے سر میں صلیب نما گہرا زخم لگا ہے اور خون فوارہ کی طرح بہہ رہا ہے اور آپ ؓ بے ہوش پڑے ہیں، میں نے آپ کا چہرہ دھویا اور خون صاف کیا تب آپ کو ہوش آیا اور فوراً پوچھا کہ رسول اللہ ﷺ کس حال میں ہیں، میں نے کہا وہ

خیریت سے ہیں اور مجھے آپ کی طرف بھیجا ہے طلحہ نے کہا "**الحمد لله كل مصيبة بعدهٗ جلل**" شکر ہے الحمدللہ جب حضور ﷺ ٹھیک ہیں تو میری سب مصیبت ہیچ ہے۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ کا بیان ہے کہ میں اور ابوعبیدہؓ جب ایک نالے میں طلحہ ؓ کے پاس پہنچے تو دیکھا کہ آپ کی انگلی کٹی ہوئی ہے، صدیق اکبرؓ فرماتے ہیں کہ احد کا دن اور اس کا ثواب تو مکمل طلحہ ہی کے حصے میں آیا۔ سچ ہے۔

مؤمن ہیں بہادر ہیں مجاہد ہیں نڈر ہیں
اسلام کی عظمت کے لئے سینہ سپر ہیں

یہ بھی سچ ہے۔

زندگی کیفی اسی حسنِ عمل کا نام ہے
کفر کو نابود حق کو جاوداں کرتے چلو

یہ بھی سچ ہے۔

غم نیست گرز مہر تو دل پارہ پارہ شد
اے کاش ذرہ ذرہ شوم در ہوائے تو

ترجمہ:

مجھے کوئی غم نہیں اگر محبوب کی محبت میں دل پارہ پارہ ہوگئی
اے کاش کہ میں تیری محبت میں ریزہ ریزہ ہو جاؤں

أللهم لا عيش إلا عيش الآخرة
فاغفر الانصار و المهاجرة

حضورِ اکرم ﷺ کی بہادری

حضرت مقدادؓ فرماتے ہیں کہ جب عام صحابہ تتر بتر ہوگئے اور کفارِ قریش نے حضور ﷺ پر حملہ بول دیا تو خدا کی قسم میں دیکھ رہا تھا کہ حضور ﷺ اپنی جگہ پر ثابت قدم کھڑے تھے اور ایک بالشت برابر اپنی جگہ سے ادھر اُدھر نہیں ہوئے تھے، بلکہ دشمن پر تیر چلاتے تھے اور کبھی پتھروں سے دشمن پر

حملہ کرتے تھے، اور چند صحابہ بھی آپ ﷺ کے ساتھ تھے۔

حضور اکرم ﷺ احد کے دن تیر چلاتے رہے، یہاں تک کہ سارے تیر ختم ہو گئے، اور کمان کا تسمہ بھی ٹوٹ گیا، آپ ﷺ کے پھینکے ہوئے تیر چاروں طرف پھیل گئے پھر حضرت عکاشہؓ نے تسمہ دوبارہ باندھ لیا اور آپ مسلسل کفار پر تیر پھینکتے رہے۔

ایک موقع ایسا بھی آیا کہ آپ ﷺ میدانِ کارزار میں مشہور تیر انداز اور حضور اکرم ﷺ کے ماموں سعد بن ابی وقاصؓ کو تیر دیتے رہے اور فرماتے رہے "**إرم فداک أبی و أمی**" میرے ماں باپ تجھ پر قربان دشمن پر تیر چلاتے رہو۔

حضور ﷺ کا اُبی بن خلف کو قتل کرنا

اُبی بن خلف ایک بد بخت انسان تھا مکہ مکرمہ میں اس شخص نے مسلمانوں کو بہت ستایا تھا، حضور اکرم ﷺ نے جب ہجرت کی، اور بدر میں بڑے بڑے کافر مارے گئے، اور امیہ بن خلف بھی مارا گیا، تو ابی بن خلف نے قسم اٹھالی کہ میں محمد (ﷺ) کو قتل کروں گا۔ حضور اکرم ﷺ کو جب اس کی قسم کا معلوم ہوا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ انشاء اللہ میں ہی ابی بن خلف کو قتل کروں گا آج احد کے میدان میں ابی بن خلف بھی موجود تھا اور حضور ﷺ پر حملہ میں شریک تھا۔

چنانچہ یہ بد بخت اسلحہ میں غرق حضور ﷺ کی طرف بڑھا اور کہنے لگا "**لا نجوت إن نجا محمد**" آج اگر محمد (ﷺ) بچ گئے تو میری زندگی کی کوئی ضرورت نہیں۔

حضرت مصعب بن عمیرؓ نے حضور اکرم ﷺ کے دفاع میں اس پر حملہ کیا لیکن اس بد بخت نے حضرت مصعب بن عمیرؓ کو حضور ﷺ کے بالکل سامنے شہید کر دیا اور حضور ﷺ کی طرف قتل کی غرض سے آگے بڑھنے لگا تو صحابہ کرامؓ نے حضور ﷺ سے فرمایا کہ یا رسول اللہ ﷺ! ہم میں سے ایک آدمی کو اس کے مقابلے پر جانا چاہیئے، یہ شخص تو آپ کے قریب آگیا تو حضور ﷺ نے فرمایا، اس کو ذرا آگے آنے دو، چنانچہ وہ خبیث آگے آیا اور حضور ﷺ سے کہنے لگا، اے جھوٹے اب تو کدھر بھاگے گا؟ حضور ﷺ نے ایک صحابی سے نیزہ لیا اور پھر اس کو خوب حرکت دی اور مکمل طور پر لہرایا اور پھر اس شخص کی گردن میں مارا جس سے وہ چلاّ اٹھا اور بلبلاتا ہوا بھاگا اور اپنے شیاطین کے

پاس پہنچا، لوگوں نے کہا کہ کیا چیخ رہے ہو ذرا سی خراش ہی تو ہے؟ تو وہ کہنے لگا کہ یہ محمد (ﷺ) کے ہاتھ کا زخم ہے، اس وقت مجھ پر اتنا بوجھ اور درد ہے کہ اگر یہ تمام اہلِ حجاز پر تقسیم کیا جائے تو تمام اہلِ حجاز مر جائیں گے، پھر اس شیطان کا خاتمہ ہوا اور جہنم رسید ہو گیا۔

حضور اکرم ﷺ کا مبارک ارشاد ہے کہ انسانوں میں سب سے زیادہ بد بخت آدمی وہ ہے کہ جو کسی نبی کو قتل کرے یا کوئی نبی اس کو قتل کرے۔ شکر ہے کہ نبی اکرم ﷺ کے ہاتھ سے ایک کافر مارا گیا ورنہ بھائی لوگ کہتے کہ نبی نے تو کسی کو نہیں مارا تم کیوں مارتے ہو؟ کسی نے سچ کہا۔

فَمَنْ كَانَ أَوْمَنْ قَدْ يَكُوْنُ كَأَحْمَدَ
نِظَامٌ لِحَقٍّ أَوْنَكَالٌ لِمُلْحِدِ

ترجمہ: یعنی محمد ﷺ کی طرح کون ہو سکتا ہے، آپ ﷺ تو حق کے محافظ اور ملحدین کو عبرتناک سزا دینے والے تھے۔

سید الشہداء حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی بہادری وشہادت

جنگ کا پانچواں مرحلہ

حضرت حمزہؓ حضور اکرم ﷺ کے مایہ ناز چچا تھے، حضور اکرم ﷺ پر مکہ مکرمہ ہی میں ایمان لائے تھے، شان والے صحابی تھے انتہائی بہادر تھے، حتیٰ کہ ان کو حضور اکرم ﷺ نے "أسد اللہ و أسد رسولہ" کا شاندار لقب عطا فرمایا تھا، یعنی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کا شیر۔ جنگِ بدر میں آپؓ نے ابوسفیان کی بیوی ہندہ کے باپ عتبہ کو قتل کیا تھا، اور جبیر بن مطعم کا چچا طعیمہ بھی حضرت حمزہؓ کے ہاتھوں قتل ہوا تھا۔ جس کا ایک سیاہ فام غلام تھا، جس کا نام وحشی تھا، جبیر نے اس کو آزادی کی لالچ دلائی کہ اگر تو نے میرے چچا کے بدلے محمد (ﷺ) کے چچا کو قتل کیا تو میں تجھے آزاد کر دوں گا، ادھر ابوسفیان کی بیوی ہندہ نے کہا کہ اگر وحشی نے میرے باپ کے بدلے میں حمزہؓ کو قتل کیا، تو میں خاطر خواہ انعام دوں گی۔ اس لالچ نے اس شخص کو اس قتل پر ابھارا، ورنہ یہ کوئی عقیدہ کی بنیاد پر میدان میں نہیں آیا تھا بلکہ ایک اجرتی قاتل تھا چونکہ نیزہ بازی میں خوب مہارت رکھتا تھا اس لئے یہ اس کام کیلئے تیار ہو گیا، اس شخص کو حارث کی بیٹی نے بھی آزادی کی لالچ دی تھی کیونکہ اس عورت کا

باپ بھی بدر میں مارا گیا تھا۔ چنانچہ اس عورت نے وحشی سے کہا کہ اگر تو نے میرے باپ کے بدلے محمد (ﷺ) یا اس کا چچا حمزہؓ یا علیؓ کو قتل کیا، تو تجھے آزادی مل جائے گی۔

وحشی کہتا ہے کہ میں نے کہا کہ محمد (ﷺ) تک پہنچنا تو محال ہے اور حمزہؓ تو ایسا بہادر ہے کہ خدا کی قسم اگر وہ سویا ہوا بھی ملے تو میں اسے جگا نہیں سکتا رہ گیا علیؓ تو اس کے قتل کی میں کوشش کروں گا، وحشی کا اپنا بیان ہے کہ میں جنگ احد میں آیا اور میدانِ اُحد میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کو تلاش کر رہا تھا کہ اچانک میں نے میدان میں اسکو دیکھا جو انتہائی محتاط تجربہ کار اور ادھر اُدھر اطراف پر مستقل نظر دوڑانے والا شخص تھا تو میں نے کہا کہ اس کو قتل کرنا آسان کام نہیں ہے، تاہم میں ایک پتھر کی اوٹ میں بیٹھ گیا کہ اچانک میں نے دیکھا کہ حمزہؓ ایک مٹیالے رنگ کے اونٹ کی طرح لوگوں کو بھگا رہا ہے اور ادھر اُدھر لوگوں کو قتل کر رہا ہے، میں نے ارادہ کر لیا کہ کسی درخت یا پتھر کے پیچھے چھپ جاؤں جب یہ قریب آئے گا تو بے خبری سے حملہ کروں گا، اتنے میں لشکرِ قریش میں سے ایک شخص مجھ سے آگے حمزہؓ کے سامنے آیا، تو حمزہؓ نے کہا کہ اے ذلیل عورت کے بیٹے تو بھی ہم پر شیر بن رہے ہو، یہ کہہ کر حمزہؓ نے اس پر ایسا حملہ کیا کہ اس کا نام ہی مٹ گیا، اس کے بعد حمزہؓ کی نظر مجھ پر پڑی تو فوراً نالے میں میری طرف بڑھنے لگا کہ اچانک اس کا پاؤں پھسل گیا، وہ سنبھل رہا تھا کہ میں نے اپنا نیزہ خوب ہلایا، اور پھر اس پر زور سے پھینکا، نیزہ اس کی ناف کے برابر جا لگا اور اپنا کام کر گیا، حمزہؓ چند قدم میری طرف بڑھے لیکن پھر زمین پر گر پڑے، اور میں کنارہ کش ہو کر بیٹھ گیا۔

مسلمانوں نے حمزہ رضی اللہ عنہ کو کئی دفعہ آواز دی مگر انہوں نے کوئی جواب نہیں دیا، تو سب نے کہا کہ حمزہؓ شہید ہو گئے، جب لوگ ہٹ گئے تو میں نے جا کر اپنا نیزہ نکالا، اور حمزہ رضی اللہ عنہ کا سینہ چاک کر کے کلیجہ نکالا اور لا کر ہندہ کو دیا ہندہ نے کلیجہ منہ میں ڈال کر چبایا، لیکن نگل نہ سکی اور یہ کہا کہ آج میرا جگر ٹھنڈا ہو گیا، کہ اپنے باپ کے قاتل کا جگر چبایا۔ پھر ہندہ نے جا کر حمزہؓ کے دیگر اعضاء کو کاٹا اور اس کو دھاگہ میں پرو کر گلے کا ہار بنایا، اور بعض اعضاء کو بازو بند کے طور پر پہنا اور یہ سب چیزیں اپنے ساتھ مکہ لے گئی، اور مجھ سے کہا کہ جب مکہ پہنچ جائینگے تو تمہیں دس دینار بطورِ انعام دوں گی اور پھر ہندہ نے اپنا لباس اتار کر مجھے دیا اور جسم پر جو بھی زیورات تھے وہ بھی مجھے دیئے، پھر فتح مکہ کے بعد ہندہ مسلمان

ہوگئی اور میں طائف بھاگ نکلا پھر مجھے کچھ لوگوں نے کہا کہ اگر تم اسلام قبول کرلو تو حضرت محمد ﷺ تجھے معاف کردیں گے، چنانچہ میں مدینہ گیا تو آپ ﷺ نے مجھے دیکھ کر فرمایا وحشی ہو میں نے کہا ہاں یارسول اللہ! پھر میں نے اسلام قبول کیا لیکن حضور ﷺ نے مجھ سے کہا کہ میرے سامنے مت آیا کرو کیونکہ تجھے دیکھ کر مجھے اپنا چچا یاد آتا ہے۔ تو میں وعظ و نصیحت کے وقت حضور اکرم ﷺ کے پیچھے بیٹھتا تھا۔ مجھ سے حضور ﷺ نے بھی اپنے چچا کے قتل کا یہ قصہ اسی طرح سنا۔

چنانچہ بعد میں ہم مسیلمہ کذاب کے مقابلے پر یمامہ پہنچ گئے، جب ہم حدیقة الموت میں داخل ہوگئے تو میں نے مسیلمہ کذاب کو ایک دیوار کے ساتھ کھڑا ہوا دیکھ لیا، میں نے اسی نیزہ کو پھر ہلایا، اور مسیلمہ پر حملہ آور ہوا، میں اور ایک انصاری نے مل کر اس کو قتل کردیا، خدا کرے یہ ثواب اس جرم کا بدلہ بن جائے جو میں نے حمزہ ؓ کے قتل میں کیا تھا۔

(نوٹ: مسیلمہ کذاب اور دیگر مرتدین کے ساتھ صدیق اکبرؓ کے عظیم معرکے بندہ کی کتاب ''فتنۂ ارتداد اور جہاد فی سبیل اللہ'' میں دیکھ لیے جائیں مکمل تفصیلات عام فہم انداز میں درج ہیں۔ مؤلف)

حضور اکرم ﷺ کی پھوپھی اور حضرت حمزہؓ کی بہن حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں ایک بلند مکان کے کنگرے پر کھڑی تھی کہ میں نے اُحد میں مسلمانوں کی یہ عارضی شکست دیکھ لی، میں تلوار سونت کر اُحد کے میدان کی طرف دوڑنے لگی، کچھ آگے جاکر انصار کی دیگر خواتین بھی اُحد کی طرف تیز تیز چل رہی تھیں، یہاں تک کہ ہم حضور ﷺ تک پہنچ گئیں، حضور ﷺ کے صحابہ منتشر و متفرق تھے، سب سے پہلے میں نے اپنے بھتیجے علی ؓ کو دیکھا تو اس نے مجھ سے کہا کہ اے پھوپھی جان! واپس ہوجاؤ آگے مت جاؤ میں نے کہا کہ حضور اکرم ﷺ کیسے ہیں؟ تو اس نے کہا کہ وہ ٹھیک ہیں، چنانچہ میں حضور اکرم ﷺ تک پہنچ گئی، آپ ﷺ زخمی تھے اور بار بار یہ فرما رہے تھے کہ میرے چچا حمزہؓ کا کیا ہوا؟ حارث بن صمہ ؓ نے جاکر ڈھونڈنا شروع کیا، لیکن دیر ہوگئی تو حضرت علیؓ چلے گئے اور واپس آکر حضور اکرم ﷺ کو اطلاع دی کہ حمزہؓ شہید ہوچکے ہیں، حضور ﷺ وہاں سے نکلے اور جاکر حمزہ ؓ کی لاش کے پاس کھڑے ہوگئے، پھر آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں نے اپنی زندگی میں اس سے زیادہ دردناک

منظر کبھی نہیں دیکھا، اگر ہماری عورتیں برداشت کرسکتیں تو میں حمزہؓ کو کھلے میدان میں چھوڑ دیتا کہ درندے پرندے اس کو نوچ لیں، اور قیامت کے دن اسی حالت میں آجائے۔

کفار نے حضرت حمزہؓ کا انتہائی دردناک اور وحشیانہ انداز سے مثلہ کیا تھا یعنی ہاتھ کٹے ہوئے تھے، ناک کان اور ہونٹ کٹے ہوئے تھے، انگلیاں کٹی ہوئی تھیں، سینہ چاک چاک تھا، حضور اکرم ﷺ نے حضرت زبیرؓ سے فرمایا کہ اپنی والدہ اور حمزہؓ کی بہن صفیہؓ کو آگے آنے مت دو وہ برداشت نہ کرسکیں گی، تاہم صفیہؓ اپنے بھائی کی لاش پر آگئیں اور حضور ﷺ نے اجازت دیدی۔

وہ آکر حمزہؓ کی لاش کے پاس بیٹھ گئیں، جب آپؓ روتی تھیں تو حضور اکرم ﷺ بھی رونے لگتے تھے، اور جب روتے روتے آپؓ کی ہچکیاں بندھ جاتیں، تو حضور اکرم ﷺ کی بھی ہچکیاں بندھ جاتی تھیں۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا بھی اس وقت روتی تھیں، حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ اے حمزہ اس تکلیف کی طرح میری کوئی تکلیف نہیں ہوسکتی اور اگر مجھے موقع ملا تو میں قریش کے تیس آدمیوں کا مثلہ کروں گا۔ اس پر قرآن کی یہ آیت اتری: "**فإن عاقبتم فعاقبوا بمثل ما عوقبتم ......الأية**"۔ ترجمہ: اور اگر تم بدلہ لو تو اسی قدر جس قدر تم کو تکلیف پہنچائی جائے، اور اگر صبر کرو تو یہ صبر والوں کیلئے بہتر ہے، پھر آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں معاف کرتا ہوں کسی کا مثلہ نہیں کروں گا۔

جب آپ ﷺ نے صفیہؓ وغیرہ کا رونا دیکھا، تو فرمانے لگے کہ میرے پاس جبرئیلِ امین آئے اور مجھے بتایا کہ ساتوں آسمانوں میں لکھا گیا ہے کہ "**حمزة اسد الله و اسد رسوله**" یعنی حمزہؓ اللہ اور اس کے رسول کے شیر ہیں۔

اس طرح اس عظیم انسان نے اس عظیم اسلام کیلئے عظیم قربانی دے کر عظیم تاریخ رقم کردی۔ سچ ہے۔

ہم نے ان کے سامنے اول تو جذبہ رکھ دیا
پھر کلیجہ رکھ دیا، دل رکھ دیا، سر رکھ دیا

یہ بھی سچ ہے۔

زندگی کیفی اسی حسنِ عمل کا نام ہے
کفر کو نابود حق کو جاوداں کرتے چلو

یہ بھی سچ ہے۔

جفا کی تیغ سے گردن وفا شعاروں کی
کٹی ہے بر سرِ میدان مگر جھکی تو نہیں

یہ بھی سچ ہے۔

مؤمن ہیں بہادر ہیں مجاہد ہیں نڈر ہیں
اسلام کی عظمت کے لئے سینہ سپر ہیں

اب دامنِ احد میں جبلِ رماۃ کے پہلو میں اس عظیم انسان کے پاس جو کچھ تھا وہ اللہ کے راستے میں قربان کر دیا، جسم کے ٹکڑوں کا نذرانہ پیش کر کے امتِ مسلمہ کو یہ پیغام دے گیا۔

جو پاس تھا وہ سب لٹا ہی دیا
حق تو یہ ہے کہ حق اداء ہی کیا

عظیم رسول کے اس عظیم چچا نے مجلسِ شجاعت و بسالت اور انجمن عزت و عظمت میں ایک تابناک شمع جلا کر چھوڑ دی، اور پھر اس طرح رخصت ہوئے کہ قیامت تک اپنے پیچھے چھوڑنے والوں کو داغِ مفارقت دے گئے۔

وہ آئے بزم میں اتنا تو میرؔ نے دیکھا
پھر اس کے بعد چراغوں میں روشنی نہ رہی

حضرت حمزہؓ حضور ﷺ کے صرف چچا ہی نہیں تھے بلکہ حضور ﷺ کے رضاعی بھائی بھی تھے، بچپن میں دونوں ایک دوسرے کے ساتھ بھی تھے، اور مدت العمر حضور ﷺ کے قلبی دوست بھی تھے، اس لئے ایک موقع پر جب حضور ﷺ نے انصار کی عورتوں کو اپنے شہداء پر روتے ہوئے دیکھا تو دردناک انداز میں فرمایا: "لٰكِنَّ حَمْزَةَ لَا بَوَاكِيَ لَهُ" (لیکن حمزہ پر تو کوئی رونے والی ہی نہیں) اس جملہ کو سن کر انصار نے اپنی خواتین کو حکم دیا کہ اپنے شہداء کو چھوڑ کر حمزہ کو رویا جائے۔

جب حضور اکرم ﷺ نے ان کی آوازیں سنیں اور حضرتِ حمزہؓ پر رونے کا اہتمام دیکھا تو فرمایا کہ میرا مقصد یہ نہیں تھا، اس طرح رونا جائز نہیں ہے، آپ ﷺ نے ان کو منع کر دیا، گویا یہ جملہ حضور ﷺ کے درد کا مظہر تھا، رونا رُلانا مقصود نہیں تھا۔

تاہم انصار و مہاجرین نے حضرت حمزہؓ کی مرثیہ میں لمبے لمبے قصیدے پڑھے ہیں، جن میں سے چند اشعار نقل کرتا ہوں، لیکن پہلے ہندہ کے دو شعر سنتے جائیں تا کہ نقشہ واضح طور پر سامنے آجائے، شعر کفار کے حق میں ہیں تاہم یہ یاد رکھیں کہ ہندہ یا ابو سفیان یا وحشی کے متعلق یہ اشعار ان کے اسلام قبول کرنے سے پہلے کے ہیں بعد میں یہ لوگ مسلمان ہوگئے ہیں، بہرحال ہندہ نے اس طرح خوشی کا اظہار کیا۔

نَحْنُ جَزَیْنَاکُمْ بِیَوْمِ بَدْرٍ
وَالْحَرْبُ بَعْدَ الْحَرْبِ ذَاتُ سَعْرٍ

ہم نے تم سے بدر کا بدلہ لے لیا اور پہلی جنگ کی نسبت دوسری جنگ سخت ہوتی ہے۔

شَفَیْتُ نَفْسِیْ وَ قَضَیْتُ نَذْرِیْ
أَزَاحَ وَحْشِیٌّ غَلِیْلَ صَدْرِیْ

میں نے اپنی نذر کو پورا کر کے دل کو ٹھنڈا کیا، اور وحشی نے میرے دل کی سوزش کو دور کر دیا۔

حضرتِ حسان بن ثابتؓ شاعر دربار نبوی ﷺ نے اس کا طویل جواب دیا ہے میں صرف چار اشعار نقل کرتا ہوں باقی اشعار میں بہت سختی ہے۔

أَشِرَتْ لَکَاعِ وَکَانَ عَادَتُھَا
لُوْمًا إِذَا کَانَ أَشِرَتْ مَعَ الْکُفْرِ

اس کمینی عورت نے تکبر کیا اور کفر کے ساتھ کمینگی اس کی پرانی عادت ہے۔

أَخَرَجْتِ مُرْقِصَةً إِلَیٰ أُحُدٍ
فِی الْقَوْمِ مُقْتِبَةً عَلٰی بَکْرٍ

کیا تو ناچتی ہوئی اونٹ کے پالان پر بیٹھ کر لوگوں کے سامنے احد کی طرف آئی؟

أَخَرَجْتِ ثَائِرَةً مُبَادِرَةً
بِأَبِیْکِ وَابْنِکِ یَوْمَ ذِیْ بَدْرِیْ

تم تو بدر کے میدان میں بھی بدلہ لینے کے لئے اپنے باپ بیٹے کو لے کر دوڑ کر آئی تھی۔

فَرَجَعَتِ صَاغِرَۃً بِلاَ تِرَۃٍ
مِنَّا ظَفَرَتِ بِهَا وَلاَ نَصَرٍ

مگر وہاں سے بغیر بدلہ لئے ذلیل ہو کر بے نیل ومرام واپس لوٹ گئی۔

ہندہ کے جواب میں حضرت حسان بن ثابتؓ کے دو شعر یہ بھی ہیں۔

خَزِيْتِ فِيْ بَدْرٍ وَ بَعْدَ بَدْرٍ
يَا بِنْتَ وَقَاعٍ عَظِيْمِ الْكُفْرِ

اے بڑے کافر فاسق کی بیٹی! تم تو بدر میں بھی رسواء ہو گئی اور بدر کے بعد بھی۔

بِكُلِّ قَطَّاعٍ حُسَّامٍ يَفْرِيْ
حَمْزَةُ لَيْثِيْ وَعَلِيٌّ صَقْرِيْ

یہ رسوائی کاٹنے والی تلوار سے تھی یاد رکھو حمزہ میرا شیر اور علی میرا شاہین ہے۔

وَنَذْرُكِ السُّوْءَ فَشَرُّ نَذْرٍ

اور تیری جو نذر ہے وہ تو بدترین نذر ہے۔

حضرتِ حسان رضی اللہ عنہ کا مرثیہ

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے متعلق حضرت حسان کے بہت قصیدے ہیں لیکن میں تنگیٔ داماں کی وجہ سے چند اشعار نقل کروں گا۔

دَعْ عَنْكَ دَارًا عَفَا رَسْمُهَا
وَابْكِ عَلٰى حَمْزَةَ ذِی النَّائِلِ

اے حسان! ویران کھنڈرات کے تذکرے چھوڑ دو بلکہ عطایا کے مالک حمزہ پر رو لو۔

اَللاَّبِس الْخَيْلَ إِذَا احْجَمَتْ
كَاللَّيْثِ فِيْ غَابَاتِهِ الْبَاسِلِ

جب گھوڑے پیچھے ہٹ جائیں تو یہ میدان میں ایسا جما رہتا ہے جیسا جھاڑی کا بہادر شیر ہوتا ہے۔

أَبْيَضُ فِيْ الذِّرْوَةِ مِّنْ هَاشِمٍ

لَمْ يَمْرِدُوْنَ الْحَقِّ بِالْبَاطِلِ

بنو ہاشم کے چوٹی کے سردار ہیں جو کبھی حق کے علاوہ باطل پر لڑا ہی نہیں۔

مَالَ شَهِيْداً بَيْنَ أَسْيَافِكُمْ
شَلَّتْ يَدَا وَحْشِيٍّ مِّنْ قَاتِلِ

تمہاری تلواروں کے بیچ میں وہ شہید ہو گئے، اللہ تعالیٰ وحشی قاتل کے دونوں ہاتھ شل کر دے۔

أَظْلَمَتِ الْأَرْضُ لِفُقْدَانِهِ
وَاسْوَدَّ نُوْرُ الْقَمَرِ النَّاصِلِ

اس کی وفات پر دنیا تاریک ہوگئی او چودھویں کا چاند سیاہ تر ہو گیا۔

لاَ تَفْرَحِيْ يَا هِنْدُ وَاسْتَجْلِبِيْ
دَمْعًا وَاذِرِيْ عِبْرَةَ الثَّاكِلِ

اے ہندہ! تو خوشی مت مناؤ بلکہ مصیبت زدہ عورتوں کی طرح ہمیشہ آنسو بہاؤ۔

وَابْكِ عَلٰى عُتْبَةَ إِذْ قَطَّهُ
بِالسَّيْفِ تَحْتَ الرهَج الجَائِلِ

اور اپنے باپ عتبہ پر رو لو جبکہ حمزہ نے اٹھنے والے گرد و غبار کے نیچے تلوار سے اس کے ٹکڑے کر دیئے۔ (دیوانِ حسان ص ۱۹۴)

حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کا مرثیہ

بَكَتْ عَيْنِيْ وَحُقَّ لَهَا بُكَاهَا
وَمَا يُغْنِيْ الْبُكَاءُ وَلاَ الْعَوِيْلُ

میری آنکھیں روئیں اور رونا ہی ان کا حق تھا، اگرچہ رونے اور چیخنے چلانے کا کوئی فائدہ نہیں۔

عَلٰى أَسَدِ الْإِلٰهِ غَدَاةَ قَالُوْا
أَحَمْزَةَ ذَاكُمُ الرَّجُلُ الْقَتِيْلُ

۔رونا اللہ تعالیٰ کے اس شیر پر تھا جب کہ لوگوں نے صبح کے وقت کہا ہائے وہ کامل مرد حمزہ شہید ہو گئے۔

أُصِيْبَ الْمُسْلِمُوْنَ بِهٖ جَمِيْعًا
هُنَاكَ وَقَدْ أُصِيْبَ بِهِ الرَّسُوْلُ

اس پر سب مسلمانوں کو درد پہنچا، اور خاص کر رسول اللہ ﷺ کو درد پہنچا۔

أَلَا يَا هَاشِمَ الْأَخْيَارِ صَبْرًا
فَكُلُّ فِعَالِكُمْ حَسَنٌ جَمِيْلُ

اے سب سے افضل بنو ہاشم! صبر کرو کیونکہ تمہارے تمام افعال اچھے اور قابلِ تقلید ہیں۔

شَرَسُوْلُ اللّٰهِ مُصْطَبِرٌ كَرِيْمُ
بِأَمْرِ اللّٰهِ يَنْطِقُ إِذْ يَقُوْلُ

رسولِ کریم ﷺ نہایت صابر ہیں اور جب بھی کوئی بات کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے کرتے ہیں۔

أَلَا مَنْ مُبْلِغٌ عَنِّيْ لُؤَيًّا
فَبَعْدَ الْيَوْمِ دَائِلَةٌ تَدُوْلُ

کون ہے جو میرا پیغام قریش تک پہنچائے کہ آج کے بعد اسی طرح تمہاری باری آنے والی ہے۔

(البدایہ والنھایہ، ج:۴ص:۶۱)

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کا مرثیہ

وَلَقَدْ هُدِدْتَّ لِفَقْدِ حَمْزَةَ هُدَّةً
ظَلَّتْ بَنَاتُ الْجَوْفِ مِنْهَا تَرْعَدُ

اے کعب تجھے تو حمزہ کی وفات کے وقت ایسا حادثہ پیش آیا، جس سے نیزے اور نیزہ بازی کانپ اُٹھی۔

وَلَوْ أَنَّهٗ فُجِعَتْ حِرَاءُ بِمِثْلِهٖ
لَرَأَيْتَ رَاْسِيْ صَخْرِهَا يَتَبَدَّدُ

اگر اس جیسا حادثہ جبلِ حراء پر آجائے تو تم اس کی چوٹی کی چٹانوں کے پرخچے اڑتے ہوئے دیکھو گے۔

عَمُّ النَّبِيِّ مُحَمَّدٍ وَّ صَفِيُّهٗ
وَرَدَ الْحِمَامَ فَطَابَ ذَاكَ الْمَوْرِدُ

وہ رسول کریم ﷺ کے چچا اور محبوب تھے جو موت و شہادت کے بہترین گھاٹ پر اتر آئے۔

وَأَتَـى الْـمَـنِيَّةَ مُعْلَـمًـا فِـىْ أُسْـرَةٍ
نَـصَـرُوا الـنَّـبِـىَّ وَمِـنْـهُمُ الْمُسْتَشْـهِدُ

اس نے موت کو چکھ لیا اور وہ کنبے کا مشہور فرد تھا، اس کنبے نے نبی کریم ﷺ کی مدد کی اور انہیں میں سے شہداء ہیں۔

وَلَـقَـدْ إِخَـالُ بِـذَاکَ هِنْدًا بَشَّـرَتْ
لِـتُـمِـيْـتَ دَاخِـلَ غُـصَّـةٍ لَاتَـبْـرَدُ

میرا خیال ہے کہ اس سے ہندہ خوشی منائے گی تاکہ وہ اپنے دل کی سوزش کو دور کرے لیکن وہ سوزش کبھی دور نہیں ہوگی۔

مِـمَّـا صَـبَـحْـنَـا بِـالْعَقَنْقَلِ قَوْمَهَـا
يَـوْمًـا تَـغَـيَّـبَ فِيْـهِ عَـنْهَـا الْأَسْعَدُ

کیونکہ ہم نے عقنقل ٹیلہ (بدر) کے پاس صبح کے وقت اس کی قوم کے ساتھ جو کچھ کیا اس سے ہندہ کی خوش بختی ختم ہوگئی۔

شَتَّـانَ مَـنْ هُـوَ فِـىْ جَهَـنَّـمَ ثَـاوِيـاً
أَبَـدًا وَّمَـنْ هُـوَ فِـىْ الْـجِـنَـانِ مُخَلَّدُ

بہت بڑا فرق ہے اس کے درمیان جو ہمیشہ کے لئے جہنم رسید ہو گیا اور وہ جو ہمیشہ کے لئے جنتوں میں پہنچ گیا۔

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی بہن حضرت صفیہؓ کا مرثیہ

فَـقَـالَ الْـخَـبِـيْـرُ إِنَّ حَـمْـزَةَ قَدْ ثَوٰى
وَزِيْـرُ رَسُـوْلِ الـلّٰـهِ خَيْـرُ وَزِيْـرٖ

بتانے والے نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ کے بہترین وزیر حمزہ شہید ہو گئے۔

دَعَـاهُ إِلٰـهُ الْـحَـقِّ ذُو الْعَرْشِ دَعْوَةً
إِلٰـى جَـنَّـةٍ يَـحْـيَـا بِهَـا، وَسُـرُوْرٖ

عرش والے برحق معبود نے اس کو جنت اور خوشیوں کی طرف بلایا جس میں وہ زندہ ہیں۔

فَذَالِکَ مَا كُنَّا نُرَجِّیْ وَنَرْتَجِیْ
لِحَمْزَةَ يَوْمَ الْحَشْرِ خَيْرَ مَصِيْرِ

ہم حمزہؓ کے لئے محشر میں اسی بہترین ٹھکانے کی امید رکھتے ہیں۔

فَوَاللّٰهِ لَاأَنْسَاکَ مَاهَبَّتِ الصَّبَا
بُكَاءً وَحُزْنًا مَحْضَرِیْ وَمَسِيْرِیْ

قسم بخدا جب تک بادِ صبا چلتی رہے گی، میں سفر وحضر میں تجھے رونے اور غم میں نہیں بھول سکتی۔

عَلٰی أَسَدِ اللّٰهِ الَّذِیْ كَانَ مِذْرَهًا
يَزُوْدُ عَنِ الْإِسْلَامِ كُلَّ كَفُوْرِ

اللہ کے اس شیر پر روؤں گی جو بڑے سردار تھے، اور ہر کافر سے اسلام کی حفاظت کیا کرتے تھے۔

أَقُوْلُ وَقَدْ أَعْلَى النَّعِیُّ عَشِيْرَتِیْ
جَزَى اللّٰهُ خَيْرًا مِّنْ أَخٍ وَنَصِيْرِ

اس حال میں کہ میرے خاندان پر حمزہ کی موت کی خبر سوار ہے، میں کہتی ہوں کہ اللہ تعالیٰ میرے مددگار بھائی کو بہترین ثواب عطا کرے۔

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ جبلِ رماۃ کے دامن میں شہید ہو گئے تھے اور وہیں پر ابتداء میں ان کی قبر بنی تھی، چھیالیس سال بعد حضرت معاویہؓ کے زمانے میں آپؓ کی تازہ لاش میدانِ احد کے وسط میں لا کر دفنائی گئی جو آج تک موجود ہے اور مؤمن کی یہ مرقد اور شہید کی یہ خواب گاہ آج اسی جگہ پر ہر زیارت کرنے والے کو جرأت وشجاعت وشہادت کا یہ پیغام دیتی ہے۔

غم نیست گرز مہرتو دل پارہ پارہ شد
اے کاش ذرہ ذرہ شوم در ہوائے تو
من کیستم کہ بہرِ شما جاں فدا کنم
اے صد ہزار جانِ مقدس برائے تو

میخو اہم از خدا بدعا صد ہزار جان
تاصد ہزار بار بمیرم برائے تو

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بہادری

حضور اکرم ﷺ پر کفار کا یک بارگی حملہ ہو چکا تھا، جس کی وجہ سے ہر صحابہ اپنے اپنے طور پر دفاعی اور اقدامی دونوں طریقے سے لڑ رہے تھے۔ حضرت علیؓ نے اقدامی حملے بھی بہت کیے اور دفاعی طور پر نہایت جرأت سے لڑ کر دادِ شجاعت اور ثوابِ جنت حاصل کیا، چنانچہ وہ اپنا ایک واقعہ خود اس طرح بیان فرماتے ہیں: مجھے خوب یاد ہے کہ میں میدانِ احد کی ایک جانب کفار کو دفع کر رہا تھا اور ابو دجانہؓ دوسری جانب کے ایک دستے سے برسرِ پیکار تھے، اور سعد بن ابی وقاصؓ ایک اور جماعت کو روک رہے تھے، میں نے ایک طاقتور مسلح دستے پر حملہ کیا جس میں عکرمہ بن ابی جہل بھی تھے میں ان کی جماعت میں اندر گھستا چلا گیا ان سب نے مجھ پر حملہ کیا، لیکن میں تلوار چلاتا ہوا دستے سے پار نکل گیا۔ پھر میں مڑ کر ان پر دوبارہ حملہ کر کے واپس اپنی جگہ پر آ گیا۔ عکرمہ کی موت نہیں آئی تھی ورنہ میں نے ٹھیک ٹھیک بھرپور حملے کیے۔

حضرت علیؓ اپنا ایک اور واقعہ اس طرح بیان فرماتے ہیں کہ جب احد کا دن آیا، اور مسلمانوں کو ایک قسم کی شکست ہوگئی، تو امیہ بن حذیفہ بہادر کافر اسلحہ میں غرق مسلمانوں کی طرف متوجہ ہو کر للکارنے لگا "آج کا دن بدر کے انتقام کا دن ہے"

اسلحہ میں صرف اسکی آنکھیں نظر آ رہی تھیں جو بھی مسلمان اس کی طرف آتا تھا وہ اُسے قتل کر دیتا تھا، میں نے تاک لگا کر اس کے سر پر تلوار ماردی، لیکن خود کی وجہ سے تلوار اُچٹ گئی اور وہ مجھے تلوار سے مارنے لگا، میں چھوٹے قد کا آدمی تھا، تاہم ڈھال سے اس کی تلوار روک رہا تھا حتی کہ اس کی پنڈلی پر میں نے تلوار چلائی جو زرہ سے باہر ہوگئی تھی۔ چنانچہ میں نے اس کی دونوں پنڈلیاں کاٹ ڈالیں، وہ زمین پر گر پڑا لیکن گھٹنوں کے بل بیٹھ کر مجھ پر تیر چلانا شروع کر دیئے، میں نے اس کی بغل میں ایک معمولی جگہ زرہ سے خالی دیکھ لی تو اسی میں تلوار گھسا کر اس کو زمین پر پچھاڑا، اور وہ مر گیا۔

اہلِ تاریخ نے لکھا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے احد کے دن فرمایا کہ کسی کو ذکوان بن قیسؓ کے متعلق

معلوم ہے؟ حضرت علیؓ نے کہا یا رسول اللہ! میں نے ایک شہسوار کو دیکھا جو ذکوان کے پیچھے گھوڑا سرپٹ دوڑا رہا تھا، جب اس کے بالکل قریب ہوا تو کہنے لگا: اگر آج تو بچ گیا تو میری زندگی میں کوئی مزہ نہیں ہوگا، یہ کہہ کر اس نے ذکوان پر حملہ کر دیا، ذکوان پیدل تھا اور کافر سوار تھا، چنانچہ اس نے ذکوان کو مارا اور پھر کہا ”یہ وار لو اور میں ابنِ علاج ہوں“ ذکوان جب شہید ہوا تو میں نے جھپٹ کر اس پر حملہ کر دیا، وہ گھوڑے پر سوار تھا، میں نے اس کی پنڈلی کاٹ دی اور وہ گھوڑے سے نیچے گرا پھر میں نے جا کر اس کا خاتمہ کر دیا۔ جب میں نے دیکھا تو وہ ابنِ اخنس بن شریق تھا۔ سچ ہے۔

خَلَقَ اللّٰهُ لِلْحُرُوْبِ رِجَالاً
وَرِجَالاً لِقُصْعَةٍ وَّ ثَرِيْدِ

ترجمہ: یعنی اللہ تعالیٰ نے بعض لوگوں کو جہاد میں لڑنے کیلئے پیدا فرمایا اور بعض کو ثرید اور قورمے کھانے کے لئے۔

یہ بھی سچ ہے۔

مؤمن ہیں بہادر ہیں مجاہد ہیں نڈر ہیں
اسلام کی عظمت کے لئے سینہ سپر ہیں

غسیل الملائکہ حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ کی بہادری

حضرت حنظلہؓ شان والے رسول ﷺ کے صحابی تھے، اور ان کا باپ ابو عامر راہب تھا جو بوجۂ حسد مدینہ چھوڑ کر مکہ چلا گیا تھا اور جس کو حضور اکرم ﷺ نے فاسق کا لقب دیا، آج یہ دونوں باپ بیٹا میدانِ احد میں تھے، لیکن بیٹا اسلام کا سپاہی اور باپ کفر کا حامی تھا، اس نوجوان حنظلہ کی شادی ہوگئی تھی، اور اسی وقت جنگِ احد کا اعلانِ عام ہوگیا، حضرت حنظلہؓ نے حضور اکرم ﷺ سے اجازت لی تھی کہ آج رات گھر میں گذاروں اور کل عین لڑائی کے دن احد میں پہنچ جاؤں گا، اس کی بیوی جمیلہ جو عبداللہ بن ابی ابن سلول کی بیٹی یا بہن تھی، اس نے خواب دیکھا تھا جس سے اس کو اندازہ ہوگیا تھا کہ حنظلہ شہید ہونے والے ہیں۔ چنانچہ جلدی سے نکلنے کی وجہ سے حنظلہ غسلِ جنابت بھی نہ کر سکے اور احد کے دن حضور اکرم ﷺ کے پاس میدانِ احد میں اس وقت پہنچے کہ آپ ﷺ صفوں کو درست

فرمارہے تھے، جس وقت میدان میں سخت مقابلہ شروع ہوگیا تو حضرت حنظلہ نے کفار کے سردار ابو سفیان پر حملہ کر دیا اور اس کے گھوڑے کو زخمی کر کے ابوسفیان کو نیچے گرایا، ابوسفیان زور سے چیخنے لگا ''اے قریش میں ابوسفیان ہوں اور حنظلہ مجھے ذبح کر رہا ہے، اس آواز سے لشکرِ قریش سے ایک شخص مدد کے لئے پہنچ گیا، لیکن حضرت حنظلہ نے اس کو قتل کر دیا، اب ابوسفیان بھاگ رہا تھا اور حنظلہ اس کے پیچھے دوڑ رہے تھے کہ شداد بن اسود مشرک نے آپؓ پر حملہ کر کے شہید کر دیا۔ حضرت حنظلہ کے باپ ابو عامر فاسق کا جب بیٹے کی لاش پر گذر ہوا جو حضرتِ حمزہ اور عبداللہ بن جحشؓ کی لاشوں کے درمیان پڑی تھی تو باپ نے اسے لات مار کر کہا: میں تجھے اس شخص (محمد ﷺ) کی اتباع سے بہت پہلے ڈرایا کرتا تھا لیکن تو نہ مانا، قسم بخدا تمہارے اخلاق اچھے تھے، تم والد کے فرمان بردار تھے، تم جن سرداروں کے درمیان پڑے ہو انہی کے برابر اور مساوی ہو، اگر اللہ نے حمزہ وغیرہ مقتولین کو اچھا بدلہ دیا تو اللہ تعالیٰ تجھے بھی اچھا بدلہ دے گا، پھر باپ نے قریش میں اعلان کیا کہ میرے بیٹے حنظلہ کا مثلہ نہ کیا جائے، چنانچہ آپؓ کا مثلہ نہیں ہوا۔

تدفین شہداء کے وقت فرشتوں نے اسے غسل دے کر واپس کیا، معلوم کرنے پر پتہ چلا کہ وہ گھر سے جلدی میں جنابت کی حالت میں نکلے تھے، اس لئے فرشتوں نے انہیں غسل دیا، اور اسی وجہ سے ان کو غسیل الملائکہ کہتے ہیں۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی جانثاری

اُحد کے دن صدیقِ اکبرؓ ہر حال میں حضور اکرم ﷺ کے ساتھ رہے، چنانچہ ایک موقع پر میدانِ کارزار میں حضرت ابوبکرؓ کے بیٹے عبدالرحمٰن بن ابی بکر نمودار ہوئے یہ اس وقت مسلمان نہیں ہوئے تھے، بڑے بہادر تھے اور اسلحہ میں غرق تھے، اس نے آکر میدان میں کھڑے ہو کر کہا: ''ھل من مبارز'' کیا مقابلہ کرنے کے لئے کوئی نکلنے والا ہے؟ میں ابوبکر کا بیٹا ہوں۔

صدیقِ اکبرؓ نے اپنی تلوار سونت لی اور حضور ﷺ سے بیٹے کے مقابلے پر جانے کی اجازت مانگی، تو حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: ابوبکر اپنی تلوار کو نیام میں رکھو اور اپنی جگہ واپس چلے جاؤ، اور ہمیں اپنی زندگی سے لطف اٹھانے دو۔

شہزادہ مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کی شہادت

مکہ میں یہ نوجوان ایک متمول گھرانے کے محبوب ترین فرد تھے، نہایت خوبصورت لباس پہنتے تھے، اور بہت زیادہ وسعت وعشرت میں رہتے تھے، لیکن جب مسلمان ہوئے تو سب دولت چھوڑ کر حضور اکرم ﷺ کے حلقۂ اثر میں بیٹھ گئے، جنگِ بدر میں خوب دادِ شجاعت حاصل کی، اور احد کے میدان میں غضب ناک شیر کی طرح گرجتے ہوئے حضور ﷺ کے دفاع میں بار بار کفار پر حملے کرتے رہے۔

آپؓ کے ہاتھ میں عموماً مہاجرین کا جھنڈا ہوتا تھا، احد کے دن بھی ایسا ہی تھا کہ آپؓ جھنڈا اٹھائے ہوئے تھے، اور حضور اکرم ﷺ کا نہایت پامردی سے دفاع کر رہے تھے کہ اچانک ابنِ قمیۂ جو عرب کا پہلوان تھا نمودار ہوا، اور آپؓ پر حضور اکرم ﷺ کے بالکل سامنے حملہ کیا اور کہا یہ لو میں ابن قمیۂ ہوں۔

معرکۂ احد کے اس منظر کو حضرت خباب بن ارتؓ اس طرح پیش فرماتے ہیں:

”ہم نے مکہ مکرمہ سے حضور اکرم ﷺ کے ساتھ اللہ کی رضا کیلئے ہجرت کی، تو اللہ تعالیٰ نے ہماری ہجرت قبول کی، اور اجر وثواب کا وعدہ فرمایا،، پس ہم میں سے بعض تو ایسے چلے گئے کہ دنیا میں انہوں نے اپنے اجر وثواب کے بدلے کچھ بھی نہ کھایا، انہی میں سے مصعب بن عمیر بھی تھے، جب وہ احد کے دن شہید ہوئے تو بطورِ کفن ان کے جسم پر سوائے ایک چادر کے اور کچھ نہ تھا، جب ہم چادر کو مصعب کے سر پر ڈالتے تھے تو پیر کھلے رہ جاتے تھے اور اگر پیروں پر رکھتے تو سر کا حصہ کھلا رہ جاتا، تب حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ چادر سر کے حصے پر ڈال دو اور پیروں پر ”اذخر“ گھاس رکھدو۔

محمد بن شرحبیل اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ جب جنگ احد کا دن آیا تو لشکرِ اسلام کے علمبردار مصعب بن عمیر تھے، جب عارضی شکست کے وقت مسلمان تتر بتر ہو گئے تو مصعب بن عمیرؓ حضور اکرم ﷺ کے دفاع میں ثابت قدم کھڑے تھے، کہ اتنے مین ابنِ قمیۂ کافر نمودار ہوا، اس نے مصعب کے داہنے ہاتھ کو تلوار سے مار کر کاٹ دیا، تو مصعب نے فرمایا:

”وما محمد إلا رسول“ یعنی محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کے سچے رسول ہی ہیں یہ کہہ کر آپؓ نے جنگی جھنڈا بائیں ہاتھ میں لے لیا، ابنِ قمیۂ نے پھر حملہ کیا اور آپؓ کے بائیں ہاتھ کو کاٹ کر رکھدیا تو آپؓ نے پھر پڑھا ”وما محمد إلا رسول قد خلت من قبله الرسل“ اب آپؓ نے

اسلامی جھنڈا دونوں بازوؤں اور سینہ سے تھام لیا تو ابنِ قمیۂ ملعون نے تیسرا حملہ کر کے آپ کے سینہ میں نیزہ مار، اس سے آپؓ زمین پر گر پڑے اور حضور اکرم ﷺ کے سامنے شہید ہوئے۔

حضور اکرم ﷺ نے جنگی جھنڈا حضرت علیؓ کو عطا کیا، اور ابنِ قمیۂ ملعون کو یہ بددعا دی: "أقمـاک اللـه" یعنی اللہ تجھے ہلاک کردے، چنانچہ یہ دعا قبول ہوئی اور کچھ دنوں بعد ابنِ قمیۂ کو ایک پہاڑی بکرے نے سینگوں سے مار مار کر ہلاک کر دیا۔ **الحمد لله**

جب حضور ﷺ حضرت مصعب بن عمیرؓ کی لاش کے پاس کھڑے ہوئے تو آپ ﷺ نے اس طرح درد بھرے جملے ارشاد فرمائے: میں نے مکہ مکرمہ میں تجھے اس وقت دیکھا تھا جبکہ پورے مکہ میں تجھ سے زیادہ قیمتی لباس اور خوبصورت زلفوں والا کوئی نہیں تھا۔ لیکن آج دیکھ رہا ہوں کہ آپ کے جسم پر ایک چدری ہے، اور بال غبار آلود ہیں، میں گواہی دیتا ہوں کہ تم سب شہید ہو، پھر آپ ﷺ نے یہ پڑھا: "**من المؤمنين رجالٌ صدقوا ماعاهدوا الله عليه......الخ**" یعنی ایمان والوں میں کتنے مرد ہیں کہ انہوں نے سچ کر دکھلایا، جس بات کا عہد کیا تھا اللہ سے، پھر کوئی تو ان میں پورا کر چکا اپنا ذمہ، اور کوئی ہے ان میں راہ دیکھ رہا ہے اور بدلا نہیں ایک ذرہ۔

اس کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا کہ قیامت تک جو لوگ ان شہداء کو سلام کریں گے تو یہ ان کو سلام کا جواب دیں گے۔ اس طرح یہ شہزادہ اپنے عنفوانِ جوانی میں تمام مسلمانوں کو داغِ مفارقت دے گیا، اور آج بھی ان کی قبر احد کے دامن کھلے میدان میں حضرت حمزہؓ کے پہلو میں ہر زیارت کرنے والے کو یہ پیغام دیتی ہے:

ہم نے ان کے سامنے اول تو جذبہ رکھ دیا
پھر کلیجہ رکھ دیا، دل رکھ دیا، سر رکھ دیا

لئے پھرتی ہے بلبل چونچ میں گل
شہید ناز کی تربت کہاں ہے

عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کی جانثاری

حضرت عبداللہ بن جحشؓ نے غلبۂ شوقِ شہادت میں جاتے وقت اس طرح قسم اٹھائی تھی اور کہا تھا کہ

اے اللہ کبھی وہ دن بھی آئے گا کہ میں کسی زبردست کافر سے لڑوں گا، پھر وہ مجھے شہید کر کے بدن کے سارے کپڑے اتار دے، میرا پیٹ چاک کرے، کان اور ناک کاٹ ڈالے، پھر قیامت میں تو مجھ سے سوال کرے کہ یہ کیوں ہوا؟ تو میں جواب دوں گا کہ یہ سب کچھ تیری خاطر اور تیرے راستے میں ہوا۔

چنانچہ آج اس مردِ مجاہد کی یہ تمنا پوری ہوگئی، کیونکہ جب آپؓ میدانِ احد میں شہید ہوئے تو کفار قریش نے آپؓ کا مکمل مثلہ کیا، جس کی وجہ سے آپؓ پہچانے نہیں جا سکتے تھے، اہل تاریخ اور روایاتِ حدیث نے آپ کی شہادت کی تفصیل اس طرح بیان کی ہے:

اُحد کے دن جب آپ میدانِ جنگ میں اترنے لگے تو حضرت سعدؓ اور آپؓ نے مل کر دعا مانگی اور ہر ایک نے دوسرے کے لئے آمین کہا، حضرت سعدؓ کی دعا اس طرح تھی کہ اے اللہ میں چاہتا ہوں کہ کل جب لڑائی ہو تو میں تیرے راستے میں ایک زبردست شہسوار کافر سے دو دو ہاتھ لڑوں پھر اُسے قتل کر دوں، اور اس کے ساز و سامانِ جنگ بطورِ غنیمت لے لوں، چنانچہ ایسا ہی ہوا، پھر عبداللہ بن جحشؓ نے دعا مانگی کہ اے اللہ میں چاہتا ہوں کہ ایک شہسوار سے مقابلہ ہو اور وہ مجھے شہید کر دے اور پھر وہ میرا پیٹ چاک کرے، اور ناک کاٹ ڈالے، چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

حضرت سعدؓ فرماتے ہیں کہ عبداللہ بن جحشؓ کی دعا میری دعا سے اچھی تھی۔ (بہر حال یہ اپنا اپنا رنگ ہے)

دورانِ جنگ حضرت عبداللہ بن جحشؓ کی تلوار جب ٹوٹ گئی تو حضور اکرم ﷺ نے آپ کو ایک کھجور کی شاخ عطا فرمائی جو فوراً تلوار میں تبدیل ہوگئی، اور پھر وفات کے بعد تک باقی رہی۔

آپؓ کی بہن حمنہؓ جب لاش کے قریب پہنچیں تو پہلے حضور ﷺ نے منع فرمایا کہ وہ اس منظر کو برداشت نہ کر سکیں گی، تاہم پھر اجازت کے بعد وہ لاش پر آئیں، حضور ﷺ نے فرمایا صبر کیجئے، آپؓ نے فرمایا کس کے بارے میں؟ حضور ﷺ نے فرمایا بھائی کے متعلق، آپؓ نے إنا للّٰه و إنا إليه راجعون پڑھ کر دعاءِ مغفرت کی اور فرمایا ان کے لئے شہادت و جنت مبارک ہو۔

پھر حضور ﷺ نے فرمایا صبر کیجئے، حضرت حمنہؓ نے فرمایا کس پر؟ آپ ﷺ نے فرمایا اپنے ماموں حمزہ پر، آپؓ نے إنا للہ پڑھا اور فرمایا کہ ان کے لئے جنت و شہادت مبارک ہو۔

حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ حمنہ صبر اختیار کرو آپ رضی اللہ عنہا نے پوچھا کس وجہ سے؟ آپ ﷺ نے فرمایا اپنے شوہر مصعب بن عمیر کی وجہ سے، یہ سن کر حمنہ تلملا اُٹھیں اور کہا، ہائے میرا غم، ہائے میرا غم، ہائے میرا نقصان، ہائے میرا نقصان۔

حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ یقیناً میاں بیوی کا تعلق ایک ممتاز تعلق ہوا کرتا ہے۔

بہر حال لشکرِ اسلام کا یہ سپاہی شہید ہو کر آج بھی حضرت حمزہؓ کے پہلو میں اُحد کے کھلے میدان میں ہر دیکھنے والے کو یہ سبق دے رہا ہے۔

زندگی کیفی اسی حسنِ عمل کا نام ہے
کفر کو نابود حق کو جاوداں کرتے چلو

میدانِ اُحد میں صرف حضرت حمزہؓ اور مصعب بن عمیرؓ اور عبداللہ بن جحشؓ کی قبریں آج تک منظرِ عام پر نظر آ رہی ہیں جو ایک دوسرے کے پہلو در پہلو واقع ہیں، رضی اللہ عنہم اجمعین۔

حضرت انس بن نضر رضی اللہ عنہ کی جرأت وشجاعت

حضرت انسؓ بن نضر مشہور صحابی ہیں اور مشہور حضرت انسؓ کے چچا ہیں، ان کو جنگِ بدر میں شریک نہ ہونے پر بڑا صدمہ تھا، ایک مرتبہ اس کا اظہار حضور اکرم ﷺ کے سامنے اس طرح کیا: یارسول اللہ! افسوس کہ میں مشرکین کے ساتھ اسلام کی پہلی جنگ میں شریک نہ ہو سکا، اگر آئندہ میرے رب نے مجھے کسی جہاد میں شریک ہونے کی توفیق دی تو میرا رب دیکھ لے گا کہ میں اللہ کی راہ میں کیسا جہاد اور کیسی جانبازی دکھلاتا ہوں۔

جب عارضی شکست کے وقت افراتفری پھیل گئی تو اس وقت حضرت انس بن نضرؓ کا گذر چند صحابہ پر ہوا جو ہمت ہارے بیٹھے تھے، حضرت انس بن نضرؓ نے فرمایا کہ تم لوگ یہاں کیوں بیٹھے ہو؟ صحابہ نے فرمایا کہ حضور اکرم ﷺ شہید کر دیئے گئے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ پھر تمہیں زندگی کی کیا ضرورت ہے اور ایسی زندگی سے کرو گے کیا؟ اُٹھو اور اسی چیز پر جان دے دو جس پر حضور اکرم ﷺ نے جان دے دی، یہ کہہ کر آپؓ تلوار لہرا کر میدان میں کود پڑے، سامنے حضرت سعدؓ آئے تو آپؓ نے فرمایا: أين يا سعد إني أجد ريح الجنة دون أحدٍ. اے سعد کہاں جا رہے ہو مجھے تو اُحد

کی طرف سے جنت کی خوشبو آ رہی ہے، پھر آپؓ لشکرِ کفار میں گھستے چلے گئے، اور چاروں طرف سے کفار کے نرغے میں آ گئے اور آپؓ شہید ہو گئے، آپؓ کے جسم پر تیر و تلوار اور نیزہ کے اسی (۸۰) زخم تھے، بہن نے مشکل سے انگلیوں سے پہچانا۔ اسی جرأت مندانہ اقدام سے دیگر صحابہ بھی میدان جہاد میں کود پڑے اور پھر خوب لڑے کسی نے سچ کہا۔

بیٹھے ہو کیا اُٹھو اُٹھو اب ہاتھ میں تلوار لو
راہِ خدا میں جان دو حوریں ہیں انتظار میں

حضرت اُصیرِ مؓ کا اسلام اور شہادت

اُصیرم کا اصل نام عمرو بن ثابتؓ تھا، مگر اُصیرم کے نام سے مشہور تھے حضرت اصیرم ہمیشہ اسلام قبول کرنے سے انکار کرتے رہے، لیکن احد کے دن اسلام قبول کر لیا، اور میدانِ اُحد میں جا کر لڑنے لگے، اور پھر شدید زخمی ہو گئے، لوگوں کو تعجب ہوا کہ اصیرم جو اسلام کا سخت مخالف تھا، آج کیونکر اسلام کی حمایت کے لئے لڑا، جب آپ سے سوال ہوا کہ اصیرم کیا قومی غیرت وحمیت کی بنیاد پر لڑے یا اسلام پر لڑے؟ تو اصیرم نے جواب دیا کہ میں اسلام کے لئے لڑا ہوں اور اسی جہاد کے راستے میں مجھے زخم آئے ہیں یہ کہہ کر آپؓ شہید ہو گئے، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "إِنَّـهُ لَمِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ" یہ شخص یقیناً جنتی ہے۔

فائدہ: اس شخص نے اسلام قبول کیا اور کسی سے ملاقات کیے بغیر میدانِ جنگ میں پہنچ کر جہاد کرنا شروع کر دیا نہ نماز، نہ روزہ، نہ زکوٰۃ اور نہ حج ایک دم جنت میں پہنچ گیا۔

روایات میں تصریح اب تک نہیں ملی کہ اس شخص نے حضور اکرم ﷺ سے حالتِ اسلام میں ملاقات اور گفتگو بھی کی ہے یا نہیں، بس اسلام اور پھر جہاد اور پھر حضور ﷺ کے ارشاد کے مطابق سیدھا جنت۔ اس واقعے سے ان حضرات کی آنکھیں کھل جانی چاہئیں جو جہاد کے لئے خود ساختہ شرائط عائد کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ پہلے ایمان بناؤ اور پھر جہاد کرو، اور پھر جب ان سے سوال ہوتا ہے کہ کیا آپ لوگوں کا ایمان اب تک نہیں بنا؟ تو کہتے ہیں کہ اب تک بیس، پچیس یا ساٹھ آدمیوں کا ایمان مشکل سے بنا ہے اس لئے جہاد نہیں۔

میں پوچھتا ہوں کہ ایمان بننے کا معیار آخر کیا ہے کہ اس کے بعد ہم فیصلہ کرسکیں کہ اب ایمان بن گیا، ایمان تولنے کا وہ کونسا تھرمامیٹر ہے؟ میں پھر پوچھتا ہوں کہ ایک محکم فریضہ کو حقیر سمجھ کر ان کے قریب نہ جانے سے ایمان بنے گا یا گھٹے گا۔

میں پھر پوچھتا ہوں کہ کیا کسی عبادت کے کرنے سے ایمان بنتا ہے یا چھوڑنے سے ایمان بنتا ہے؟ اگر کرنے سے بنتا ہے تو یقیناً حکم پر عمل کرنے ہی سے ایمان بنتا ہے تو پھر جہاد کرنے سے ایمان بنے گا یا چھوڑنے سے؟

مجھے اُصیرمؓ کے بارے میں یہ بتلادو جو چند گھنٹے پہلے اسلام کا سخت دشمن تھا اور چند گھنٹے بعد جنت کا مہمان بنا، اس نے ایمان بنانے پر کتنا عرصہ لگایا؟ اگر مکہ میں تیرہ سال ایمان بنانے پر حضور اکرم ﷺ نے صرف کیے تھے تو مدینہ میں یہ تیرہ سالہ نصاب کہاں سے آئے گا، وہاں تو حضور اکرم ﷺ کی پوری زندگی دس سالہ تھی، کیا حضور اکرم ﷺ کی تربیت کے لئے تیرہ سالہ نصاب مقرر کرنا حضور اکرم ﷺ کی بے ادبی نہیں؟

اہلِ بدعت حضرات کہتے ہیں کہ جہاد اچھی چیز ہے، لیکن پہلے دل میں عشقِ مصطفیٰ ہونا چاہیئے، اور یہ دوسرے حضرات کہتے ہیں کہ جہاد تب ہوگا کہ پہلے ایمان بن جائے، لہٰذا جہاد سے پہلے ایمان بناؤ۔

میں کہتا ہوں کہ میدانِ اُحد کو دیکھو یہ جہاد ہی تو عشقِ مصطفیٰ ﷺ ہے، اور اسی جہاد ہی سے تو ایمان بنتا ہے۔

دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم کی جانثاری

اُحد میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی جانثاری کے واقعات اس سے بھی زیادہ تفصیلی ہیں، اب میں مختصراً چند دیگر شہداء کا تذکرہ کرتا ہوں۔

① حضرت سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ نے بھی میدانِ احد میں ایمانی غیرت وحمیّت اور شجاعت و بسالت کے بڑے جوہر دکھائے اور زخمی ہوکر گر پڑے۔ حضور اکرم ﷺ نے زید بن ثابت کو بھیجا کہ جا کر سعد بن ربیع کو تلاش کرو۔ آپ ﷺ نے فرمایا: إِنْ رَأَيْتَهُ فَاقْرَأْهُ مِنِّي السَّلَامَ وَقُلْ لَهُ يَقُولُ لَكَ رَسُولُ اللّٰهِ كَيْفَ تَجِدُكَ؟ یعنی اگر ان کو دیکھ پاؤ تو ان کو میرا سلام کہنا اور یہ کہنا کہ حضور اکرم ﷺ دریافت فرماتے ہیں کہ تم اس وقت اپنے آپ کو کیسے پاتے ہو؟

حضرت زیدؓ فرماتے ہیں کہ میں ان کے پاس اس وقت پہنچا جب ان کی زندگی کے آخری لمحے باقی تھے، آپؓ کے جسم پر ستر زخم تیر وتلوار اور نیزہ کے تھے، میں نے حضور اکرم ﷺ کا پیغام پہنچایا تو سعد بن ربیع نے جواب دیا: رسول اللہ ﷺ پر سلام، اور پھر تم پر بھی سلام، حضور ﷺ کو میرا یہ پیغام پہنچا دینا کہ اللہ کے رسول میں جنت کی خوشبو سونگھ رہا ہوں، پھر میری قوم انصار کو یہ پیغام دیدینا، کہ جب تک تمہاری جان میں جان ہو تو حضور اکرم ﷺ تک کوئی دشمن نہ پہنچنے پائے، ورنہ خدا کے ہاں کوئی عذر نہیں چلے گا، یہ کہہ کر آپؓ شہید ہو گئے۔ حضور اکرم ﷺ نے جب سعدؓ کا پیغام سنا تو آپ ﷺ نے دونوں ہاتھ آسمان کی طرف اٹھا کر اس طرح دعا مانگی، اے اللہ سعد بن ربیع سے راضی ہو جا۔

② میدانِ احد میں عمرو بن الجموحؓ بھی شہید ہوئے ان کا عجیب واقعہ ہے۔ ان کے پاؤں میں لنگ تھا یہ لنگڑا پن بہت شدید تھا، ان کے چار بیٹے تھے جو ہمیشہ حضور اکرم ﷺ کے ساتھ جہاد میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے تھے۔ جنگِ احد میں باپ نے بیٹوں سے کہا کہ میں بھی آپ کے ساتھ جانا چاہتا ہوں، تو بیٹوں نے منع کیا کہ آپ معذور ہیں، آپ پر جہاد فرض نہیں ہے یہ قضیہ اتنا بڑھ گیا کہ فیصلہ کے لئے حضور اکرم ﷺ کے پاس جانا پڑا۔ حضور اکرم ﷺ نے عمرو بن الجموح سے فرمایا کہ آپ معذور ہیں آپ پر جہاد فرض نہیں ہے، عمرو بن الجموح رضی اللہ عنہ نے شوقِ شہادت میں فرمایا: ”و اللہ إني لأرجوا أن أطاء بعوجتي هذه الجنة“ خدا کی قسم میں امید کامل رکھتا ہوں کہ میں اسی لنگ کے ساتھ لنگڑاتا ہوا جنت کی زمین روندتا ہوا جنت پہنچوں، حضور اکرم ﷺ نے بیٹوں سے فرمایا کہ ان کو مت روکو، کیا بعید ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو شہادت نصیب فرمائے۔

چنانچہ حضرت عمرو بن الجموحؓ میدانِ احد میں اگلے مورچے میں لڑتے لڑتے شہید ہو گئے۔ گھر سے جاتے وقت آپؓ نے دعا مانگی تھی کہ اے اللہ! مجھے میرے گھر واپس نہ لوٹانا، بلکہ مجھے شہادت عطا کرنا۔ ابو طلحہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے عمرو بن جموح کو کفار کے سامنے لنگڑاتا ہوا لڑتا ہوا دیکھا، اور وہ فرما رہے تھے کہ خدا کی قسم میں جنت کا مشتاق ہوں، پھر میں نے دیکھا کہ ان کا ایک بیٹا بھی پیچھے سے کفار پر حملہ آور ہوا پھر وہ دونوں شہید ہو گئے۔

حضرت عمر بن جموحؓ کی بیوی نے آکر اپنے شوہر، اپنے ایک بیٹے اور ایک بھائی، تینوں شہداء کو

اونٹ پر لاد کر مدینہ روانہ کر دیا، لیکن جب وہ مدینہ کے قریب پہنچ گئی تو اونٹ آگے مدینہ کی طرف نہیں جا رہا تھا اور ایک جگہ رک گیا یہ عمرو بن جموح رضی اللہ عنہ کی دعا کا اثر تھا جب اونٹ کو واپس اُحد کی طرف چلایا تو وہ دوڑنے لگا، جب حضور ﷺ کو اطلاع دی گئی تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ عمرو بن جموحؓ کی دعا کا اثر ہے وہ واپس نہیں لوٹ سکتا۔

③ حضرت قتادہ بن نعمانؓ میدانِ احد میں کفار کے حملے کے وقت حضور اکرم ﷺ کے دفاع میں کھڑے ہو گئے اور اپنا چہرہ بطورِ ڈھال کفار کی طرف کر دیا، تیروں کی بارش ہو رہی تھی کہ ایک تیر آ کر قتادہؓ کی آنکھ میں لگ گیا، اور آنکھ کا ڈھیلا نیچے گرا، حضرت قتادہؓ خود اپنا قصہ سناتے ہیں کہ میں وہ ڈھیلا ہاتھ میں لے کر حضور اکرم ﷺ کی طرف متوجہ ہوا، حضور ﷺ نے دیکھا تو آبدیدہ ہو گئے، اور پھر فرمایا کہ اگر صبر کر لو گے تو تیرے لئے جنت ہے، اور اگر چاہتے ہو کہ میں دعا کروں تو میں دعا کر دوں گا۔ قتادہؓ نے عرض کیا: یا رسول اللہ میری ایک پسندیدہ بیوی ہے مجھے خدشہ ہے کہ آنکھ کی وجہ سے کچھ نفرت نہ پیدا ہو جائے، تب آپ ﷺ نے اس طرح دعا فرمائی: اے اللہ جس طرح قتادہؓ نے تیرے نبی کے چہرے کی حفاظت کی اسی طرح تو اس کے چہرے کو محفوظ فرما، اور اس آنکھ کو دوسری سے خوبصورت اور تیز نظر بنا، یہ دعا مانگ کر آپ ﷺ نے آنکھ درست جگہ پر رکھ لی، تو آنکھ ایسی صحیح ہوئی کہ نہ کبھی دکھی اور نہ کمزور ہوئی۔

④ وہب بن قابوس مزنیؓ ایک صحابی تھے وہ اور ان کا چچا زاد بھائی حارث دونوں قبیلہ مُزینہ کے پہاڑ کے پاس بکریاں چرا رہے تھے، انہوں نے دیکھا کہ مدینہ منورہ مسلمانوں سے خالی پڑا ہے تو انہوں نے سبب پوچھا تو معلوم ہوا کہ حضور اکرم ﷺ بمع اصحاب اُحد کے میدانِ کارزار میں نکلے ہوئے ہیں تو ان دونوں نے کہا کہ ہمیں زندگی سے کیا سروکار ہے۔

چنانچہ یہ دونوں فوراً میدانِ اُحد میں پہنچ گئے، صحابہ کو فتح حاصل ہو گئی تھی اور مالِ غنیمت اکٹھا کیا جا رہا تھا یہ دونوں بھائی بھی شامل ہو گئے، اتنے میں پیچھے سے خالد بن ولید اور عکرمہ کے دستوں نے شدید حملہ کیا، یہ دونوں بھائی بھی نہایت بہادری سے لڑنے لگے، اچانک کفار کے ایک دستے نے حضور ﷺ پر حملہ کیا، تو حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ اس جماعت کو کون بھگائے گا؟ تو وہب بن قابوسؓ نے فرمایا:

یا رسول اللہ ﷺ! میں تیار ہوں چنانچہ آپؓ کھڑے ہوگئے اور تیر چلاتے چلاتے اس دستہ کو مار بھگایا، اتنے میں دوسرا دستہ حضور ﷺ پر حملہ آور ہوا، حضور ﷺ نے فرمایا کہ اس جماعت کو کون دور کرے گا، تو وہبؓ نے فرمایا کہ میں تیار ہوں، یا رسول اللہ! چنانچہ اس دفع آپؓ نے تلوار چلانا شروع کیا یہاں تک کہ یہ کفار بھی بھاگ گئے، لیکن اسی وقت ایک تیسرا دستہ کفار کا نمودار ہوا، تو حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ اس کے لئے کون تیار ہے تو وہب نے فرمایا کہ میں تیار ہوں، حضور ﷺ نے فرمایا جایئے آپ کو جنت مبارک ہو، یہ سن کر وہ خوشی سے بے قابو ہوگئے اور کفار کے جمگھٹے میں گھستے چلے گئے، یہاں تک کہ دوسری طرف تک جا پہنچے۔ حضور اکرم ﷺ اور لشکرِ اسلام ان کا نظارہ کر رہے تھے اور حضور ارکرم ﷺ فرما رہے تھے کہ ''مولا اس پر رحم فرما''

چنانچہ وہ بار بار کفار کے بیچ میں چکر لگاتے رہے اور تلوار چلاتے رہے، حتیٰ کہ کفار نے آپؓ کو گھیرے میں لے لیا اور شہید کر دیا آپ کے جسم پر بیس گہرے زخم آئے تھے، پھر اسی طرح لڑائی اور اسی طرح بہادری ان کے بھائی نے بھی دکھائی اور شہید ہوگئے۔

حضرت عمر فاروقؓ نے فرمایا کہ اے اللہ میں تجھ سے اسی طرح کی شہادت مانگتا ہوں۔ سچ ہے ؎

ہم نے ان کے سامنے اول تو جذبہ رکھ دیا
پھر کلیجہ رکھ دیا، دل رکھ دیا، سر رکھ دیا

⑤ حضرت رُشیدؓ ایک صحابی تھے ان کا مقابلہ اُحد کے دن عُویم کے بیٹے سے ہوا وہ مسلمانوں کو للکار رہا تھا کہ اتنے میں اس کے مقابلے پر ایک اور صحابی آئے لیکن عُویم کے بیٹے مشرک نے اس پر حملہ کر کے اسے دو ٹکڑے کر دیا، اتنے میں حضرت رُشیدؓ نے اس کافر کی گردن میں ایسی تلوار ماری کہ جسم دو ٹکڑے ہوگیا تو رُشیدؓ نے فرمایا یہ وار لو میں ایک فارسی نوجوان ہوں، حضور اکرم ﷺ اس کی گفتگو سن رہے تھے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم نے ایسا کیوں نہیں کہا کہ میں ایک انصاری نوجوان ہوں یہ بات ہو رہی تھی کہ عویم کا دوسرا بیٹا یعنی مقتول کا بھائی کتے کی طرح دوڑتا ہوا آیا اور مقابل کو للکارا، حضرت رُشیدؓ نے آگے بڑھ اس کے سر پر ایسی تلوار ماری کہ کافر کے دو ٹکڑے ہوگئے تو رُشیدؓ نے کہا یہ لو میں ایک انصاری نوجوان ہوں، اس پر حضور اکرم ﷺ مسکرائے اور فرمایا کہ تو نے بہت اچھا

کارنامہ انجام دیا۔ سچ ہے۔

زندگی کیفی اسی حسنِ عمل کا نام ہے
کفرکو نابود حق کو جاوداں کرتے چلو

ان جانثاروں اور بہادروں اور دینِ اسلام پر مرمٹنے والے شاہینوں کے علاوہ بھی بہت جانبازانِ اسلام ہیں جنہوں نے میدانِ اُحد میں تَن مَن دَھن کی بازی لگائی اور گلشنِ اسلام کی آبیاری اپنے مقدس خون سے کی، ان سب کا تذکرہ کرنا دشوار ہے۔

بس ان واقعات کو اس طرح سمجھ لو کہ یہ سمندر اور قطرے کی نسبت ہے اور یہ صرف مشتے از نمونہ خروارے ہے یعنی ایک جھلکی ہے۔

اسلام کی بہادر مائیں میدانِ اُحد میں

جنگ کا چھٹا مرحلہ

اگرچہ صنفِ نازک کے لئے میدانِ کارزار میں مردوں کے دوش بدوش دشمن سے مقابلہ کرنا فرض نہیں اور شرعاً وہ اس فریضہ سے مستثنٰی ہیں، لیکن ضرورت پڑنے پر عورتوں کے لئے اپنی اور اپنے اعزّہ کے جان و ناموس بچانے کے لئے مدافعت کرنا بعض اوقات ضروری ہو جاتا ہے۔

جب دشمن اسلامی علاقے اور شہر میں گھس آئے تو مدافعت فرض ہو جاتی ہے، اس وقت عورت کے لئے اپنے شوہر کی اجازت کے بغیر لڑنا فرض ہو جاتا ہے۔ چنانچہ فقہ حنفیہ کی کتابوں میں یہ عبارت موجود ہے "وَفرضٌ عَیْنٌ اِنْ ھَجَمُوْا فَتَخْرُجُ الْمَرْأَۃُ وَالْعَبْدُ بِلاَ اِذْنٍ"

(شرح وقایہ کتاب الجہاد، ص: ۲۹۵)

ترجمہ: جب دشمن کسی علاقے میں گھس آئے تو اس صورت میں جہاد فرض عین ہو جاتا ہے، پس عورت اور اسی طرح غلام بغیر اجازت لڑنے کے لئے نکلیں گے۔

جنگِ احد میں مسلمانوں کی عارضی شکست کے وقت مسلمانوں پر جو حالت گذری اس کا کیا بیان ہو، شریف زادیاں اپنی کمر پر مشکیزے بھر کر لاتیں، اور زخمیوں کے منہ میں پانی ڈالتی پھرتی تھیں، مسلمان شربتِ شہادت نوش فرماتے اور کٹ کٹ کر گرتے جاتے تھے۔ مدینہ منورہ میں جب جنگ

کی یہ وحشت ناک خبر پہنچی، تو عورتوں، بچوں اور بوڑھوں میں پریشانی کی ایک لہر دوڑ گئی، اور ترتیب و بے ترتیب انداز سے سب میدانِ احد کی طرف دوڑ پڑے، چونکہ اس وقت عورتوں کے پردے کا اور حجاب کا حکم نازل نہیں ہوا تھا، اسلئے عورتوں نے بھی بڑھ چڑھ کر حصہ لیا، اور اس طرح انہوں نے اسلام کی آنے والی خواتین کو یہ پیغام دیا کہ اس دین مقدس کے تقدس کے لئے جہاں مردوں کا خون گر سکتا ہے وہاں خواتینِ اسلام کا بھی خون گر سکتا ہے، جس طرح مرد اس دینِ متین کے سپاہی ہو سکتے ہیں اسی طرح عورتیں بھی اس کی محافظ بن سکتی ہیں، ذرا جھانک کر دیکھیئے:

① **اُمّ عمارہؓ:** حضرت اُمّ عمارہ کا نام نُسَیبَہ تھا، ان کا شوہر اور دو بیٹے جنگِ احد میں شریک تھے، پھر احد کے دن یہ بھی سویرے سویرے میدانِ احد کی طرف پانی کا مشکیزہ بھر کر چلی گئیں تاکہ زخمیوں کو پانی پلائیں، لیکن وہاں لڑائی کی نوبت آئی تو انہوں نے نہایت بہادری سے مقابلہ کیا اور ان کو بارہ تیرہ زخم آئے، حضرت اُمّ سعد اُن کا واقعہ خود بیان کرتی ہیں، دونوں کی گفتگو اس طرح ہوئی۔

اُمّ سعدؓ: میں نے ایک موقع پر اُمّ عمارہ سے کہا کہ اے امّ عمارہ اپنا قصہ تو سنا دیجئے۔

اُمّ عمارہؓ: میں احد کے دن صبح کے وقت نکلی تاکہ دیکھ سکوں کہ لوگوں کا کیا حال ہے، میرے مشکیزے میں پانی بھی تھا، میں نے دیکھا کہ میدان مسلمانوں کے ہاتھوں میں ہے، لیکن اچانک کفار نے حملہ کر دیا اور لوگ تتر بتر ہو گئے، تو میں حضور اکرم ﷺ کے دفاع کے لئے آگے بڑھی، اور لڑائی میں شریک ہوئی، اور حضور اکرم ﷺ کی ذات سے بذریعہ تیر و تلوار دفاع کرتی رہی۔

اُمّ سعدؓ: اے امّ عمارہ آپ کے کندھوں پر یہ گہرا زخم کس طرح آیا؟

اُمّ عمارہؓ: افراتفری کے وقت ابن قمیہ کافر چیختا چلاتا حضور اکرم ﷺ کے پاس پہنچا اور کہنے لگا کہ مجھے بتادو کہ محمد (ﷺ) کہاں ہے اگر وہ آج بچ نکلا تو میری زندگی میں مزہ نہیں رہے گا، جب وہ سامنے آیا تو میں نے اس پر حملہ کیا، تلوار سے کئی وار اس ملعون پر کیے، لیکن وہ زرہ پوش تھا، اس پر کوئی اثر نہ ہوا، تو اس نے مجھ پر ایک کاری زخم لگایا، جس کا یہ اثر موجود ہے۔

امام المغازیؒ نے لکھا ہے عمر فاروقؓ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے احد کے دن فرمایا کہ میں نے جب بھی احد کے دن دائیں بائیں دیکھا تو امّ عمارہؓ کو موجود پایا جو میرے دفاع میں لڑتی تھیں،

حضور اکرم ﷺ احد کے دن یہ بھی فرماتے تھے کہ احد کے دن نسیبہ کا کارنامہ فلاں فلاں سے بہتر ہے۔

اُحد میں شریک ایک خاتون کا بیان ہے کہ میں نے دیکھا کہ امّ عمارہؓ نے کپڑے سے کمر کس لی تھی، اور شدید جنگ میں مصروف تھیں، حتی کہ ان کو تیرہ زخم لگے، میں نے اس منظر کو بھی دیکھا جب کہ ابنِ قمیۂ نے اس کے کندھے پر تلوار کا وار کیا، یہ اتنا گہرا زخم تھا کہ ایک سال تک اس کا علاج ہوتا رہا، نیز امّ عمارہ کی وفات کے بعد اس کے غسل میں بھی میں شریک تھی، جب میں نے وہ زخم گنائے تو وہ کل تیرہ زخم تھے۔

امّ عمارہ خود اپنا قصہ اس طرح سناتی ہیں کہ احد کے دن لوگ تتر بتر ہو گئے تو حضور اکرم ﷺ کے پاس بمشکل دس بارہ آدمی رہ گئے، میں اور میرا شوہر اور میرے دو بیٹے، ہم سب حضور اکرم ﷺ کے دفاع میں مشغول تھے، اس وقت میرے پاس ڈھال نہیں تھی، وہاں ایک آدمی بھاگ رہا تھا تو میں نے کہا اے شخص! یہ ڈھال ان کے لئے چھوڑتا جا جو لڑنے میں مشغول ہیں اس نے ڈھال پھینک دی تو میں نے لے لی، اور حضور اکرم ﷺ کی حفاظت کے لئے سامنے کر دی، کفار کے سوار لوگوں نے ہمارا نقصان زیادہ کیا، اگر وہ پیدل ہوتے تو ہم ان پر انشاء اللہ غالب آجاتے، اسی دوران اچانک ایک آدمی گھوڑے پر سوار آیا، اور مجھ پر تلوار کا وار کیا میں نے اس کا وار ڈھال پر لیا، اور اس کے گھوڑے کی کونچیں کاٹنی شروع کر دیں، وہ آدمی نیچے گرا تو حضور اکرم ﷺ نے فوراً میرے بیٹے کو آواز دی کہ اے امّ عمارہؓ کے بیٹے اپنی ماں کی مدد کو پہنچو، چنانچہ میرے بیٹے نے آکر میری مدد کی، اور میں نے اس شخص کے پرخچے اڑا دیئے۔

ام عمارہ کے بیٹے کا بیان ہے کہ احد کے دن مجھے ایک لمبے تڑنگے آدمی نے زخمی کر دیا، اور زخم کا خون بند نہیں ہو رہا تھا، حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ پٹی باندلو، تو اتنے میں میری والدہ آگئی، جس کے پاس پٹیاں تھیں، اس نے میری پٹی باندھ لی، اور پھر مجھے فرمایا کہ اُٹھو اور کفار سے لڑو، حضور اکرم ﷺ اس منظر کو دیکھ رہے تھے کہ اتنے میں وہ آدمی پھر آیا جس نے پہلے مجھے زخمی کیا، تو حضور ﷺ نے فرمایا، اے امّ عمارہ تیرے بیٹے کو زخمی کرنے والا یہی شخص ہے۔ اُمّ عمارہ فرماتی ہیں کہ میں نے اس شخص پر حملہ کر دیا اور اس کی پنڈلی کو میں نے کاٹ دیا، وہ شخص زمین پر بیٹھ گیا، میں نے دیکھا کہ حضور اکرم ﷺ اتنے ہنسے کہ آپ ﷺ کے کناروں کے دانت نظر آنے لگے، پھر آپ ﷺ نے فرمایا اے امّ عمارہ تو نے اپنا بدلہ لے لیا، پھر ہم دونوں اس کافر پر چڑھ دوڑے اور اسے قتل کر دیا، تو حضور اکرم ﷺ نے

فرمایا: "اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ ظَفَّرَکَ وَأَقَرَّ عَیْنَکَ مِنْ عَدُوِّکَ وَأَرَاکَ ثَأْرَکَ بِعَیْنِکَ." سب تعریفیں اس اللہ کی ہے جس نے تجھے کامیابی عطا کی، اور تیرے دشمن سے تیری آنکھوں کو ٹھنڈا کیا، اور تجھے تیرا قصاص و بدلہ آنکھوں کے سامنے دکھلا دیا۔ حضور ﷺ جب خوش ہوئے تو امّ عمارہؓ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ سے یہ دعا مانگیں کہ ہم جنت میں آپ کے ساتھ ہوں، حضور اکرم ﷺ نے اس طرح دعا مانگی: "اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهُمْ رُفَقَائِیْ فِی الْجَنَّةِ" اے اللہ ان کو جنت میں میرا ساتھی بنا دے، امّ عمارہؓ نے عرض کیا اب دنیا میں کچھ بھی نہ ملے تو پرواہ نہیں۔

② مدینہ منورہ میں اسی وحشت ناک خبر کے پہنچنے پر حضرت فاطمہؓ بھی دیگر خواتین کے ساتھ دوڑتی ہوئیں اُحد پہنچ گئیں اور حضور اکرم ﷺ سے چمٹ گئیں، اور آپ کے چہرۂ انور سے خون صاف کر رہی تھیں، حضور ﷺ فرما رہے تھے کہ اس قوم پر اللہ تعالیٰ کا کتنا بڑا غضب نازل ہوگا جنہوں نے اپنے پیغمبر کو لہولہان کیا اس پر قرآن کی آیت اتری کہ آپ بددعا نہ کریں۔

حضرت علیؓ بھی اس موقع پر موجود تھے، حضور ﷺ کو شدید پیاس لگی ہوئی تھی، تو حضرت علیؓ ایک نالے سے پانی لائے اس میں کچھ بدبو تھی، حضور اکرم ﷺ نے اسے نہیں پیا، البتہ کلی کی تاکہ جو خون منہ کے اندر جا چکا ہے اسے صاف کر لیں، حضرت فاطمہؓ نے اپنے ابا جان کے چہرۂ انور سے خون دھولیا، اور چٹائی جلا کر زخم پر رکھ دی۔

حضور اکرم ﷺ نے حضرت علیؓ کی تلوار کو خون آلود دیکھا اور فرمایا اگر تیری تلوار نے کارنامہ انجام دیا ہے، اور تم نے اچھی جنگ لڑی ہے، تو عاصم بن ثابتؓ نے بھی اچھی جنگ لڑی ہے، نیز حارث بن صمہ، سہیل بن حنیف اور ابودجانہ ﷺ نے بھی لڑائی میں تلواروں کے جوہر دکھائے ہیں۔

③ پانی پلانے والی انہیں خواتین میں حضرت عائشہؓ اور امّ سلیمؓ بھی تھیں، حضرت کعبؓ فرماتے ہیں کہ میں نے احد کے دن دیکھا کہ عائشہؓ اور امّ سلیمؓ اپنے کندھوں پر مشکیزے لادے ہوئے تھیں، اسی طرح حمنہ بنت جحشؓ زخمیوں کی مرہم پٹی کیا کرتی تھیں اور امّ ایمنؓ زخمیوں کو پانی پلایا کرتی تھیں۔ حضرت سمیرا بنت قیسؓ دوڑتی ہوئی میدانِ احد میں پہنچیں اُن کے دو بیٹے شہید ہوگئے تھے، کسی نے ان کو بیٹوں کا بتا دیا تو وہ فرمانے لگیں کہ مجھے حضور اکرم ﷺ کے بارے میں بتلا دو کہ آپ کیسے ہیں لوگوں نے کہا الحمد للہ وہ عافیت کے ساتھ ہیں تو یہ فرمانے لگیں کہ مجھے حضور ﷺ

دکھاؤ، جب حضور اکرم ﷺ کو اس نے صحیح سالم دیکھا تو کہنے لگیں: **"کُلُّ مصیبۃٍ بعدک یا رسول اللہ جلل"** یعنی آپ جب ٹھیک ہیں تو ہر مصیبت ہیچ ہے۔

اسی قسم کا ایک واقعہ حضرت رافع کی بیٹی کلثومؓ کا ہے وہ بیتاب ہو کر گھر سے نکل کھڑی ہوئیں، اور دریافت کیا کہ کون کون شہید ہوا تو لوگوں نے کہا کہ تمہارے بھائی، باپ، شوہر سب شہید ہو گئے تو کہنے لگی کہ مجھے بتاؤ کہ ہمارا آقا محمد رسول ﷺ کیسے ہیں، لوگوں نے کہا الحمد للہ آپ ٹھیک ہیں تو اس نے بھی حضور ﷺ کے سامنے فرمایا: **"کُلُّ مصیبۃٍ بعدک یا رسول اللہ جلل"** یعنی۔

میں بھی اور باپ بھی شوہر بھی برادر بھی فدا
اے شہ دیں تیرے ہوتے ہوئے کیا چیز ہیں ہم

الغرض اسی طرح ان بہادر ماؤں نے ایک تاریخ رقم کی اور اسلام کے لئے عظیم قربانیاں پیش کیا، میں نے اپنی زبان میں ان کی ترجمانی اس طرح کی۔

کہ دہ سړو نہ شہ او نہ شوہ
خو کہ اسلامہ جنگئی بہ دے گټینہ

یعنی اگر مرد پیچھے رہ گئے تو اے پیارے اسلام ہم خواتین تجھے جیتنے کے لئے تیار ہیں۔

جنگِ اُحد اور قرآن کریم

فتح و شکست دونوں میدانِ کارزار کے دو رُخ ہیں، مسلمانوں کو فتح کی صورت میں اس طرح جہادی تربیت ملتی ہے کہ وہ فاتح کی حیثیت سے حدود اللہ سے ذرہ برابر تجاوز نہ کرے، اور مخلوقِ خدا کو خالق سے ملانے کا بھرپور فائدہ اٹھائے، اسلامی اخلاق، اسلامی اقدار اور اسلام کی خوبیوں سے غیر مسلموں کو اسلام کی طرف کھینچ کر لائے، اسی طرح میدانِ جہاد میں شکست کی صورت میں مسلمانوں کو بڑی تربیت ملتی ہے اور عبرتوں کا سامان مہیا ہو جاتا ہے کہ وہ اپنے نظم و ضبط پر نظرِ ثانی کریں اور کسی بھی ناموافق حالت سے دل برداشتہ نہ ہوں، اور اپنے مشن میں بجائے سستی کے، اور تیز ہو جائیں اور دنیا والوں کی نظروں میں اللہ تعالیٰ کا پردۂ غیب اور اس کا نظام بھی برقرار رہے کہ اللہ تعالیٰ خالق و مالک ہے وہ مخلوق کے لئے صرف رب المسلمین نہیں بلکہ ربّ العٰلمین ہے۔

جنگِ اُحد کی اس عارضی شکست کے بہت سارے اسباب اللہ تعالیٰ نے بیان فرمائے ہیں اور نہایت بسط و تفصیل سے اس کی وجوہات کو بیان فرمایا ہے، سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی فتح اور اپنے وعدے اور پھر عارضی شکست کا تذکرہ اس طرح فرمایا ہے: "**وَلَقَدْ صَدَقَكُمُ اللّٰهُ وَعْدَهٗ إِذْ تَحُسُّوْنَهُمْ بِإِذْنِهٖ**" الخ (آلِ عمران، آیت نمبر:۱۵۲)

ترجمہ: اور اللہ تو سچ کر چکا اپنا وعدہ جب قتل کرنے لگے، ان کو اس کے حکم سے یہاں تک کہ جب تم نے نامردی کی، اور کام میں جھگڑا ڈالا اور نافرمانی کی بعد اس کے کہ تم کو دکھا چکا تمہاری خوشی کی چیز (کفر کی شکست اسلام کی فتح) کوئی تم میں چاہتا تھا دنیا، اور کوئی تم میں چاہتا تھا آخرت، پھر تم کو الٹ دیا ان پر سے تا کہ تم کو آزماوے اور وہ تم کو معاف کر چکا اور اللہ کا فضل ہے ایمان والوں پر۔ (انتہی)

تفسیرِ عثمانی: نبی کریم ﷺ نے پہلے ہی فرمادیا تھا کہ اگر صبر و استقلال سے کام لو گے، تو حق تعالیٰ تم کو غالب کرے گا چنانچہ خدا تعالیٰ نے اپنا وعدہ ابتدائے جنگ میں سچا کر دکھایا، سات یا نو آدمی جن کے ہاتھ میں مشرکین کا جھنڈا یکے بعد دیگرے دیا گیا تھا، سب وہیں کھیت ہوئے آخر بدحواس ہو کر بھاگے۔ مسلمان فتح و کامرانی کا چہرہ صاف دیکھ رہے تھے، اور اموالِ غنیمت اُن کے سامنے پڑے تھے کہ تیر اندازوں کی غلطی سے خالد بن ولید نے فائدہ اٹھایا اور یک بیک لڑائی کا نقشہ بدل دیا۔ (تفسیر عثمانی ص:۸۹)

علامہ شبیر احمد عثمانیؒ مزید لکھتے ہیں کہ پیغمبر علیہ السلام نے جو حکم تیر اندازوں کو دیا تھا اس کا خلاف کیا اور آپس میں جھگڑنے لگے کوئی کہتا تھا کہ ہم کو یہیں جمے رہنا چاہیئے اکثر نے کہا کہ اب یہاں ٹھہرنے کی ضرورت نہیں، چل کر مال غنیمت حاصل کرنی چاہیئے، آخر اکثر تیر انداز اپنی جگہ چھوڑ کر چلے گئے، مشرکین نے اسی راستہ سے دفعتاً حملہ کر دیا، دوسری طرف حضور اکرم ﷺ کے قتل کی خبر مشہور ہوگئی۔ ان چار چیزوں نے قلوب میں کمزوری پیدا کر دی جس کا نتیجہ **فشل و جبن** کی صورت میں ظاہر ہوا گویا فشل کا سبب تنازع اور تنازع کا سبب عصیان تھا۔ (تفسیر عثمانی ص:۸۹)

علامہ مزید فرماتے ہیں کہ یعنی بعض لوگ دنیوی متاع (مالِ غنیمت) کی خوشی میں پھسل پڑے جس کا خمیازہ سب کو بھگتنا پڑا، ابنِ مسعودؓ فرماتے ہیں کہ اس آیت کے نزول سے پہلے میں نے کبھی محسوس نہ کیا تھا کہ ہم میں کوئی آدمی دنیا کا طالب بھی ہے، علامہؒ مزید فرماتے ہیں یعنی یا تو وہ تمہارے

سامنے سے بھاگ رہے تھے یا اب تم ان کے آگے سے بھاگنے لگے، تمہاری غلطی اور کوتاہی سے معاملہ الٹ گیا اور اس میں بھی تمہاری آزمائش تھی تا کہ پکے اور کچے صاف ظاہر ہو جائیں۔

علامہ مزید فرماتے ہیں یعنی جو غلطی ہوئی خدا تعالیٰ اسے بالکل معاف کر چکا اب کسی کو جائز نہیں کہ ان پر اس حرکت کی وجہ سے طعن و تشنیع کرے۔ (تفسیر عثمانی، ص ۹۰)

علامہ عثمانیؒ آیت ۱۵۵ کی تفسیر میں مزید لکھتے ہیں، مخلصین سے بھی بعض اوقات کوئی چھوٹا بڑا گناہ سرزد ہو جاتا ہے اور جس طرح ایک طاعت سے دوسری طاعت کی توفیق ہو جاتی ہے (اسی طرح) ایک گناہ کی نحوست سے شیطان کو موقع ملتا ہے کہ دوسری غلطیوں اور لغزشوں کی طرف آمادہ کرے، جنگِ احد میں بھی جو مخلص مسلمان ہٹ گئے تھے کسی پچھلے گناہ کی شامت سے شیطان نے بہکا کر قدم ڈگمگا دیا، چنانچہ ایک گناہ تو یہی تھا کہ تیر اندازوں کی بڑی تعداد نے نبی کریم ﷺ کے حکم کی پابندی نہ کی مگر خدا کا فضل دیکھو کہ اس کی سزا میں کوئی تباہ کن شکست نہیں دی، ان حضرات پر اب کوئی گناہ بھی نہیں رہا۔ حق تعالیٰ کلیۃً ان کی تقصیر معاف فرما چکے ہیں، کسی کو طعن و ملامت کا حق نہیں۔ (تفسیر عثمانی، ص: ۹۱)

"وَلَا تَهِنُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ" ○ (آلِ عمران آیت: ۱۳۹)

ترجمہ: اور سست نہ ہو اور نہ غم کھاؤ اور تم ہی غالب رہو گے اگر تم ایمان رکھتے ہو۔

تفسیر: یہ آیات جنگِ احد کے بارے میں نازل ہوئیں، جب مسلمان مجاہدین زخموں سے چور چور ہو رہے تھے ان کے بڑے بڑے بہادروں کی لاش آنکھوں کے سامنے مثلہ کی ہوئی پڑی تھیں، پیغمبر علیہ السلام کو بھی اشقیاء نے مجروح کر دیا تھا اور بظاہر کامل ہزیمت کے سامان نظر آ رہے تھے، اس ہجوم شدائد و یاس میں خداوند قدوس کی آواز سنائی دی: "وَلَا تَهِنُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ." دیکھنا! سختیوں سے گھبرا کر دشمنانِ خدا کے مقابلے میں سستی و یاس نہ آنے پائے۔ پیش آمدہ مصائب پر غمگین ہو کر بیٹھ رہنا مؤمن کا شیوہ نہیں، یاد رکھو آج بھی تم ہی معزز و سر بلند ہو کہ حق کی جماعت میں تکلیفیں اٹھا رہے ہو اور جانیں دے رہے ہو اور یقیناً آخری فتح بھی تمہاری ہے، انجامِ کار کے لحاظ سے تم ہی غالب رہو گے، بشرطیکہ ایمان و ایقان کے راستے پر مستقیم رہو اور حق تعالیٰ کے

وعدوں پر کامل وثوق رکھتے ہوئے اطاعتِ رسول اور جہاد فی سبیل اللہ سے قدم پیچھے نہ ہٹاؤ۔

اس خدائی آواز نے ٹوٹے ہوئے دلوں کو جوڑ دیا اور پژمردہ جسموں میں حیاتِ تازہ پھونک دی، نتیجہ یہ ہوا کہ کفار جو بظاہر غالب آ چکے تھے، زخم خوردہ مجاہدین کے جوابی حملے کی تاب نہ لا سکے اور سر پر پاؤں رکھ کر میدان سے بھاگ نکلے۔ (تفسیر عثمانی، ص:۸۷)

”أَوَلَمَّا أَصَابَتْكُمْ مُّصِيْبَةٌ قَدْ أَصَبْتُمْ مِّثْلَيْهَا قُلْتُمْ أَنّٰى هٰذَا قُلْ هُوَ مِنْ عِنْدِ أَنْفُسِكُمْ.“

(ال عمران، آیت:۱۶۵)

ترجمہ: کیا جس وقت پہنچی تم کو ایک تکلیف کہ تم پہنچا چکے ہو اس سے دو چند تو کہتے ہو کہ یہ کہاں سے آئی؟ تو کہہ دے کہ یہ تکلیف تم کو تمہارے رب ہی کی طرف سے پہنچی ہے۔

تفسیر: اگر غور کرو تو تم خود ہی اس مصیبت کا سبب بنے ہو۔

① تم نے جوش میں آ کر پیغمبر علیہ السلام اور بہت سے تجربہ کاروں کی رائے قبول نہ کی، اپنی پسند اور اختیار سے مدینے کے باہر محاذِ جنگ قائم کیا۔ پھر باوجود نہی شدید کے تیر اندازوں نے اہم مورچہ چھوڑ کر خالی کر دیا۔

② ایک سال پہلے جب اساریٰ بدر کے متعلق تم کو اختیار دیا گیا تھا کہ یا انہیں قتل کر دو یا فدیہ لے کر چھوڑ دو، اس شرط پر کہ آئندہ اتنے ہی آدمی تم سے لئے (شہید کیے) جائیں گے تو تم نے فدیہ کی صورت اختیار کی اور شرط کو قبول کر لیا اب وہی شرط پوری کرائی گئی، تو تعجب وانکار کا کیا موقع ہے؟ یہ چیز تو خود اپنی طرف سے تم قبول کر چکے تھے۔ (تفسیر عثمانی، ص:۹۳)

”وَمَا أَصَابَكُمْ يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعَانِ فَبِإِذْنِ اللّٰهِ وَلِيَعْلَمَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَلِيَعْلَمَ الَّذِيْنَ نَافَقُوْا.“ (آلِ عمران، آیت ۱۶۶)

ترجمہ: اور جو کچھ تم کو پیش آیا اس دن کہ ملیں دو فوجیں ① سو اللہ کے حکم سے ② اور اس واسطے سے کہ معلوم کرے ایمان والوں کو اور تا کہ معلوم کرے ان کو جو منافق تھے۔

تفسیر: جس کو جب چاہے غالب اور جب چاہے مغلوب کر دے، مغلوب کرنا اس لئے نہیں کہ وہ اس وقت غالب کرنے پر قادر نہ تھا بلکہ اس لئے ہے کہ تمہارے کسب واختیار سے صورتِ حال ایسی

پیدا ہو گئی کہ کلی غلبہ عطا کرنے میں مصلحت نہ تھی، بہر حال جو کچھ ہوا اس کے حکم اور مشیت سے ہوا جس کا سبب تم تھے اور حکمت یہ تھی کہ ایک طرف ہر مؤمن مخلص کے ایمان واخلاص کا اور دوسری جانب ہر منافق کے نفاق کا درجہ ظاہر ہو جائے، کھرے کھوٹے اور کچے پکے میں کسی کو کوئی التباس نہ رہے۔

(تفسیر عثمانی، ص:۹۳)

"إِنْ يَّمْسَسْكُمْ قَرْحٌ فَقَدْ مَسَّ الْقَوْمَ قَرْحٌ مِّثْلُهٗ وَ تِلْكَ الْأَيَّا
مُ نُدَاوِلُهَا بَيْنَ النَّاسِ وَلِيَعْلَمَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَيَتَّخِذَ مِنْكُمْ
شُهَدَآءَ......الخ" (آلِ عمران، آیت ۱۴۰)

ترجمہ: اگر پہنچا تم کو زخم تو ان کو بھی زخم پہنچ چکا اور یہ دن ہم باری باری بدلتے رہتے ہیں لوگوں میں اور یہ اس لئے کہ معلوم کرے اللہ جن کو ایمان ہے اور کرے تم میں سے شہید......الخ

تفسیر: مسلمانوں کو جنگ میں جو شدید نقصان اٹھانا پڑا تھا، اس سے سخت شکستہ دل تھے، مزید برآں منافقین اور دشمنوں کے طعنے سن کر اور زیادہ اذیت پہنچی تھی، کیونکہ منافقین کہتے تھے کہ محمد (ﷺ) سچے پیغمبر ہوتے تو یہ نقصانات کیوں پہنچتے یا تھوڑی دیر کے لئے بھی عارضی شکست کیوں پیش آتی؟

حق تعالیٰ نے ان آیات میں مسلمانوں کو تسلی دی کہ اگر لڑائی میں تم کو زخم پہنچا یا تکلیف اٹھانی پڑی تو اس طرح کے حوادث فریقِ مقابل کو بھی پیش آچکے ہیں، اُحد میں تمہارے ستّر آدمی شہید ہوئے اور بہت سے زخمی ہوئے، تو ایک سال پہلے بدر میں ان کے ستر جہنم رسید ہوئے اور بہت سے زخمی ہو چکے ہیں، پھر بدر میں ان کے ستر آدمی ذلت کے ساتھ قید ہوئے، تمہارے ایک فرد نے بھی یہ ذلت قبول نہ کی، بہر حال اپنے نقصان کا ان کے نقصان سے مقابلہ کرو تو غم وافسوس کا کوئی موقع نہیں، نہ ان کے لئے کبر وغرور سے سر اٹھانے کی کوئی جگہ ہے، باقی ہماری عادت ہمیشہ رہی ہے کہ سختی، نرمی، دکھ سکھ، تکلیف وراحت کے دنوں کو لوگوں میں ادل بدل کرتے رہتے ہیں جس میں بہت سی حکمتیں مضمر ہیں۔ پھر جب وہ دکھ اٹھا کر باطل کی حمایت میں ہمت نہیں ہارے تو تم حق کی حمایت میں کیوں ہمت ہار سکتے ہو۔ ① فتح وشکست بدلتی چیز ہے۔ ② اور مسلمانوں کو شہادت کا مقامِ بلند عطا فرمانا تھا۔ ③ مؤمن ومنافق کا پرکھنا۔ ④ مسلمانوں کو سدھانا۔ ⑤ یا ذنوب سے پاک کرنا۔ ⑥

اور کافروں کو آہستہ آہستہ مٹا دینا منظور تھا، کہ جب وہ اپنے عارضی غلبہ اور وقتی کامیابی پر مسرور اور مغرور ہو کر کفر وطغیان میں بیش از بیش غلو کریں گے تو خدا کے قہر وغضب کے اور زیادہ مستحق ہوں گے، اسی واسطے یہ عارضی ہزیمت مسلمانوں کو ہوئی، نہیں تو اللہ تعالیٰ کافروں سے راضی نہیں ہے۔ (تفسیر عثمانی ص: ۸۷)

محترم قارئین: جنگِ اُحد کے متعلق چند آیتوں کا یہ مختصر نقشہ میں نے آپ کے سامنے رکھ دیا اور مختصر تفسیر عثمانی کی تشریح بھی ہدیۂ ناظرین کی۔ قرآنِ کریم اور مفسرین نے جنگِ اُحد کی عارضی شکست کے اسباب کی طرف جو اشارہ کیا ہے وہ مختصراً یہ ہیں: ① مدینہ منورہ سے باہر نکل کر لڑنے پر زور دینا اور حضور اکرم ﷺ کو اس پر مجبور کرنا ② بدر کے قیدیوں سے فدیہ لینا اور اپنے شہداء کی شہادت پر آمادگی ظاہر کرنا ③ مسلمانوں اور منافق اور کھرے کھوٹے کو واضح طور پر الگ کرنا ④ مسلمانوں کو شکست کی صورتِ حال سے روشناس کرانا، اور آزمائش کرنا ⑤ مسلمانوں کو شہید بنانا ⑥ کافروں کو مزید ڈھیل دینا تا کہ پیمانۂ کفر لبریز ہو کر کامل مؤاخذہ کیا جائے ⑦ اللہ تعالیٰ مالک علی الاطلاق ہے اس کی طرف سے کبھی فتح کبھی شکست ⑧ مسلمانوں کو ان مصائب کی وجہ سے پاک کرنا اور ان کے درجات بلند کرنا۔

میرے بھائیو، دوستو اور بزرگو! ان تمام اسباب کو نظر انداز کرنا اور صرف صحابہ کرامؓ کی معصیت کا بار بار تذکرہ کرنا مناسب نہیں ہے، اکثر سنا گیا کہ بڑے بڑے اجتماعات میں اگر بالفرض جہاد کا تذکرہ کرنا پڑ جائے تو اُحد کے اس واقعے کو پیش کر کے جہاد کو نشانہ بنایا جاتا ہے اور کہا جاتا ہے کہ دیکھو گناہ کرنے سے شکست ہوگئی لہٰذا اگر آج بھی کوئی گناہگار جہاد میں گناہ معاف کرنے کے لئے جائے گا تو ضرور شکست کھائے گا اسی طرح نہایت ہی خفیہ طریقے سے مسلمانوں کے ذہنوں سے جذبۂ جہاد کو کھرچا جا رہا ہے، حالانکہ صحابہ کرامؓ کی اس لغزش کو اللہ تعالیٰ نے بار بار معاف کیا۔ حضور اکرم ﷺ نے معافی دی اور ان کو مشورہ میں شریک رکھا لیکن یہ حضرات جہاد کو کمزور کرنے کے لئے بار بار اس کا تذکرہ کر رہے ہیں اور قرآن وحدیث میں جہاد کے جو فضائل ہیں اس کی طرف کبھی اشارہ نہیں کرتے اور نہ ہی غلطی سے اس کا تذکرہ کرتے ہیں۔ یہ حضرات اُحد کی عارضی شکست کے لئے یہ سبب کیوں بیان نہیں کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو شہید بنانا چاہتا تھا کھرے اور کھوٹے کا فرق کرنا چاہتا تھا، اور

مسلمان اور منافق کو الگ کرنا چاہتا تھا۔ اللہ حفاظت فرمائے۔

حضرت عمر فاروق ؓ اور ابوسفیان کا مکالمہ

جنگ کا ساتواں مرحلہ

مسلمانوں کی یہ عارضی شکست بہت تھوڑی دیر کے لئے تھی کیونکہ لشکر اسلام کے بہادروں کو ایک اور موقع پر حضور اکرم ﷺ نے آواز دی اور میدان میں جمع ہونے کا حکم دیا تو مسلمان رک گئے اور پلٹ کر پھر جنگ میں مشغول ہو گئے، اللہ تعالیٰ فرار کی یہ لغزش ان کی معاف کر دی، تقریباً ساٹھ آیتیں قرآن کریم کی اتریں جو سورۂ آلِ عمران میں مذکور ہیں، اس جنگ میں بائیس مشرک مارے گئے اور ستر مسلمانوں نے جامِ شہادت نوش فرمایا اور بہت سارے زخمی ہوئے۔

ہر چند کہ لشکرِ اسلام کو فتح کے بعد شکست لاحق ہوگئی اور اس حالت نے دشمنوں کو بڑھنے کا موقع دیا، مگر تھوڑی دیر بعد جب مسلمان جمع ہوئے تو اہلِ مکہ کی ہمتیں پست ہوگئیں اور اتنی ہی فتح کو غنیمت سمجھ کر انہوں نے واپسی کا سامان شروع کر دیا، البتہ عورتوں نے شہداء کی لاشوں کے ساتھ وحشیانہ حرکتیں کیں اور ان کے پیٹ چاک کر کے کلیجے نکال کر دانتوں میں چبائے، ناک، کان کاٹ کر مثلہ کیا کہ پہچانے نہ جائیں اور ان کے ہار بنا کر گلوں میں پہنے اور بعض اعضاء کو بازو بند اور پازیب بنا کر استعمال کیا، بہر حال آخر میں کفار بھاگ کھڑے ہوئے اور رسول اکرم ﷺ نے اپنے صحابہ کرام ؓ کے ساتھ جبلِ اُحد میں ایک مقام پر قیام فرمایا۔

حضرت علیؓ نے پانی فراہم کیا اور حضرت فاطمہؓ نے اپنے ابا جان علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زخموں سے خون دھویا اور پٹی کی تا کہ خون بند ہو جائے، خون بند ہو گیا لیکن ایک ماہ تک زخم باقی تھے، ضعف کی وجہ سے آپ ﷺ نے ظہر کی نماز بیٹھ کر پڑھائی۔

قریش نے جب واپسی کا ارادہ کیا تو ابوسفیان نے پہاڑ پر چڑھ کر مسلمانوں کو مخاطب کر کے کچھ گفتگو کی جو سوال و جواب کے انداز میں اس طرح ہے:

ابوسفیان: أفي القوم محمد ؟ کیا تم لوگوں میں محمد (ﷺ) زندہ ہیں؟ (اس نے تین بار کہا)

حضور اکرم ﷺ: اس شخص کو کوئی جواب مت دو خاموش رہو۔

ابوسفیان: أفي القوم ابن أبي قحافه؟ کیا تم لوگوں میں ابنِ ابی قحافہ یعنی ابوبکر صدیق ؓ زندہ ہیں؟

حضور اکرم ﷺ: تین بار سوال کے باوجود آپ ﷺ نے فرمایا کہ کوئی جواب نہ دے۔

ابوسفیان: أفي القوم ابن الخطاب؟ کیا تم لوگوں میں عمر بن الخطاب زندہ ہیں؟ (تین بار کہا)

مگر جب کوئی جواب سامنے نہ آیا تو ابوسفیان نے کہا۔

ابوسفیان: ’’أمّا هؤلاء فقد قتلوا‘‘ یعنی یہ لوگ تو یقیناً سب قتل ہو گئے۔

عمر بن الخطاب: ’’كذبت يا عدو الله أبقى الله مايحزنك‘‘ اللہ کے دشمن خدا کی قسم تم نے بالکل غلط کہا تیرے رنج وغم اور سرکوبی کے لئے اللہ نے سب کو باقی رکھا۔

ابوسفیان: ’’أعل هُبَل أعل هُبَل‘‘ یعنی اے ہبل تو بلند ہو، اے ہبل تیرا دین بلند ہو (ہبل زندہ باد)

عمر فاروق ؓ: ’’الله أعلى و أجلّ‘‘ اللہ ہی سب سے زیادہ اعلیٰ، ارفع اور برتر ہے۔

ابوسفیان: أين إبن أبي كبشه، أين ابن أبي قحافة و أين إبن الخطاب؟ ابوکبشہ کا بیٹا یعنی محمد (ﷺ)، ابوقحافہ کا بیٹا، خطاب کا بیٹا ہے کہاں ہے؟

عمر فاروق ؓ: هٰذا رسول الله وهٰذا أبو بكر وهٰذا عمر . یہ اللہ کے رسول اور یہ ابوبکر اور یہ عمر ہیں۔

ابوسفیان: لنا العزىٰ ولا عزىٰ لكم. ہمارا ہبل کے علاوہ عزیٰ بھی ہے اور تمہارا عزیٰ نہیں (یعنی عزت دینے والا بت)

عمر فاروق ؓ: الله مولانا ولا مولا لكم. اللہ ہمارا ولی اور معین و مددگار مولیٰ ہے تمہارا ولی نہیں۔

ابوسفیان: ألا إن الأيام دول وإن الحرب سجال يوم بيوم بدرٍ و حنظلةُ بحنظلةَ. یعنی یاد رکھو حالت ادلتے بدلتے ہیں اور لڑائی ڈولوں کی مانند ہے کبھی اوپر کبھی نیچے، یہ دن بدر کے دن کا بدلہ

ہے اور میرے بیٹے حنظلہ کے بدلہ تمہارا حنظلہ ہے۔

عمر فاروق ؓ: لا سواء قتلانا فی الجنة وقتلاکم فی النار ، ہم اور تم برابر نہیں۔ ہمارے مقتولین جنت میں ہیں اور تمہارے مقتولین جہنم میں ہیں۔

ابو سفیان: أنشد الله یا عمر هل قتلنا محمداً ، اے عمر میں تم کو خدا کی قسم دیتا ہوں سچ بتاؤ کہ ہم نے محمد (ﷺ) کو قتل کیا؟

عمرِ فاروق ؓ: أللهم لا وإنهٗ لیسمع کلامک الأن، قسم بخدا ایسا نہیں بلکہ وہ تیرے کلام کو اس وقت سُن رہے ہیں۔

ابو سفیان: موعدکم بدر للعام القابل، سالِ آئندہ مقام بدر پر پھر جنگ کا وعدہ ہے۔

عمر فاروق ؓ. نعم هو بیننا وبینک موعد إن شاء الله، ہاں ہمارا اور تمہارا یہی وعدہ ہے۔ انشاء اللہ۔

اس گفتگو کے بعد ابو سفیان نے کہا، ابنِ قمیۂ کہتا ہے کہ میں نے محمد ﷺ کو قتل کیا ہے لیکن اے عمر تیری بات سچی ہے اور تم اس سے زیادہ نیک اور سچے ہو۔

پھر ابو سفیان نے کہا کہ تم لوگ اپنے مُردوں میں شکل بگاڑنے کا عمل مثلہ پاؤ گے۔ میں نے اس کا حکم نہیں دیا تھا تاہم میں اس پر ناخوش بھی نہیں ہوں یہ کہہ کر ابو سفیان مکہ کی طرف روانہ ہوا۔

حضور اکرم ﷺ کو فکر لاحق ہوئی کہ کہیں یہ لوگ مدینہ پر حملہ نہ کر دیں، تو آپ ﷺ نے سعد بن ابی وقاصؓ کو احوال معلوم کرنے کے لئے بھیجا حضرت سعد نے جا کر دیکھا کہ لشکر کفار اونٹوں پر سوار ہو کر گھوڑوں کو کھینچ کر لے جا رہے ہیں سعدؓ نے واپس آ کر حضور اکرم ﷺ کو سب صورتِ حال بتا دی، حضور ﷺ اور لشکرِ اسلام کو اطمینان ہوا کہ اب یہ لوگ مرعوب ہو کر چلے گئے۔

زخمی شیر پھر میدان میں

جنگ کا آٹھواں مرحلہ

قریش جب جنگِ احد سے واپس ہو کر مقامِ روحاء میں جا کر ٹھہرے تو ان کو یہ خیال آیا کہ ہم نے اپنا کام ناتمام چھوڑا، کیونکہ مسلمان بہت سارے مقتول اور قریباً سب زخمی ہیں، اب ہمیں واپس چل کر مدینہ پر حملہ کرنا چاہیئے، صفوان بن امیہ نے کہا کہ اے ابوسفیان ایسا مت کرو محمد (ﷺ) اور ان کے ساتھی اب زخم خوردہ ہیں وہ اس غضب کا حملہ کردیں گے کہ ٹھہرنا مشکل ہوگا جو کچھ نام پیدا کیا ہے بس یہی کافی ہے اس گفتگو کو حضور اکرم ﷺ کے ایک جاسوس نے سن کر حضور اکرم ﷺ تک اطلاع پہنچادے تو حضور اکرم ﷺ نے اعلان فرمایا کہ فوراً کفار کے تعاقب میں نکلو لیکن جو شخص اُحد میں شریک نہ ہوا ہو وہ ہمارے ساتھ ہرگز نہ جائے صرف احد میں لڑنے والے مجاہدین ساتھ ہوں صرف حضرت جابرؓ کی درخواست حضور اکرم ﷺ نے قبول کی اور یہ لشکر زخموں سے چور چور کفار کے تعاقب میں مدینہ سے آٹھ میل دور حمراء الاسد مقام پر جا کر اترا وہاں ''ابوعزہ'' شاعر مسلمانوں کو مل گیا اور قید کرلیا اس شخص کا تذکرہ بدر کی جنگ میں بھی آیا ہے اس کو حضور اکرم ﷺ نے اس شرط پر بلاعوض وفدیہ معافی دی تھی کہ آئندہ ہمارے خلاف نہ زبان سے اشعار کہو گے اور نہ لڑنے کے لئے آؤ گے، آج اس شخص نے پھر درخواست کی کہ مجھے معاف کیا جائے۔

حضور اکرم ﷺ نے فرمایا مؤمن ایک سوراخ سے دو مرتبہ نہیں ڈسا جاسکتا، اب تم مکہ لوٹ کر نہیں جاسکتے ہو کہ وہاں جا کر اپنے رخساروں پر ہاتھ پھیر کر کہو گے کہ میں نے محمد (ﷺ) کو دو مرتبہ دھوکہ دیا اور دو مرتبہ ان کا مذاق اڑایا، اے عاصم کھڑے ہوجاؤ اور اس کو قتل کردو، چنانچہ عاصمؓ نے اسے جہنم رسید کیا۔

حمراء الاسد میں حضور اکرم ﷺ کے پاس معبد خزاعی نے آکر شہداءِ احد کی تعزیت کی اور پھر اسلام کو خفیہ رکھ کر ابوسفیان کے پاس پہنچا، ابوسفیان نے اپنے دوبارہ حملے کا تذکرہ کیا تو معبد نے کہا کہ وہ لوگ تو لشکرِ جرار لے کر تمہاری طرف چل پڑے ہیں اس سے لشکرِ کفار گھبرا کر مکہ کی طرف بھاگ نکلا۔

راستے میں ابوسفیان نے ایک مشرک کو کچھ رقم دے کر اس پر مامور کیا کہ جا کر لشکرِ اسلام کو ڈراؤ کہ ابو سفیان پھر آرہا ہے، مسلمانوں نے جب یہ سنا تو فرمانے لگے: "حسبنا اللّٰہ و نعم الوکیل"

ہمارے لئے اللہ ہی کافی ہے، اور وہ بہتر کارساز ہے، یہ کہہ کر محمدی کچھار کے غضبناک اور زخمی شیر پھر میدانِ کارزار میں اتر آئے اور کفار کے تعاقب میں دور تک چلے گئے، لیکن دشمن اب بھاگ چکا تھا۔

اسی بارے میں قرآن کی آیتیں صحابہ کرامؓ کے جذبۂ جہاد کی حوصلہ افزائی اور دادِ آفرین دینے کے لئے اتریں:

”اَلَّذِيْنَ اسْتَجَابُوْا لِلّٰهِ وَالرَّسُوْلِ مِنْ بَعْدِ مَا أَصَابَهُمُ الْقَرْحُ لِلَّذِيْنَ أَحْسَنُوْا مِنْهُمْ وَاتَّقَوْا أَجْرٌ عَظِيْمٌ۔“ یعنی جن لوگوں نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی بات اس کے بعد مانا کہ ان کو زخم پہنچ چکا تھا تو ایسے نیکوکاروں اور پرہیزگاروں کے لئے اجرِ عظیم ہے۔

رئیس المنافقین عبداللہ ابن ابی بن سلول کی رسوائی

منافقین کے اس سرغنے نے عینِ میدانِ جنگ سے اپنے تین سو ساتھیوں کو واپس کیا اور سیدھا مدینہ منورہ پہنچا جب حضور اکرم ﷺ اور آپ ﷺ کے اصحاب واپس مدینہ تشریف لائے تو حضرت عمرِ فاروق ؓ نے حضور اکرم ﷺ سے اجازت مانگی کہ یہ منافقین کھل کر ہمارے ساتھ دھوکہ کر چکے ہیں، یا رسول اللہ! ان سب کو قتل کرنا چاہیئے، حضورِ اکرم ﷺ نے فرمایا کہ یہ لوگ ظاہری طور پر کلمہ پڑھتے ہیں مجھے کسی کلمہ گو کے قتل سے روکا گیا ہے۔

عبداللہ بن اُبی بن سلول کی یہ عادت تھی کہ حضور اکرم ﷺ جب منبر پر بیٹھ جاتے تو وہ وفاداری کے کچھ الفاظ زبان سے اداء کرتے تھے، جب اُحد سے واپس ہو کر جمعے کے خطبے کے لئے آپ ﷺ منبر پر تشریف فرما ہوئے تو ابن سلول نے منبر کے سامنے کھڑے ہو کر اس طرح کہا ”هٰذا رسول الله بين أظهركم قد اكرمكم الله فانصروه وأطيعوه۔“ یعنی تمہارے درمیان رسول اللہ ﷺ موجود ہیں، اللہ تعالیٰ نے آپؐ کے ذریعے سے تمہیں عزت واکرام سے نوازا ہے پس ان کی اطاعت کرو اور ان کی بھرپور مدد کرو۔

احد کے میدان میں غداری کے بعد جب ابنِ سلول نے یہ کہا تو ابوایوب انصاریؓ کھڑے ہو گئے اور اس کی ڈاڑھی پکڑ کر جھٹکا دینے لگے، اور حضرت عبادہ بن صامتؓ نے کھڑے ہو کر گردن میں مکے مارے اور دھکے دے کر باہر نکالا، اور دونوں نے فرمایا کہ تم اس جگہ کھڑے ہونے کے اہل نہیں

ہو وہ باہر نکل آیا اور کہہ رہا تھا کہ "گویا میں نے کوئی بکواس کی ہے"۔ ایک صحابی نے اسے کہا کہ لوٹ آؤ اور حضور اکرم ﷺ سے استغفار کی درخواست کرو مگر منافق نے انکار کیا۔

بہر حال حق و باطل کا یہ معرکہ پایۂ تکمیل کو پہنچا، اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر کروڑوں رحمتیں نازل فرمائے اور اس امت کو ایک مؤمن مجاہد خلیفہ عطا فرمائے۔ آمین یا رب العالمین۔

فضل محمد بن نور محمد یوسف زئی

استاد جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ بنوریؒ ٹاؤن کراچی ۵

۱۹۹۴/۱۲/۱۴ء

باب سوم

جنگِ خندق

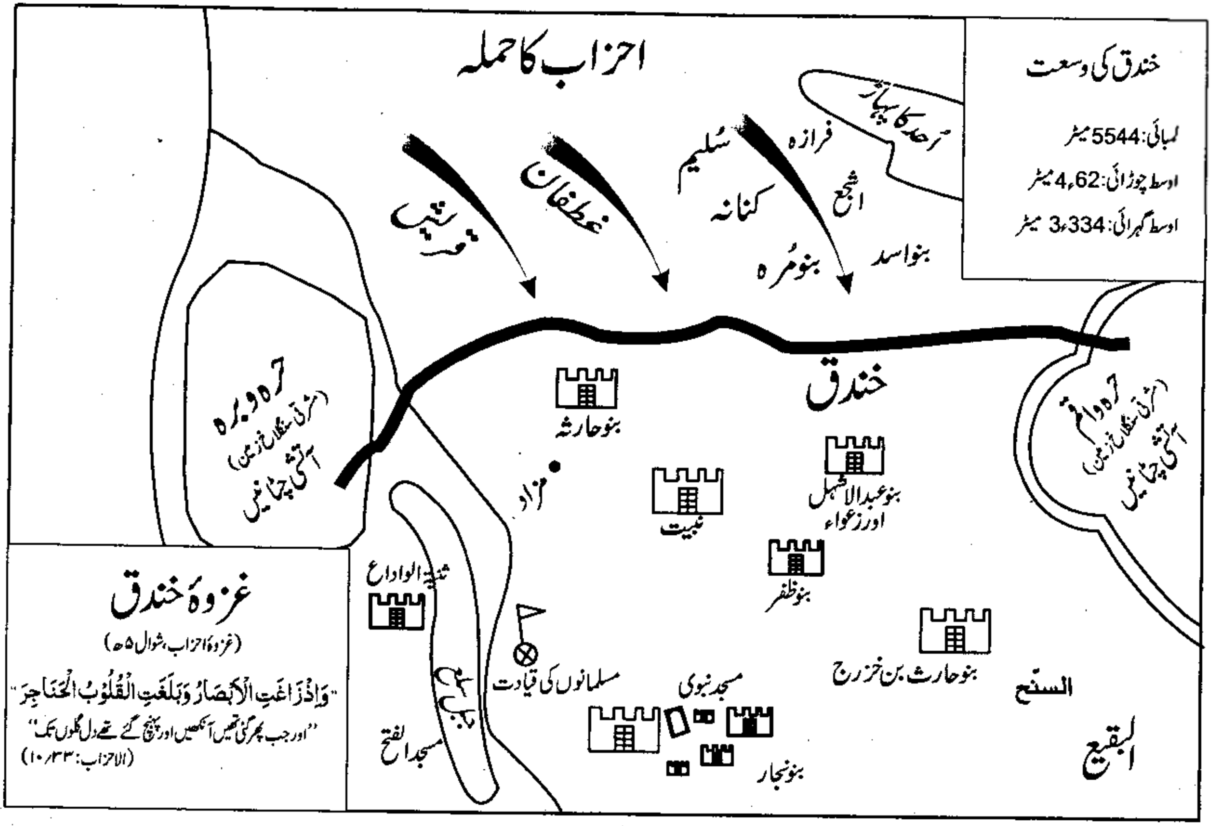
احزاب کا حملہ
اُحد کا پہاڑ
فرازہ
سُلیم
اشجع
کنانہ
بنواسد
بنومُرہ
غطفان
قریش
خندق
حرہ وبرہ
(حرّی سنگلاخ زمین)
آتشی چٹانیں
حرہ واقم
(حرّی سنگلاخ زمین)
آتشی چٹانیں
بنوحارثہ
مزاد
نبیت
بنوعبدالاشہل
اورزعواء
بنوظفر
بنوحارث بن خزرج
السنح
البقیع
ثنیۃ الوداع
جبل سلع
مسجد الفتح
مسلمانوں کی قیادت
مسجد نبوی
بنونجار

خندق کی وسعت

لمبائی: 5544 میٹر
اوسط چوڑائی: 4٫62 میٹر
اوسط گہرائی: 3٫334 میٹر

غزوہ خندق

(غزوۂ احزاب، شوال ۵ھ)

"وَاِذْ زَاغَتِ الْاَبْصَارُ وَبَلَغَتِ الْقُلُوْبُ الْحَنَاجِرَ"
''اور جب پھر گئی تھیں آنکھیں اور پہنچ گئے تھے دل گلوں تک"
(الاحزاب: ۱۰/۳۳)

جنگِ خندق کی وجہ تسمیہ

جنگ کا پہلا مرحلہ

اسلام کی مقدس جنگوں میں سے تیسری بڑی جنگ، جنگِ خندق یا جنگِ احزاب کے نام سے مشہور ہے اس کو جنگِ خندق کہنے کی وجہ یہ ہے کہ اس جنگ میں کفار سے دفاع کے لئے مدینہ منورہ کے ارد گرد خندقیں کھدوائی گئی تھی، خندق کھائی کو کہتے ہیں۔ جنگوں میں زمانہ قدیم سے آج تک خندق کا یہ عمل کارگر اور مفید ثابت ہوا ہے۔ دنیا جدید فنون حربیہ میں جتنی بھی ترقی کرے گی خندقوں کی افادیت ہر زمانہ میں برقرار رہے گی۔ جہاد افغانستان میں روس کی بربادی اور مجاہدین کی کامیابی کیلئے خندقیں بنیادی اور کلیدی حیثیت رکھتی تھیں۔ جنگِ خندق میں بھی حضرت سلمان فارسیؓ کے مشورہ پر حضور اکرم ﷺ نے خندق کھودنے کا حکم دیا آپ نے اس کام کو اپنے اصحاب کرام میں اس طرح تقسیم کیا کہ ہر دس آدمیوں کے ذمہ چالیس ہاتھ کی جگہ آئی۔ خندق کا طول تقریباً پانچ ہزار ہاتھ تھا اس کی گہرائی سات ہاتھ سے دس ہاتھ تک تھی اور چوڑائی نو ہاتھ سے کچھ اوپر تھی۔ چھ دن کے قلیل عرصہ میں تین ہزار مجاہدین نے اس کام کو مکمل کر لیا اور مدینہ منورہ کے جو اطراف کھلے ہوئے تھے وہ سب خندق کی وجہ سے محفوظ ہو گئے اور باقی حصہ عمارتوں کی وجہ سے محفوظ تھا۔ اس مقدس جنگ کو جنگِ احزاب بھی کہتے ہیں اس لئے کہ اس میں قبائل عرب کی بڑی بڑی جماعتیں مسلمانوں کے خلاف مدینہ منورہ پر چڑھ آئی تھیں، احزاب جمع حزب کی ہے جس کے معنی گروہ اور جماعت کے ہیں، قرآن کریم میں اسی مناسبت سے ایک سورت کا نام سورت احزاب ہے۔ میں اپنے محترم قارئین کے سامنے جو مستند تاریخی حقائق رکھنا چاہتا ہوں اس کا ایک بڑا حصہ تو خود احادیث کی کتابوں میں مذکور ہے۔ قرآن عظیم نے بھی اس کی کافی تفصیل بیان کی ہے۔ میں تاریخ البدایہ والنہایہ تاریخ طبری اور دیگر مستند تاریخوں سے جنگِ خندق کا واقعہ نقل کر کے پیش کروں گا، لیکن بنیادی طور پر میں ''کتاب المغازی للواقدیؒ'' کو پیش نظر رکھوں گا۔

جنگِ خندق کے اسباب

جنگ کا پہلا مرحلہ

غزوۂ خندق یا احزاب ماہ شوال ۵ھ میں پیش آیا۔ یہ اسلام کے اہم غزوات میں سے ہے۔ یہ ایک فیصلہ کن لڑائی تھی اور ایسی سخت آزمائش کی گھڑی تھی جس کی نظیر نہیں ملتی۔ اس مقدس جنگ کا ایک سبب تو وہی عام سبب ہے کہ حق و باطل کا معرکہ روزِ ازل سے قائم ہو چکا ہے۔ دوسرا سبب اس کا وہ چھوٹی چھوٹی لڑائیاں اور محدود پیمانے پر کاروائیاں تھی جو بالآخر بڑی جنگ کا ذریعہ بنتی تھیں چنانچہ جنگِ احد کے بعد بنونضیر پر چڑھائی، بدرِ صغریٰ، دومتہ الجندل، غزوۂ بنی مصطلق، حادثہ بئر معونہ، وغیرہ واقعات غزوۂ خندق کے لیے اسباب بنے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اپنے قارئین کرام کے سامنے بنونضیر کا مدینہ منورہ سے اخراج اور جلاوطن ہو کر خیبر یا شام یا اذرعات کی طرف چلے جانے کا تذکرہ کرلوں تاکہ جنگِ خندق کا پس منظر واضح طور پر سامنے آجائے۔ نیز آئندہ جنگِ بنوقریظہ کا تذکرہ ہوگا اس کا سمجھنا بھی کسی حد تک بنونضیر کی جلاوطنی پر موقوف ہے۔ اسی طرح غزوہ خیبر کا سمجھنا بھی بنو نضیر پر چڑھائی کے سمجھنے سے وابستہ ہے۔ تو لیجئے بنونضیر کی ذلت و رسوائی کی داستان بھی سن لیجئے۔

بنونضیر کی غدّاری و رسوائی

ماہ ربیع الاول ۴ھ کو رسول اللہ ﷺ اپنے دس بارہ اصحاب کے ہمراہ بنونضیر کے محلّہ میں جو مدینہ سے دو میل کے فاصلے پر ہے، ایک معاملہ طے کرنے کے غرض سے تشریف لے گئے تھے۔ مدینہ کے انتظامی و دفاعی امور میں مسلمانوں کا بنونضیر سے بھی اس طرح کا معاہدہ تھا جس طرح کہ یہودِ بنو قینقاع اور بنوقریظہ سے معاہدہ ہوا تھا۔ لیکن یہودیوں کی خائن طبیعت نے ہر وقت بدعہدی کا مظاہرہ کیا چنانچہ موقع بہ موقع انکو سزا ملی اور وہ رسوا ہوئے، اسی طرح کا واقعہ بنونضیر کا بھی ہوا۔ حضور اکرم ﷺ جب انکے ہاں اپنے اصحاب ابوبکر و عمر و علی و زبیر و سعد بن معاذ و طلحہ وغیرہم رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ساتھ پہنچے تو بنونضیر نے آپ ﷺ کو ایک مکان کے نیچے بٹھلایا اور کہا کہ آپ کا مطالبہ

منظور ہے ہم تیار و تابعدار ہیں اب آپ ہمارے ہاں کھانا کھائیں اور کچھ دیر کیلئے تشریف رکھیں ۔ یہ کہہ کر بنونضیر کے بدعہدوں نے یہ مشورہ کیا کہ یہ ایک سنہری موقع ہے کوئی شخص مکان پر چڑھ کر بھاری پتھر لڑھکا دے تا کہ ہمیشہ کے لیے محمد ﷺ کا خاتمہ ہو جائے اس کام کے لئے عمرو بن جحاش نامی بدبخت شخص تیار ہو گیا، یہود کے ایک سنجیدہ شخص سلام بن مشکم نے بڑی منت سماجت کی کہ ایسا مت کرو پوری زندگی میری مخالفت کرو لیکن یہ ایک بات میری مان لو اور یہ کام نہ کرو کیونکہ میں دیکھ رہا ہوں کہ اس غداری اور نقضِ عہد کی پاداش میں تم رسوا ہو جاؤ گے اور دینِ اسلام کو ایک اور شخص سنبھال لے گا اور قیامت تک تم پٹتے رہو گے۔ یہود نے یہ بات نہ مانی اور بھاری پتھر مکان کی چھت سے گرانے کی تیاری کی کہ اتنے میں جبرائیل امین نے حضور ﷺ کو اس سازش کی اطلاع دی آپ ﷺ وہاں سے ایسے اٹھے گویا کہ آپ قضائے حاجت کیلئے جا رہے ہیں۔ حتیٰ کہ اپنے اصحاب کو بھی کچھ نہ بتایا اور سیدھا مدینہ منورہ واپس آ گئے۔ صحابہؓ نے کچھ انتظار کیا اور پھر کہا کہ جب حضور ﷺ چلے گئے تو ہمارا کیا کام ہے۔ یہود کے سرغنے حی ابن اخطب نے کہا کہ ابوالقاسم نے جلدی کی ہم تو اسے کھانا کھلا رہے تھے۔ اب اس منصوبے پر یہود پشیمان ہوئے۔ ایک یہودی عالم صوریا نے کہا اے یہود! تمہاری غداری کی اطلاع محمد ﷺ کو ہو گئی ہے اسی لیے وہ چلے گئے، یاد رکھو وہ اللہ کے رسول ہیں خاتم الانبیاء ہیں، تم ضد و حسد کی وجہ سے نہیں مانتے ورنہ تورات میں جس کی پیشن گوئی کی گئی ہے اور جو علامات بیان ہوئے ہیں وہ سب اسی نبی آخر الزمان کے متعلق ہیں۔ اب میں دیکھ رہا ہوں کہ اس غداری کی پاداش میں تم نکالے جاؤ گے۔ تم اپنے گھروں کو ویران کر کے چھوڑو گے اور تمہارے بچے چیختے چلاتے بھاگیں گے۔ ہاں البتہ اب دو باتیں ہیں اگر اس میں میری اطاعت کی تو بچ جاؤ گے۔ سب نے پوچھا کہ بتاؤ وہ دو باتیں کیا ہیں؟ یہودی عالم صوریا نے کہا

① دین اسلام قبول کر لو بچ جاؤ گے سب نے کہا یہ نہیں ہو سکتا ہم تورات کو نہیں چھوڑ سکتے۔

② صوریا نے کہا کہ ابھی ابھی محمد ﷺ تمہاری طرف اپنا ایک آدمی بھیجے گا اور حکم دے گا کہ میرے اس شہر سے نکل جاؤ جب یہ حکم آئے گا تم فوراً اسے قبول کر لو اور اپنا مال و متاع سب لیکر خیبر چلے جاؤ، اس کے بعد سلام بن مشکم نے بھی کہا اے حی ابن اخطب میں تو ابتداء سے تمہارے اقدامات کو

پسند نہیں کرتا تھا۔ اب خیر و عافیت اسی میں ہے کہ محمد ﷺ کا فرمان جب آئیگا اسے قبول کرلو اور اس شہر سے نکل جاؤ۔ حی ابن اخطب نے کہا میں ایسا ہی کروں گا۔

یہودِ بنو نضیر کو حضور اکرم ﷺ کا حکم

جنگ کا دوسرا مرحلہ

حضور اکرم ﷺ جب واپس مدینہ پہنچے تو آپ ﷺ نے محمد بن مسلمہ کو بنی نضیر کی طرف روانہ کیا اور ان سے فرمایا جا کر اُن سے یہ کہدو کہ رسول اللہ نے مجھے تمھاری طرف اس فرمان کے ساتھ بھیجا ہے کہ انکے شہر سے تم فوراً نکل جاؤ۔

حضرت محمد بن مسلمہؓ نے جا کر یہود کے ساتھ اپنے دیرینہ تعلقات کا تذکرہ کیا، ان کی آپس میں گفتگو اس طرح ہوئی۔

محمد بن مسلمہؓ: اے یہود جب میں پہلے تمہارے پاس آیا کرتا تھا تو تم لوگ مجھے خوب کھانا کھلا کر اکرام کرتے تھے یا نہیں؟

یہود: تورات کی قسم ہم تمہیں خوب کھلایا کرتے تھے۔

محمد بن مسلمہؓ: کیا تم مجھے حضور اکرم ﷺ کی بعثت سے پہلے ہی نہیں کہا کرتے تھے کہ نبی آخر الزمان یمن کی طرف آئے گا۔ وہ اونٹ پر سوار ہوگا، عمامہ سر پر ہوگا اس کی تلواریں اس کے کندھے پر ہونگی اس کی آنکھیں قدر سرخ ہوگی "الضحوک القتال" یعنی ہنس مکھ اور بہت لڑنے والا ہوگا اور وہ اس شہر میں کفار سے گھمسان کی لڑائی لڑے گا۔؟؟

یہود: خدا کی قسم ہم ایسا ہی کہا کرتے تھے۔

محمد بن مسلمہؓ: بس وہی بات ہے مجھے رسول اللہ ﷺ نے بھیجا ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ تم نے بد عہدی کی ہے۔ اب میرے اس شہر کو دس دن کے اندر اندر خالی کردو اس کے بعد جو یہاں دیکھا گیا، اس کی گردن اڑا دی جائے گی،۔

یہود: اے محمد بن مسلمہ ہمیں گمان بھی نہیں تھا کہ تم جیسا ہمارا دوست اس قسم کا پیغام ہمارے پاس

لائے گا۔

محمد بن مسلمہؓ: بس ایمان اور کفر کی وجہ سے دل بدل چکے ہیں۔

اب یہودِ بنی نضیر جانے کی تیاری میں مشغول ہو گئے کہ اتنے میں عبداللہ بن سلول رئیس المنافقین کا پیغام آیا کہ اے بنی نضیر تم ہرگز اپنے علاقوں سے مت نکلو میرے دو ہزار ساتھی ہیں وہ آپ کے لیے وقف ہیں ادھر بنو قریظہ بھی تمہاری مدد کے لئے آجائیں گے۔ ہم سب تمہارے قلعوں میں داخل ہو کر آخر دم تک مسلمانوں سے لڑیں گے۔ اس طرح بار بار پیغام بھیج کر ابن سلول منافق نے بنو نضیر کو روک کر ہلاکت کی طرف دھکیل دیا۔ اب حی بن اخطب (جو یہودِ بنو نضیر کا بڑا تھا) نے حضور اکرم ﷺ کو پیغام بھیجا کہ ہم نہیں نکلیں گے تم جو چاہو کر لو یہ کہہ کر انہوں نے قلعوں اور سامانِ جنگ کو درست کرنا شروع کر دیا۔

ادھر ابن سلول نے بنو قریظہ کے سردار کو بدعہدی پر آمادہ کیا لیکن اس نے کہا کہ ہم نے مسلمانوں سے معاہدہ کیا ہے، ہم ہرگز اس کو نہیں توڑیں گے ادھر سلام بن مشکم نے دوبارہ حی ابن اخطب کو سمجھانے کی کوشش کر کے کہا: میں نے پہلے بھی تمہیں کہا تھا کہ بدعہدی مت کرو تم نے نہیں مانا میں اب بھی تمہیں کہتا ہوں کہ محمد کے لشکر کے آنے سے پہلے اس سے بات بنا لو اور سب سامان بیچ کر یا ساتھ لے کر خیبر چلے جاؤ یہی صورت بہتر ہے حی بن اخطب نے کہا کہ محمد ﷺ نے ویسے کہا ہے وہ کبھی نہیں آئیں گے اور ابن سلول نے اپنے لوگوں اور دیگر عرب کا میرے ساتھ وعدہ کیا ہے ہم ڈٹ کر مقابلہ کریں گے۔

سلام بن مشکم نے کہا کہ ابن سلول تم سب کو ہلاکت کے گڑھے میں ڈال دے گا۔ دیکھو بنو قریظہ نے آنے سے انکار کر دیا ہے اور کل خود ابن سلول گھر بیٹھ کر انکار کر دے گا۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ تمہارے بچے اور عورتیں کس ذلت سے اپنے علاقے چھوڑ کر بھاگیں گی۔

یہود کے ایک پاگل آدمی نے حی ابن اخطب سے کہا کہ تم ایک منحوس آدمی ہو جو بنو نضیر کو ہلاک کر کے چھوڑو گے ابن اخطب نے چیخ کر کہا کہ دیکھو لوگو اب تو یہ پاگل بھی ڈانٹنے لگا ہے اس پر لوگوں نے اس پاگل کی خوب پٹائی لگائی۔

اس کے بعد حیی بن اخطب نے اپنے بھائی کو حضور اکرم ﷺ کے پاس یہ پیغام دیکر بھیجا ”ہم اپنے علاقوں کو ہرگز نہیں چھوڑیں گے تم جو کچھ کرنا چاہتے ہو تمہیں اختیار ہے کر کے دیکھ لو“۔

لشکرِ اسلام کا بنی نضیر پر چڑھائی

جنگ کا تیسرا مرحلہ

جب حضور اکرم ﷺ کو یہود کی طرف سے یہ پیغام پہنچا تو آپ نے زور سے بلند آواز سے فرمایا: ” ألله اکبر حاربت الیھود“ یعنی یہود جنگ میں نے پہل کی ہے مسلمانوں نے بھی نعرہ تکبیر بلند کیا۔ اس کے بعد حضور ﷺ نے بنو نضیر پر چڑھائی کے لئے نفیرِ عام کیا، چنانچہ صحابہ کرام ؓ اپنے اپنے گھروں کو دوڑنے لگے اور اسلحہ زیبِ تن کرنے لگے حضور ﷺ نے اپنے لشکر کے ساتھ بنی نضیر کے ایک کھلے میدان میں جا کر اترے آپ ﷺ کے لئے پہلے سے خیمہ وہاں لگایا گیا تھا جو بنو نضیر کی آبادی کے بالکل قریب تھا حضور اکرم ﷺ نے وہاں عصر کی نماز پڑھائی اور پھر اپنے خیمہ میں داخل ہوئے، ادھر سے یہود نے قلعوں سے لشکرِ اسلام پر تیروں کی بارش کردی اور سنگ بازی کا زبردست حملہ کیا ان میں ایک شیطان بہت تیرانداز تھا جس کا نام ”ابن عروک“ تھا اس کا تیر حضور اکرم ﷺ کے خیمے پر آ کر لگا۔ تو حضور ﷺ نے جنگی حکمتِ عملی کے تحت خیمے کو پیچھے کی طرف لیجانے کا حکم دیا۔

اب بنو نضیر اپنے قلعوں میں محصور ہو کر رہ گئے نہ تو بنو قریظہ نے ساتھ دیا اور نہ عبداللہ بن ابی سلول منافق نے کوئی مدد کی۔ سلام بن مشکم اور صویرا نے ابن اخطب سے کہا کہ ابن سلول کی فوج اور مدد کے وعدے کہاں گئے؟ تو حیی ابن اخطب نے کہا کہ میں کیا کروں بس یہ گھمسان کی لڑائی خدا کی طرف سے مقرر شدہ تھی۔

حضور ﷺ نے زرہ پہن لی اور رات گزارنے لگے، حضرت علیؓ کچھ دیر کے لئے اپنے ساتھیوں کے ساتھ غائب رہے اور پھر واپس آ کر ابن عروک کا سر حضور ﷺ کے سامنے رکھا اور فرمایا کہ یہ خبیث بڑا بہادر تیرانداز تھا۔ مجھے خطرہ تھا کہ کہیں رات کو حملہ نہ کردے، لہذا میں نے اپنے ساتھیوں کی مدد سے قتل کردیا۔ اور اس کے باقی ساتھی بھاگ چکے ہیں اگر آپ حکم دیں تو ہم ان کو بھی قتل کردیں۔ چنانچہ حضور اکرم ﷺ نے ابودجانہؓ اور دیگر دس بہادروں کو روانہ فرمایا۔ ان سب نے جا کر ان یہودیوں کو

قلعہ میں داخل ہونے سے پہلے قتل کر دیا۔ اب یہود قلعہ بند تھے اور مسلمان کھلے میدان میں مقیم تھے حضور اکرم ﷺ نے حکم دیا کہ ان کے باغات کو آگ لگا دو اور کھجوروں کے درختوں کو کاٹ دو چنانچہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے یہ کام شروع کیا بعض صحابہ نے ایک قسم کی کھجور عجوہ کھجور کے درخت جب کاٹے تو یہود کی عورتیں چیخ اٹھیں تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ عجوہ ایک عمدہ کھجور ہے جس پر ایسا ہی رویا جاتا ہے، پھر یہود نے کہا اے محمدؐ! آپ فساد سے روکا کرتے تھے اب یہ درخت کیوں کاٹتے ہو، باغات کیوں جلاتے ہو؟ ہم ان باغات کو فروخت کرتے ہیں اور جو مطالبہ آپ نے کیا تھا کہ نکل جاؤ تو یہ اموال لیکر نکل جائیں گے، حضور اکرم ﷺ نے فرمایا اب باغات اور زمین تمہارے ہاتھ سے نکل چکی ہیں، اب تو صرف وہ سامان لے جاؤ گے جو اونٹ اٹھا کر لے جاسکتے ہیں سوائے اسلحہ کے، باغات کاٹنے اور جلانے کے اس عمل کو قرآن کریم نے اس طرح جائز قرار دیا:

”مَا قَطَعْتُمْ مِنْ لِّيْنَةٍ اَوْ تَرَكْتُمُوْهَا قَائِمَةً عَلٰى اُصُوْلِهَا فَبِاِذْنِ اللّٰهِ وَلِيُخْزِيَ الْفَاسِقِيْنَ.“ (سورۃ حشر آیت: ۵)

ترجمہ: ”جو کھجوروں کے درخت تم نے کاٹ ڈالے یا ان کو ان کی جگہ پر کھڑے رہنے دیا سو دونوں باتیں خدا ہی کے حکم اور رضا کے موافق ہیں اور تا کہ کافروں کو ذلیل کرے“۔ یہودی عورتوں کے رونے پر ابورافع نے ڈانٹ کے انداز میں کہا کہ رومت اگر یہاں عجوہ کھجور کے درخت کاٹے گئے تو ہمارے لئے خیبر میں بہت سارے عجوہ موجود ہیں ایک یہودی بڑھیا نے کہا کہ وہاں بھی ایسی صورت حال پیش آنے والی ہے۔ ابورافع نے کہا کہ تیرا منہ ٹوٹ جائے وہاں خیبر میں میرے دس ہزار دوست موجود ہیں جو بڑے جنگ آزمودہ ہیں یہ بات جب حضور ﷺ تک پہنچی تو آپ مسکرانے لگے۔ پندرہ دن کے اس مکمل محاصرہ کے بعد یہودِ بنونضیر نے حضور ﷺ کا مطالبہ قبول کرلیا اور قلعوں سے نکل کر اسلحہ ڈال دیا اور گھر کا سامان اونٹوں پر لادنا شروع کر دیا۔ کنجوسی، حرص ولالچ، حسد وبغض وعناد اور دشمنی کا مظاہرہ یہاں بھی یہود نے کیا کہ جو سامان اٹھا سکتے تھے وہ اٹھا لیا باقی کو جلا دیا۔ گھروں کے دروازے اور کواڑ وچوکھٹ تک اٹھا کر لیجانے لگے۔ حضور ﷺ نے ایک بڑے یہودی کے ساتھ سامان لادنے میں مدد کی اور اس طرح چھ سو اونٹوں پر یہودیوں نے سامان اور بیوی بچوں کو لاد کر

براستہ مدینہ منورہ زیادہ تر خیبر کی طرف چلے گئے اور کچھ شام کی طرف روانہ ہوئے۔

مدینہ منورہ پر گزرتے ہوئے یہود نے اپنی جرأت و سیادت و قیادت کا مظاہرہ کیا کہ عورتوں نے خوب بناؤ سنگھار کر کے زیورات اور زیب و زینت کی نمائش کی۔ اہل تاریخ نے لکھا ہے کہ یہود جب مدینہ پر گزرنے لگے تو انہوں نے ڈھول گانے باجے اور بانسری وغیرہ بجانا شروع کر دئے تاکہ مسلمانوں کے سامنے کمزور نہ لگیں اس طرح یہود سے مدینہ کا ایک حصہ پاک ہو گیا بنونضیر کے یہود میں سے صرف دو گھر یعنی یامین اور ابو سعد نے اسلام قبول کیا اور اپنے اموال و احوال پر برقرار رہے۔ یامین سے حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ دیکھو تمہارے رشتہ دار عمرو بن جحاش نے میرے قتل کا کس طرح منصوبہ بنایا تھا۔ اس نے جواب دیا کہ یارسول اللہ! میں اس شخص کا کام تمام کردوں گا۔ چنانچہ یامین نے ابن جحاش کو قتل کر دیا اور آ کر حضور اکرم ﷺ کو اطلاع دیدی۔ حضور اکرم ﷺ اس غدار کے قتل پر خوش ہوئے کیونکہ

زور بازو آزما شکوہ نہ کر صیاد سے
آج تک کوئی قفس ٹوٹا نہیں فریاد سے

اللہ تعالیٰ نے بنونضیر کے اس مال کو جو مسلمانوں کے ہاتھ میں آیا تھا، غنیمت کے بجائے مال فیٔ قرار دیا یعنی یہ صرف حضور اکرم ﷺ کو اللہ نے دیا ہے۔ مجاہدین کا اس میں کوئی حق نہیں حضور جہاں چاہیں خرچ کریں چنانچہ حضور اکرم ﷺ نے انصار سے مشورہ کیا کہ اگر یہ مال میں صرف مہاجرین میں تقسیم کروں اور انکا بوجھ جو تم پر پڑا ہے گھربار اور خرچ وغیرہ وہ تم سے اٹھ جائے تو کیا یہ بہتر نہ ہوگا؟ انصار کے سردار حضرت سعد بن معاذؓ اور سعد بن عبادہؓ نے فرمایا کہ یارسول اللہ یہ مال بھی ان میں تقسیم فرمائیں اور حسب سابق ہمارے مال ومتاع میں بھی شریک رہیں اس عظیم جذبہ نصرت واخوت کو دیکھ کر حضور ﷺ نے انصار کو بہت دعائیں دیں۔

بہرحال سورۃ حشر میں اس واقعہ کی تفصیل ہے وہ تفاسیر میں دیکھ لیا جائے یہ سب کچھ میں نے اس لئے لکھا، تاکہ محترم قارئین کو جنگِ خندق کا بنیادی سبب واضح ہو جائے۔ اب ذرا جھانک کر دیکھئے۔

لشکرِ کفار کا اکھٹا ہونا

جنگ کا چوتھا مرحلہ

جب حضور ﷺ کے حکم پر یہودِ بنونضیر مدینہ سے جلاوطن ہوئے اور جا کر خیبر میں بسنے لگے تو مسلمانوں کے بارے میں انکی عداوت مزید بھڑک اٹھی اور مسلمانوں کو جڑ سے ختم کرنے کے لئے انہوں نے قبائل عرب کو ایک ایسی عام جنگ کے لئے اکٹھا کرنا شروع کیا جس سے مسلمانوں کا استیصال ہو جائے۔ چنانچہ اسی غرض سے حیؔ بن اخطب اور کنانہ بن ابی الحقیق یہود کے سردار اپنے دیگر بیس ساتھیوں کے ساتھ قریش کو ابھارنے اکسانے لگے۔ انہوں نے قریش مکہ سے اس طرح گفتگو کی۔

یہود: ہم سب تمہارے ساتھ ہیں ہم اس وقت تک لڑیں گے۔ جب تک مسلمان بالکل ختم نہ ہو جائیں۔

ابوسفیان: واقعی اس جذبہ کے تحت تم یہاں آئے ہو؟

یہود: جی ہاں صرف اور صرف یہی جذبہ ہے کہ آپ سے معاہدہ کر کے عداوت محمد یہ پر اکھٹے ہوں۔

ابوسفیان: مرحبا مرحبا، مجھے تو انسانوں میں سب سے زیادہ محبوب وہ لوگ ہیں جو محمد ﷺ کی دشمنی میں ہمارا تعاون کریں۔

یہود: آپ ایک سو پچاس آدمی ہمارے ساتھ خانہ کعبہ لیجائیں تا کہ کعبہ کے پردہ اور دیواروں سے چپک کر یہ معاہدہ کریں کہ آخر دم تک ایک دوسرے کا ساتھ دیں گے اور مسلمانوں سے لڑیں گے۔

ابوسفیان: اے اہل یثرب تم علم والے ہو اہل کتاب ہو دیکھو ہم یہاں حاجیوں کو پانی پلاتے ہیں بیت اللہ کی نگرانی کرتے ہیں مہمان نوازی کرتے ہیں اور بت پرستی بھی کرتے ہیں اب تم بتاؤ کہ ہمارا دین بہتر ہے یا محمد ﷺ کا دین بہتر ہے؟

یہود: جناب آپ لوگ یہ نیک کام کرتے ہو اور باپ دادا کے طریقوں پر چلے آرہے ہو یقیناً تمہارا دین محمد (ﷺ) کے دین کے نسبت حق ہے۔

اس طرح سازشی یہود نے کفار مکہ کو اٹھایا اور پھر قبیلہ غطفان کے لوگوں کو بھڑکایا پھر بنوسلیم کے پاس گئے اور انکو بھی اٹھایا پھر بنوفزارہ اور غطفان کے قائد عیینہ بن حصن کے ساتھ یہود نے یہ ساز باز کر لی

کہ اگر آپ مکمل طور پر نکل آئے تو ہم آپ کو خیبر کے ایک سال کے کھجور مکمل طور پر دیدیں گے۔ غطفان کے قبائل نے اس کو پسند کیا اور سب بھڑک اٹھے چنانچہ قریشِ مکہ اور ان کے تابع قبائل احابیش کا چار ہزار کا لشکرِ جرار میدان میں نکل آیا اور دارالندوہ میں جا کر جنگی جھنڈا بلند کیا۔ بنوسلیم کے لوگ اپنے قائد کے ساتھ میدان میں کود پڑے بنواسد کا لشکر طلحہ بن خویلد اسدی کی ماتحتی میں نمودار ہوا، بنوفزارہ اپنے قائد عیینہ بن حصن فزاری کے ساتھ میدان میں وارد ہوئے، بنواشجع نے اپنے قائد کے ساتھ عام لشکر میں شرکت اختیار کی اور بنومرہ اپنے لیڈر کے ہمراہ میدان میں آموجود ہوئے اس طرح کفار قریش نے ایک روایت کے مطابق دس ہزار دوسری روایت کے مطابق ۱۲ ہزار اور ایک روایت کے مطابق ۲۰ ہزار لشکرِ جرار تیار کیا اور یہود نے خیبر اور پھر بنوقریظہ کے یہودیوں کے جمِ غفیر کا وعدہ کیا۔ اس طرح تاریخ کی ایک کٹھن گھڑی مدینہ منورہ کے مسلمانوں لئے ایک ہمہ گیر منصوبہ کے تحت تیار ہوگئی۔ اور گویا سب کی زبان پر یہ شعر تھا:۔

لَمْ يَتْرُكِ الْجُوْعُ لَنَا مَبِيْتًا
لَا بُدَّ أَنْ نَمُوْتَ أَوْ نُمِيْتَا

ترجمہ: بھوک نے ہمارا کوئی ٹھکانہ نہیں چھوڑا اب تو لامحالہ ماریں گے یا مر جائیں گے۔ کسی ہوشیار نے اس نقشہ کو اپنے اشعار میں اس طرح پیش کیا ہے:۔

رئیسانِ یہود آکر ملے قریشی امیروں سے
ملی ایک اور بھی جرأت شریروں کے شریروں سے

ہوئیں تیاریاں، اتنا بڑا طوفان اٹھانے کی
کہ جس سے ہل کے رہ جائیں بنائیں اس زمانے کی

عرب کے جنگجو رہزن قبائل سے مدد مانگی
مسلح اور لڑاکے آدمی مانگے رسد مانگی

دکھائے سبز باغ اہل ہوس پر دام زر ڈالا
یہودی اور قریشی مال و شوکت کا اثر ڈالا

فراہم کر لئے اس طرح سے چوبیس الف انسان
جری ، سفاک ،خون آشام سب چھوٹے بڑے
شیطان

درندوں کا یہ ابنوہ عظیم اس رنگ سے نکلا
کہ نعرہ حرب کا ہر ضرب طبل جنگ سے نکلا

حضور ﷺ کو اطلاع اور آپکا مشورہ

جنگ کا پانچواں مرحلہ

جونہی لشکرِ کفار مکہ سے مدینہ کی طرف چل پڑا، بنوخزاعہ کے چند نوجوانوں نے نہایت تیزی سے جا کر حضور ﷺ کو اس پوری صورت حال کی اطلاع کر دی۔ رسول کریم ﷺ نے اپنے صحابہ ؓ سے جنگی حکمت عملی اور نظم و ترتیب بنانے کے متعلق مشورہ کیا، حضرت سلمان فارسیؓ نے فارس کے جنگوں کا تجربہ بتایا کہ ہر میدان میں مقابلے کے بجائے مدینہ منورہ کے غیر محفوظ مقامات پر خندقیں کھودی جائیں اور پھر کفار کا مقابلہ کیا جائے۔

چنانچہ اس رائے کو سب نے پسند کیا اور حضور اکرم ﷺ اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر ان مقامات پر پہنچے، جہاں خندق کھودنا اور لشکرِ اسلام کا پڑاؤ ڈالنا تھا۔ چنانچہ آپ نے کوہِ سلع کے دامن میں پڑاؤ کیا اور جنگی نقشہ اس طرح بنایا کہ سلع پہاڑ مسلمانوں کی پشت پر ہو اور سامنے کھلے مقام "مذاد" سے مقام "ذباب" اور پھر "ذباب" سے مقام "راتج" تک آپ نے خندقیں کھودنے کا حکم دیا اور خط کھینچ کر دس دس آدمیوں پر دس دس گز زمین تقسیم فرمائی مہاجرین صحابہ نے راتج سے ذباب تک خندقیں کھود لی اور انصار کے ذمہ ذباب سے جبل بنی عبید تک خندق کھودنے کا کام سپرد کیا گیا تھا۔ دن کم تھے اور کفار قریش کے پہنچنے کا شدید خطرہ تھا، اس لئے صرف چھ دن میں صحابہ کرام ؓ نے دن رات یہ کام کیا، عرب لوگ کھدائی کے ماہر نہ تھے لیکن ہمت نے سب کچھ کروا دیا اور چھ دن کے قلیل عرصہ میں اتنا بڑا کام مکمل ہو گیا حضور اکرم ﷺ خندق کھودنے اور مٹی ہٹانے اور لے جانے میں اپنے سارے صحابہ ؓ کے ساتھ برابر شریک تھے۔ آپ ﷺ نے یہ شرکت اس لئے کی تا کہ صحابہ کرام ؓ کو مزید رغبت ہو

جائے۔ خندق میں تین کام ہوتے تھے: (۱) کھدائی (۲) مٹی بوریوں میں ڈال کر باہر لیجا کر پھینکنا۔ (۳) پتھر کو الگ کر کے مورچوں کے پاس ڈالنا تا کہ بوقتِ جنگ تیروں کی طرح پتھر بھی استعمال کیے جائیں۔ حضور اکرم ﷺ نے ہر قسم کے کام میں حصہ لیا۔ چنانچہ سب سے پہلے آپ ﷺ نے جب کام شروع کیا تو آپ نے یہ شعر پڑھا۔

بِسْمِ اللّٰهِ وَبِهٖ بَدِيْنَا
وَلَوْ عَبَدْنَا غَيْرَهٗ شَقِيْنَا

ترجمہ: بسم اللہ کر کے اسی پاک نام سے شروع کرتے ہیں۔ اگر اللہ کے سوا کسی کی عبادت کریں تو بڑے بدنصیب ہوں گے۔

يَا حَبَّذَا رَبًّا وَحَبَّذَا دِيْنًا

واہ واہ کیا ہی اچھا رب اور کیسا ہی اچھا دین ہے۔

جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور آپ ﷺ مٹی اٹھا کر لے جاتے تو آپ یہ شعر پڑھتے تھے۔

هٰذَا حَمَالُ لَا حَمَالَ خَيْبَرَا
هٰذَا أَبَرُّ رَبَّنَا وَأَطْهَرَا

ترجمہ: اے ہمارے پروردگار! مٹی کا یہ بوجھ خیبر کی کھجوروں اور مال و متاع سے زیادہ باعث ثواب ہے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جذبہ جہاد سے سرشار ہو کر اور حضور اکرم ﷺ پر جان نثار ہو کر پڑھا کرتے تھے۔

نَحْنُ الَّذِيْنَ بَايَعُوْا مُحَمَّدًا
عَلَى الْجِهَادِ مَا بَقِيْنَا أَبَدًا

ترجمہ: ہم ہی وہ جان نثار اور وفادار لوگ ہیں جنہوں نے محمد ﷺ کے ہاتھ پر مرتے دم تک جہاد کی بیعت کی ہے۔

حضور ﷺ یہ جذبہ دیکھ کر خوش ہوتے اور پھر یہ شعر پڑھ کر اس طرح دعا فرماتے تھے۔

اَللّٰهُمَّ لَا عَيْشَ إِلَّا عَيْشَ الْاٰخِرَة
فَاغْفِرِ الْاَنْصَارَ وَالْمُهَاجِرَة

اے اللہ زندگی تو درحقیقت آخرت کی زندگی ہے پس انصار اور مہاجرین کی مغفرت فرما۔

اس شعر کے بعد کبھی کبھی آپ ایک اور شعر ملا دیا کرتے تھے جس میں قبائل کفار کے لئے بددعا تھی۔

أَللّٰهُمَّ الْعَنْ عَضْلاً وَ الْقَارَه
فهم كلفوني انقل الحجاره

اے اللہ قبیلہ عضل اور قارہ پر لعنت نازل فرما کیونکہ انہی قبائل نے مجھے پتھر اٹھانے پر مجبور کیا ہے۔

حضرت براء بن عازبؓ فرماتے ہیں کہ خندق کے دن حضور اکرم ﷺ خود بنفس نفیس مٹی ڈھو ڈھو کر لا رہے تھے۔ یہاں تک کہ شکم مبارک گرد آلود ہو گیا۔ آپ کی زبان پر عبداللہ بن رواحہ کے یہ شعر ہوتے تھے۔

وَاللّٰهِ لَوْ لَا اللّٰهُ مَا اهْتَدَيْنَا
وَلَا تَصَدَّقْنَا وَلَا صَلَّيْنَا

خدا کی قسم اللہ کی توفیق نہ ہوتی تو ہم کبھی ہدایت نہ پاتے نہ صدقہ دیتے اور نہ کبھی نماز پڑھتے۔

فَانْزِلَنْ سَكِيْنَةَ عَلَيْنَا
وَثَبِّتِ الْأَقْدَامَ إِنْ لَّاقَيْنَا

اے اللہ ہم پر سکون اور اطمینان نازل فرما اور لڑائی کے وقت ہم کو ثابت قدم فرما۔

إِنَّ الْأُولٰى قَدْ بَغَوْا عَلَيْنَا
إِذَا اَرَادُوْا فِتْنَةً اَبَيْنَا

ان لوگوں نے یقیناً ہم پر ظلم و سرکشی کی ہے، انھوں نے جب کبھی ہم سے کفر و شر کا ارادہ کیا تو ہم نے انکار کیا۔ آخری الفاظ سب مل کر بار بار پڑھا کرتے تھے ” أَبَيْنَا، أَبَيْنَا، أَبَيْنَا “ انکار کیا، انکار کیا، انکار کیا۔

خندق کے دوران تکالیف

جنگ کا چھٹا مرحلہ

حضور اکرم ﷺ کے غزوات میں تنگی اور مشقت کے اعتبار سے سب سے بڑھ کر غزوہ تبوک ہے۔ جس کو قرآن کریم نے ”سَاعَةُ الْعُسْرَةِ“ کے نام سے یاد کیا ہے، اور احادیث و تاریخ نے اس کو ”جیش العسرة“ تنگی اور سختی کا لشکر کہا ہے اور آپ ﷺ کے تمام غزوات میں خوف و خطر کے

اعتبار سے سب سے زیادہ خطرناک غزوہ خندق کا غزوہ ہے۔ قرآن کریم میں اس خوف و خطر کو اللہ تعالے نے اس طرح بیان کیا ہے:

"إِذْ جَاءُوْكُمْ مِنْ فَوْقِكُمْ وَمِنْ اَسْفَلَ مِنْكُمْ وَإِذْ زَاغَتِ الْاَبْصَارُ وَبَلَغَتِ الْقُلُوْبُ الْحَنَاجِرَ وَتَظُنُّوْنَ بِااللّٰهِ الظُّنُوْنَا ○ هُنَالِكَ ابْتُلِيَ الْمُؤْمِنُوْنَ وَزُلْزِلُوْا زِلْزَالاً شَدِيْدًا." (احزاب ایت ۱ تا ۱۱)

ترجمہ: جب چڑھ آئے تم پر اوپر کی طرف سے اور نیچے سے اور جب بدلنے لگی آنکھیں اور پہنچ گئے دل گلوں تک اور اٹکل کرنے لگے تم اللہ پر طرح طرح کی اٹکلیں۔ وہاں جانچے گئے ایمان والے اور جھڑ جھڑائے گئے زور کا جھڑ جھڑانا۔

اس کا نقشہ علامہ شبیر احمد عثمانیؒ نے اس طرح پیش کیا ہے۔

تفسیر عثمانی: ''ہجرت کے چوتھے پانچویں سال یہودِ بنو نضیر جو مدینہ سے نکالے گئے تھے، ہر قوم میں پھرے۔ ابھارا کسا کر قریش مکہ، بنی فزارہ وغیرہ قبائل عرب کی متحد طاقت کو مدینہ پر چڑھا لانے میں کامیاب ہو گئے، تقریباً بارہ ہزار لشکرِ جرار پورے ساز و سامان سے آراستہ اور طاقت کے نشہ میں چور تھا، یہودِ بنو قریظہ جن کا ایک مضبوط قلعہ تھا، جو پہلے ہی مسلمانوں کے ساتھ معاہدہ کئے ہوئے تھے، یہودِ بنو نضیر کی ترغیب سے آخر کار وہ بھی معاہدات کو بالا طاق رکھ کر حملہ آوروں کی مدد کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے۔ مسلمانوں کی جمعیت کل تین ہزار تھی، جن میں ایک بڑی تعداد دغاباز منافقوں کی تھی، جو سختی کا وقت آنے پر جھوٹے حیلے بہانے کر کے میدان جنگ سے کھسکنے لگے۔ نبی کریم ﷺ نے صحابہؓ سے مشورہ فرمایا، آخر سلمان فارسیؓ کے مشورے سے شہر کے گرد جدھر سے حملہ کا اندیشہ تھا خندق کھودی گئی، سخت جاڑے کا موسم تھا، غلہ کی گرانی تھی۔ بھوک کیوجہ سے صحابہ کرامؓ اور خود سرور عالم ﷺ کے پیٹ پر پتھر بندھے ہوئے تھے، مگر عشق الٰہی کے نشہ میں سرشار سپاہی اور انکے سالار اعظم اس سنگلاخ زمین کی کھدائی میں حیرت انگیز قوت اور ہمت مردانہ کے ساتھ مشغول تھے، مجاہدین پتھریلی زمین پر کدال مارتے اور کہتے۔

نَحْنُ الَّذِيْنَ بَايَعُوْا مُحَمَّدًا
عَلَى الْجِهَادِ مَا بَقِيْنَا اَبَدًا

ادھر سرکارِ محمدی سے جواب ملتا۔

اَللّٰھُمَّ لاَعَیْشَ اِلاَّ عَیْشَ الْاٰخِرَۃ
فَاغْفِرِ الْاَنْصَارَ وَالْمُھَاجِرَۃ

خندق تیار ہوگئی تو اسلامی لشکر نے دشمن کے مقابل مورچے جمادیئے، تقریباً بیس پچیس روز تک دونوں فوجیں آمنے سامنے پڑی رہیں درمیان میں خندق حائل تھی۔ باوجود کثرت تعداد کے کفار سے بن نہ پڑا کہ شہر پر عام حملہ کر دیتے۔ البتہ دور سے تیراندازی ہوتی رہی، اور گاہ بگاہ فریقین کے خاص خاص افراد مبارزہ میں بھی دو دو ہاتھ دکھانے لگتے، مشرکین اور یہودِ بنوقریظہ کے درمیان مسلمانوں کی جمیعت محصورین کی حیثیت رکھتی تھی۔ تاہم انہوں نے سب عورتوں، بچوں کو شہر کی مضبوط ومحفوظ حویلیوں میں پہنچا کر خود بڑی پامردی اور استقامت کے ساتھ شہر کی حفاظت ومدافعت کا فرض انجام دیا، آخر کار نعیم بن مسعود اشجعیؓ کی ایک عاقلانہ اور لطیف تدبیر سے مشرکین اور یہودِ بنو قریظہ میں پھوٹ پڑ گئی۔ ادھر کفار کے دلوں کو خدا تعالیٰ کا غیر مرئی لشکر مرعوب کر رہا تھا، اسی اثناء میں اللہ تعالیٰ نے ایک سخت خوفناک جھکڑ ہوا کا چلا دیا۔ پُروا ہوا سے ریت اور سنگریزے اڑکر ان کے منہ پر لگتے تھے، ان کے چولہے بجھ گئے، دیگچے زمین پر جاپڑے، کھانے پکانے کی کوئی صورت نہ تھی، ہوا کے زور سے خیمے اکھڑ گئے، گھوڑے چھوٹ کر بھاگ گئے۔ لشکر پریشان ہو گیا، سردی اور اندھیری ناقابل برداشت بن گئی، آخر ابوسفیان نے جن کے ہاتھ میں تمام لشکروں کی اعلیٰ کمان تھی، طبل رحیل بجادیا۔ ناچار سب اٹھ کر بے نیل ومرام واپس چل دیئے۔

”وَکَفَی اللّٰہُ الْمُؤْمِنِیْنَ الْقِتَالَ وَکَانَ اللّٰہُ قَوِیًّاعَزِیْزًا۔“

یہ جنگ احزاب کہلاتی ہے اور جنگِ خندق بھی کہلاتی ہیں، سخت جاڑے کے موسم اور فاقہ کشی کی حالت میں خندق کھودنا، اور اتنے دشمنوں کے بیچ میں گھیر کر لڑائی لڑنا یہ وہ حالات تھے، جن میں منافقین دل کی بات بولنے لگے اور مومن ثابت قدم رہے، اسی جنگ میں حضور اکرم ﷺ نے فرمایا آیندہ ہم کفار پر چڑھائی کریں گے وہ ہم پر چڑھ کر نہ آسکیں گے۔ (تفسیر عثمانی، ص:۵۵۷)

علامہ شبیر احمد عثمانیؒ مزید فرماتے ہیں یعنی پیغمبر کو دیکھو وہ ان سختیوں میں کیا استقلال رکھتے ہیں۔

حالانکہ سب سے زیادہ اندیشہ اور فکر انہیں پر ہے۔ مگر مجال ہے کہ پائے استقامت ذرا جنبش کھا جائے جو لوگ اللہ سے ملنے اور آخرت کا ثواب حاصل کرنے کی امید رکھتے ہیں اور کثرت سے خدا کو یاد کرتے ہیں ان کیلئے رسول ﷺ کی ذات منبع البرکات بہترین نمونہ ہے، چاہے کہ ہر معاملہ ہر ایک حرکت وسکون اور نشست و برخاست میں ان کے نقش قدم پر چلیں اور ہمت واستقلال وغیرہ میں ان کی چال سیکھیں۔ (تفسیر عثمانی، ص:۵۵۹)

شیخ الاسلام کی اس تفسیر سے غزوۂ خندق کا پورا نقشہ اجمالی طور پر سامنے آگیا اب کچھ تفصیل ملاحظہ ہو:

اس جنگ کے دوران ایک طرف سے کفار کا اتنا بڑا مقابلہ اور مدینہ میں داخل ہونے کا اتنا بڑا خطرہ تھا یہ آپ خود سمجھ سکتے ہیں دوسری طرف وہ لوگ جو نام کے مسلمان تھے لیکن جہاد کے میدان میں ان کا ایمان غائب ہو جاتا تھا وہ سب مخالف تھے اور بجائے تعاون کے طعنے دینے لگے کہ لو بھائی مسلمانوں کا خاتمہ ہو جائے گا، اب تو صفحہ ہستی سے مٹ جائیں گے۔ اب تو مسلمان نام کی کوئی چیز مدینہ میں باقی نہیں رہے گی۔ جو وعدے اور پیشن گوئیاں تھیں سب ریت کی دیوار ہو کر ختم ہو جائیں گی، اب یثرب کی زمین میں ان لوگوں کے لئے ٹھہرنا محال ہے، لو بھائی باتیں تو ہو رہی ہیں کہ شام اور فارس اور یمن کو فتح کریں گے اور قضائے حاجت کے لئے چند قدم آگے نہیں جا سکتے، دیکھو جناب سارا عرب ایک ہاتھ ہو کر مقابلہ پر آگیا ہے اب دیکھو یہ لوگ کیسے بچیں گے وغیرہ وغیرہ۔ تیسری طرف خیبر کے سارے یہود دردسر بنے ہوئے تھے، چوتھی طرف وہ بنو قریظہ جو مدینہ شہر کے متصل آباد تھے اور اس سمت میں صرف گھر اور عورتیں تھیں وہ بھی بغاوت پر اتر آئے اور اندر سے حملے کا شدید خطرہ ہو گیا، پانچویں یہ کہ شدید سردی نے ہر متحرک جان کو جام کر کے رکھ دیا تھا۔ چھٹی بات یہ تھی کہ بھوک نے ایسا پریشان کر رکھا تھا کہ تین تین دن چکھنے کو کچھ نہیں ملتا تھا اور اسی حالت میں خندق کا کام اور دشمن کا مقابلہ بھی تھا۔ تین نمازیں حضور اکرم ﷺ اور عام صحابہ ؓ کی قضاء ہوئیں لیکن مورچہ سے ایک گھڑی کے لئے پیچھے نہ ہٹ سکے، کمر کو جھکنے سے بچانے کے لئے پیٹ پر پتھر باندھے گئے، خود حضور اکرم ﷺ نے دو پتھر شکم مبارک پر باندھے تھے اور خود مورچہ زن تھے کوہ سلع کے دامن میں اس وقت جو خمسہ مساجد موجود ہیں، یہ انہیں جرنیلوں کے مورچے تھے، سب سے

بلند مقام پر حضور اکرم ﷺ کا مورچہ تھا، پھر صدیق اکبرؓ کا پھر فاروق اعظمؓ وغیرہ کا۔

اُم المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے حضور ﷺ کے ساتھ خوفناک لڑائیوں میں شرکت کی ہے، مثلاً جنگ خیبر، جنگ مریسع، صلح حدیبیہ، جنگِ حُنین، فتح مکہ وغیرہ۔ مگر میں نے تکلیف اور خوف کے اعتبار سے جنگِ خندق کیطرح کوئی جنگ نہیں دیکھی اور اس کی وجہ یہ تھی کہ کفار باہر سے محاصرہ کئے ہوئے تھے، انکا دفاع بھی تھا، ادھر بنو قریظہ نے بغاوت کی جس سے ہمارے گھروں اور بچوں کو خطرہ لاحق ہوگیا۔ ان دنوں مدینہ منورہ کا پہرہ رات بھر دیا جاتا تھا، اور صبح تک مسلمانوں کے نعرہ تکبیر کی آوازیں سنائی دیتی تھیں۔ تاکہ دشمن اندر گھس نہ جائے یہاں تک کہ اللہ نے مدد کی اور کفار بے نیل ومرام واپس چلے گئے۔

تقریباً ایک ماہ تک یہی کیفیت رہی اور محصورین کی یہی حالت رہی قرآن نے اس کو "ابتلی المئومنون" کے نام سے یاد کیا کہ مسلمانوں پر بڑی آزمائش کی گھڑی اور "زُلْزِلُوْا زِلْزَالاً شَدِیْدًا" کے الفاظ سے یاد کیا کہ مسلمان جھنجھوڑے گئے سخت جھنجھوڑنا، ہلائے گئے سخت ہلانا۔

قرآن کریم نے اس واقعہ کو "بَلَغَتِ الْقُلُوْبُ الْحَنَاجِرَ" یعنی دل منہ کو آنے لگے کے الفاظ بیان فرمایا اور "زَاغَتِ الْاَبْصَارُ" یعنی آنکھیں چکرانے لگی خوف ناک الفاظ سے ذکر کیا ہے۔

لیکن آج کل کے کچھ بزرگان دین اس جنگ کی اہمیت کو اس طرح گھٹا کر دکھ دیتے ہیں گویا کوئی اہم واقعہ ہی نہ تھا۔ چنانچہ ایک بزرگ نے بھرے مجمعے میں کہا "بدر میں جب اعمال بنے تو صحابہ تلوار اٹھاتے تھے مگر سامنے گردنیں خود بخود کٹ جاتی تھیں، تلوار چلانے کی ضرورت ہی نہیں پڑتی تھی اور خندق میں تلوار اٹھانے ہی نہ دیا، بلکہ اعمال کے بننے سے خود ہوا آئی اور سب کو اڑا کر لے گئی۔ ایک اور بزرگ نے یہ گل افشانی کی۔

دیکھو دعوت وتبلیغ کی اس محنت نے دین کی شکلوں کو تبدیل کیا دنیا کی کیا حیثیت ہے دین کی شکلیں تبدیل کیں۔ اللہ تعالیٰ نے دعوت کی شکل کو نہیں بدلا، دیکھو نماز دین کا ستون ہے، خندق کے موقع پر ظہر کی نماز قضاء ہوگئی، عصر قضاء ہوگئی، مغرب قضاء ہوگئی، دعوت کے سفروں میں چار کی جگہ دو کردی، اللہ نے دعوت کے عمل میں فرق نہیں آنے دیا، نماز کی شکل کو اللہ نے ۔۔۔ توڑا، عبادت کی شکل کو توڑا

جا سکتا ہے، لیکن دعوت کی شکل کو نہیں توڑا جا سکتا ہے۔ دیکھو صلوٰۃ خوف کو چار سے دو کر دی، نماز کی شکل کو اللہ نے توڑ پھوڑ ڈالا، تبلیغ کی شکل کو نہیں توڑا، تین دن دو گشت آٹھ گھنٹے چلہ یہی تو وہ محنت تھی جس نے ہلا کر رکھ دیا صحابہ کرام ﷺ کو۔

”وَاِذْزَاغَتِ الْاَبْصَارُوَبَلَغَتِ الْقُلُوْبُ الْحَنَاجِرَ وَتَظُنُّوْنَ بِاللّٰہِ الظُّنُوْنَا،
هُنَالِکَ ابْتُلِیَ الْمُؤْمِنُوْنَ وَ زُلْزِلُوْزِلْزَالاًشَدِیْدًا.“

یہ وہ محنت تھی جس نے صحابہ کو ہلا کر رکھ دیا جھنجھوڑے گئے آنکھیں چکرانے لگیں دل منہ کو آ گئے۔ الخ

بندہ عاجز اس پہلے بزرگ کی خدمت میں باادب عرض کرتا ہے کہ بدر کے میدان اور اس کا نقشہ اور صحابہ کرام ؓ کی جانثاری، قرآن کریم اس کی تفسیر، احادیث مقدسہ اور اس کی تشریح اور مستند تاریخی واقعات میں اگر آپ دیکھتے، اور پھر انصاف کرتے تو آپ کبھی بھی اس طرح نہ کہتے لیکن آپ نے دانستہ طور پر صحابہ کرام ؓ کی ان عظیم قربانیوں کو گھمسان کی لڑائیوں اور حملوں کو بے اثر بنانے کی کوشش کی ہے کیا وہاں چودہ صحابہ کرام ؓ شہید نہیں ہوئے؟ اور کیا وہاں کئی صحابہ کرام ؓ زخمی نہیں ہوئے! کیا وہاں صحابہ ؓ نے موت کی جنگ نہیں لڑی؟ اور کیا وہاں تلوار سونت کر حضور اکرم ﷺ اور صدیق اکبرؓ کارزار میں نہیں اترے؟ اور کیا حضور ﷺ نے وہاں کفار پر شدید حملوں کی فضیلت اور کفار کو قتل کرنیکی ترغیب نہیں دی! اگر یہ سب کچھ ہے تو آپ اس کو ایک عجیب انداز سے کیوں نظر انداز کرتے ہو! اگر وہاں فرشتوں نے مسلمانوں کی مدد و نصرت کیلئے جنگ میں حصہ لیا تو کیا اس کا یہ مطلب ہوا کہ صحابہ ؓ کی قربانی بے کار ہو گئی یا صحابہ ؓ میدان ہی میں نہ آئے یا صحابہ ؓ نے جنگ ہی نہیں لڑی؟ پھر جنگِ خندق میں صحابہ کی مشقتیں برداشت کرنا، تقریباً بیس دن شدید مشکلات کا سامنا کرنا، کفار کے مقابلے میں دن رات تیار کھڑے رہنا وقتاً فوقتاً مقابلہ کرنا یہ آپ کو نظر نہیں آیا، چھ صحابہ کا شہید ہونا، اور کئی کا زخمی ہونا کیا یہ آپ کو نظر نہیں آیا اور آخری دن میں صرف ہوا کا چلنا آپ کو نظر آیا؟ اور پوری جنگ کا نقشہ ان دو لفظوں میں برابر کیا کہ ”جب ان کا عمل بنا تو خندق میں اللہ نے تلوار اٹھانے نہ دیا“ یہ اللہ تعالیٰ پر افتراء نہیں؟ یہ حضور اکرم ﷺ اور صحابہ کرام ؓ اور تاریخ پر بہتان نہیں؟ اگر ہے تو خدارا سوچئے آپ کس کی وکالت کر رہے ہیں؟ اور بچارے ناواقف مسلمانوں کو کس

رخ پر ڈال رہے ہیں؟

میں عاجزانہ طور پر اس دوسرے بزرگ کی خدمت میں عرض کرنا چاہتا ہوں کہ آپ قرآن کریم اور احادیث اور مستند تاریخ کے نقشوں کو کیوں مسخ کرتے ہیں؟ قرآن کا اعلان ہے کہ جنگ ہے جہاد ہے۔ حضور اکرم ﷺ فرما رہے ہیں کہ جنگ ہے جہاد ہے تاریخ کہتی ہے کہ جنگ تھی جہاد تھا، اسلحہ تھا، مقابلہ تھا۔ اور آپ فرما رہے ہیں کہ گشت تھا، سہ روزہ تھا، چلہ تھا، تبلیغ تھی، میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ صحابہ کرام ؓ گشت کو جانتے تھے؟ چلہ کو جانتے تھے؟ سہ روزہ کو جانتے تھے؟ اگر نہیں جانتے تھے تو پھر آپ قرآن کریم اور دین اسلام کے نقشے کو عوام الناس کے سامنے بے جا طور پر کیوں پیش کر رہے ہو؟ قیامت میں کیا جواب دو گے؟ اے محترم بزرگ صاحب! یہ ہمارا اسلام ہے، شریعت ہے اس کی حدود قیود ہیں، آپ جہاد کو جہاد کہیں، جہاں قتال کا لفظ ہے آپ بھی قتال کہیں، جہاں غزوہ کا لفظ ہے جنگ اور لڑائی کا لفظ ہے آپ اس کو ظاہر کریں چھپانے کی کوشش نہ کریں اور نہ تاویل کی زحمت کریں اور جہاں دعوت ہے لفظ تبلیغ ہے آپ خدا کیلئے اس کو اپنے ہی مقام پر رکھیں۔ (مؤلف)

جنگ کے دوران معجزات کا ظہور

جنگ کا ساتواں مرحلہ

① خندق کھودتے وقت حضور اکرم ﷺ نے ایک پتھر پر کلہاڑی نما پھاوڑا مارا تو پتھر نے درود شریف پڑھا جس سے حضور اکرم ﷺ ہنس پڑے۔ صحابہ کرامؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ آپ کیوں ہنسے؟ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ میں اس قوم کیوجہ سے خوش ہو کر ہنس رہا ہوں، جن کو زنجیر اور بیڑیاں ڈال کر مشرق کی سمت سے جنت کی طرف ہنکایا جا رہا ہوگا، اور وہ ناخوش ہوں گے۔ (یعنی میدان جہاد میں گرفتار ہو کر پھر مسلمان ہو جائیں گے)

② صحابہ کرام ؓ نہایت چستی اور محنت سے خندق کھود رہے تھے تو انصار نے کہا کہ سلمان ہمارا ہے مہاجرین نے کہا کہ سلمان ہمارا ہے حضور ﷺ نے فرمایا کہ سلمان ہمارے اہل بیت میں سے ہے چنانچہ سلمان ؓ کو اہل بیت میں شمار کیا گیا۔

خندق کھودنے کے دوران صحابہ کرام ؓ کے سامنے ایک پتھر نمودار ہوا حضور اکرم ﷺ نے جو نقشہ

خندق کا دیا تھا یہ پتھر بالکل اس کے بیچ میں آیا نہ پتھر ٹوٹتا ہے اور نہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حضور ﷺ کے کھینچے ہوئے خط سے خندق کو اِدھر اُدھر کرنا چاہتے ہیں چنانچہ آخر میں حضور ﷺ کے سامنے سب صورت حال رکھی گئی تا کہ آپ کوئی فیصلہ فرمائیں، آپ کدال لے کر پتھر کے پاس آئے اور ایک ضرب پتھر پر لگائی تو کچھ حصہ ٹوٹ گیا اور ایک روشنی کا شعلہ بلند ہوا۔ جو شام کی طرف دور تک چلا گیا آپ ﷺ نے پتھر پر دوسری ضرب لگائی تو پھر روشنی اٹھی اور یمن کی طرف چلی گئی، آپ نے تیسری بار ضرب لگائی تو پھر ایک شعلہ اٹھا اور مشرق کی طرف چلا گیا، اور پتھر ریت کا ڈھیر بن گیا، سلمان فارسیؓ نے اس پورے منظر کو دیکھ لیا تھا۔ تو فرمانے لگے یا رسول اللہ آپ نے جب بھی کدال سے ضرب لگائی تو ایک روشنی اٹھی اور ادھر ادھر پھیل گئی حضور ﷺ نے فرمایا کیا آپ نے دیکھا تھا۔ سلمانؓ نے عرض کیا جی ہاں میں نے دیکھ لیا تھا۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ میں نے پہلی بار روشنی میں شام کے محلات دیکھے دوسری میں یمن کے محلات دیکھے اور تیسری روشنی میں کسریٰ فارس کا مدائن میں قصرِ ابیض (وائٹ ہاؤس) دیکھا اے سلمان یہ مستقبل کے فتوحات ہیں، جسے تم فتح کرو گے، سلمانؓ فرماتے ہیں کہ میں نے یہ سب کچھ اپنی آنکھوں سے دیکھا اس موقع پر ایک منافق نے کہا تھا کہ لو بھائی یہ لوگ قضائے حاجت کیلئے باہر نہیں جاسکتے ہیں اور شام و فارس و یمن کی فتوحات کی باتیں کر رہے ہیں۔

③ خندق کے دنوں میں بھوک نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بہت پریشان کر رکھا تھا اور کام بھی بہت عجلت سے کرنا تھا۔ ایک صحابی فرماتے ہیں کہ میں نے حضور ﷺ کو کبھی کدال سے پتھر توڑتے ہوئے دیکھا تو کبھی پھاوڑے سے مٹی کھودتے دیکھا تو کبھی بوری یا جھولی میں مٹی اٹھا کر لے جاتے ہوئے دیکھا، حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ اسی حالت میں ایک دن میں گھر آیا اور ہمارے ہاں بکری کا ایک کمزور سا بچہ تھا میں نے اس کو ذبح کیا اور اپنی بیوی سے کہا کہ رسول ﷺ کو بہت سخت بھوک لگی ہے تم کچھ کھانا تیار کر لو اس نے ایک سیر جو کا آٹا نکال لیا اور میں نے جا کر حضور ﷺ کو دعوت دی کہ آپ اپنے ساتھیوں کے ساتھ مختصر سے کھانے کے لیے تشریف لے آئیں حضور ﷺ نے میرے ہاتھ میں ہاتھ ڈال کر سب لشکرِ اسلام میں اعلان فرمایا اے لوگوں! جابر نے کھانے کی دعوت کی ہے ان کے گھر پہنچو۔ چنانچہ ایک ہزار آدمی میرے گھر کی طرف روانہ ہوئے، میں نے کہا: **انا للہ و انا الیہ**

راجعون، ان لوگوں کے سامنے میں تو رسوا ہو جاؤنگا میں اسی پریشانی میں گھر آیا اور اپنی بیوی کے سامنے پریشانی اور لشکرِ اسلام کی آمد کی خبر دی تو میری بیوی نے کہا، کیا آپ سب لوگوں کو بلا لائے ہیں میں نے کہا حضور نے بلائے ہیں۔ بیوی نے کہا پریشانی کی کیا ضرورت ہے جب حضور نے بلائے ہیں تو یہ لوگ انکے مہمان ہیں ہمیں کیا پریشانی؟ چنانچہ حضور ﷺ نے آکر پہلے آٹے پر دم کر کے برکت کی دعا کی اور پھر حکم دیا کہ روٹی تنور میں پکا کر پردہ کے نیچے چھپائے رکھو اور پھر کھلاؤ اور اسی طرح ہنڈیا سے سالن نکال لیا کرو، لیکن برتن کو نہ کھولو پھر آپ نے دس دس آدمیوں کو داخل ہونے کی اجازت اس طرح دی "اُدْخُلُوْا وَلَا تَضَاغَطُوْا" داخل ہو جایا کرو لیکن بھیڑ مت بناؤ حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ ایک ہزار آدمیوں نے کھانا کھایا لیکن ہمارے ہاں کھانے میں کچھ کمی نہیں آئی، بلکہ ہنڈیا تو اب بھی سالن سے بھری پڑی تھی۔

④ عبداللہ بن رواحہؓ کی ایک بھانجی تھی وہ کچھ کھجور اپنے ماموں اور اپنے باپ کو کھلانے کے لئے لائی تو راستے میں حضور ﷺ نے اسے دیکھا، آپ نے پوچھا، بچی یہ کیا ہے؟ بچی نے جواب دیا کہ اپنے والد اور ماموں کیلئے مٹھی بھر کھجور لائی ہوں، حضور ﷺ نے فرمایا یہ مجھے لاکر دو انہوں نے وہ کھجور حضور ﷺ کے ہاتھ میں رکھدیئے کھجور اتنے کم تھے کہ آپ ﷺ کے ہاتھ نہیں بھر سکے پھر آپ نے ایک چادر پھیلائی اور عام اعلان کرا دیا سارے لشکر والے آئیں اور کھانا کھائیں، چنانچہ لشکرِ اسلام نے آکر پیٹ بھر کھایا، اور وہ چادر اب بھی دامنوں تک کھجور سے پُر تھی۔

یہودِ بنو قریظہ کی غداری

جنگ کا اٹھواں مرحلہ

حضور ﷺ جب مدینہ منورہ ہجرت کر کے تشریف لائے تھے تو آپ ﷺ نے عام یہود سے یہ معاہدہ کیا تھا کہ مدینہ میں اگر کوئی دشمن حملہ کرے گا تو سب مل کر دفاع کرینگے اور ایک دوسرے سے غدر نہیں کریں گے۔ بعض روایات میں یہ الفاظ بھی ہیں کہ یہود نہ مسلمانوں کے خلاف کسی کی حمایت کریں گے اور نہ مسلمانوں کے ساتھ مل کر کسی سے لڑیں گے، بنو قریظہ کے سردار کعب بن اسد نے بھی اسی طرح معاہدہ کیا تھا اور یہ شخص یہود کے ہاں بڑا مقام رکھتا تھا، ادھر لشکرِ کفار مدینہ کی طرف

آگے بڑھ رہا تھا کہ حی بن اخطب مقام ذوالحلیفہ سے کنارہ کش ہو کر بنو قریظہ کے پاس چلا گیا تاکہ ان کو بغاوت پر اکسائے۔ بنو قریظہ کے سات سو پچاس جوان بالکل جنگ آزمودہ تھے اور مدینہ کے لئے سب سے پر خطر مقام میں واقع تھے۔ حی بن اخطب سب سے پہلے ایک یہودی سردار ''غزال'' کے پاس جا کر ان سے اس طرح بات کی۔

ابن اخطب: میں قبائل قریش کا اتنا بڑا لشکر تیار کر کے لایا ہوں کہ تیرا دل محمد (ﷺ) اور مسلمانوں پر ٹھنڈا ہو جائے گا۔

غزال: خدا کی قسم تم نے زمانہ بھر کی ذلتیں ہم پر ڈال دی ہیں۔

ابن اخطب: ایسا مت کہو دیکھو قریش پہنچ چکے ہیں، غطفان آ گئے ہیں، قبائل اکھٹے ہو گئے ہیں

اس کے بعد حی ابن اخطب بنو قریظہ کے سردار اور معاہد کے ذمہ دار کعب بن اسد قرظی کے دروازہ پر گیا اور دروازہ کھٹکھٹایا، دونوں کی اس طرح گفتگو ہوئی۔

ابن اخطب: اے کعب بن اسد دروازہ کھول دیجئے۔ دروازہ کھٹکھٹا کر۔

کعب ابن اسد: تم کون ہو کیا کام ہے؟

حی ابن اخطب: میں حی ابن اخطب ہوں دروازہ کھول دیجئے۔

کعب ابن اسد: اے ابن اخطب تم ایک منحوس آدمی ہو تم نے بنو نضیر کو تباہ کر دیا اب ہمیں تباہ کرتے ہو، میں دروازہ نہیں کھولتا واپس چلے جاؤ۔

ابن خطب: تیرا ناس ہو! میں قبائل عرب کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر جیسا لشکر لایا ہوں، یہ تیری عزت وعظمت کا موقع ہے قبائل عرب کے چھوٹے بڑے اکھٹے ہو کر دس ہزار کا لشکر تیار ہے جس میں ایک ہزار گھڑ سوار ہیں اب چند لمحوں کا انتظار ہے اب محمد (ﷺ) کا بچ کر جانا دشوار ہے، اب تو محمد ﷺ اور مسلمانوں کی جڑ اکھیڑنے کیلئے بس تلوار کا ایک وار ہے۔

کعب بن اسد: اے ابن خطب محمد ﷺ کے ساتھ ہمارا معاہدہ ہے اس نے کبھی غدر نہیں کیا ہے تم ہمیں ہلاکت میں ڈالنا چاہتے ہو، تیرا بُرا ہو تو ہمیشہ ذلت لا کر ڈالتا ہے، تیرے بادل میں گرج چمک تو بہت ہے، لیکن اس میں اس سے زیادہ کچھ بھی خیر نہیں ہے۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ ہم اپنے

بیوی بچوں کے ساتھ اپنے ہی گھروں میں ذبح ہو جائیں گے پھر نہ تم ہو گے نہ قریش، اس لئے میں کہتا ہوں یہاں سے واپس چلے جاؤ۔

ابن اخطب: میں واپس نہیں جاؤں گا تم نے دروازہ صرف اس لئے بند رکھا ہے کہ کہیں اندر آ کر میں تیرا کھانا نہ کھالوں تم تسلی رکھو، میں تیرا کھانا نہیں کھاؤں گا، صرف بات کرنا چاہتا ہوں، اس کلام سے کعب بن اسد کو سخت غصہ آیا اور اس کے لئے دروازہ کھول دیا ابن اخطب اندر داخل ہوا اور انتہائی چالاکی، نرمی اور دھوکہ سے کعب بن اسد کو پھانس لیا تو کعب نے کہا کہ دیکھو محمد (ﷺ) کو تم لوگ قتل نہیں کر سکو گے اور پھر کل ہم بنو قریظہ قربانی کا بکرا بنیں گے۔

ابن اخطب: ابن اخطب نے کہا تورات کی قسم اگر اس دفعہ بچ گیا اور تم کو کوئی تکلیف پہنچی تو اس گھر میں سے سب سے پہلے میں موت کیلئے تیار ہوں۔

اس کے بعد کعب ابن اسد نے حضور اکرم ﷺ کے معاہدہ کی دستاویز منگوا کر اسے پھاڑ ڈالا سمجھ لیا کہ اب معاملہ ہاتھ سے نکل گیا۔ یہود کے دوسرے سرداروں کو جب اس کا پتہ چلا تو زبیر بن باطا یہودی نے کہا: ''ہائے یہود ہلاک ہو گئے۔ ہائے اب مدینہ میں یہودیت کا ہمیشہ کیلئے خاتمہ ہو گیا'' اب بشمول کعب سب یہودی نہایت نادم ہوئے اب پچھتائے کیا ہوت جب چڑیاں چگ گئیں کھیت۔

اسی دوران عمر فاروقؓ نے جا کر حضور اکرم ﷺ کو یہود بنو قریظہ کی بدعہدی کی اطلاع کر دی حضور اکرم ﷺ خندق کے کنارے اپنے مورچے میں صدیق اکبرؓ اور دیگر مسلح دستے کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے، حضور ﷺ یہ سن کر انتہائی پریشان ہوئے اور حضرت زبیر بن عوام ؓ کو بنو قریظہ کے حالات معلوم کرنے کے لئے روانہ فرمایا، حضرت زبیرؓ نے واپس آ کر فرمایا وہ لوگ مسلح ہو رہے ہیں، قلعے درست کر رہے ہیں اور مورچے بنا رہے ہیں حضور اکرم ﷺ نے اسید بن حضیرؓ، سعد بن معاذ ؓ اور سعد بن عبادہ ؓ جو اوس وخزرج کے انصاری سردار تھے، بنو قریظہ کے ساتھ مذاکرات کے لئے روانہ کر دیا اور فرمایا اگر ان لوگوں نے واقعی بدعہدی کا جواب دیا تو تم یہاں مسلمانوں کے سامنے اس کا تذکرہ مت کرو بلکہ مجھے صرف سمجھاؤ اور اگر بدعہدی کی بات نہ ہو تو پھر کھل کر یہاں مسلمانوں کو بتا دو، چنانچہ یہ تینوں حضرات بنو قریظہ کی آبادی میں گئے کعب بن اسد کے پاس پہنچے تو معلوم ہوا کہ

یہود نے مکمل طور پر بغاوت کی ہوئی ہے ان حضرات صحابہ ؓ نے یہود کو اللہ کا واسطہ دیا کہ اس بغاوت سے باز آجاؤ اور ابن اخطب کی بات مت مانو اس پر کعب بن اسد کہنے لگے کہ میں نے یہ معاہدہ ایسا توڑا ہے جیسا میرے جوتے کا تسمہ میں توڑتا ہوں، میں نہیں جانتا ہوں کہ محمد (ﷺ) کون ہے اور معاہدہ کیا چیز ہے یہ کہہ کر اس نے حضرت سعد بن معاذ ؓ کو گالیاں دینی شروع کر دی اور پھر اسلام کو پھر حضور ﷺ کو غلیظ گالیاں دی۔ حضرت سعد بن عبادہؓ نے فرمایا کہ یہاں معاملہ گالیوں کا نہیں اب تو تلوار فیصلہ کرے گی اور بنو قینقاع اور بنو نضیر جیسے انجام بنو قریظہ کا بھی ہوگا۔ یہود نے کہا ہاں اب تجربہ کاروں سے مڈبھیڑ ہوگی ہم تم کو عبرتناک سبق سکھا دیں گے یہ تینوں صحابہ کرام ؓ واپس آکر اشاروں میں حضور اکرم ﷺ کو نقض عہد کی بات سمجھا دی حضور اکرم ﷺ نے زوردار نعرہ تکبیر بلند کر کے فرمایا کہ اے مسلمانوں! تم کو اللہ تعالیٰ کی نصرت و مدد مبارک ہو عام مسلمانوں کو جب نقض عہد کا پتہ چلا تو سخت پریشان ہوئے، گھروں اور عورتوں کے بارے میں تشویش لاحق ہوئی اور ادھر منافقین کا نفاق بھی کھل کر سامنے آگیا، اسی نقشہ کو قرآن عظیم نے سورۂ احزاب میں پیش کیا ہے، جس کا تذکرہ اس سے پہلے ہو چکا ہے۔ سچ ہے ؎

زور بازو آزما شکوہ نہ کر صیاد سے
آج تک کوئی قفس ٹوٹا نہیں فریاد سے

حضرت خوات ؓ کا عجیب واقعہ

حضرت خوات بن جبیر ؓ فرماتے ہیں کہ بنو قریظہ کی بدعہدی کے وقت مجھے حضور اکرم ﷺ نے بلا کر فرمایا کہ جاؤ اور بنو قریظہ پر نظر رکھو کہ کہیں اچانک حملہ تو نہیں کر رہے ہیں؟ میں جا کر کچھ دیر تک تو ان کے قلعوں پر نظر رکھتا رہا لیکن اچانک میں سو گیا اور بنو قریظہ کے گشت کرنیوالے آدمی نے مجھے نیند کی حالت میں کندھے پر اٹھالیا اور اپنے قلعوں کی طرف لے جانے لگے۔ مجھے تو بڑی شرمندگی ہوئی کہ حضور ﷺ نے مجھے چوکیداری پر مقرر کیا تھا اور میں نے اس میں کوتاہی کی۔ وہ شخص مجھے تیز تیز لے جا رہا تھا جب یہودیوں کے قریب پہنچا تو ان سے کہنے لگا کہ مبارک ہو بڑی موٹی قربانی ہاتھ لگی ہے

میں نے دیکھا کہ اس شخص کے کمر میں ایک خنجر تھا اور وہ اب دوسرے آدمی سے باتوں میں لگ گیا تھا میں نے اسکی کمر سے خنجر نکال لیا، جب کہ میں اسکے کندھوں پر تھا میں نے اسکے پیٹھ میں وہ خنجر گھونپ دیا وہ چیخ اٹھا کہ ہائے یہ تو درندہ ہے، یہ کہہ کر وہ مر گیا اور میں چھوٹ کر ایسا بھاگا کہ مجھے معلوم بھی نہیں کہ قدم کہاں پڑ رہا ہے یہاں تک کہ میں حضور اکرم ﷺ کے پاس پہنچ گیا، جبرائیل امین نے پہلے ہی میرا قصہ حضور اکرم ﷺ تک پہنچا دیا تھا، حضور ﷺ نے مجھے دیکھ کر فرمایا کہ **افلح وجھک** تیرا چہرا کامیاب رہا، میں نے کہا **ووجھک یا رسول اللہ** اور آپ کا چہرہ بھی یا رسول اللہ، پھر میں نے اپنا قصہ حضور ﷺ کو سنایا۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ جبرئیل نے ایسا ہی مجھے بتا دیا تھا۔

حضور ﷺ کی پھوپھی حضرت صفیہؓ کی بہادری

بنو قریظہ نے جب عہد توڑا تو انہوں نے مدینہ پر حملہ کا منصوبہ بھی بنایا اور وقتاً فوقتاً انفرادی کاروائی بھی کرتے رہے۔ چنانچہ ایک مرتبہ دس یہودیوں نے ان قلعوں کا رخ کیا، جہاں عورتیں اور بچے تھے جہاں حضور ﷺ کی پھوپھی حضرت صفیہؓ بھی تھیں، یہ رات کے بجائے دن کا وقت تھا، یہود ان قلعوں میں داخل ہونے کی غرض سے آگے بڑھے حتی کے ایک یہودی قلعہ کے دروازہ کے قریب پہنچ گیا، حضرت صفیہؓ نے حضرت حسانؓ سے عرض کیا کہ یہ شخص آ رہا ہے آپ اسکا دفاع کریں حضرت حسانؓ نے فرمایا مجھ سے کام نہیں ہو سکتا ہے، اس کے بعد حضرت صفیہؓ نے جسم کو کپڑے سے ڈھانک کر باہر نکل آئی ایک لکڑی لیکر اس یہودی پر حملہ آور ہو گئیں اور اس کے سر میں اس زور سے لکڑی ماردی کہ اس کا سر پھٹ گیا اور پھر وہ مر گیا۔ حضرت صفیہؓ نے حضرت حسانؓ سے فرمایا کہ آپ اتر کر اس شخص کا اسلحہ اتار دیں، حضرت حسانؓ نے پھر معذرت کر لی، بہر حال اس کے قتل سے یہودی گھبرا گئے اور دوبارہ حملہ کرنے کی جرأت نہ کر سکے۔

نوٹ: یاد رہے تمام اہل تاریخ نے یہ بات لکھی کہ حضرت حسانؓ بہادر نہیں تھے اس لئے وہ یہ کام نہ کر سکے۔ میں یہ کہتا ہوں کہ اصل وجہ بعض حضرات نے لکھی ہے وہ یہ تھی کہ حضرت حسانؓ کی رگِ شجاعت میں چوٹ لگی تھی جس کی وجہ سے آپ کی شجاعت ختم ہو گئی تھی ورنہ آپ نے شجاعت کے گُر اپنے اشعار میں بتلائے ہیں اور بزدلی کی ہر حرکت کو بطور طعن ذکر کیا ہے جس سے واضح ہو جاتا

ہے کہ یہ حالت جو آپ پر آئی تھی یہ ایک مجبوری تھی جس پر نہ ملام ہے نہ کلام ہے (راقم الحروف)

بہر حال یہود کی اس غداری کو تاریخ کا ہر طالب علم اپنے ذہن میں رکھے اور آیندہ اس کی پاداش میں ان کو جو سزا ملی اس کا موازنہ اس غداری اور نقض عہد اور اقدام تباہی کے ساتھ ضرور کریں۔

خندق کے آس پاس حق و باطل کے معرکے

جنگ کا نواں مرحلہ

ماہ شوال ۵ھ کو خندق کے اردگرد حق و باطل کے چند معرکے ہوئے کیونکہ کفارِ قریش اپنی آب و تاب کے ساتھ کم از کم دس ہزار کا لشکرِ جرار جو عرب کے جنگجو اور بہادر پہلوان اور مشہور سپہ سالاروں پر مشتمل تھا، مدینہ منورہ پر چڑھا لائے، قبیلہ غطفان کے بہادر لشکر نے اوپر کی جانب اُحد سے مسلمانوں پر چڑھائی کر کے وہاں پڑاؤ کیا اور باقی لشکر نے خندق کے سامنے حصہ میں جا کر پڑاؤ کیا اب لشکرِ کفار اور مسلمانوں کے درمیان ایک خندق حائل تھی اور پشت کی جانب کوہ سلع واقع تھا گویا مسلمان اور مدینہ شہر لشکرِ کفار اور بنو قریظہ کے درمیان محصور ہو کر رہ گیا۔

لشکرِ اسلام تین ہزار افراد پر مشتمل تھا، جس میں کچھ غدار منافقین بھی تھے اور جو بجائے فائدہ نقصان کا سبب بن رہے تھے، بہر حال کفار نے جب خندق کا وسیع جال دیکھا تو حیران رہ گئے کیونکہ یہ طریقہ جنگ عرب کے ہاں رائج نہ تھا اس خندق کی وجہ سے کھل کر میدان میں مقابلہ تو نہیں ہوا، لیکن آمنے سامنے دونوں فوجوں کا تیروں پتھروں کے ذریعے سے ایک دوسرے پر چند حملے ہوئے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ڈٹ کر مقابلہ کیا کیونکہ ؎

زندگی کیفی اسی حسن عمل کا نام ہے
کفر کو نابود حق کو جاودان کرتے چلو

حضرت علی رضی اللہ عنہ اور مشرک پہلوان کا واقعہ

کفارِ قریش نے خندق کے اس انتظام کو دیکھا تو کہنے لگے کہ یہ ایک تدبیر ہے پھر قریش کے چند سرداروں نے اکٹھے ہو کر کوشش کی تا کہ کوئی تنگ جگہ مل جائے اور خندق پھاند کر اس طرف حملہ کر

دے چنانچہ عکرمہ بن ابی جہل، عمرو بن عبدود اور نوفل وغیرہ پانچ اشخاص نے خندق کی تنگ جگہ سے گھوڑوں کو ایڑ دی اور پار آ گئے، سب سے پہلے عرب کے اس مشہور پہلوان جس کا نام عمرو بن عبدود تھا جو ایک ہزار گھوڑسواروں پر غالب آیا کرتا تھا، اس نے مدِ مقابل کا اس طرح مطالبہ کیا، کیا میرے مقابلے میں کوئی سامنے آنے والا ہے؟

حضور اکرم ﷺ نے صحابہ سے فرمایا کون ہے جو مقابلہ پر جائے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کھڑے ہو گئے حضور ﷺ نے فرمایا کہ مقابلہ میں ابن عبدود ہے تم بیٹھ جاؤ کافر نے پھر مقابل طلب کیا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کھڑے ہو گئے۔ حضور ﷺ نے آپ رضی اللہ عنہ کو پھر بٹھایا، تیسری دفعہ مشرک نے کہا کہ تمہاری جنت کدھر گئی تم کہتے ہو تمہارا مقتول جنت میں جائے گا اور پھر اس نے یہ شعر پڑھے۔ ؎

وَلَقَدْ بَحِحْتُ مِنَ النِّدَآءِ
لِجَمْعِكُمْ هَلْ مِنْ مُبَارِزٖ

ترجمہ: میں نے تمہاری جماعت کو بلند آواز سے للکارا ”کہ کوئی مقابل ہے؟؟“

ووقفت اذ جبن المشجعُ
مَوْقِفَ الْقِرْنِ الْمُنَاجِز

ترجمہ: میں اس وقت بھی مدِ مقابل کے سامنے کھڑا رہا جبکہ بہادر نے بزدلی دکھائی۔

وَلِذَاكَ إِنِّيْ لَمْ اَزَلْ
مُتَسَرِّعًا قَبْلَ الْهَزَاهِز

ترجمہ: اسی وجہ سے ہمیشہ میں جنگ سے پہلے میدان میں کود پڑتا ہوں۔

إِنَّ الشَّجَاعَةَ فِي الْفَتٰى
وَالْجُودِ مِنْ خَيْرِ الْغَرَائِز

ترجمہ: بہادری اور سخاوت جوان کی بہترین عادات میں سے ہیں۔

اس دفعہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کھڑے ہو گئے اور حضور ﷺ سے عرض کی کہ میں تیار ہوں حضور ﷺ نے فرمایا مقابلہ میں عمرو ہے۔ حضرت علیؓ نے کہا اگر چہ عمرو ہو۔ اب حضور ﷺ نے ان کو مقابلہ کی

اجازت دیدی اور اپنی تلوار بھی عطاء کی اور اب اپنے دست مبارک سے علیؓ کے پگڑی باندھی یہ دعا فرمائی: ''۔ألـلهـم آعنـه عليـه.'' اے اللہ عمرو کے مقابلہ میں علی رضی اللہ عنہ کی مدد فرما چنانچہ شیر خدا اس مشرک پہلوان کے مقابلہ میں جا کر سامنے کھڑے ہوئے اور یہ اشعار پڑھے۔

لَاتَعْجَلَن فَقَد اَتَاکَ
مجیب صَوْتِکَ غَیْر عَاجز

ترجمہ: جلدی مت کر اب تیری للکار کو قبول کرتے ہوئے ایک صاحبِ قدرت میدان میں آچکا ہے۔

ذُفِیُ نِیَّةٍ وَّ بَصِیْرَةٍ
وَالصِّدْقُ مُنْجِیُ کُلَّ فَائِز

ترجمہ: وہ ارادے میں بھی مکمل ہے اور تجربہ میں بھی اور سچائی ہر کامیاب آدمی کیلئے ذریعہ نجات ہے۔

اِنِّیُ لَاَرْجُوْاَنْ اُقِیْمَ
عَلَیْکَ نَائِحَةَ الْجَنَائِز

ترجمہ: میں چاہتا ہوں کہ رونے والیوں کو تجھ پر رونے کے لئے جمع کر دوں۔

مِنْ ضَرْبَةٍ نَجْلَاءِ
یُبْقِی ذِکْرُهَا عِنْدَ الْهَزَائِز

ترجمہ: ایسے گہرے زخم کی وجہ سے جس کا تذکرہ ہر لڑائی میں ہوتا رہے گا۔

مدِ مقابل کے اشعار کا جواب دینے کے بعد حضرت علیؓ اور مشرک پہلوان کی میدان کارزار میں اسطرح گفتگو ہوئی۔

شیر خدا: تو نے عہد کیا ہے کہ میدان جنگ میں مقابل کی تین باتوں میں سے ایک قبول کرو گے۔

مشرک پہلوان: جی ہاں یہ میرا وعدہ ہے اس پر قائم ہوں تم وہ تین باتیں بتاؤ۔

شیر خدا: میں تجھے کلمہ شہادت اور توحید الٰہی کی طرف دعوت دیتا ہوں۔

مشرک پہلوان: اسلام کی بات چھوڑ دو کوئی اور بات کرو۔

شیر خدا: بغیر لڑائی کے واپس ہو جاؤ اور محمد ﷺ کا معاملہ دوسرے عرب پر چھوڑ دو۔

مشرک پہلوان: یہ تو نہیں ہوسکتا کیونکہ میں جنگ بدر میں زخم کھا کر اُحد میں شریک نہیں ہوسکا اور میں نے نذر مانی ہے جب تک اپنا بدلہ نہیں لونگا سر میں تیل نہیں لگاؤ نگا، اب بغیر لڑائی جاؤں گا تو عورتوں کو کیا منہ دکھاؤ نگا۔

شیر خدا: پھر تیسری آخری بات یہ ہے کہ میدان میں میرے مقابلے پر آ جاؤ۔

مشرک پہلوان: ہنس کر بولا کہ عرب میں آج تک مجھے کسی نے مقابلے کیلئے نہیں للکارا تاہم میں یہ نہیں پسند کرتا کہ تجھ جیسے نوعمر لڑکے سے مقابلہ کروں اور اسے قتل کروں۔

شیر خدا: لیکن خدا کی قسم میں تو چاہتا ہوں کہ تجھے قتل کروں ذرا مقابلہ پر تو آ جاؤ۔

مشرک پہلوان۔ گھوڑے سے اتر کر پہلے اس کی کونچیں کاٹ ڈالیں اور پھر غضب کے ساتھ میدان میں آیا اور ایک دم حضرت علیؓ پر تلوار سے حملہ کر دیا۔ حضرت علیؓ نے اس تلوار کو ڈھال پر لیا۔ اگر چہ پیشانی پر زخم آیا لیکن پھر مشرک پر موحد کا ایسا ہاشمی مطلبی حملہ ہوا کہ مشرک ڈھیر ہو گیا میدان جنگ کو غبارِ جنگ نے ڈھانک لیا تھا، نہ موحد نظر آ رہا تھا نہ مشرک کہ اتنے میں توحید کا نعرۂ مستانہ بلند ہوا اور علی مرتضی نے اللہ اکبر کا نعرہ لگایا، جس سے مسلمانوں نے اندازہ لگالیا کہ حضرت علیؓ نے عمرو بن عبدود کو قتل کر دیا، اس مشرک کے دوسرے ساتھیوں نے جب یہ منظر دیکھا تو وہ بھی بھاگنے لگے، عکرمہ بن ابی جہل نے تو نیزہ کو بھی میدان میں چھوڑ کر بھاگ نکلا نوفل بدحواس ہو کر خندق میں گر پڑا، تو مسلمانوں نے اوپر سے اسکو سنگسار کر کے قتل کر دیا حضرت علیؓ ہنستے ہوئے حضور ﷺ کے پاس تشریف لائے تو عمر فاروقؓ نے فرمایا کہ یہ شخص تو قوم کا بڑا تھا اس کا اسلحہ اور سامان آپ نے کیوں نہیں لیا؟ حضرت علیؓ نے فرمایا کہ جب وہ گرا تو اس کی شرمگاہ کھل گئی تب مجھے حیا آئی کہ اس حالت میں اس کا سامان اتارلوں۔

حضرت علیؓ نے اس مشرک کے قتل کے بعد اسطرح اشعار پڑھے۔

عَبُدَ الُحِجَارَةِ مِنُ سَفَاهَةِ رَاْئِهٖ
وَعَبَدتُّ رَبَّ مُحَمَّدِ بِصَوَابٖ

ترجمہ: اپنی بیوقوفی کی وجہ سے اس مشرک نے پتھروں 'بتوں' کی عبادت کی اور میں نے صحیح رائے کے

ساتھ رب محمد ﷺ کی عبادت کی۔

فَصَدَرْتُ حِيْنَ تَرَكْتُهٗ مُتَجَدِّلاً
كَالْجِذْعِ بَيْنَ دَكَادِكٍ وَرَوَابِيْ

ترجمہ: میں اس وقت واپس لوٹ آیا جبکہ میں نے اس کو کھجور کی طرح سنگلاخ زمین اور ٹیلوں کے درمیان گرا کر چھوڑا۔

وَعَفَفْتُ عَنْ اَثْوَابِهٖ وَلَوْ اَنَّنِيْ
كُنْتُ الْمُقَطَّرَ بَزَّنِيْ اَثْوَابِيْ

ترجمہ: میں نے اس کے لباس اتارنے سے احتراز کیا اور اگر میں گرا ہوتا تو وہ ضرور میرے کپڑے اتار دیتا۔

لَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ خَاذِلَ دِيْنِهٖ
وَنَبِيِّهٖ يَا مَعْشَرَ الْاَحْزَابِ

اے گروہائے کفار! یہ خیال مت کرو کہ اللہ تعالیٰ اپنے دین اور اپنے پیغمبر کو بے یار و مددگار چھوڑے گا۔

ادھر نوفل کی لاش خندق میں پڑی تھی جس پر مسلمان قابض تھے تو کفار نے کہا کہ نوفل کی لاش کے بدلے دس ہزار درہم لے لو اور لاش ہمیں واپس کر دو حضور ﷺ نے فرمایا کہ یہ لاش بھی خبیث ہے اور اس کا پیسہ بھی خبیث ہے مفت لے جاؤ۔

ادھر عکرمہ کا نیزہ چھوڑ کر بھاگ جانا اس کیلئے عار بن گیا اور حضرت حسانؓ نے اپنے اشعار میں اس کا خوب مذاق اڑایا اور طعن و طنز کا بازار گرم کیا چنانچہ ایک شعر یہ ہے۔

فَرَّ وَاَلْقٰى لَنَا رُمْحَهٗ
لَعَلَّكَ عِكْرِمُ لَمْ تَفْعَلِ

ترجمہ: نیزہ ہمیں پھینک کر خود بھاگ گیا، عکرمہ صاحب!! شاید یہ کام تم نے نہیں کیا ہوگا؟؟ طنز اور طعن کا پورا سامان اس شعر میں ہے۔

بہادر ماں کا بہادر بیٹا

یہ بہادر ماں حضرت سعدؓ کی والدہ محترمہ تھی اوران کا شہزادہ بیٹا حضرت سعد بن معاذؓ تھے کفار کے حملے تو ہر روز ہوتے رہتے تھے لیکن ایک دن تو ابوسفیان نے چن چن کر اپنے تیر اندازوں کو ساتھ لیا اور دن بھر خندق کے اطراف پر گشت کرتے رہے اور مسلمانوں پر تیر برساتے رہے، حضرت عائشہؓ فرماتی ہے میں عورتوں کے ساتھ بنو حارثہ کے ایک بلند مکان (شنگرئے) میں تھیں اور اب تک حجاب اور پردے کا حکم نازل نہیں ہوا تھا۔ میں نے دیکھا کہ سعد بن معاذؓ کے ہاتھ میں ایک نیزہ تھا اور وہ اکڑ اکڑ کر میدان کی طرف جا رہا تھا اور یہ شعر پڑھ رہا تھا۔ ؎

لَبِثْ قَلِیْلاً یُدْرِکُ الْھَیْجَا حَمَلْ
مَا اَحْسَنَ الْمَوْتُ اِذَا حَانَ الْاَجَلْ

ترجمہ: ذرا ٹھہر جاؤ تاکہ گھمسان کی لڑائی میں ''حمل'' نامی بہادر شریک ہو جائے، جب وقت پورا ہو جائے تو موت کیا ہی اچھی ہوتی ہے۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ سعدؓ کی والدہ نے اپنے لخت جگر سے کہا: ''**الحق برسول اللہ یابنیّ فقد واللہ تاخرت**''

ترجمہ: اے میرے لخت جگر خدا کی قسم تم نے بہت دیر کر دی جلدی جلدی جاؤ اور حضور اکرم ﷺ سے جا کر ملو۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے جب دیکھا تو سعد کے بدن پر اتنی چھوٹی زرہ تھی کہ بازو اس سے باہر تھے تو میں نے سعدؓ کی والدہ سے کہا کہ اس کی زرہ لمبی ہونی چاہئے تھی، مجھے خطرہ ہے کہ اس کھلے حصے میں تیر آ کر نہ لگے، سعدؓ کی والدہ نے فرمایا کہ ہوگا وہی جو اللہ تعالیٰ نے مقرر کیا ہے چنانچہ مجھے جو خدشہ تھا وہ حقیقت بن گیا اور اسی بازو کی رگ ''اکحل'' پر تیر آ کر لگا اور حضرت سعدؓ کی چند دنو بعد شہادت واقع ہوئی جیسا کہ بنو قریظہ کے واقعے میں انشاء اللہ آئے گا، اس تیر لگنے کا قصہ اس طرح ہوا کہ ابوسفیان کے سارے تیر اندازوں نے گھوم گھوم کر تیر برسائے یہاں تک کہ حضور اکرم ﷺ کے خیمے پر تیر لگنے شروع ہو گئے، حضرت سعد بن معاذؓ وہیں مقابلے پر کھڑے تھے کہ حضور ﷺ کے سامنے آپ کو حبان بن عرقہ مشرک کا تیر آ کر لگا، اس کافر نے تیر پھینکتے

وقت کہا یہ تیر لو اور میں ابن عرقہ ہوں، حضور ﷺ نے فرمایا: "عَرَّقَ اللّٰہُ وَجْھَکَ فِی النَّارِ" اللہ تعالیٰ جہنم کی آگ میں تجھے پسینہ پسینہ کر دے، اس طرح ایک بہادر ماں نے اپنے بہادر بیٹے کی قربانی دیدی۔ سچ ہے۔

ہم نے ان کے سامنے اول تو جذبہ رکھدیا
پھر کلیجہ رکھ دیا دل رکھ دیا سر رکھ دیا

مدینہ کی کھجوروں پر صلح کا ارادہ

جنگ کا دسواں مرحلہ

غزوۂ احزاب میں مسلمانوں پر یہ کڑی آزمائش جاری تھی پورا مدینہ محصور ہو کر رہ گیا تھا، سب سے بڑھ کر خطرہ بنو قریظہ کی طرف سے صحابہ کرام ؓ کے گھروں کو لاحق تھا۔ ادھر سردی حد سے بڑھ چکی تھی اور اس پر تازیانہ سمندر یہ کہ چکھنے کیلئے کچھ نہیں ملتا، حضور ﷺ کی تین نمازیں قضاء ہو گئیں اور پڑھنے کی صورت نہیں بن پڑتی حتی کہ حضور ﷺ نے کفار کیلئے اس طرح بددعا کی: شَغَلُوْنَا عَنْ صَلٰوۃِ الْوُسْطٰی صَلٰوۃِ الْعَصْرِ مَلَأَ اللّٰہُ قُبُوْرَھُمْ نَاراً۔ (مشکوۃ)

ان لوگوں نے ہمیں نماز سے باز رکھا خاص کر عصر کی نماز سے، اللہ تعالیٰ انکی قبروں کو آگ سے بھر دے، اس دوران منافقین ایک ایک ہو کر بہانے بنا بنا کر ہٹتے چلے گئے، تو حضور ﷺ نے یہ ارادہ کر لیا کہ کفار کی جمعیت میں تفرق و تشتت اور اختلاف کی کوئی صورت ہو جائے تاکہ جنگی دباؤ مسلمانوں پر کم ہو جائے۔ اس مقصد کے لئے آپ ﷺ نے غطفان و فزارہ کے سردار عیینہ بن حصن کو بلایا اور مذاکرات شروع ہو گئے حضور اکرم ﷺ نے ان کو ہر سال مدینہ منورہ کے ایک تہائی کھجوروں کی پیشکش کی تو عیینہ نے انکار کیا لیکن پھر مان گیا کہ ہر سال ایک ثلث کھجور ہمیں دیا جائے تو ہم اپنے قبائل کو جنگ کے میدان سے پیچھے ہٹا دیں گے مجلس میں عیینہ حضور ﷺ کے سامنے متکبر انداز سے پیروں کو پھیلائے ہوئے بیٹھے تھے کہ اتنے میں اسید بن حضیر ؓ آئے اور کہنے لگے، اے لومڑی کے بچے! تم حضور ﷺ کے سامنے اس طرح پیر پھیلاتے ہو، ابھی ابھی پیروں کو سکیڑ کر ادب سے بیٹھو، اگر حضور ﷺ یہاں نہ ہوتے تو خدا کی قسم میں اس نیزہ کو تیرے خصیتین میں مار کر آر پار

نکال دیتا۔ پھر اسید بن حضیرؓ حضور اکرم ﷺ کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: یا رسول اللہ!! آپ کا فیصلہ اگر اللہ کے حکم سے ہے پھر تو آپ اسے نافذ کریں ورنہ خدا کی قسم ہم ان لوگوں کو تلوار کے سوا کچھ نہیں دیں گے، اس کے بعد حضور ﷺ نے حضرت سعد بن معاذؓ کو بلایا اور معاہدہ کا متن دکھا کر مشورہ لیا، ان دونوں نے بھی کہا اگر یہ آسمانی حکم ہے تو آپ نافذ کریں اور اگر آسمانی حکم نہیں ہے لیکن آپ چاہتے ہیں تو ہم پھر بھی ماننے کیلئے تیار ہیں اور اگر مشورہ اور رائے کی بات ہے تو ان لوگوں کو تلوار کے سوا کچھ بھی نہیں دیں گے، یہ تو وہی لوگ ہیں کہ قحط سالی کیوجہ سے اونٹوں کا خون اور لید بھون کر کھایا کرتے تھے، لیکن اس وقت بھی جاہلیت میں ہم سے زبردستی کوئی کھجور نہیں چھین سکے، اب اسلام کی حالت میں ان کو کیسے جرأت ہو سکتی ہے کہ ہم سے بطور ٹیکس کھجور وصول کریں۔

حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ سارا عرب تمہارے خلاف یک جان و یک زبان ہو کر چڑھ دوڑا تھا تو میں نے تمہاری سہولت کے پیش نظر یہ ارادہ کر لیا تھا اگر آپ یہ جذبہ رکھتے ہیں تو اس مکتوب کو پھاڑ دیں، چونکہ معاہدہ پر دستخط نہیں ہوئے تھے وہ اب تک نامکمل تھا تو حضرت سعد بن معاذؓ نے پہلے معاہدہ کے اس کاغذ پر تھوکا پھر اس کو ریزہ ریزہ کر کے پھینک دیا فرمایا: "بَیْنَنَا السَّیْفُ"۔ جاؤ اب ہمارے اور تمہارے درمیان صرف تلوار ہے۔ اس پر حضور ﷺ بہت خوش ہوئے اور آپ نے بلند آواز میں اعلان فرمایا: "اِرْجِعُوْا بَیْنَنَا السَّیْفَ۔" جاؤ۔ اب ہمارے اور تمہارے درمیان تلوار ہے۔

چنانچہ عیینہ اپنے ساتھی کے ساتھ خائب و خاسر واپس لوٹ گیا اور کہنے لگا تلوار کا فیصلہ اب تلخ ثابت ہوگا، ایک صحابی نے فرمایا ہم خوب جانتے ہیں، اس کے بعد لشکرِ اسلام پھر کفار کی طرف متوجہ ہو کر دفاع میں مصروف ہو گیا کیونکہ۔

مؤمن بہادر ہیں مجاہد ہیں نڈر ہیں
اسلام کی عظمت کے لئے سینہ سپر ہیں

نُعیم بن مسعود رضی اللہ عنہ کی عجیب تدبیر

جنگ کا گیارہواں مرحلہ

یہ شخص قبیلہ غطفان کا ایک ہوشیار سردار تھا، کفار کے ساتھ تھا اور انکے یہودِ بنو قریظہ کے ساتھ بھی گہرے مراسم تھے کفار کو خندق کے گرد پڑے ہوئے قریباً ایک ماہ ہونے کو تھا اور مسلمان انتہائی پریشان حالات میں مدافعت کر رہے تھے اچانک غیبی نصرت کی صورت میں نعیم بن مسعود غطفانی حضور اکرم ﷺ کے پاس آئے اور آپ ﷺ سے اس طرح گفتگو کی:

حضور اکرم ﷺ: اے نعیم کس مقصد کیلئے آئے ہو؟

نعیم: میرے دل میں اللہ نے اسلام ڈال دیا ہے میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ کا لایا ہوا دین برحق ہے اور آپ اللہ کے سچے رسول ہیں۔ میرے اسلام کے بارے میں کسی کو معلوم نہیں، لہذا آپ جنگی امور سے متعلق جو حکم فرمائیں گے میں اُسے پورا کروں گا۔

حضور اکرم ﷺ: آپ اگر لشکرِ کفار اور اس کے معاہدین کے درمیان جدائی اور پھوٹ ڈال سکتے ہو تو ڈال دو۔

نعیم: یارسول اللہ! میں ایسا کر سکتا ہوں لیکن آپ مجھے ہر قسم کی گفتگو، حیلہ سازی اور تدبیر کی اجازت دیدیں۔

حضور اکرم ﷺ: "الحرب خدعة" جنگ حیلہ اور تدبیر کا نام ہے کے اصول کے تحت تجھے ہر قسم کی گفتگو جائز ہے۔

نعیم ابن مسعود فرماتے ہیں کہ میں سب سے پہلے بنو قریظہ کے پاس پہنچا۔ انہوں نے میرا استقبال کیا اور اکرام کر کے کھانا کھلانا چاہا لیکن میں نے کہا کہ میں اس دفعہ کھانے کیلئے نہیں آیا ہوں، بلکہ ایک بڑی خیر خواہی کیلئے آیا ہوں مگر تم میرے راز کو فاش مت کرو، ان سب نے وعدہ کیا کہ ہم سب کسی کو نہیں بتائیں گے۔ جب ان لوگوں کا وعدہ پکا ہو گیا تو نعیم نے ان سے کہا کہ اے بنو قریظہ تم نے بڑی غلطی کی ہے کہ اس شخص (محمد ﷺ) سے معاہدہ توڑ دیا۔ اس کا معاملہ سنگین ہے۔ اس نے بنو نضیر کے

اموال کولیکر انہیں جلاوطن کیا اور بنوقینقاع کو جلاوطن کیا، اب یہ شخص کفار کے مقابلے میں کھڑا ہے اور ایسا لگتا ہے کہ قریش ناکام واپس لوٹ جائیں گے۔ کیونکہ ان کا خرچہ ختم ہے سردی کا موسم ہے اور محاصرہ طویل تر ہوگیا، اگر قریش واپس مکہ چلے گئے تو یہ شخص تمہیں نہیں چھوڑے گا بلکہ تم پر چڑھائی کر کے ہلاک کر دے گا۔ قریش نو وارد مسافر ہیں وہ تو چلے جائیں گے، تمہارا تو یہی شہر ہے یہاں تمہارے بچے اور عورتیں ہیں، پھر تم کیا کرو گے؟

بنوقریظہ نے کہا آپ کی بات بالکل سمجھ میں آگئی، لیکن اب ہم کیا کر سکتے ہیں معاہدہ تو ہم نے پھاڑ دیا ہے، نعیم بن مسعودؓ نے کہا کہ اب بھی وقت ہے کہ تم قریش سے چند نوجوان اور سردار گروی مانگ لو اور قریش سے کہو کہ اگر ہم پر بعد میں محمد (ﷺ) نے حملہ کر دیا تو جوان ہمارے پاس ہوں گے تو تم مقابلہ کیلئے آؤ گے اور ہماری مدد کرو گے۔

بنوقریظہ نے کہا تمہاری رائے بہت اچھی ہے ایسا ہی کریں گے آپ کا بہت شکریہ! اس کے بعد نعیم سیدھے ابوسفیان کے پاس چلے گئے اور ان سے کہا کہ اے ابوسفیان! میں نصیحت وخیر خواہی لے کر آپ کے پاس آیا ہوں میرے راز فاش مت کرو اور یہ سن لو کہ بنوقریظہ محمد (ﷺ) سے معاہدہ توڑنے پر بہت پریشان اور سخت پشیمان ہیں، آخر دونوں آسمانی کتابوں کے ماننے والے لوگ ہیں، ایک دوسرے کے قریب ہو گئے ہیں اور صلح ومعاہدہ کی تجدید کی کوشش کر رہے ہیں، لیکن محمد ﷺ نے صلح کیلئے یہ شرط رکھی ہے کہ تم قریش کے ستر سردار میرے ہاتھ میں گرفتار کرادو تو میں صلح ومعاہدہ کی تجدید کردوں گا۔ اے قریش! تم دیکھ لو گے ابھی ابھی بنوقریظہ کے لوگ تم سے ستر آدمی مانگنے کیلئے آئیں گے، لیکن یاد رکھو دینا نہیں، اور میرا یہ راز فاش نہ ہونے پائے۔ یہ کہہ کر نعیم سیدھے اپنے قبیلہ غطفان کے پاس گئے اور جو باتیں قریش کو کہی تھیں وہی باتیں قبیلہ غطفان کے کانوں میں بھر دیں اور وہ بھی چوکنے ہو گئے اور شبہ میں پڑ گئے۔ اب یہودِ بنوقریظہ نے اپنے ایک سردار کو قریش کی طرف روانہ کیا اور ان سے کہا کہ جاؤ اور قریش سے بطور گروی ستر آدمی لاؤ جب بنوقریظہ کے لوگوں نے ابوسفیان وغیرہ سے ستر آدمیوں کی گروی رکھنے کا مطلبہ پیش کر دیا تو لشکرِ کفار کے جرنیلوں کو نعیم کی بات کا یقین آگیا کہ دیکھو وہ سچ کہتا تھا پھر قریش نے گروی رکھوانے سے صاف انکار کیا جب

اس انکار کا پتہ بنو قریظہ کو چلا تو ان کو یقین آ گیا کہ نعیم نے سچ کہا تھا کہ قریش ہم سے اپنا کام نکال کر ہمیں بے یار و مددگار چھوڑ دیں گے، اور پھر مسلمان ہمیں مار دیں گے، اب یہ دونوں فریق ایک دوسرے سے بدظن ہو گئے۔

عکرمہ بنو قریظہ کے ہاں

جنگ کا بارہواں مرحلہ

ابوسفیان نے اپنے جنگی کمانڈروں سے مشورہ کیا اور کہا کہ دیکھو ہمارے پاس پانی، دانہ اور چارہ ختم ہو چکا ہے سخت سردی ہے اور یہود نے ہم سے غداری کر لی ہے اب ہمیں کیا کرنا چاہیئے؟ میرا تو خیال ہے کہ واپس لوٹ کر جانا بہتر ہوگا۔

قریش کے ماہرین نے کہا کہ ایک آدمی کو تحقیق حال کے لئے یہودِ بنو قریظہ کے پاس بھیج دو تا کہ صحیح صورت حال معلوم ہو سکے، چنانچہ اس مہم پر عکرمہ بن ابی جہل کو روانہ کر دیا۔ عکرمہ شام کے وقت بنو قریظہ کے محلے میں اُترا اور بنو قریظہ سے کہنے لگا: اے یہود! ہم عرصہ دراز سے یہاں پڑے ہوئے ہیں پانی، دانہ ختم ہو گیا ہے، گھوڑوں اور اونٹوں کا چارہ نہیں ہے سخت سردی ہے۔ ویسے ہم مسافر نو وارد ہیں، اب تم لوگ کل مسلمانوں پر اندر سے حملہ کر دو اور ہم باہر سے حملہ کرتے ہیں تا کہ فیصلہ کن لڑائی ہو جائے۔ بنو قریظہ نے کہا کل تو ہفتہ ہے اور ہم ہفتے کے دن کی بے حرمتی نہیں کر سکتے، کیونکہ اس سے پہلے اس بے حرمتی کی وجہ سے ہمارے باپ دادا بندر اور خنزیر بن گئے تھے۔ اس احترام کی بات کے علاوہ ایک بات یہ بھی ہے کہ ہم اس وقت نہیں لڑ سکتے جب تک تم ہمیں ستر آدمی بطور گروی نہیں دو گے، تم لوگ تو پردیسی ہو اور ہمارا مسلمانوں کے ساتھ پڑوس ہے، کل وہ ہماری بیوی بچوں اور ہم سب کو گھروں میں قتل کر دیں گے۔

عکرمہ جب واپس لشکرِ کفار میں آیا تو سب کفار کو یقین آ گیا کہ نعیم بن مسعود کی بات بالکل برحق ہے، یہود ہم سے غداری کرنا چاہتے ہیں، اس کے بعد قبیلہ غطفان نے بھی اپنا ایک آدمی بنو قریظہ کے پاس بھیجا کہ میدان میں اتر آؤ تو یہود نے وہی جواب دیا، جس سے قبیلہ غطفان کو بھی یقین آ گیا کہ نعیم بن مسعود کی بات صحیح ہے۔

ابوسفیان محلۂ یہود میں

اس خبر کی مزید تحقیق و تفتیش کیلئے خود ابوسفیان بھی بنوقریظہ کے پاس پہنچ گئے، لیکن یہود نے ان کو بھی وہی جواب دیا۔ جو اس سے پہلے عکرمہ اور غطفانی قاصد کو دے چکے تھے۔ اب ابوسفیان کو بھی یقین آ گیا کہ یہود ہم سے دھوکہ کرنا چاہتے ہیں اور بنوقریظہ کو یقین آ گیا کہ قریش ہمارے کسی کام میں ہم سے شریک نہیں ہونا چاہتے۔ اس طرح دونوں فریق ایک دوسرے سے بدظن ہو گئے، ابوسفیان جب ناکام واپس آ گیا تو اس نے حیّ ابن اخطب کو سخت ڈانٹ پلائی کہ کہاں ہے تمہارا وعدہ اور کہاں ہے تمہارے ساتھی؟ تم نے ہم سے دھوکہ کر لیا اور بنوقریظہ بھی دھوکہ کرنا چاہتے ہیں، حیّ ابن اخطب نے کہا کہ ہم لوگ ہفتہ کے دن کا احترام کرتے ہیں، اس وجہ سے بنوقریظہ نے انکار کیا، اب میں خود ان کے پاس جاؤ نگا، چنانچہ حیّ ابن اخطب جا کر بنوقریظہ سے کہنے لگا کہ میرے ماں باپ تم پر قربان ہوں، قریش نے تمہارے ساتھ مجھے بھی غدار قرار دیا ہے۔ اب یہ عرض ہے کہ ہفتہ کا احترام اپنی جگہ پر صحیح ہے، لیکن محمدی مسلمانوں سے لڑنا اور انکو ختم کرنا اس سے بھی اہم ہے اگر ہفتہ کی بے حرمتی ہو جائے اور مسلمان مارے جائیں اس میں کوئی حرج نہیں، بنوقریظہ کے سردار کعب بن اسد غصہ سے بھر گیا اور کہنے لگا، اے ابن اخطب تم ایک منحوس آدمی ہو تم نے بنونضیر کی طرح ہمیں بھی مشکل میں ڈال دیا ہے، حیّ ابن اخطب خائب و خاسر اور مایوس ہو کر جب ابوسفیان کے پاس پہنچ گیا تو ابو سفیان نے اس سے کہا کہ اے یہود کے بچے! میں نے تمہیں نہیں کہا تھا کہ بنوقریظہ غداری کریں گے۔ اب یہ معاملہ ہفتہ اور اتوار کا نہیں بلکہ تم سب نے گٹھ جوڑ کر لی ہے ہمارے خلاف ہو گئے ہو اور ہم سے غدای اور دھوکہ کرنا چاہتے ہو تم خود اس غداری میں شریک ہو اب ہم مزید یہاں کھلے میدان میں نہیں رہ سکتے، تم جانو اور تمہارا کام، ہم جا رہے ہیں۔

لشکرِ کفار بھاگ رہا ہے

ایک تابعی نے حضرت حذیفہؓ سے کہا کہ آپ لوگوں نے حضور اکرم ﷺ کی کیا خدمت کی؟ حضرت حذیفہؓ نے فرمایا ہمارے بس میں جو کچھ تھا ہم نے محنت کی ہے، اس شخص نے کہا کہ اگر ہم ہوتے تو

حضور اکرم ﷺ کو زمین پر پیروں چلنے نہ دیتے، بلکہ اپنے کاندھوں پر اٹھا کر لے چلتے اس پر حضرت حذیفہؓ نے شدت وسختی اور مشقت کا ایک قصہ سنایا کہ جب ہم خندق میں تھے تو ایک رات حضور اکرم ﷺ نے صحابہ ؓ کو پکارا کہ کوئی لشکر کفار میں جا کر حالات معلوم کر کے لائے اور جنت میں میرا ساتھی بنے، تین بار حضور ﷺ نے اعلان فرمایا، لیکن شدت سردی، شدت بھوک اور خوف کی وجہ سے کوئی بھی نہ اٹھ سکا، پھر حضور ﷺ نے میرا نام لے کر پکارا، تو اب اٹھنے کے سوا کوئی چارہ نہ تھا، حضور اکرم ﷺ نے مجھ سے فرمایا کہ جا کر یہ معلوم کرو کہ لشکرِ کفار کیا کر رہا ہے؟ اور ابوسفیان کے کیا ارادے ہیں؟ لیکن کسی پر تیر وغیرہ مت چلاؤ، سردی سے میرا جسم کانپ رہا تھا تو حضور ﷺ نے میرے لئے دعا فرمائی اب تو میں ایسی گرمی میں جارہا تھا گویا کہ گرم حمام میں سفر کر رہا ہوں، وہاں جا کر میں نے دیکھا ابوسفیان آگ تاپ رہا ہے اپنے ساتھیوں سے کہہ رہا ہے کہ بھائیوں! اپنے اپنے ساتھی کا تعارف معلوم کرو کہ کوئی اجنبی آدمی تو ہم میں نہیں ہے کیونکہ میں ایک اہم اعلان کرنا چاہتا ہوں، مجلس میں ہر ایک نے اپنے اپنے ساتھی کے ہاتھ پکڑ کر معلوم کرنا چاہا تو میں پہل کر کے ایک آدمی کا ہاتھ پکڑ کر پوچھا: بھائی تم کون ہو؟ اس نے کہا میں فلاں بن فلاں ہوں اس تعارف کے بعد ابوسفیان نے کہا یہاں پڑے پڑے ہمارا بُرا حال ہو گیا ہے یہود نے بھی غداری کی، اب میں چاہتا ہوں کہ ہم سب واپس چلے جائیں، لہذا اب تیار ہو جاؤ اور چلے جاؤ۔ یہ کہہ کر ابوسفیان جلدی جلدی اپنے اونٹ پر سوار ہو کر اس کو مارنے لگے کہ چل پڑے، لیکن اونٹ ایک پیر سے بندھا ہوا تھا، وہ کب چل سکتا تھا، تب عکرمہ نے کہا کہ تم قوم کے سردار ہو، اس طرح بدحواس ہو کر بھاگنا مناسب نہیں، لشکر کے ساتھ ہو کر چلے جاؤ اور اونٹ کو کھول کر جاؤ یہ کیا کر رہے ہو؟ میں وہاں سے واپس آیا اور سارا قصہ حضور ﷺ کو سنایا دیا اور پہنچتے ہی مجھ پر ایسی کپکپی طاری ہو گئی کہ حضور ﷺ نے مجھے اپنی چادر کے دامن میں لپیٹ لیا اور میں ایسا سو گیا کہ صبح ہو گئی تب حضور ﷺ نے فرمایا "قم یا نومان" بہت زیادہ سونے والے اب اٹھ جاؤ، گویا کہ صحابی نے تابعی کو بتا دیا کہ ہم نے ایسی تکلیفیں حضور ﷺ کی خدمت میں برداشت کی کہ تم اس کا تصور بھی نہیں کر سکتے۔

خدائی طوفان

اسی رات کو ہوا کا ایسا طوفان آیا کہ جس نے اونٹوں کی رسیاں توڑ ڈالیں اور آگ بجھا ڈالی، چولھوں پر دیگچیاں اڑا ڈالی، لشکر تتر بتر ہو گیا پھر خائب و خاسر ہو کر بھاگ نکلا، بنو قریظہ کی طرف سے ان کا دل پہلے سے مایوس تھا کہ اس پر آسمانی تازیانہ یہ پڑا کہ ہوا نے خیمے اکھیڑ کر سب کو ہنکا کر چلتا کر دیا۔

ادھر حضور ﷺ کی زبان پر یہ دعا جاری تھی۔

"اَللّٰھم منزل الکتاب، سریع الحساب، اھزم الاحزاب، اَللّٰھم اھزمھم و انصُرنَا علیھم."

ترجمہ: اے کتاب نازل کرنے والے مولا! اے جلدی حساب کرنے والے اللہ! ان گروہوں کو بھگا دے، اے اللہ ان کو بھگا ہی دے اور ہماری مدد فرما دے۔ ان تمام اسباب کی وجہ سے لشکر کفار بد ترین ناکامی سے ہمکنار ہو کر پسپا ہوئے اور واپس چلے گئے، ایک دستہ بطور حفاظت پیچھے رہ گیا، تا کہ شکست سے دوچار لشکر پر مسلمان حملہ نہ کر دے۔ خالد بن ولید اس دستہ کی سرپرستی کر رہے تھے اور ابو سفیان بھاگنے والوں کی کمان کر رہے تھے اور صبح ہوتے ہوتے وہ میدان جس میں دس ہزار انسانوں کی چہل پہل نظر آ رہی تھی بالکل خالی ہو گیا، آفتابِ عالم تاب نے جس وقت افق مشرق سے جھانک کر دیکھا تو وہ میدان جنگل کی صورت پیش کر رہا تھا، جس میں ہُو کا عالم تھا اور جولق دق بیابان کا منظر پیش کر رہا تھا۔

اس پر حضور ﷺ نے اقدامی جہاد کی نوید سنا کر فرمایا کہ آج کے بعد کفار ہم پر چڑھائی نہیں کر سکیں گے، بلکہ ہم ان پر چڑھائی کریں گے" چنانچہ آئندہ ایسا ہی ہوا، حضور ﷺ نے اقدامی جنگیں لڑیں، حضور ﷺ نے اصحاب ؓ کو خندق سے گھروں کو جانے کی اجازت دیدی فرمایا کہ واپس جانے میں زیادہ اظہار مت کرو تا کہ بنو قریظہ ہم کو کمزور نہ سمجھے۔

نوٹ: میرے محترم دوستو بھائیوں اور بزرگو! یہ جنگ خندق کا پس منظر تھا، جو آپ نے پڑھا اور سنا، اس میں سختیوں اور مشقتوں کو دیکھو پھر شدید مقابلوں کو دیکھو، پہروں اور چوکیداریوں کو دیکھو اور پھر جہاد کو کمزور کرنے والے ان بزرگوں کو دیکھو، جو ہزاروں اشخاص کے اجتماعات میں کہتے ہیں کہ

خندق میں تو اللہ نے تلوار اٹھانے ہی نہیں دیا بلکہ ہوا آئی اور سب کو اڑا کر لے گی اگر ہمارے اعمال بھی درست ہو جائیں تو کفار خود بخود مٹ جائیں گے، انکی حکومتیں ختم ہو جائیں گی۔

میں نہایت ادب سے کہتا ہوں کہ اے خدا کے بندو! ایک ماہ کی یہ محنتیں اور مشقتیں اور مقابلے آپ کو کیوں نظر نہیں آئے اور دن رات حتی کہ نماز کے اوقات میں مقابلہ کیلئے چوکس کھڑے ہونے کے واقعات کیوں آپ کو نظر نہیں آئے، یہ سب کچھ آپ نے کیوں چھپا دیا اور صرف آخری دن کی ہوا آپ کو یوں نظر آئی اور جنگ کے تمام اسباب کو نظر انداز کر کے صرف اس ایک سبب پر مدار جنگ کیوں رکھا؟؟ کیا اس سے آپ صرف یہ فائدہ اٹھانا چاہتے ہیں کہ مسلمانوں کے دل و دماغ سے جہاد کی اہمیت کو ختم کر کے اس کو غیر ضروری بنا دو اور مسلمانوں کو میدان جہاد میں مفلوج کر کے رکھدو؟

کیا صحابہ ؓ کے اعمال سو فیصد درست اور صحیح نہ تھے؟ اگر تھے تو پھر یہ جنگ کیوں ہوئی اور کفار سے اتنا طویل معرکہ کیوں ہوا؟ اور خندق کھودنے کی یہ شدید زحمت کیوں اٹھانی پڑی اور مسلمانوں کے چھ آدمی شہید کیوں ہوئے۔ گھر بیٹھے بیٹھے صحابہ کرام ؓ کے سامنے ساری دنیا کی سلطنتیں کیوں نہ ٹوٹیں اور عام میدانوں میں اتنے بڑے معرکے کیوں ہوئے، اللہ بلا سے بچائے، آمین۔

ابوسفیان کا خط

اس ذلت آمیز پسپائی کے باوجود ابوسفیان نے ناک اونچا رکھنے کیلئے حضور اکرم ﷺ کے نام بھاگتے بھاگتے یہ خط لکھا:

باسمک اللھم ......الخ“

ترجمہ: میں لات وعزیٰ کی قسم اٹھا کر کہتا ہوں کہ ہم اپنے بھرپور لشکر کے ساتھ تم پر چڑھ دوڑتے تھے ہمارا پکا ارادہ تھا کہ جب تک تمہاری جڑ نہ اکھیڑ پھینکیں واپس نہ لوٹیں گے، لیکن تم ہمارے مقابلے پر نہیں آئے اور درمیان میں خندق کھودی کاش مجھے معلوم ہوتا کہ یہ تدبیر تمہیں کس نے سکھائی اب اگرچہ ہم واپس ہو گئے، لیکن آیندہ ایک دن اُحد کے دن کی طرح ضرور آئے گا۔ جس میں ہم تمہیں ذبح کر کے رہیں گے۔

فقط ”ابوسفیان بن حرب“

حضور اکرم ﷺ کا جواب

جب ابوسفیان کے قاصد نے خط پہنچایا اور حضور اکرم ﷺ کے سامنے ایک صحابی رضی اللہ عنہ نے پڑھ کر سنایا تو حضور اکرم ﷺ نے اس طرح جواب دیا، **من محمد رسول اللہ الی ابی سفیان بن حرب اما بعد** ’’الخ‘‘ یعنی محمد رسول اللہ (ﷺ) کی طرف سے ابوسفیان بن حرب کے نام یہ خط ہے: **أما بعد!** اللہ تعالیٰ کے بارے میں بہت پہلے سے تو دھوکہ میں پڑا ہوا ہے، بہر حال تم نے جو اپنے آنے اور پھر واپس جانے اور ہمارے مٹانے کی باتیں کی ہیں تو یاد رکھو یہ اللہ تعالی نے تجھے لوٹا کر واپس کیا ہے اور انجام کار ہماری ایسی کامیابی ہوگی کہ تم لات اور عزیٰ کو بھول جاؤ گے، باقی تیرا یہ کہنا کہ خندق کا عمل کس نے بتایا، یہ میرے رب نے میرے دل میں القاء کیا تا کہ وہ تجھے غصے سے جلا کر رکھ دے۔ یاد رکھو! ایک دن ایسا آئیگا کہ تم ہمیں ہتھیلیوں سے روکنے کی کوشش کرو گے روک نہ سکو گے۔ یاد رکھو ایک دن ایسا آنے والا ہے کہ میں تیرے لات، عزیٰ، منات، اساف، نائلہ اور ہبل کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے رکھ دونگا۔

فقط ’’محمد رسول ﷺ‘‘

بہر حال عزت وعظمت کے مقدس جہاد سے مسلمانوں کی تھوڑی سی جماعت نے کفر کا لشکرِ جرار بھگایا۔ بالآخر دین اسلام کا جھنڈا جزیرہ عرب پر بلند کر کے لہرایا اللہ تعالیٰ ان نفوس قدسیہ پر کروڑ ہا رحمتیں نازل فرمائے۔ ’’آمین یا رب العالمین‘‘ سچ ہے۔

غازی کی گزر گاہ بھی غازی کا وطن ہے
اُڑتی ہے جو یہ خاک یہ دشمن کا کفن ہے

غدّار یہودِ بنو قریظہ کا انجام ۵ھ

جنگ کا پہلا مرحلہ

اللہ تعالیٰ کے ہاں ابھی تک غزوۂ خندق مکمل نہیں ہوا تھا کیونکہ غدار یہود مسلمانوں کے پہلو میں قلب مدینہ نقض عہد کر چکے تھے اس وقتی بغاوت کے بعد بھی یہود سے ہر وقت سازش کا خطرہ موجود تھا، حضور اکرم ﷺ غزوہ خندق سے اپنے اصحاب ؓ کے ساتھ واپس مدینہ منورہ پہنچے اور اسلحہ اتار کر حضرت عائشہؓ کے گھر غسل فرما رہے تھے کہ اتنے میں حضرت جبرائیل امینؑ اپنے گھوڑے پر سوار اسلحہ سمیت نمودار ہوئے اور حضور ﷺ سے فرمانے لگے کہ کیا آپ نے اسلحہ اتار دیا حالانکہ فرشتوں نے ابھی تک اسلحہ نہیں اتارا۔ آپ نے پوچھا کہ کہاں کا حکم ہے؟ جبرائیل امینؑ نے عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ بنو قریظہ پر چڑھائی کریں اور میں خود فرشتوں کا دستہ لیکر پہلے جا رہا ہوں تا کہ بنو قریظہ کے دلوں میں رعب اور دہشت ڈال دوں۔

اس کے بعد حضور اکرم ﷺ باہر تشریف لائے اور آپ ﷺ نے حضرت بلالؓ کے ذریعے عام صحابہ کرام ؓ میں اس طرح اعلان کروایا کہ ”رس ﷺ تمہیں حکم دیتے ہیں کہ عصر کی نماز بنو قریظہ ہی کی بستیوں میں جا کر ادا کرو“ چنانچہ صحابہ کرام ؓ مسلح ہو کر یکے بعد دیگرے بنو قریظہ کی بستیوں کی طرف روانہ ہوئے بنو قریظہ کے یہاں پہنچنے سے پہلے سورج غروب ہونے لگا تو بعض صحابہ ؓ نے عصر کی نماز ادا کی انہوں نے کہا کہ حضور ﷺ کے حکم کا منشاء یہ تھا کہ ہم جلدی وہاں پہنچیں یہ مطلب نہیں تھا کہ نماز ہی چھوڑ دیں بعض دوسرے صحابہ ؓ نے فرمایا کہ آج کی نماز عصر وہیں جا کر پڑھنی ہوگی اس سے پہلے اس کا وقت ہی نہیں چاہے غروب آفتاب کیوں نہ ہو۔

حضور ﷺ نے دونوں جماعتوں کی تصویب فرمائی، جس سے اجتہاد کی ایک مضبوط دلیل مہیا ہوگئی، اس کے بعد حضور اکرم ﷺ نے اسلحہ زیب تن کیا سر پر خود اسکے نیچے لوہے کی جالی دار ٹوپی، جسم اطہر پر زرہ، ہاتھ مبارک میں نیزہ اور کندھے پر ڈھال رکھ کر اپنے گھوڑے پر سوار ہوئے اور بنو قریظہ کی طرف روانہ ہوئے۔ دیگر صحابہ کرام ؓ قریباً ۳۶ گھوڑوں اور کئی اونٹوں پر سوار ہو کر مدینہ منورہ سے چل پڑے اور کچھ دستے پیدل ہی نکل پڑے چنانچہ عشاء کی نماز تک مجاہدین کے یہ قافلے مسلسل

وہاں پہنچتے رہے جنگی جھنڈا حضرت علیؓ کے ہاتھ میں تھا پہنچتے ہی ان حضرات صحابہ ؓ نے بنو قریظہ کی بستیوں اور قلعوں کا محاصرہ کرلیا۔

حضور اکرم ﷺ کا گزر جب بنو حارثہ پر ہوا تو وہ مسلح طور پر دو صفوں میں جانے کے لئے تیار کھڑے تھے، حضور ﷺ نے پوچھا کہ ادھر سے کوئی شہسوار گزرا ہے؟ تو انہوں نے فرمایا کہ دحیہ کلبیؓ ابھی ابھی گزرے ہمیں حکم دیا کے اسلحہ پہنو اور رسول ﷺ آنے والے ہیں، حضور ﷺ بہت خوش ہوئے اور پھر فرمایا کہ یہ دحیہ کلبی ؓ نہیں تھے بلکہ یہ جبرائیل علیہ السلام تھے، بہر حال رسول الملاحم ﷺ آگے بڑھے اور بنو قریظہ کے ایک کنویں کے پاس جا کر پڑاؤ ڈالنے لگے۔ حضور کے پہنچنے سے پہلے یہود، حضرت علیؓ اور دیگر صحابہ کو اپنے علاقے میں دیکھ کر غصے ہوئے اور حضور اکرم ﷺ اور آپ ﷺ کے ازواج مطہرات کو سخت گالیاں دیں، صحابہ ؓ نے جواب دیا کہ اب گالیوں کا وقت نہیں، اب تو تلوار فیصلہ کرے گی، حضرت علیؓ نے حضور اکرم ﷺ سے عرض کیا کہ آپ ﷺ آگے نہ آئے یہ لوگ گالیاں دے رہے ہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ جب مجھے دیکھ لیں گے پھر گالیاں نہیں دیں گے، چنانچہ صحابہ ؓ کے ایک مسلح دستے نے حضور ﷺ کو اپنے گھیرے میں لے لیا۔ جب حضور اکرم ﷺ یہود کے قلعوں کے پاس پہنچے تو آپ ﷺ نے فرمایا: اے بندروں اور خنزیروں کے بھائیو! اور شیاطین کے پجاریو! تم مجھے گالی دیتے ہو؟ انہوں نے کہا کہ نہیں ابوالقاسم ہم گالیاں نہیں دے رہیں ہیں، تورات کی قسم! کوئی گالی نہیں دی۔

صحابہ کرام ؓ نے حضور اکرم ﷺ کے حکم سے بنو قریظہ پر تیر اندازی شروع کردی چنانچہ رات کے آخری حصہ تک خوب تیر اندازی ہوئی، لیکن یہود قلعہ بند ہو چکے تھے، اس لئے صحابہ پیچھے اپنے مُعَسکر میں لوٹ آئے دوسرے دن صبح سویرے حضور اکرم ﷺ نے اپنے تیرانداز جان نثاروں کے دوبارہ حملہ کرنے کا حکم دیا۔ چنانچہ اب صحابہ کرام ؓ نے چاروں طرف قلعوں کا شدید محاصرہ کیا اور تیر برسانے شروع کئے یہود بھی قلعوں سے جوابی کاروائی کرتے رہے لیکن وہ مکمل محاصرے میں تھے پچیس دن تک یہ مکمل محاصرہ قائم تھا، یہود کے پاس قلعوں میں طویل عرصہ کے لیے سامان موجود تھا اور حی بن اخطب اپنے وعدہ کے مطابق ان کے ساتھ محاصرہ میں شریک تھا، اس نے وعدہ کیا تھا کہ اگر قریش مکہ چلے گئے

اور مسلمانوں نے بنو قریظہ پر حملہ کر دیا تو بنو قریظہ کے ساتھ رہوں گا جب یہودیوں نے دیکھا کہ مقابلہ نہیں ہو سکتا مسلمان بغیر فتح واپس نہیں جائیں گے اور ایک نہ ایک دن یہودیوں کو قلعوں سے باہر نکلنا ہو گا، تو انہوں نے نیچے اترنے کیلئے مذاکرات کا راستہ اختیار کیا تا کہ وہ غدار اس حیلے سے بچ جائیں ادھر قلعوں میں اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں رعب ڈالا اور ادھر مسلمانوں کے ایک دستہ نے ان پر جی توڑ کر حملہ کیا تب یہود مذاکرات پر آمادہ ہوئے۔ سچ ہے ۔

زور بازو آزما شکوہ نہ کر صیاد سے
آج تک کوئی قفس ٹوٹا نہیں فریاد سے

بنو قریظہ کا لشکرِ اسلامی سے مذاکرات

جنگ کا دوسرا مرحلہ

یہود نے مذاکرات کیلئے نباش بن قیس نامی شخص کو حضور اکرم ﷺ کے پاس بھیجا اور دونوں کی اس طرح گفتگو ہوئی۔

نباش: اے محمد (ﷺ) جس طرح بنو نضیر سے معاملہ ہوا تھا کہ بیوی بچوں اور جائیداد کو لیکر جلاوطن ہو جاؤ'' اسی طرح معاملہ ہمارے ساتھ بھی کیجئے۔

حضور اکرم ﷺ: نہیں اس طرح نہیں ہو سکتا۔

نباش: مال و جائیداد کی ضرورت نہیں صرف ہماری اور ہمارے بیوی بچوں کی جان بخشی فرمائیں۔

حضور اکرم ﷺ: تم لوگ جب تک میرے حکم پر اپنے قلعوں سے باہر نہیں آ ؤ گے اس وقت تک کوئی بات نہیں ہو سکتی۔

نباش نے جا کر قوم کو اس صورت حال سے آگاہ کر دیا۔

کعب بن اسد کی تجویزیں

چونکہ بنو قریظہ کا سردار کعب بن اسد تھا اور اسی شخص کو حیی بن اخطب نے ورغلا کر بغاوت پر اکسایا تھا، آج اس سردار نے اپنی قوم کو جمع کر کے نجات کی راہیں متعین کیں، لیکن قوم نے انکار کیا آپس کی

گفتگو اس طرح ہوئی۔

کعب بن اسد: اے بنو قریظہ اے انبیاء کی اولاد اے میرے بھائیو اور دوستو! خدا کی قسم تم خوب جانتے ہو کہ محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں، صرف حسد و عناد اور عرب سے بغض و عداوت نے تمہیں ماننے سے روکا ہوا ہے کہ بنو اسماعیل میں نبی کیوں آیا، یاد رکھو محمد (ﷺ) سے جو معاہدہ ہم نے کیا اس کو توڑنے سے میں بالکل متفق نہیں تھا، لیکن اس بد بخت اور منحوس شخص حی بن اخطب نے ہمیں اس مصیبت میں گرفتار کرادیا، اب آؤ مل کر سب اس دین اسلام کو قبول کرتے ہیں تو ہم اور ہمارے بچے اور ہمارا مال محفوظ ہو جائے گا ہم مسلمان ہو جائیں گے۔

بنو قریظہ: ہم اپنے دین کے علاوہ کسی دین کو قبول کریں گے نہ تورات کے سوا کوئی کتاب مانیں گے اور نہ موسیٰ کے سوا کسی کو رسول تسلیم کریں گے۔

کعب بن اسد: پھر بات یہ ہے کہ آؤ مل کر اپنے بیوی بچوں کو پہلے قتل کر دیتے ہیں اور پھر تلواریں لیکر بھرپور انداز میں مسلمانوں سے لڑنے کیلئے اتر جائیں گے اگر ہم سب مارے گئے تو پیچھے بیوی بچوں کا کوئی غم نہیں رہے گا اگر ہم غالب آگئے تو قسم بخدا پھر عورتوں کی کمی نہیں ہوگی۔

بنو قریظہ: ہنس ہنس کر کہنے لگے کہ ان بے گناہ بچوں اور عورتوں کا کیا قصور ہے؟ اور انکے بعد زندگی میں کیا مزا رہے گا؟

کعب بن اسد: اب صرف ایک بات رہ گئی اس کو قبول کرلو ورنہ تم بے حیائی اور بدکاری کی پیداوار بنو گے۔

بنو قریظہ: بتایئے وہ ایک اور آخری بات کون سی ہے؟

کعب بن اسد: وہ یہ ہے کہ آج ہفتہ کی رات ہے کل ہماری عبادت کا دن ہے۔ مسلمان مطمئن ہوں گئے کہ آج کی رات اور دن میں یہود حملہ نہیں کریں گے، آؤ مل کر رات کو مسلمانوں پر بے خبری میں شبخون مار دیتے ہیں، پھر توبہ کرلیں گے۔

بنو قریظہ: ہم ہفتہ کے دن کی بے حرمتی نہیں کر سکتے ہیں کیا تمہیں معلوم نہیں کہ اس بے حرمتی کی وجہ سے ہمارے باپ دادے کیسے بندر بن گئے تھے، اب سب نے مل کر چیخنا شروع کر دیا سنیچر کی بے

حرمتی نہیں کریں گے، نہیں کریں گے، نہیں کریں گے۔

اس افراتفری میں عام یہود مایوس ہو گئے اور عورتوں اور بچوں کی بے بسی سے پریشان ہو گئے، اسی رات کو چند یہود نے برضا و رغبت اسلام قبول کر لیا اپنی جان و مال بیوی بچوں کو محفوظ کر لیا۔

مذاکرات کیلئے ابولبابہ ؓ کا جانا

جب یہود نے کعب بن اسد کی کوئی بات نہ مانی تو کعب نے حضور اکرم ﷺ کے پاس پیغام بھیجا کہ آپ ہماری طرف ابولبابہ ؓ کو بھیج دیں تا کہ کچھ بات ہو سکے۔ حضرت ابولبابہؓ صحابی تھے اور بنو قریظہ کیساتھ انکے تعلقات تھے، وہ قبیلہ اوس سے تعلق رکھتے تھے، جس کا بنو قریظہ سے پرانا معاہدہ تھا، ابولبابہؓ کی وہاں تجارت بھی تھی۔

حضور اکرم ﷺ نے ابولبابہ ؓ کو جانے کی اجازت دیدی، حضرت ابولبابہ ؓ فرماتے ہیں کہ جب میں شدت محاصرہ کے دوران بنو قریظہ کے محلّہ میں جا اترا، تو یہودی عورتیں اور بچے مجھے دیکھ کر رونے لگے وہ اتنے چیخیں چلائے کہ مجھے ترس آ گیا۔

میں نے کعب سے کہا کہ اس مصیبت میں آپ کو حی ابن اخطب نے ڈال دیا ہے، کعب نے کہا واقعی اس منحوس آدمی نے ہمارے ساتھ یہی کچھ کیا۔ حی ابن اخطب نے کہا کہ میں بھی تو اس مصیبت میں شریک ہوں کعب نے کہا کہ مرنے اور بیوی بچوں کے گرفتار ہونے میں شرکت کونسی اچھی بات ہے؟ پھر کعب بن اسد اور دوسرے یہودیوں نے ابولبابہؓ سے پوچھا کہ یہ بتلائیں کہ ہم محمد ﷺ کے حکم پر نیچے اتر جائیں؟ ابولبابہؓ نے اپنے گلے کی طرف اشارہ کر دیا کہ اتر جاؤ۔ (یعنی سب ذبح کر دیئے جاؤ گے) ابولبابہؓ فرماتے ہیں کہ خدا کی قسم اس جگہ سے میرا قدم ہلا تک بھی نہ تھا کہ مجھے افسوس ہوا کہ میں نے اللہ اور اس کے رسول سے خیانت کر لی اور راز فاش کر لیا۔ اس لیے میں سیدھا مسجدِ نبوی چلا گیا اور اپنے آپ کو مسجد کے ستون کے ساتھ باندھ لیا اور قسم کھائی کہ حضور اکرم ﷺ راضی ہو کر مجھے کھولیں گے ورنہ میں اسی طرح رہوں گا، حضور اکرم ﷺ کو جب اطلاع ہوئی تو فرمایا کہ اگر میرے پاس آتے تو میں اس کے لئے استغفار کر لیتا اب وہ اپنے رب کے فیصلے تک اسی طرح رہے گا۔ چنانچہ ابولبابہؓ نماز اور قضائے حاجت کے وقت کھولے جاتے تھے اور باقی اوقات میں بندھے

رہتے تھے۔ پھر اللہ تعالی نے انکی توبہ قبول فرمادی اور حضور اکرم ﷺ نے اپنے ہاتھوں سے آپ کی رسیاں کھول دی، آج تک اس ستون کا نام اسطوانہ ابولبابہؓ اور اسطوانہ توبہ مشہور ہے، ابولبابہؓ نے پھر قسم اٹھائی کے کبھی بھی بنو قریظہ کے محلہ میں نہیں جائیں گے۔ حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ اپنے آپ کو اتنے زور سے باندھتے تھے کہ آپ کے بازوں میں اس سے زخم آگئے تھے۔ پھر آپ نے علاج کرایا، آپؓ اس دوران کھانا بھی نہیں کھاتے تھے۔

بنو قریظہ میں حضرت سعد رضی اللہ عنہ کا فیصلہ

جنگ کا تیسرا مرحلہ

جب یہود بنو قریظہ محاصرہ سے تنگ آگئے تو حضور اکرم ﷺ کے حکم کے مطابق سب کے سب قلعوں سے باہر آگئے، آپ ﷺ نے مردوں کو ایک طرف باندھنے کا حکم دیا اور عورتوں کو دوسری طرف باندھنے کا حکم دیا قلعوں کا سارا اسلحہ اور سامان جمع کروادیا۔ جس میں ڈیڑھ ہزار تلواریں تھیں تین سو زرہیں تھیں، دو ہزار نیزے ڈیڑھ ہزار ڈھالیں تھے اس کے علاوہ سامان بھی تھا شراب کے مٹکے تھے جو توڑ دیے گئے، اب انصار مدینہ میں سے جو حضرات قبیلہ اوس سے تعلق رکھتے تھے، ان کی خواہش تھی کہ جس طرح بنو قینقاع کو حضور ﷺ نے عبداللہ بن ابی بن سلول خزرجی کی درخواست پر معاف کر کے جلاوطن کیا تھا، اسی طرح قبیلہ اوس کی درخواست پر ان کے حلیف اور معاہد بنو قریظہ کو بھی معاف کیا جائے۔ چنانچہ قبیلہ اوس کے بہت سارے حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم نے حضور ﷺ سے معافی کی درخواست کر دی۔ تب حضور ﷺ نے فرمایا کہ تم اس پر راضی ہو جاؤ گے کہ تم ہی میں سے ایک شخص ان یہودیوں کے بارے میں فیصلہ سنادے، انہوں نے کہا ہم اس پر راضی ہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ وہ شخص سعدؓ بن معاذ تمہارا سردار ہے، وہ حاکم ہے، اس کا فیصلہ منظور ہوگا، حضرت سعدؓ کے بازو میں غزوہ خندق میں ایک تیر لگا تھا وہ زخمی حالت میں مسجد نبوی کے پاس ایک خیمہ میں زیر علاج تھے۔ انہوں نے دعا مانگی تھی کہ اے اللہ مجھے اس وقت تک موت نہ دے جب تک میری آنکھیں بنو قریظہ کی ہلاکت سے ٹھنڈی نہ ہوں، ان لوگوں نے عین موقع پر غداری کی ہے، قبیلہ اوس کے لوگ اپنے

سردار کو لانے کے لئے مسجد نبوی چلے گئے وہاں سے ان کو ایک گدھے پر سوار کر کے لائے، راستے میں ان کے قبیلے کے لوگوں نے بار بار سفارشیں کیں کہ آپ کو حضور ﷺ نے حکم مقرر کیا ہے، لہذا آپ اپنے حلیفوں اور معاہدوں کے ساتھ اچھا برتاؤ کریں آخر میں سعدؓ نے جواب دیا کہ سعد کو ایک موقع ملا ہے وہ اس میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے حکم کے بارے میں کسی ملامت کی پرواہ نہیں کرے گا۔"

قوم کے ہوشیار لوگ سمجھ گئے کہ سعد کسی بات میں آنے والے نہیں ہیں۔ جب آپ محلّہ بنوقریظہ پہنچے ، تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ اپنے سردار کے لئے کھڑے ہو جاؤ (یعنی وہ زخمی ہیں ان کو گدھے سے اتار دو) حضرت سعد ؓ جب اترے تو آپ نے انصار کے مجمع کو مخاطب کر کے فرمایا کہ میرا کیا ہوا فیصلہ سب کو منظور ہوگا؟ سب انصار نے فرمایا ہاں منظور ہوگا، پھر سعد نے حضور اکرم ﷺ کی طرف سر اور نظریں جھکا کر حیا کے ساتھ نہایت ادب سے فرمایا کہ جو یہاں پر ہیں ان کو بھی میرا فیصلہ منظور ہوگا۔

حضور اکرم ﷺ اور دیگر صحابہ کرام ؓ نے فرمایا ہاں منظور ہوگا۔ پھر حضرت سعدؓ نے اس طرح فیصلہ سنا دیا کہ بنوقریظہ کے سب لڑنے والے بالغ مرد قتل کر دئے جائیں اور عورتوں اور بچوں کو غلام بنایا جائے ان کے اموال کو مال غنیمت کے طور پر تقسیم کر دیا جائے، حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ سعدؓ کا یہ فیصلہ ساتوں آسمانوں کے اوپر کا فیصلہ ہے اور سعد نے تورات کے مطابق فیصلہ دیدیا اور یہ اللہ کے حکم کے مطابق ہے، علماء اور اہل تاریخ نے لکھا ہے کہ تورات کا یہی حکم تھا اور یہ حکم کسی حد تک اب بھی تورات میں موجود ہے کہ جو قوم نقض عہد کرے گی، اس کی سزا موت ہے اس حکم کے بعد حضرت سعدؓ کی رگ کا منہ کھل گیا اور فوارہ کی طرح خون جاری ہو کر آپؓ اپنی دعا کے مطابق انتقال کر گئے اور درجہ شہادت پر فائز ہوئے۔ سچ ہے۔

ہم نے ان کے سامنے اول تو جذبہ رکھ دیا
پھر کلیجہ رکھ دیا دل رکھ دیا سر رکھ دیا

بعض اہلِ تاریخ نے لکھا ہے کہ یہود اپنے قلعوں سے ابتداءً حضرت سعدؓ ہی کے حکم پر نیچے اترے تھے۔ واللہ اعلم۔

غدار یہود اور کفر کے سرغنے موت کے سامنے

جنگ کا چوتھا مرحلہ

حضرت سعدؓ کے اس فیصلے کے بعد حضور اکرم ﷺ نے خندقوں کے کھدوانے کا حکم دیدیا، جب احجار زیت اور دار ابی جہل کے درمیان گڑھے مکمل ہو گئے، تو اس کے بعد سرکش اور غدار یہود قید کی حالت میں لائے گئے پھر ان کی گردنیں ماری گئیں اور حضور ﷺ وہاں موجود تھے، جب کعب بن اسد سے بعض یہود نے پوچھا کہ آگے کیا ہونے والا ہے؟ تو اس نے کہا کہ صرف تلوار ہے جو جائے گا واپس نہیں ہوگا، میں نے بہت سمجھا دیا تھا لیکن تم نے نہیں مانا، ان لوگوں نے کہا: کہ ہم نے تیرے کہنے پر نقض عہد کیا تھا نہ کہ اپنی طرف سے، اس پر حی بن اخطب شیطان نے کہا کہ اب ملامت کرنے سے کچھ نہیں بنے گا۔ بس تلوار کے سامنے صبر سے کام لو۔ چنانچہ یہود رات بھر تورات کی تلاوت اور دوسرے رسوم ادا کرتے رہے۔ صبح کو حضور اکرم ﷺ نے صحابہ ؓ سے فرمایا اپنے اپنے قیدیوں کو خوب کھلاؤ اور ٹھنڈا پانی پلاؤ اور خوب آرام دلاؤ اور پھر قتل کے لئے لاؤ، حضرت علیؓ اور حضرت زبیرؓ اس گردن زنی کی ذمہ داری سنبھال رہے تھے کہ اتنے میں حی ابن اخطب گردن زنی کے لئے اس حال میں لائے گئے کہ اس کے ہاتھ اس کی گردن سے بندھے ہوئے تھے، موت کا سرخ لباس پہنے ہوئے تھا، جب قریب آگئے تو اس نے اپنا لباس پھاڑ کر تار تار کر دیا تاکہ مرنے کے بعد کوئی اس کو استعمال نہ کر سکے۔ حضور اکرم ﷺ نے جب حی ابن اخطب کو دیکھا تو آپ ﷺ نے فرمایا: اے اللہ کے دشمن! کیا خدا تعالیٰ نے تجھے میرے قابو میں نہیں دیا؟ اس نے کہا جی ہاں دیا لیکن خدا کی قسم میں اپنے آپ کو تیری دشمنی میں ذرا بھی ملامت نہیں کرتا ہوں، میں نے عزت کو تلاش کیا اور زمین کے ہر حصے میں تیرے مقابلے کے لئے لوگوں کو اکٹھا کیا لیکن اللہ نے تجھے مجھ پر غالب کیا جسے اللہ ٹھکرائے تو وہ بے یار و مددگار ہو جاتا ہے، پھر حی بن اخطب شیطان نے لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر کہا: کہ اے لوگو صبر کرو، یہ بنی

اسرائیل پر اللہ کی طرف سے لکھی ہوئی مصیبت ہے جو آئی ہے، اس کے بعد اس کی گردن اڑائی گئی اس طرح انسانوں میں ایک بڑا شیطان مارا گیا اور مخلوق خدا اس کی شرارت اور فساد سے محفوظ ہوگئی۔ سچ ہے۔

زندگی کیفی اسی حسن عمل کا نام ہے
کفر کو نابود حق کو جاوداں کرتے چلو

اس کے بعد بنو قریظہ کا ایک اور لیڈر غزال بن سموال لایا گیا اور حضور اکرم ﷺ کے حکم سے اس کی گردن اڑائی گئی۔ کچھ لوگوں نے یہ بات پھیلا دی کہ قبیلہ اوس کے لوگ اس کاروائی سے خوش نہیں ہیں کیونکہ بنو قریظہ کے معاہد تھے حضور ﷺ نے جب معلوم کیا تو صرف افواہ تھی بلکہ قبیلہ اوس کے لوگوں نے اس کے بعد چند یہودیوں کو اپنے اپنے علاقے میں لے جا کر قتل کر دیا تا کہ لوگ غلط پروپیگنڈہ نہ کریں۔

بنو قریظہ کا ایک سردار زبیر بن باطا کا عجیب قصہ اس طرح پیش آیا کہ ایک صحابی ثابت بن قیسؓ نے انکی جان بخشی کی سفارش حضور اکرم ﷺ کے سامنے کی تو حضور ﷺ نے اس کو معافی دیدی، اس نے اپنی اولاد کی جان بخشی کی سفارش کی، حضور ﷺ نے اس کو بھی قبول کر لیا، صحابی نے اس کے لئے مال واپس کرنے کی سفارش کی۔ حضور ﷺ نے اس کو بھی قبول کر لیا، آخر میں ابن باطا نے صحابی سے کہا کہ تم نے اپنی وفاداری کا حق ادا کر دیا۔ لیکن یہ بتاؤ فلاں سردار یہودی کا کیا ہوا؟ فلاں کا کیا ہوا؟ جب صحابی نے جواب دیا کہ سب کو قتل کر دیا تو ابن باطا نے کہا کے ان کے بعد زندگی میں کوئی مزہ نہیں، مجھے آگے لے جاؤ اور میری ہی تلوار سے میری گردن اڑاؤ تا کہ اپنے ساتھیوں سے جا کر ملوں، صدیق اکبرؓ نے فرمایا تم برباد ہو جاؤ ہمیشہ جہنم میں ملاقات رہے گی۔

اس کے بعد بنو قریظہ کے عظیم سردار کعب بن اسد لائے گئے۔ جن کے ہاتھ گردن سے بندھے ہوئے تھے تو حضور ﷺ نے پوچھا کہ کعب بن اسد ہو؟ اس نے جواب دیا کہ جی ہاں کعب بن اسد ہوں حضور ﷺ نے فرمایا کہ کیا تم کو تمہارے بڑے مقتداء یہودی ابن خراش نے نہیں کہا تھا کہ ایک نبی آنے والا ہے، ان کی اتباع کرو اور اس پر ایمان لاؤ۔ اور میرا اسلام ان تک پہنچاؤ؟

کعب بن اسد نے کہا کہ قسم بخدا اس نے یہ وصیت کی تھی اور مجھے خوب معلوم ہے کہ آپ اللہ کے رسول ہیں، لیکن میں اس عار کے خوف سے ایمان نہیں لاتا کہ یہود کہیں گیے کہ موت اور تلوار کی دھار سے گھبرا گیا۔ اس لئے یہودیت پر مرنے کو ترجیح دیتا ہوں، حضور ﷺ نے صحابی کو حکم دیا کہ اس کی گردن اڑادو چنانچہ وہ بھی مارا گیا اس طرح چھ یا سات سو یہودی صبح سے لیکر شام تک ہلاک کر دیئے گئے۔ اس میں ایک عورت بطور قصاص ماری گئی اس نے ایک صحابی پر مکان کی چھت سے چکی کا پاٹ گرا کر شہید کیا تھا، باقی کسی نابالغ بچے یا کسی عورت کو قتل نہیں کیا گیا، پھر ان سب یہودیوں پر خندق کی مٹی ڈال دی گئی اس طرح مدینہ منورہ اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ کے دشمنوں سے پاک ہو گیا، بڑے بڑے سردار زمین پر ٹھنڈے پڑے تھے۔

اور میں نے اس مناسبت سے ایک بار پھر کہا۔

مِنْ عَهْدِ عَادٍ كَانَ مَعْرُوْفاً لَنَا
اِسْرُ الْمُلُوْكِ وَقَتْلُهَا وَقِتَالُهَا

یعنی بادشاہوں سے لڑنا انہیں قید وقتل کرنا قدیم زمانہ سے ہمارے جانے پہچانے کارنامے ہیں۔

قیدیوں میں ایک ہزار عورتیں بچے ہاتھ آئے تھے، ان کو حضور اکرم ﷺ نے بطور مال غنیمت تقسیم کر دیا اور ایک حصہ عورتوں کا علاقہ شام بھیج کر فروخت کر دیا گیا۔ جس کے بدلے حضور اکرم ﷺ نے اسلحہ اور گھوڑے حاصل کر لئے کچھ عورتوں کو آزادی مل گئی کچھ بچے آزاد ہو گئے، کچھ یہودی عورتیں اور بچے بعد میں مسلمان ہو گئے، جن میں شان والے صحابی بھی بنے اور صحابیات بھی بنیں اور اس طرح اللہ کی مرضی کے مطابق غزوہ احزاب پایۂ تکمیل تک پہنچا۔

والحمد للہ علی ذالک حمداً کثیرا کثیرا

قرآنِ کریم اور جنگِ خندق

غزوۂ بنو قریظہ کے متعلق قرآنِ کریم کی دو آیتیں بھی نازل ہوئیں جس میں اس پورے قصے کی طرف

اشارہ بلکہ تصریح موجود ہے جو اس واقعہ کے لئے ایک سند ہے کہ یہ کارروائی واقعی ہوئی ہے اور جو کچھ اس میں ہوا وہ اللہ تعالیٰ کی مرضی کے مطابق ہوا ہے، کسی کو نہ اس میں شک کی گنجائش ہے اور نہ ان مکار یہودیوں پر ترس کھانے کی ضرورت ہے، قرآنِ کریم میں ہے: "وَأَنْزَلَ الَّذِيْنَ ظَاهَرُوْهُمْ مِّنْ أَهْلِ الْكِتَابِ مِنْ صَيَاصِيْهِمْ وَ قَذَفَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الرُّعْبَ فَرِيْقًا تَقْتُلُوْنَ وَ تَأْسِرُوْنَ فَرِيْقًا ۝ وَأَوْرَثَكُمْ أَرْضَهُمْ وَدِيَارَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ وَأَرْضًا لَّمْ تَطَئُوْهَا وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرًا۔" (سورۂ احزاب آیت ۲۶، ۲۷)

ترجمہ: اور جن اہلِ کتاب نے ان کی (مشرکین) کی مدد کی تھی (اللہ نے) ان کو ان کے قلعوں سے نیچے اتار دیا اور ان کے دلوں میں تمہارا رعب بٹھا دیا، بعض کو تم قتل کرنے لگے اور بعض کو قید کر لیا، اور ان کی زمین اور ان کے گھروں اور ان کے مالوں کا تم کو مالک بنا دیا، اور ایسی زمین کا بھی جس پر تم نے قدم نہیں رکھا، اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر پوری قدرت رکھتا ہے۔

تفسیرِ عثمانی: یہ یہودی بنی قریظہ ہیں، مدینہ کے مشرقی جانب ان کا مضبوط قلعہ تھا، اور پہلے سے مسلمانوں کے ساتھ صلح کا معاہدہ کئے ہوئے تھے، جنگِ احزاب کے موقع پر حی بن اخطب کے اِغواء سے تمام معاہدات بالائے طاق رکھ کر مشرکین کی مدد پر کھڑے ہو گئے، بعض نے مسلمان عورتوں پر بزدلانہ حملہ کرنا چاہا، جس کا جواب حضرت صفیہؓ نے بڑی بہادری سے دیا، کفارِ قریش وغیرہ عاجز ہو کر چلے گئے، تو بنو قریظہ اپنے مضبوط قلعوں میں جا گھسے، نبی کریم ﷺ جنگِ احزاب سے فارغ ہو کر غسل وغیرہ میں مشغول تھے کہ جبرئیلؑ تشریف لائے، چہرہ پر غبار کا اثر تھا، عرض کیا رسول اللہ! آپ نے ہتھیار اُتار دیئے حالانکہ فرشتے ہنوز ہتھیار بند ہیں، اللہ کا حکم ہے کہ بنو قریظہ پر حملہ کیا جائے، فوراً منادی ہو گئی کہ بنو قریظہ کے بدعہد یہودیوں پر چڑھائی ہے، نہایت سرعت کے ساتھ اسلامی فوج نے ان کے قلعوں کا محاصرہ کیا چوبیس پچیس دن محاصرہ جاری رہا، آخر محصورین تاب نہ لا سکے، آنحضرت ﷺ کی خدمت میں پیام بھیجنے شروع کیے، آخیر میں ان کی طرف سے بات اس پر ٹھہری کہ ہم قلعوں سے باہر آتے ہیں، اور اَوس کے سردار حضرت سعد بن معاذؓ کو حَکَم

ٹھہراتے ہیں، (کیونکہ وہ ان کے حلیف تھے زمانہ جاہلیت میں) جو فیصلہ ہمارے حق میں حضرت سعد کردیں گے، ہم کو منظور ہوگا، آنحضرت ﷺ نے بھی قبول فرمالیا، قصہ مختصر حضرت سعدؓ تشریف لائے اور بحیثیت ایک مسلّم حَکَم کے فیصلہ کیا کہ بنی قریظہ کے سب جوان قتل کردیئے جائیں، اور عورتیں اور لڑکے سب قیدِ غلامی میں لائے جائیں، اور ان اموال و جائیداد کے مالک مہاجرین ہوں، خدا اور رسول کی مرضی اور ان کے بدعہدی کی سزا یہی تھی اور یہ فیصلہ ٹھیک ان کی مُسلّمہ آسمانی کتاب تورات کے موافق تھا چنانچہ تورات کتاب استثناء اصحاح ۲۰ آیت ۱۰ میں ہے۔ جب کسی شہر پر حملہ کے لئے آپ جائیں تو پہلے صلح کا پیغام دے اگر وہ صلح تسلیم کرلیں اور تیرے لئے دروازہ کھول دیں تو جتنے لوگ وہاں موجود ہوں سب تیرے غلام ہوجائیں گے، لیکن اگر صلح نہ کریں تو تو ان کا محاصرہ کر اور جب تیرا خدا تجھ کو ان پر قبضہ دلادے تو جس قدر مرد ہوں سب کو قتل کردے، باقی بچے اور عورتیں، جانور اور جو چیزیں شہر میں موجود ہوں، سب تیرے لئے مالِ غنیمت ہوں گی۔''

اس فیصلے کے مطابق کئی سو یہودی جوان قتل کیے گئے اور کئی سو عورتیں لڑکے قید ہوئے اور ان کے املاک و اموال پر مسلمانوں کا قبضہ ہوا۔ (تفسیر عثمانیؒ، ص: ۵۶۰)

علامہ عثمانیؒ دوسری آیت ۲۷ کی تفسیر اس طرح فرماتے ہیں: ''یہ زمین جو مدینے کے قریب ہاتھ لگی (بنی قریظہ کی) حضور ﷺ نے مہاجرین پر تقسیم کردی، ان کے گذران کا ٹھکانہ ہوگیا، اور انصار پر سے ان کا خرچ ہلکا ہوا اور دوسری زمین سے مراد خیبر کی زمین ہے جو دو برس بعد ہاتھ لگی اس سے حضرت کے سب اصحاب آسودہ ہوگئے، بعض کہتے ہیں کہ دوسری زمین مکہ کی ہے، بعض نے فارس و روم کی زمین مراد لی ہے، جو آپ ﷺ کے بعد خلفاء کے ہاتھوں سے فتح ہوئیں، اور بعض کہتے ہیں کہ قیامت تک جو زمینیں فتح کی جائیں، سب کے سب اس میں شامل ہیں۔ واللہ اعلم (تفسیر عثمانی، ص: ۵۶۰)

بہر حال صحابہ کرامؓ کی عظیم محنتوں اور مشقتوں اور رسول کریم ﷺ کی بے مثال شجاعتوں اور جراتوں اور جہادِ مقدس کے اس عظیم فریضے کی برکتوں اور اللہ تعالیٰ کی بے انتہاء رحمتوں سے حجازِ مقدس شرک و کفر سے کی ناپاکی سے پاک ہوگیا، اللہ تعالیٰ کا کلمہ بلند اور شرک سرنگوں ہوا۔''

اللہ تعالیٰ دورِ حاضر کے مسلمانوں کو جہادِ مقدس سے محبت عطا فرمائے اور مسلم نوجوانوں، بوڑھوں کو اس میں عملاً حصہ لینے کی توفیق عطا فرمائے اور علمائے کرام اور طلباءِ عظام کو اس مقدس فریضہ کے عام کرنے اور اسے اجاگر کرنے کا شوق دلا دے، اور مسلمان جہاں جہاں ہوں ان کو کفار کے مظالم سے نجات دے، اور امت کو ایک مؤمن مجاہد خلیفہ عطا فرمادے، اور ہمیں شہادت کی موت عطا فرمادے۔

آمین یا رب العٰلمین و صلی اللہ علی خیر خلقہٖ و علیٰ آلہٖ و صحبہٖ أجمعین.

بنا کردند خوش رسمے بخون و خاک غلیطدن
خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

فضل محمد بن نور محمد یوسف زئی

استاذ جامعہ بنوری ٹاؤن کراچی، جنوری ۱۹۹۵ء

باب چہارم

جنگِ خیبر

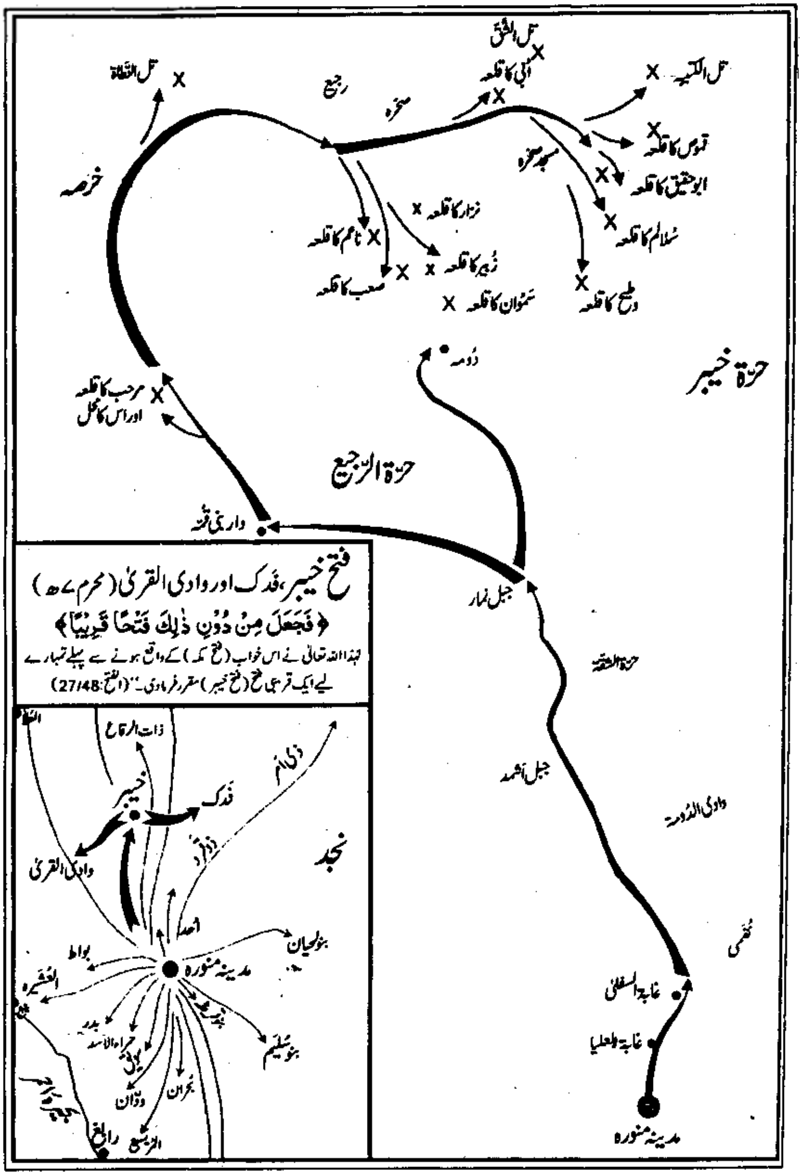

تل النطاۃ
رجیع
تل الشق
اُبی کا قلعہ
سخرہ
تل الکتیبہ
قموص کا قلعہ
ابو حقیق کا قلعہ
مسجد سخرہ
سُلالم کا قلعہ
خرصہ
زبار کا قلعہ
ناعم کا قلعہ
زُبیر کا قلعہ
صعب کا قلعہ
سموان کا قلعہ
وطیح کا قلعہ
دُومہ
حرۃ خیبر
مرحب کا قلعہ
اور اس کا محل
حرۃ الرجیع
دار بنی قرۃ
جبل نمار
حرۃ الشقۃ
جبل أشمد
وادی الدومۃ
تُغمی
غابۃ السفلیٰ
غابۃ العلیا
مدینہ منورہ
الشام
ذات الرقاع
ذی امر
خیبر
فدک
وادی القریٰ
ذو قرد
نجد
اُحد
بنو لحیان
بواط
مدینہ منورہ
العُشیرہ
بدر
حمراء الاسد
بنو سُلیم
ودّان
بُحران
الابواء
رابغ
بحیرہ احمر

فتح خیبر، فدک اور وادی القریٰ (محرم ۷ ھ)

﴿فَجَعَلَ مِنْ دُوْنِ ذٰلِكَ فَتْحًا قَرِيْبًا﴾

لہٰذا اللہ تعالیٰ نے اس خواب (فتح مکہ) کے واقع ہونے سے پہلے تمہارے لیے ایک قریبی فتح (فتح خیبر) مقرر فرما دی۔" (الفتح: 27/48)

مقام حدیبیہ

علامہ یاقوت حموی "معجم البلدان، ج:۲، ص: ۲۲۹ پر لفظ حدیبیہ کے تحت لکھتے ہیں کہ یہ لفظ "ح" کے فتحہ اور یاء کے سکون کے ساتھ ہے بعض نے اس یاء کو ساکن پڑھا ہے بعض مشدد پڑھتے ہیں اور بعض کہتے ہیں کہ دونوں صحیح ہیں یہ ایک متوسط اور چھوٹے سے گاؤں کا نام ہے اسکو حدیبیہ وہاں اس کنویں کی وجہ سے کہتے ہیں جسکے پاس مسجد بنی ہوئی ہے وہ مسجد اس درخت کے پاس ہے جس کے نیچے حضور اکرم ﷺ نے صحابہ سے بیعت لی تھی۔ علامہ خطابی فرماتے ہیں کہ حدیبیہ کو حدیبیہ اس لیے کہتے ہیں کہ وہاں ایک ٹیڑھا درخت تھا (حدب عربی میں ٹیڑھے کو کہتے ہیں) لیکن ایک حدیث میں آیا ہے یہ نام وہاں ایک کنوئیں کی وجہ سے ہے (حدیبیہ اور مکہ کے درمیان ایک مرحلہ یعنی ایک منزل "۹ میل" کا فاصلہ ہے اور حدیبیہ اور مدینہ کے درمیان ۹ مراحل کا فاصلہ ہے حدیبیہ کا بعض حصہ زمین حِل میں اور بعض زمین حرم میں داخل ہے۔)

آج کل جو مسافر جدہ سے مکہ جاتے ہیں تو راستے میں ایک مقام آتا ہے جس کو وہ لوگ شمیسی کہتے ہے جہاں پر پولیس کا تفتیشی مرکز ہے جس سے آگے غیر مسلم کا داخلہ ممنوع ہے یہی جگہ حدیبیہ ہے جو مکہ سے چند کلومیٹر کے فاصلے پر ہے۔

مدینہ منورہ سے حضور ﷺ کی روانگی

صلح حدیبیہ کا پہلا مرحلہ

چھ برس گزر چکے تھے کہ مکہ کے پردیسی مسلمان جو صرف ایمان کے جرم میں اپنے وطن سے جلاوطن کیے گئے تھے اور اپنے وطن کے گلی کوچوں کو دیکھنے کے لیے ترس رہے تھے۔ مدینہ منورہ میں انصار کی اخوت ومحبت نے اگرچہ مہاجرین کے قلوب وافکار میں ایک انقلاب برپا کیا تھا۔ دین اسلام کی قربانی نے انکے حوصلے بلند کیئے تھے لیکن اس وطن کی محبت ایک غیر اختیاری امر تھا جس وطن میں وہ پھلے پھولے تھے ادھر زیارت بیت اللہ، طواف وعمرہ کا شوق الگ گدگدا رہا تھا، حضور اکرم ﷺ کو بھی

یہ شوق دامن گیر تھا اور مہاجرین وانصار کو بھی یہ شوق بے چین کر رہا تھا۔

مدینہ منورہ میں حضور ﷺ نے خواب دیکھا کہ آپ اپنے صحابہ کے ساتھ مکہ مکرمہ تشریف لے گئے ہیں اور عمرہ ادا کرنے کے بعد کسی نے سر کے بال منڈوائے ہیں اور کسی نے قصر کر کے کتروائے ہیں حضور اکرم ﷺ نے یہ خواب صحابہ کرام ؓ کے سامنے بیان کیا تو انکے دلوں میں زیارت بیت اللہ اور شوق عمرہ کی دبی ہوئی چنگاری بھڑک اٹھی اور سب نے خیال کیا کہ اسی سال عمرہ وزیارت ہوگا حضور اکرم ﷺ سمجھتے تھے کہ کفار قریش ایسے بھلے مانس نہیں ہیں کہ بلا روک ٹوک ہمیں مکہ مکرمہ میں داخل ہونے دیدیں گے اس لیے آپ ﷺ نے عام اعلان کیا کہ مدینہ اور اس کے گردونواح کے تمام مسلمان ایک جماعت بن کر چلیں تاکہ قریش پر رعب بیٹھ جائے اور ہمیں روکنے کی جسارت نہ کر سکے، چنانچہ ڈیڑھ ہزار کے قریب مسلمان اکھٹے ہو کر جانے کیلئے تیار ہو گئے حضور ﷺ نے سباع بن عرفطہؓ کو مدینہ منورہ پر عامل بنا کر یکم ذیقعدہ ۶ھ کو بغرض عمرہ سفر کا ارادہ کر کے ڈیڑھ ہزار مہاجرین وانصار کے ساتھ **ذوالحلیفہ** سے عمرہ کا احرام باندھ لیا اونٹوں کو قلادے ڈالے گئے اور اتنا اسلحہ ساتھ لیا جتنا کہ ایک مسافر کو سفر میں ضروری ہوتا ہے اور وہ بھی نیام میں کیونکہ آپ ﷺ کا ارادہ جنگ کا نہیں تھا صرف عمرہ کا تھا۔ آپ ﷺ نے ایک صحابی بسر بن سفیانؓ کو بطور جاسوس آگے بھیج دیا تاکہ قریش مکہ کے حالات اور انکی نقل وحرکت پر نظر رکھے جب آپ ﷺ عذیر اشطاط پر جو مکہ سے تقریباً ۳۶ میل کے فاصلے پر ہے، پہنچے تو آپ ﷺ کے قاصد جاسوس بسر بن سفیانؓ نے آکر آپ ﷺ کو اطلاع دی کہ مکہ کے قریش اور اردگرد کے قبائل سارے مقام بلدح میں اکٹھے ہو چکے ہیں انہوں نے ہر قسم کا اسلحہ اٹھا رکھا ہے اور قسمیں کھائیں ہیں کہ محمد ﷺ اور انکے ساتھیوں کو مکہ میں ہرگز ہرگز داخل نہ ہونے دینگے ان لوگوں نے طویل لڑائی کا ارادہ بھی کیا ہے اور خالد بن ولید کو دوسو سپاہیوں کے ساتھ **مقدمۃ الجیش** کے طور پر **کراع االعمیم** مقام پر متعین کیا ہے اور آس پاس کے تمام پہاڑیوں پر اپنے جاسوس بھی بٹھا رکھے ہیں۔ حضور اکرم ﷺ نے اس صورت حال کے پیش نظر اپنے صحابہ سے مشورہ کیا تو صدیق اکبرؓ نے فرمایا: ’’یارسول اللہ! ہمیں ہر حال میں عمرہ کے لیے بیت اللہ میں داخل ہونا چاہیئے اگر کفار مقابلے میں آگئے تو ہم لڑیں گے ورنہ عمرہ کر کے آجائینگے حضرت

مقداد بن عمروؓ نے پُر جوش انداز سے جانے کا مشورہ دیا دوسرے صحابہؓ نے بھی یہی رائے دی لیکن حضور ﷺ نے اپنے صحابہ کے سامنے مختصر سا خطبہ دیا آپ نے فرمایا ہم اس وقت صرف عمرہ کے ارادے سے آئے ہیں لڑنے کے ارادے سے نہیں آئے ہیں یہ کہہ کر آپ نے راستہ تبدیل کر کے سنگستانی راستے سے ہوتے ہوئے مقام حدیبیہ پہنچے یہاں پر پانی کی قلت پیش آئی اور کئی مرتبہ پانی کے متعلق حضور اکرم ﷺ کا معجزہ ظاہر ہوا کبھی خشک کنوئیں میں پانی بھر گیا کبھی آپ کی انگلیوں سے پانی جاری ہوا بہرحال لشکرِ اسلام احرام کی حالت میں اونٹوں کے ساتھ حدیبیہ کے مقام پر قیام پذیر ہوا۔ وہاں ایک مقام پر حضور اکرم ﷺ کی اونٹنی بیٹھ گئی کوشش کے باوجود وہ آگے نہ بڑھی اس پر حضور ﷺ نے فرمایا کہ اس کو اللہ نے آگے بڑھنے سے روکا ہے میں ہر اس فیصلہ کو قبول کروں گا جس میں دین اسلام کے منافی کوئی حکم نہ ہو یہی اشارہ صلح حدیبیہ کی بنیاد تھی اور یہی ہر شرط قبول کرنے کیلئے ذریعہ اور سبب بنا۔ گویا کہ منشاء خداوندی اس وقت نہ لڑنے کا تھا اگرچہ حدیبیہ میں لشکر اسلام اور کفار ایک دوسرے کے بالکل آمنے سامنے تھے۔

سفارتی مذاکرات

صلح کا دوسرا مرحلہ

قریش کا پہلا قاصد بُدیل: جب مسلمان مقام حدیبیہ میں اطمینان کے ساتھ قیام پذیر ہوئے اور قریب ہی میں لشکر کفار نے پڑاؤ ڈال دیا تو قبیلہ خزاعہ کے چند لوگ حضور اکرم ﷺ کے پاس بدیل بن ورقاء کی سرکردگی میں آئے یہ لوگ اگرچہ کفار میں شامل تھے لیکن مسلمانوں کے ساتھ ان کی ہمدردیاں تھیں اور حضور ﷺ کے ساتھ انکے خفیہ رابطے تھے۔ بدیل بن ورقاء نے حضور ﷺ سے سوال کیا اے محمد (ﷺ)! بتاؤ آپ کس ارادے سے آئے ہیں آپ کا منشاء کیا ہے قریش تو سارے قبائل کے ساتھ آپ کو بیت اللہ میں داخل نہیں ہونے دیں گے اب آپ صاف صاف بتائیں کہ آپ کا منشاء کیا ہے؟

حضور اکرم ﷺ نے جواب میں فرمایا کہ ہم لڑنے کے لیے نہیں بلکہ فقط عمرہ کرنے آئے ہیں تعجب ہے کہ قریش کو لڑائی کے خیال نے کھالیا سوتے میں بھی لڑائی کا خواب دیکھتے ہیں، کاش اگر قریش

یکسو ہوکر مجھ سے صلح کر کے الگ تھلگ ہو جاتے اور میرے معاملے کو دوسرے عرب پر چھوڑ دیتے اگر میں غالب آجاتا تو تمہاری عزت، اور اگر وہ غالب آجاتے تو تمہاری تمنا پوری ہو جاتی، میرے رب نے میرے ساتھ جو مدد کا وعدہ فرمایا ہے وہ ضرور پورا ہوکر رہے گا۔ اگر قریش باز نہ آئے تو اس ذات بابرکت کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے میں ان سے ضرور قتال و جہاد کرونگا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اس دین کو غالب کر دے یا میں اپنے ساتھیوں کے ساتھ رخصت ہو جاؤں۔ بدیل نے جا کر قریش کو نہایت اچھے انداز سے سمجھا دیا کہ یہ لوگ صرف عمرہ کے لیے آئے ہیں انکو اجازت دو اور ہٹ دھرمی نہ کرو قریش نے کہا تم نہیں سمجھتے اس میں ہماری ناک کٹ جائے گی سب نے مل کر بدیل کی رائے ٹھکرادی۔

دوسرا قاصد مکرز: اسکے بعد قریش نے مکرز بن حفص کو سفیر بنا کر بھیجا حضور ﷺ نے جب مکرز کو آتے دیکھا تو یہ فرمایا یہ دھوکہ باز شخص ہے تاہم حضور ﷺ نے مکرز کو بھی وہی جواب دیا جو اس سے پہلے بدیل کو دے چکے تھے۔ اس کے بعد قریش نے عروہ بن مسعود کو اس سفارتی مشن پر حضور ﷺ کی طرف روانہ کیا، یہ ایک جہاں دیدہ ہوشیار شخص تھا اس نے آکر حضور ﷺ سے اس طرح گفتگو کی۔

تیسرا قاصد عروہ بن مسعود: اے محمد (ﷺ)! میں آپکی قوم قریش کو اس حال پر چھوڑ کر آیا ہوں کہ وہ بیوی بچوں چھوٹوں بڑوں کو لیکر تمہارے مقابلے میں آچکے ہیں اب اگر آپ ان سے لڑکر غالب آگئے تو اپنی ہی قوم کو برباد کردو گے اور اگر معاملہ الٹا ہوا کہ وہ تم پر حاوی ہو گئے تو خوب یاد رکھو کہ یہ مختصر سی جماعت جو تیری مدد کا دم بھر رہی ہے تتر بتر ہوکر بھاگ جائے گی اور تم کو اکیلے چھوڑ دیگی یہ صرف چند گرے پڑے لوگ تیرے پاس اکٹھے ہو گئے ہیں۔

ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ: کیا ہم حضور اکرم ﷺ کا ساتھ چھوڑ دیں گے جاؤ "لات" و "مناۃ" کی شرم گاہ کو چاٹتے رہو۔

عروہ: یہ کون شخص ہے جو اس طرح سخت لہجہ میں مجھ سے تلخ کلامی کر رہا ہے۔

حضور اکرم ﷺ: ابو قحافہ کا بیٹا ابوبکر ہے۔

اس کے جواب میں عروہ نے کہا کہ میں اس کا جواب نہیں دوں گا کیونکہ اس شخص کے مجھ پر احسانات

ہیں۔ اسکے بعد عروہ ملکی رسم و رواج کے مطابق حضور اکرم ﷺ کی داڑھی مبارک کی طرف ہاتھ بڑھا بڑھا کر بات کرتا تھا حضور اکرم ﷺ کے پاس آپ کا شیدائی مغیرہ بن شعبہؓ شیر کی طرح غضب کے ساتھ کھڑے تھے اور گارڈ کے فرائض انجام دے رہے تھے ہاتھ میں سونتی ہوئی تلوار تھی اور سر پر جنگی ٹوپی ''خود'' رکھی ہوئی تھی اس شیر نے تلوار کا قبضہ عروہ کے ہاتھ پر زور سے دے مارا اور کہا کہ ہاتھ دور رکھو اور پرے ہٹ کر ادب سے بات کر۔

عروہ نے پوچھا یہ کون ہے؟ تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ یہ تیرا بھتیجا مغیرہ بن شعبہ ہے عروہ نے کہا، اے غدار! ابھی ابھی تو میں نے تیری طرف سے دیت ادا کرکے تجھے چھڑالیا جبکہ تم نے ایک ناحق قتل کر کے پھر اسلام قبول کرلیا؟

عروہ: اے محمد (ﷺ) بتایئے آپ کے ارادے کیا ہیں؟

حضور اکرم ﷺ: ہم صرف عمرہ کرنے آئے ہیں عمرہ کر کے واپس چلے جائینگے ہم اس وقت لڑنے کے لیے نہیں آئے ہیں حضور ﷺ نے جو جواب بدیل بن ورقا کو دیا وہی جواب عروہ بن مسعود کو بھی دیا۔

ادھر عروہ نے دیکھا کہ صحابہ کرام حضور اکرم ﷺ کے احترام میں ایسے کھڑے ہیں کہ سب کی نگاہیں جھکی ہوئی ہیں حضور ﷺ کے وضو کا پانی زمین پر گرنے نہیں دیتے، منہ سے اگر آپ تھوک بھی پھینکتے ہیں تو اس پر بھی صحابہ لڑتے ہیں کہ کون اسے اپنے بدن پر ملے، آپ کے اشارہ آبرو پر سب کٹ مرنے کے لیے تیار ہیں گویہ کہ صحابہ نے عملاً عروہ کو بتادیا کہ جو لوگ اپنے رہنما کا اس قدر احترام کرتے ہیں وہ کبھی انکو تنہا چھوڑ کر نہیں بھاگ سکتے یہ تمہاری بھول ہے۔ عروہ بن مسعود اتحاد و اتفاق کا یہ منظر دیکھ کر قریش کے پاس واپس چلا گیا اور قریش سے کہا کہ یہ لوگ خالص عمرہ کے ارادے سے آئے ہیں اور صلح بھی چاہتے ہیں ان سے صلح کرلو میں نے ان میں جو اخلاص، اطاعت امیر، قربانی وایثار کا جذبہ دیکھا ہے یہ میں نے دنیا کے کسی بادشاہ کے ہاں نہیں دیکھا اگر تم ان سے لڑنا چاہو تو خدا کی قسم وہ لوگ جان کی بازی لگانے والے ہیں، قریش نے کہا تم بیوقوف آدمی ہو چپ کر خاموش ہو منہ بند رکھو ہم اس سال ان لوگوں کو عمرہ نہیں کرنے دینگے۔

چوتھا قاصد حلیس: پھر کفار قریش کی طرف سے مذاکرات کیلئے احابیش کا سردار حلیس بن

علقمہ قاصد بن کر آیا یہ شخص بیت اللہ کے زائرین، ہدایا کے جانور، کعبہ کی نذر و نیاز اور بیت اللہ کا بہت بڑا ادب کرنے والا تھا حضور ﷺ نے جب ان کو دیکھا تو صحابہ کرام ؓ سے فرمایا تلبیہ بلند آواز سے پڑھو، ہدایا کے اونٹوں کو ایک قطار میں کھڑا کر کے رکھو، حلیس نے جب یہ منظر دیکھا تو رونے لگا اور حضور ﷺ سے بات کئے بغیر قریش کے پاس چلا گیا اور کہا اے قریش! ہم نے تم سے معاہدہ اس لیے نہیں کیا تھا کہ تم بیت اللہ کے زائرین کو زیارت بیت اللہ سے روکو وہ لوگ صرف عمرہ کے لیے آئے ہیں انکے اونٹوں نے بھوک کی وجہ سے اپنے گلے کی رسیاں تک چبا کر کھالی اور اپنے لید تک کھانے پر مجبور ہو گئے ان لوگوں کو عمرہ کرنے دو ورنہ میں اپنی قوم کے ساتھ تم سے علیحدگی کا اعلان کر دونگا۔ قریش نے کہا یہ محمد (ﷺ) کی چال ہے تم گنوار اور جنگلی آدمی ہو جاؤ خاموش ہو کر بیٹھ جاؤ۔

بیعت رضوان

صلح کا تیسرا مرحلہ

حضرت خراشؓ: کفار قریش کو اپنی بات سمجھانے اور منوانے کے لیے رسول کریم ﷺ نے حضرت خراشؓ بن امیہ کو اپنے اونٹ پر سوار کر کے روانہ فرمایا کہ یہ قاصد قریش کو حضور ﷺ کا یہ پیغام پہنچا دے کہ ہم صرف عمرہ کے لیے آئے ہیں ہم احرام میں ہیں ہمارے ساتھ ہدایا کے جانور ہیں حضرت خراشؓ نے جا کر قریش کو پوری تفصیل بتا دی لیکن قریش نے قاصد پر حملہ کر دیا۔ حضرت خراشؓ کو تو بچا لیا گیا مگر حضور اکرم ﷺ کے اونٹ کو ان لوگوں نے مار ڈالا اور کوئی بات نہیں سنی، یہ کفار کا حال ہے۔

حضرت عثمانؓ بن عفان کا جانا: حضور اکرم ﷺ نے حضرت عمر فاروقؓ کو اس سفارت پر بھیجنا چاہا مگر عمر فاروقؓ نے فرمایا کہ یارسول اللہ! آپ کو معلوم ہے کہ قریش میرے ساتھ کس قدر دشمنی رکھتے ہیں اور میری دشمنی کا بھی ان کو اندازہ ہے اس لیے مناسب یہ ہوگا کہ ہم میں سب سے معزز شخص عثمانؓ بن عفان کو اس مشن پر بھیجا جائے مکہ میں انکے رشتہ دار بھی ہیں، حضور ﷺ نے اس رائے کو پسند فرمایا اور پھر حضرت عثمان بن عفانؓ کو یہ پیغام دے کر روانہ کیا کہ مکہ کے ضعفاء مسلمانوں کو خوشخبری سنا دو کہ بہت جلد مکہ مکرمہ دارالاسلام بن جائے گا اور قریش کو سمجھا دو کہ ہم صرف

عمرہ کرنے کے لیے آئے ہیں لڑنے کے لیے نہیں آئے ہیں ہمارے ساتھ ہدایا کے جانور ہیں ہم احرام میں ہیں بیت اللہ کا احترام و تعظیم چاہتے ہیں۔

حضرت عثمانؓ اپنے ایک رشتہ دار کی پناہ میں مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے اور اشراف قریش ابوسفیان وغیرہ سے گفتگو کی حضرت عثمانؓ نے اولاً فرمایا کہ اے قریش اسلام قبول کرلو یہ دین برحق ہے یہ غالب ہو کر رہے گا۔ اگر اسلام قبول نہیں کرتے ہو تو دوسری بات یہ مان لو کہ محمد ﷺ کو اپنے حال پر چھوڑ دو کہ باقی عرب ان سے لڑیں اگر وہ غالب آگئے تو تمہارا مطلب پورا ہو جائے گا اور اگر محمد ﷺ غالب آجائے تو تم کو اختیار ہوگا کہ انکے دین میں داخل ہو جاؤ یا ان سے لڑائی لڑو۔ اور تیسری بات یہ ہے کہ رسول ﷺ فرماتے ہیں کہ ہم اس وقت لڑنے کے لیے نہیں صرف عمرہ کیلئے آئے ہیں عمرہ کر کے اونٹ ذبح کر کے چلے جائیں گے قریش نے حضرت عثمان کی ایک نہ سنی بلکہ کہا کہ ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا مسلمان اس طرح مکہ میں کبھی داخل نہیں ہو سکتے۔

پھر حضرت عثمانؓ نے مکہ میں ضعفاء اور گرفتار مسلمانوں سے ملاقاتیں کیں اور انکو خوشخبری سنائی کہ مکہ عنقریب دارالاسلام بننے والا ہے اس پر وہ لوگ خوشی سے دھاڑیں مار مار کر روئے اور دعائیں دیں اور کہا کہ جس طرح خدا نے حضور اکرم ﷺ کو حدیبیہ تک لاکر پہنچایا ہے وہ انکو مکہ تک بھی لا سکتا ہے پھر سب نے حضور ﷺ کو سلام پیغام بھیجا، ادھر حدیبیہ میں مسلمانوں نے کہا عثمان تو خوش قسمت تھے اس نے بیت اللہ کا طواف کیا ہوگا حضور ﷺ نے فرمایا میرا خیال تو یہ ہے کہ عثمان میرے بغیر کبھی طواف نہیں کرے گا۔

چنانچہ ایسا ہی ہوا کفار قریش نے حضرت عثمانؓ سے کہا کہ آپ اطمینان سے طواف کریں مگر انہوں نے جواب دیا کہ میں ہرگز طواف نہیں کروں گا کیونکہ میرے آقا کو تم لوگوں نے روکے رکھا ہے وہ ادھر دشت و بیابان میں ہوگا اور میں طواف کروں گا یہ نہیں ہو سکتا اس کے بعد کفار قریش نے کچھ وقت کیلئے حضرت عثمانؓ کو کسی مصلحت کے تحت مکہ میں روکے رکھا جس سے حضرت عثمان کی واپسی میں دیر ہوگئی جس سے یہ افواہ پھیل گئی کہ حضرت عثمانؓ قتل کر دیئے گئے اس پر لشکرِ اسلام میں تشویش پیدا ہوئی اور رسول اللہ ﷺ نے ایک کیکر کے درخت کے نیچے بیٹھ کر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے

اس بات پر بیعت لینی شروع کر دی کہ جب تک جان میں جان ہے کافروں سے لڑیں گے، اور عثمانؓ کا بدلہ لیکر رہیں گے نہ ہٹیں گے نہ بھاگیں گے سب سے پہلے سنان بن ابی سنانؓ نے یہ کہہ کر بیعت کر لی کہ اے اللہ کے رسول! آپ کے دل کا جو ارادہ ہے میں اسی پر آپ سے بیعت کرتا ہوں چنانچہ ڈیڑھ ہزار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اسی مضمون پر حضور اکرم ﷺ کے دست مبارک پر ہاتھ رکھ کر بیعت کی، صرف جد بن قیس نے بیعت نہیں کی آخر میں حضور اکرم ﷺ نے اپنا بایاں ہاتھ دائیں ہاتھ پر رکھ کر فرمایا کہ یہ عثمان بیعت کر رہا ہے یہ عثمان کی بیعت ہے اس بیعت کو بیعت رضوان کہتے ہیں کیونکہ اس پر اللہ تعالیٰ نے رضامندی کا اظہار فرمایا اور سورت فتح میں اسکے متعلق آیتیں اتریں:

”لَقَدْ رَضِیَ اللّٰہُ عَنِ الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ یُبَایِعُوْنَکَ تَحْتَ الشَّجَرَۃِ فَعَلِمَ مَافِیْ قُلُوْبِھِمْ......الاٰیۃ“

یعنی اللہ تعالیٰ یقیناً ایمان والوں سے خوش ہوا جب وہ تجھ سے اس درخت کے نیچے بیعت کرنے لگے، پھر اللہ نے معلوم کیا جو انکے دل میں تھا پھر ان پر اطمینان اتارا اور انعام دیا ان کو ایک نزدیک فتح (یعنی فتح خیبر) اور بہت غنیمتیں دیں جن کو وہ لینگے۔ بیعت رضوان کا اسلام میں بہت بڑا مقام ہے جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس بیعت میں شریک ہوئے ہیں انکی بڑی شان ہے بعد میں معلوم ہوا کہ قتل عثمانؓ کی خبر محض افواہ تھی اور وہ زندہ تابندہ تھے۔

بہر حال اس بیعت سے کفار قریش پر عظیم رعب پڑا نیز انکے قریباً چالیس آدمی حدیبیہ میں گرفتار بھی ہو گئے تھے اسکی رہائی کو حضور ﷺ نے عثمان بن عفان اور دیگر دس گیارہ مسلمانوں کی رہائی سے مشروط فرمایا تب جا کر اہلِ مکہ نرم پڑ گئے اور صلح پر آمادہ ہو گئے۔

زور بازو آزما شکوہ نہ کر صیاد سے
آج تک کوئی قفس ٹوٹا نہیں فریاد سے

صلح حدیبیہ کی شرائط

صلح کا چوتھا مرحلہ

ان تمام سفارتی مذاکرات کے آخری مرحلہ میں قریش نے سہیل بن عمرو کو معاملہ سلجھانے کیلئے بھیجا جب حضور اکرم ﷺ نے سہیل کو دیکھا تو اپنے صحابہ سے فرمایا "لَقَدْ سَهُلَ لَكُمْ مِنْ اَمْرِكُمْ" اب تمھارا معاملہ کچھ نرم ہوگیا کیونکہ قریش نے سہیل کو بھیجا ہی اس غرض سے ہے کہ وہ اب صلح کرنا چاہتے ہیں حضرت اُم عمارہؓ فرماتی ہیں کہ اس وقت حضور اکرم ﷺ اطمینان کے ساتھ تشریف فرما تھے عباد بن بشر رضی اللہ عنہ اور سلمہ بن اسلمؓ دونوں اسلحہ میں غرق تھے اور حضور ﷺ کے پاس گارڈ کے فرائض انجام دینے کے لیے کھڑے تھے عام صحابہ حضور ﷺ کے پاس بیٹھے تھے سہیل بن عمرو بھی وہیں پر تھے اور زور زور سے باتیں کر رہے تھے کہ حضور ﷺ کے دونوں محافظوں نے سہیل سے کہا رسول اللہ ﷺ کے سامنے اپنی آواز کو پست رکھو اور ادب سے بات کرو۔ اب دونوں طرف سے بڑی بحث وتمحیص کے بعد جب صلح کے دفعات اور شرائط پر اتفاق ہوگیا تو صلح کی دستاویز لکھنے کیلئے حضرت علیؓ کو طرفین نے قبول کیا حضرت علیؓ نے سب سے پہلے لکھا "بسم اللہ الرحمن الرحیم" اس پر سہیل نے اعتراض کیا اور کہا " بسمک اللّٰھم " لکھو ہم "رحمن رحیم" کو نہیں جانتے چونکہ حضور اکرم ﷺ نے صلح کیلئے ہر اس بات کو قبول کرنے کا عہد کیا تھا جس میں کسی امر حرام کا ارتکاب نہ آتا ہو اس لیے حضور ﷺ نے فرمایا " بسمک اللّٰھم " لکھو پھر فرمایا "هٰذَا مَا قَاضٰی عَلَيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ" یعنی یہ عہد نامہ ہے جس پر محمد رسول اللہ ﷺ نے صلح کی ہے سہیل نے کہا اگر ہم آپ کو اللہ کا رسول مانتے تو پھر جھگڑا کس چیز کا تھا؟ لہٰذا "محمد بن عبداللہ" لکھا جائے، حضور ﷺ نے فرمایا خدا کی قسم میں اللہ کا رسول ہوں مگر تم میری تکذیب کرتے ہو ہاں میں محمد بن عبداللہ بھی ہوں، اے علی لفظ رسول اللہ مٹا دو، حضرت علیؓ نے صاف انکار کیا اور فرمایا کہ آپ کے نام سے میں رسول اللہ کا لفظ نہیں مٹا سکتا حضور ﷺ نے فرمایا مجھے دکھا دو تا کہ میں خود مٹا دوں چنانچہ آپ ﷺ نے اس لفظ پر قلم پھیر دیا لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے ابدی کلام قرآن عظیم میں سورۂ محمد اور سورۂ فتح اور سورۂ حجرات میں تقریباً نو دفعہ نو مقامات پر حضور ﷺ کے نام کے ساتھ رسول اللہ کا لفظ لگا دیا اور اشارہ فرما دیا کہ تم

اپنے کاغذ سے اس لفظ کو تو مٹا سکتے ہو مگر لوح محفوظ اور کلام اللہ سے اسکو کون مٹا سکتا ہے؟

صلح کی شرائط مندرجہ ذیل چھ دفعات پر مشتمل تھیں

① دس سال تک آپس کی لڑائی موقوف رہے گی۔

② قریش کا کوئی فرد اگر مکہ سے مدینہ چلا جائے تو مسلمانوں پر ان کا لوٹانا لازم ہوگا، اگر چہ مسلمان ہو کر گیا ہو۔

③ جو شخص مدینہ منورہ کے مسلمانوں میں سے مکہ چلا جائے تو کفار قریش انکو واپس نہیں کریں گے۔

④ اس مدت میں کوئی بھی ایک دوسرے سے خیانت نہیں کرے گا اور نہ ایک دوسرے کے خلاف ہتھیار اٹھائیگا۔

⑤ اس سال مسلمان بغیر عمرہ کئے واپس جائیں گے اور آیندہ سال صرف تین دن مکہ میں رہ کر عمرہ کر کے واپس جائیں گے نیام میں بند تلواروں کے سوا کوئی ہتھیار ساتھ نہیں لائیں گے۔

⑥ مختلف قبائل کو اختیار ہوگا کہ وہ جس کے معاہدے میں شامل ہونا چاہیں شامل ہو جائیں گے۔

اسی آخری دفعہ کے تحت بنو خزاعہ مسلمانوں کے معاہدے میں شریک ہو گئے اور بنو بکر قریش کے ساتھ شامل ہو گئے اور پھر بنو بکر نے بنو خزاعہ پر ناگہانی حملہ کر کے شب خون مارا جس کی وجہ سے پورا معاہدہ معطل ہو گیا اور حضور اکرم ﷺ نے اہل مکہ پر حملہ کر کے آٹھ ہجری کو مکہ فتح کر لیا جس کی تفصیل انشاء اللہ آگے آنے والی ہے۔

اس صلح میں ہر لحاظ سے مسلمان دبائے گئے تھے اس طرح دب کر صلح کرنے سے مسلمان بہت بے چین تھے لیکن حضور اکرم ﷺ اسکو قبول فرما چکے تھے اسلئے سب نے خاموشی اختیار کی تاہم عمر فاروقؓ نے اپنی بے چینی کا اظہار حضور اکرم ﷺ کے سامنے اس طرح کیا، اے اللہ کے رسول! کیا ہم حق پر نہیں؟ کیا ہم مسلمان نہیں کیا آپ اللہ کے رسول نہیں اگر یہ سب کچھ ہے تو اس طرح دب کر صلح ہم کس طرح قبول کر سکتے ہیں؟

حضور ﷺ نے فرمایا: ”میں اللہ کا رسول ہوں، میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی تو نہیں کرتا ہوں، میرا رب مجھے ضائع نہیں کرے گا۔“ اس کے بعد عمر فاروقؓ نے جا کر صدیق اکبرؓ سے یہی سوالات کئے صدیق

اکبرؓ نے فرمایا کہ اے عمر! خاموش ہو جا میں گواہی دیتا ہوں کہ حضور ﷺ اللہ کے رسول ہیں اور حق بات وہی ہے جس کا حضور کو حکم ہوا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی مخالفت نہیں کرتا اور نہ اللہ تعالیٰ انکو ضائع کرے گا۔ عمر فاروقؓ کا بیان ہے صلح حدیبیہ کے موقع پر میرے دل میں ایک سخت وسوسہ آ گیا تھا کہ یہ کس طرح کا فیصلہ اور صلح ہے میرے ساتھ اگر اس وقت سو آدمی بھی ہو جاتے تو ہم کھل کر الگ ہو جاتے میں نے اس جسارت اور جلد بازی پر اللہ تعالیٰ سے مغفرت مانگ لی ہے میں نے کئی روزے اور نمازیں اس غرض سے ادا کی ہیں کہ اللہ میری اس حرکت کو معاف کر دے اور میں نے اس سلسلہ میں کئی غلاموں کو آزاد کیا حقیقت تو یہ ہے کہ یہ صلح ایک عظیم فتح تھی لیکن ہماری سمجھ سے بالاتر تھی لہذا ہر آدمی کو چاہئے وہ اپنی رائے پر بڑوں کے مقابلے میں نہ ڈٹا کریں بلکہ اپنی رائے سے دستکش ہو جائے۔ حضرت ابوبکرؓ فرماتے تھے کہ اسلام میں صلح حدیبیہ سے بڑھ کر کوئی فتح نہیں ہے مگر لوگوں کی سمجھ میں اس وقت بات نہیں آ رہی تھی لوگ تو جلد بازی کرتے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ جلد باز نہیں خدا کی قسم میں نے حجۃ الوداع کے موقع پر سہیل بن عمرو کو دیکھا جو حضور ﷺ کے پاس منیٰ میں کھڑے تھے حضور ﷺ قربانی کے اونٹ ذبح فرما رہے تھے سہیل بن عمرو اونٹوں کو لیکر قریب لا کر پیش کر رہے تھے۔ جب حضور ﷺ نے حلق کیا تو میں دیکھ رہا تھا کہ سہیل بن عمرو حضور ﷺ کے سر کے بالوں کو چن چن کر آنکھوں پر رکھ رہے تھے ایک منظر یہ تھا اور ایک وہ وقت تھا کہ سہیل بن عمرو حدیبیہ کے موقع پر محمد ﷺ کے ساتھ رسول اللہ لکھنے کے لیے تیار نہیں تھا۔

صلح حدیبیہ مجاہدین کے لئے عبرت

صلح حدیبیہ اور اسکی شرائط اور دب کر اس طرح صلح کو قبول کرنے میں مجاہدین کے لیے بڑی تعلیمات ہیں بلکہ اس میں مجاہدین کے لیے ایک قسم کی ٹریننگ ہیں۔ کہ نظم وضبط، اطاعت امیر، ڈسپلن کے تحت رہ کر اپنے تمام جذبات اور رجحانات کو قربان کرنا جنگ اور جہاد کا ایک حصہ ہے اسلام نے جہاں اپنے مجاہدین کو فاتحین کی حیثیت سے جانچا ہے تو وہیں پر اسلام نے اپنے مجاہدین کو مفتوحین کی حیثیت سے بھی پرکھا ہے اور اسلام نے جہاں اپنے مجاہدین کو شاہین صفت، پیکر شجاعت وبسالت اور جذبہ ایمانی میں سرشار ہو کر طاغوتی طاقت پر قہر جبار اور اشداء علی الکفار کی

حیثیت سے آزمایا ہے ویسے ہی اسلام نے اسکو نظم وضبط، حوصلہ ومتانت، عفو وشرافت، نمونہ اطاعت، برداشت کی طاقت اور رحمـــاء بینھم آپس کی اخوت کی کسوٹی پر بھی پرکھا ہے تا کہ ہر میدان میں ہر گرم نرم، موافق ناموافق حالات کا مقابلہ ایک مجاہد بحسن وخوبی کر سکے۔

مجاہدین کی صفت یہ نہیں کہ اپنی بہادری پر اترا کر دوسروں کو ذلیل سمجھنے لگے یا اپنے کارناموں پر مغرور ہو کر دوسروں سے بات تک گوارہ نہ کرے یا اپنی بہادری اور کارناموں کی وجہ سے وہ خود سر ہو جائے اور پھر مجموعہ شر بن جائے ہم نے بزرگوں سے سنا ہے اور تجربہ بھی ہے کہ جس شاخ میں پھل نہیں ہوتا وہ اوپر کی طرف جاتی ہے وہ جھکنا جانتی ہی نہیں لیکن جو شاخ پھلوں سے مالا مال ہو وہ زمین کی طرف جھکتی رہتی ہے مجاہدین کی یہ صفت ہے کہ وہ اگر امیر ہے تو بھی وہ جہاد کا خادم ہے وہ اگر کارکن ہے تب بھی جہاد کا خادم ہے اس میدان میں امیر اور مامور دونوں جہاد کیلئے ہیں خود بھی کفر سے لڑ رہا ہے اور دوسروں کو بھی لڑا رہا ہے یہاں کے عہدے طاؤس ورباب کے لئے نہیں بلکہ یہ عہدے شمشیر وسنان کے نظم وضبط کیلئے ہیں۔ میں نہایت ادب سے مجاہدین سے گزارش کرتا ہوں کہ عام حضرات جہاد کے میدان میں عہدہ کیوں چاہتے ہیں؟ اگر آپ اس لئے عہدہ چاہتے ہیں کہ میں بہتر سے بہتر جہاد کر سکوں تو اس کے لئے تو عہدہ انتہائی مضر ہے اسکے لئے تو سپاہی اور کارکن بن کر میدان میں کودنا پڑتا ہے اور اگر آپ عہدہ اس لئے چاہتے ہیں کہ لوگ کہیں واہ واہ کیسا شہزادہ امیر ہے تو خوب سن لے کہ دنیا کی یہ شہرت آخرت کی دوزخ ہے اور اگر آپ اس لئے عہدہ چاہتے ہیں کہ مسلمان کے وقف کردہ اور عطیہ کردہ اموال وصدقات میں سے آپ آسانی سے کھالیں گے تو یاد رکھیئے خیانت ہر جگہ بری ہے لیکن راہ جہاد میں مالی خیانت سے بڑھ کر گناہ کفر وشرک ہی ہو سکتا ہے اور یاد رکھیئے جو کچھ ہیرا پھیری اس میدان کے اموال میں کرو گے قیامت کے روز تمام خلائق کے سامنے خیانت کے اس مال کو اٹھا کر لاؤ گے اور رسوا ہو جاؤ گے۔

مشکوۃ شریف ص: ۳۴۹ کی ایک حدیث میں ہے کہ جو لوگ اللہ کے مال غنیمت میں بے جا تصرف کرتے ہیں ان لوگوں کے لئے قیامت کے روز جہنم کی آگ ہوگی ایک اور حدیث میں آیا ہے کہ حضور ﷺ کے سامان پر سفر جہاد میں ایک شخص مقرر تھا جس کا نام ''کرکرہ'' تھا اس کا انتقال ہو گیا تو

حضور ﷺ نے فرمایا کہ وہ دوزخ میں چلا گیا لوگوں نے جا کر دیکھا تو اس شخص نے مال غنیمت سے ایک چادر چرالی تھی۔

ایک اور حدیث میں ہے کہ حضور ﷺ کا ایک غلام تھا اس کو میدان جہاد میں ایک تیر لگا لوگوں نے کہا مبارک ہو جنت مبارک ہو، حضور ﷺ نے فرمایا خدا کی قسم خیبر کے مال غنیمت کی تقسیم سے قبل اس نے ایک چادر لی تھی وہ آگ بن کر اس پر بھڑک رہی ہے لوگوں نے جب یہ سنا تو ایک شخص نے جا کر ایک یا دو چمڑے کے تسمے لا کر حضور کے سامنے رکھ دیئے حضور ﷺ نے فرمایا (اگر واپس نہ کرتے) تو یہ تسمے آگ بن کر اس کو جلا دیتے ان احادیث کا تعلق اگرچہ مالِ غنیمت کی خیانت سے ہے۔ لیکن اس کا حکم عام ہے چاہے مالِ غنیمت میں خیانت ہو چاہے مجاہدین کے چندے میں خیانت ہو یا بے جا تصرف ہو سب کیلئے وعید ہے فتاویٰ رشیدیہ میں حضرت گنگوہیؒ نے لکھا ہے کہ ایک پیسہ کی وجہ سے سات سو قبول شدہ نمازیں لے لی جائیں گی یہ اور اس قسم کی وعیدات کے بعد بھی اگر کوئی شخص اس غرض سے کسی عہدے تک پہنچنے کی کوشش کرتا ہے تو وہ مجاہد نہیں بلکہ بڑا بد بخت انسان ہے۔ پھر عرض کرتا ہوں اے مجاہدین اسلام! آپ کو عہدوں کی لالچ کیوں ہے؟ اے مجاہدو! آپ ایک دوسرے کی ٹانگیں کیوں کھینچتے ہو؟ اے مجاہدو! آپ اپنے آپ کو حُبِّ جاہ سے پیچھے کیوں نہیں رکھتے ہو؟ اے مجاہدو! آپ اتحاد واتفاق کے علم بردار کیوں نہیں بنتے ہو؟ آپ اپنے جذبات پر قابو پا کر ہر ناخوشگوار واقعہ کے وقت اپنے مسلمان بھائی کیلئے شفیق و رحیم کیوں نہیں بنتے ہو؟ یقیناً آپ میں اکثر تو اچھے ہونگے لیکن یہ تھوڑے بھی اس نامناسب صفات کے ساتھ متصف کیوں ہیں؟ آپ کا میدان باتوں کا میدان تو نہیں ہے بلکہ یہ قربانی اور جان کی بازی لگانے کا میدان ہے، اس کے معیار کو اتنا بلند ہونا چاہیئے کہ دشمن بھی کہے ہاں بڑے متقی اور پرہیز گار ہیں بات کے پکے اور وفادار ہیں نہ ان میں کوئی شرارت ہے اور نہ کوئی عذر ہے اے مجاہدو! صلح حدیبیہ کو بار بار پڑھو اور تمام جذبات قربان کر کے میدان کارزار میں آگے بڑھو اور چند لمحوں کے بعد ابو جندلؓ پیکر عہد وفا کے کچھ حالات پڑھو۔

پابند سلاسل حضرت ابو جندل رضی اللہ عنہ

صلح کا پانچواں مرحلہ

سکھایا ہے ہمیں اے دوست طیبہ کے والیؐ نے
کہ بوجہلوں سے ٹکرا کر ابھرنا عین ایمان ہے
جہاں باطل مقابل ہو وہاں نوک سنان سے بھی
برائے دین اسلام رقص کرنا عین ایمان ہے
زندگی کیفی اسی حسن عمل کا نام ہے
کفر کو نابود حق کو جاوداں کرتے چلو

صلح حدیبیہ کی دفعات اور شرائط لکھے جا چکے تھے لیکن ابھی تک طرفین کے دستخط باقی تھے کہ اتنے میں سہیل بن عمرو کا بیٹا ابو جندلؓ بیڑیوں میں لنگڑاتا ہوا آ گیا زنجیروں میں جکڑا ہوا دین اسلام کا یہ سپاہی نعرہ تکبیر بلند کرتے ہوئے جب حدیبیہ پہنچے تو اس کے والد سہیل نے صلح نامہ سے ہاتھ کھینچ لیا اور کہا ابو جندلؓ کو پہلے واپس بھیج دو ورنہ صلح منسوخ ہے حضور اکرم ﷺ نے ان سے پہلے فرمایا کہ ابھی صلح مکمل ہوئی بھی نہیں یہ شخص تو صلح سے پہلے آیا ہے لیکن سہیل نے نہیں مانا پھر حضور اکرم ﷺ نے سہیل سے ذاتی درخواست کی کہ ابو جندلؓ کو ہمارے پاس رہنے دو مگر اس نے انکار کیا چونکہ حضور ﷺ ہر حال میں صلح کرنا چاہتے تھے اس لئے آپ نے ابو جندل رضی اللہ عنہ کو واپس کرنے کا حکم دیدیا سہیل نے اٹھ کر اپنے قیدی بیٹے کو ایک کانٹے دار شاخ سے چہرے پر مارا اور پھر گریبان سے پکڑ کر گھسیٹنے لگا تو ابو جندلؓ نے مسلمانوں کو آواز دے کر اس طرح فریاد کی اے مسلمانو! میں جن مصائب اور مظالم سے بمشکل چھوٹ کر قید کفار سے بھاگ کر آیا تھا کیا آپ لوگ مجھے پھر مشکلات اور مصائب میں بھیجنا چاہتے ہو یہ کفار مجھے پھر کفر کی طرف لوٹا دیں گے اور میں ہلاک ہو جاؤں گا۔

مسلمانوں نے جب یہ فریاد سنی تو رونے لگے لیکن حضور اکرم ﷺ نے فرمایا اے ابو جندل صبر کرو اللہ تعالیٰ تمہارے لیے کوئی راستہ نکال دیگا پھر قریش کے لوگوں نے ابو جندلؓ کو اپنے قبضے میں لے لیا اور سہیل کو انکے مارنے سے روک لیا جب یہ لوگ مکہ واپس جا رہے تھے تو عمر فاروقؓ نے ابو جندلؓ

کے قریب آ کر تلوار قریب کر دی اور فرمایا اے ابوجندل یہ لوگ مشرک اور کافر ہیں انکا خون کتے کی طرح رائیگاں ہے یہ تلوار لو اور اپنے باپ کو قتل کر دو، ابوجندل کی سمجھ میں یہ بات نہ آئی اور کفار قریش انہیں مکہ واپس لے گئے اس کے بعد معاہدے پر طرفین کے دستخط ہو گئے۔ عمر فاروقؓ اور ابو بکر صدیقؓ نے بطور گواہ دستخط کئے ایک پرچہ حضور ﷺ کے پاس رہا اور ایک پرچہ سہیل نے لے لیا دو دن قیام کے بعد تمام مسلمانوں نے احرام کھولدیئے ہدایا کے جانور ذبح کئے اور عمرہ کئے بغیر مدینہ منورہ واپس چلے گئے بعض حضرات نے حضور ﷺ سے سوال بھی کیا کہ اے اللہ کے رسول آپ کے خواب میں تو دخول حرم عمرہ اور حلق وغیرہ دکھائے گئے تھے ہم تو عمرہ نہ کر سکے حضور ﷺ نے فرمایا میں نے یہ تو نہیں کہا تھا کہ اسی سال عمرہ ہوگا چنانچہ اس کے بعد دوسرے سال جب عمرہ القضاء میں حضور ﷺ نے سر منڈایا تو عمر فاروقؓ سے فرمانے لگے اے عمر یہ حلق ہے جس کا میں نے تم سے وعدہ کیا تھا پھر فتح مکہ کے دن جب حضور ﷺ نے بیت اللہ میں فاتحانہ انداز سے داخل ہو کر چابیاں ہاتھ میں لے لیں تو فرمایا اے عمر! یہ مسجد حرام میں داخل ہونا ہے جس کا میں نے تمہارے ساتھ وعدہ کیا تھا۔

پھر جب حجۃ الوداع کے موقع پر حضور ﷺ نے وقوف عرفہ کیا تو فرمایا اے عمر! یہ وقوف عرفات ہے جس کا میں نے تم سے وعدہ کیا تھا، مسلمانوں نے جواب دیا کہ حضور اکرم ﷺ بہتر سمجھتے ہیں ہم نا سمجھ تھے اللہ اور اس کے رسول نے سچ فرمایا۔

محترم قارئین! یہ تھے چند واقعات وحالات جو میں نے نہایت اختصار کے ساتھ آپ کے سامنے رکھ دیئے۔

حضور اکرم ﷺ اور مسلمانوں نے اس معاہدہ کی سختی سے پابندی کی تا کہ کفار کو یہ کہنے کا موقع نہ ملے کہ مسلمان وعدہ خلافی کرتے ہیں چنانچہ اس صلح کے چند روز بعد مکہ مکرمہ سے ایک مسلمان قیدی ابو بصیرؓ بھاگ کر مدینہ منورہ تشریف لائے ابھی وہ مدینہ میں آرام بھی نہ کر پائے تھے کہ کفار کے دو آدمی قاصد بن کر خط لائے حضرت ابو بصیرؓ کو شرط نمبر ۲ کے مطابق واپس کرنے کا مطالبہ کیا حضور ﷺ نے ابو بصیرؓ کو صبر کی تلقین کی اور واپس جانے کا حکم دے دیا حضرت ابو بصیرؓ روتے روتے فریاد کرتے کرتے واپس چلے گئے لیکن ذوالحلیفہ پہنچ کر آپؓ نے دو آدمیوں میں سے ایک کو تو قتل کر دیا دوسرا ڈر

کر پھر مدینہ بھاگا اور حضور ﷺ سے کہا کہ ابو بصیرؓ نے میرے ساتھی کو قتل کر دیا اور مجھے بھی مارنے کے لیے پیچھے آرہا ہے اتنے میں ابو بصیرؓ تشریف لائے حضور ﷺ نے جب اسے دیکھا تو فرمایا ''زبردست لڑائی بھڑکانے والا شخص ہے اگر کچھ لوگ انکے ساتھ ہوتے'' ابو بصیرؓ نے کہا کہ اب میں اپنی ذمہ داری پر یہاں آیا ہوں آپ نے اپنی ذمہ داری پوری کر دی ہے کہ مجھے واپس بھیج دیا لیکن مجھے اللہ نے رہائی عطاء کی حضور ﷺ خاموش تھے جس سے ابو بصیرؓ کو اندازہ ہو گیا کہ مجھے مدینہ سے باہر کسی جگہ ''معسکر'' بنا کر رہنا چاہیے چنانچہ حضرت ابو بصیرؓ نے جا کر ساحل سمندر کے اس مقام پر پڑاؤ ڈالا جہاں سے قریش کے تجارتی قافلے آیا جایا کرتے تھے ''معسکر'' سے مکہ کے ضعیف اور کمزور مسلمانوں کے لیے ایک راستہ کھل گیا کہ مکہ سے بھاگ کر بجائے مدینہ کے یہاں آکر ٹھہر جائیں چنانچہ کچھ عرصہ بعد اس معسکر میں ۷۰ کے قریب صحابہ کرامؓ اکھٹے ہو گئے حضرت ابو جندلؓ بھی یہاں پہنچے اور امیر ابو بصیرؓ کے ماتحت با قاعدہ چھاپہ مار جنگ شروع ہو گئی اور قریش کے کئی قافلے تاخت و تاراج کر دیئے گئے۔ اب قریش مکہ کے لیے ساحل سمندر پر ابو بصیر کا معسکر دردسر بن گیا، مجبور ہو کر قریش نے حضور اکرم ﷺ کے نام ایک درخواست بھیج دی کہ خدا کے لیے ابو بصیر کو مدینہ بلا لیں حضور اکرم ﷺ نے ایک خط ابو بصیرؓ کے نام لکھا کہ سب مدینہ آجاؤ لیکن جس وقت یہ خط پہنچا تو حضرت ابو بصیرؓ حالت نزع میں سفرِ آخرت پر جا رہے تھے آنکھیں کھول کر خط کو دیکھا پڑھنے سے پہلے خط کو سینے پر رکھا اور روح پرواز کر گئی۔

''رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ ذٰلِکَ لِمَنْ خَشِیَ رَبَّهٗ''

صلح حدیبیہ کو قرآن کریم نے فتح مبین قرار دیا ہے کیونکہ اس عظیم جذبہ اطاعت سے قیامت تک تمام فتوحات کا دروازہ کھل گیا حضور اکرم ﷺ اور مسلمانوں کو تمام کفار نے صلح کے دوران قریب سے دیکھا جس سے اشاعت اسلام کا راستہ کھل گیا حضور اکرم ﷺ نے بادشاہان دنیا قیصر روم، کسریٰ فارس اور مقوقس مصر وغیرہ کو اسلام کی دعوت کے خطوط ارسال فرمائے نیز یہ صلح فتح مکہ کے لیے پیش خیمہ ثابت ہوا۔

مقام خیبر

علامہ یاقوت حمویؒ معجم البلدان، ج:۲، ص:۴۰۹ پر لفظ خیبر کے متعلق اس طرح لکھتے ہیں، خیبر کا تذکرہ حضور اکرم ﷺ کے غزوات کے ضمن میں آیا ہے مدینہ منورہ سے جو شخص شام کی طرف جاتا ہے راستے میں آٹھ برید (۹۶ میل) کے فاصلے پر (شمال مشرق میں) خیبر واقع ہے خیبر کا لفظ وہاں کے ایک ولایت پر بولا جاتا ہے یہ ولایت سات قلعوں، کھجوروں کے باغات اور کھیتوں پر مشتمل ہے۔

ان قلعوں کے نام یہ ہیں: ① حصن ناعم ② حصن قموص ③ حصن شق ④ حصن نطاۃ ⑤ حصن سلالم ⑥ حصن وطیح ⑦ حصن کتیبہ۔

یہودی زبان میں خیبر حصن اور قلعہ کے معنی پر آتا ہے چونکہ اس علاقہ میں سارے قلعے واقع ہیں لہٰذا اس کو خیبر کے نام سے یاد کیا گیا حضور ﷺ نے ان تمام علاقوں کو سات ہجری میں فتح کیا تھا تقریباً ایک ماہ تک حضور ﷺ نے وہاں کارروائی کی پھر وہاں کے یہود نے شکست کے بعد مصالحت کی درخواست کی اور کہا کہ صرف ہماری جان بخشی ہو جائے زمین، سونا چاندی، کھیت اور باغات سب مسلمانوں کا ہو۔ ہمیں صرف پہننے کے کپڑے مل جائیں یہود خیبر نے اپنی درخواست میں یہ بھی لکھا کہ ہم یہاں کی زمینوں اور باغات کی آبادی میں مہارت رکھتے ہیں اس لئے ہمیں ہماری زمینوں پر بطور بٹائی، اور مزارعت کے برقرار رکھا جائے ہم کسی چیز کو نہیں چھپائیں گے۔

حضور ﷺ نے انکو مزارعت پر برقرار رکھا کہ غلہ آدھا تمہارا آدھا مسلمانوں کا ہوگا اور جب تک اللہ چاہے گا تم یہیں پر رہو اسکے بعد عہد فاروقی میں خیبر کے یہود میں بدمعاشی بڑھ گئی اور فساد زنا عام ہو گیا تو عمر فاروقؓ نے انکو خیبر سے نکال باہر کیا اور وہاں کی زمین مسلمانوں میں تقسیم کروادی۔

جنگ خیبر کے اسباب

① غزوۂ خیبر کے اسباب میں سب سے پہلا سبب تو نفسِ جہاد اور اعلاءِ کلمۃ اللہ ہے جہاد اسلام میں فرض ہے چاہے فرض کفایہ ہو یا فرض عین ہو اور اس کے لیے اصل علت اور سبب کفر کا وجود ہے جہاں کفر غالب ہوگا وہاں جہاد ہوگا تاکہ کفر اور شرک کا فساد اور فتنہ انگیزی ختم ہو جائے چونکہ مدینہ

منورہ کے پہلو میں کفر کے سرغنے اور فسادی یہودی آباد تھے اسلیئے انکے خلاف اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کی طرف سے جہاد کا حکم ہوا معلوم ہوا کہ جہاد اقدامی بھی فرض ہے اور جہاد دفاعی بھی فرض ہے اس سے ان لوگوں کا نظریہ باطل ٹھہرتا ہے جن کا خیال ہے کہ اسلام میں صرف دفاعی جہاد نظریہ ضرورت کے تحت ہوتا ہے جبکہ اقدامی جہاد کی کوئی گنجائش نہیں۔

② غزوہ خیبر کا دوسرا سبب یہ تھا کہ جنگ خندق میں خیبر ہی کے یہود نے بڑھ چڑھ کر کفار قریش کو مدینہ منورہ پر لا ڈالا اور مسلمانوں کو صفحہ ہستی سے ختم کرنے کا بھرپور منصوبہ بنایا جسے اللہ تعالیٰ نے ناکام بنا دیا اس کے بعد بھی یہود ہر وقت اسلام اور مسلمانوں کے خلاف سازشوں میں مصروف رہتے تھے لہذا یہ بات دور اندیشی کے خلاف تھی کہ مدینہ منورہ جو اسلامی ریاست کا دارالخلافہ تھا اس کے پہلو میں ایسے سازشی عناصر موجود ہوں اس لئے ان پر چڑھائی کی گئی۔

③ صلح حدیبیہ میں مسلمانوں نے اپنے تمام تر جذبات کو اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کے حکم پر قربان کیا، دب کر صلح قبول کی اور کڑی آزمائش اور مشکل امتحان میں سو نمبر حاصل کر کے پاس ہوئے اس پر اللہ تعالیٰ نے انہیں انعام سے نوازا اور بطورِ انعام فتح خیبر کی بشارت دیدی اور اموال وغنائم کا وعدہ فرمایا جنگِ خیبر اسی انعامی وعدہ کی تکمیل تھی۔

جنگ خیبر محرم الحرام ۷ھ میں ہوئی

جنگ کا پہلا مرحلہ

صلح حدیبیہ سے واپس ہو کر آنحضرت ﷺ نے ذوالحجہ اور محرم کا کچھ حصہ مدینہ منورہ میں گذرا اور پھر محرم الحرام ۷ھ کے اواخر میں آپ کو رب العزت کی طرف سے حکم ملا کہ خیبر کے غدار یہود پر چڑھائی کرو لیکن اس غزوہ میں صرف وہی صحابہ شریک ہوں جو صلح حدیبیہ میں ساتھ تھے انکے علاوہ کسی کو شرکت کی اجازت نہیں، صلح حدیبیہ میں جاتے وقت حضور اکرم ﷺ نے مدینہ کے اطراف کے لوگوں کو عمرہ پر جانے کی دعوت دی تھی کہ مبادا لڑائی کی صورت پیدا ہو تو ہمارے افراد کافی ہونگے لیکن اطراف مدینہ کے گنواروں میں نے عذریں اور حیلے بہانے بنا کر جانے سے انکار کر دیا ان لوگوں کا خیال تھا کہ مکہ میں جا کر کفارِ قریش سب کو قتل کر دیں گے اور یہ لوگ زندہ سلامت کبھی واپس

نہیں آئیںگے اس لئے خود اس میں شریک نہیں ہوئے جب حضور ﷺ اور صحابہ کرامؓ صحیح سالم واپس آگئے اور خیبر کی جنگ کا اعلان ہو گیا تو ان لوگوں نے بھی جانے کی درخواست کی اس وقت انکا خیال تھا کہ خیبر بڑا زرخیز علاقہ ہے اور وہاں بڑی دولت پڑی ہے لہذا مالِ غنیمت ہاتھ لگ جائے گا لڑائی کا زیادہ خطرہ نہیں، مگر اللہ تعالیٰ نے انکو جانے سے روک دیا ان لوگوں نے کہا کہ ہمارے ساتھ حسد کیا جا رہا ہے کہ ان کو مالِ غنیمت سے کچھ ہاتھ نہ لگے اللہ تعالیٰ نے فرمایا شوقِ جہاد پورا کرنے کے لئے تم کو ایک اور جنگ میں ایک جنگجو قوم کے مقابلہ کیلئے بلایا جائے گا پھر دیکھا جائے گا تم کو کتنا شوق ہے بہر حال مدینہ کے اطراف میں منافق قسم کے مسلمانوں کو خیبر کے جہاد میں جانے کی اجازت نہیں ملی ادھر مدینہ کے یہود کو جب اس کا علم ہوا کہ مسلمان خیبر پر چڑھائی کرنے والے ہیں تو انہوں نے دو باتوں پر زور دیا ایک تو یہ کہ جو مسلمان یہود میں سے کسی کا مقروض تھا اس یہودی نے مسلمان کو جانے سے روکنا چاہا اور اپنے مدیون سے چپکنے لگا کہ میرا قرضہ ادا کر دو چنانچہ ایک قصہ تو ابو شحم یہودی اور عبداللہ بن حدرد صحابیؓ کا پیش آیا صحابی نے کہا کچھ صبر کرو خیبر میں اگر اللہ تعالیٰ نے ہمیں کچھ مال عطا کیا تو میں تیرا قرض ادا کر دوں گا یہودی نے کہا تیرا یہ خیال ہے کہ خیبر میں کسی گنوار کمزور سے مقابلہ ہوگا تورات کی قسم وہاں دس ہزار مسلح لڑنے والے موجود ہیں صحابی نے فرمایا اے اللہ کے دشمن! میں ضرور حضور ﷺ کے سامنے تیری شکایت کروں گا۔ چنانچہ صحابیؓ نے سارا قصہ حضور ﷺ کے سامنے رکھ دیا اس پر یہودی نے کہا یہ شخص مجھ پر ظلم کرتا ہے میرا قرض نہیں دیتا حضور ﷺ نے صحابی کو حکم دیدیا کہ اس کا قرضہ ادا کر دو صحابی فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے جسم کے دو کپڑوں میں سے ایک کو فروخت کر دیا اور عمامہ سے جسم کو ڈھانک لیا پھر ایک دوسرے مجاہد نے مجھے کپڑا دیدیا میں اس غزوہ میں چلا گیا اللہ نے مجھے مالِ غنیمت عطا کیا اور میرے حصے میں اسی ابو شحم یہودی کی ایک رشتہ دار عورت لونڈی بن کر آئی میں نے اس عورت کو ابو شحم پر کافی مال کے بدلے فروخت کر دیا اس قسم کے دیگر واقعات بھی ہوئے لیکن جہاد مقدس کا راستہ کوئی نہ روک سکا۔ یہود نے دوسرا اس بات پر زور دیا کہ مسلمانوں کے خلاف جتنا منفی پروپیگنڈہ ہو سکتا ہے وہ کیا جائے چنانچہ مدینہ منورہ میں اس کا خوب چرچا کیا گیا کہ خیبر کے یہود سے یہ مسلمان کہاں مقابلہ کر سکیں

گے، مارے جائیں گے شکست کھائیں گے۔

ادھر خیبر کے یہود نے بھی اس پروپیگنڈہ میں حصہ لیا اور ہر صبح وشام وہ اس خیال میں رہے کہ ہم دس ہزار اسلحہ بردار لڑنے والے زرہ پوش یہاں موجود ہیں کیا محمد (ﷺ) ہم سے لڑنے کے لئے آئیگا؟ یہ ہرگز نہیں ہوسکتا منافقین اور یہودیہی چہ میگوئیاں اور قیاس آرائیاں کرتے رہے مگر اللہ تعالیٰ نے خیبر کو مسلمانوں کے ہاتھ میں دیدیا۔

زندگی کیفی اسی حسن عمل کا نام ہے
کفر کو نابود حق کو جاوداں کرتے چلو

مدینہ منورہ سے لشکرِ اسلام کی روانگی

جنگ کا دوسرا مرحلہ

حدیبیہ میں شامل ڈیڑھ ہزار صحابہ کرام ؓ کو حضور اکرم ﷺ مدینہ منورہ سے لیکر خیبر کی طرف جانے لگے حضرت صباع بن عرفطہؓ کو آپ نے مدینہ پر اپنا خلیفہ مقرر کیا، لشکرِ اسلام میں تقریباً بیس خواتین تھیں راستے کے رہنمائی کیلئے حضور اکرم ﷺ نے دو رہبر حضرت حسیل اور حضرت عبداللہ بن نعیم کو ساتھ لیا چنانچہ لشکرِ اسلام مدینہ سے براستہ **ثنیۃ الوداع** پھر **زغابہ نقمی** پھر **مستناک** اور پھر **کبس الوطیح** سے ہوتے ہوئے مقام صہباء میں جا اترا یہاں پر حضور ﷺ نے لشکرِ اسلام کے ساتھ ستو کھائے اور پھر عصر کی نماز ادا کی پھر مغرب اور عشاء کی نماز یہیں پر پڑھائی اور پھر اپنے رہبر حسیل کو بلا کر فرمایا کہ ہمیں ان دروں میں لیجا کر ایسی جگہ تک پہنچا دو جہاں ہم اہل خیبر اور غطفان کے درمیان جا کر اتر جائیں تا کہ یہ لوگ آپس میں ایک دوسرے کی مدد نہ کرسکیں۔

چنانچہ جب رہبر ایک مقام پر پہنچ گیا تو کہنے لگا اس جگہ سے ہر طرف راستے نکلتے ہیں اب میں کس پر چلوں حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ راستوں کا نام لو۔ اس نے کہا حزن۔ حضور ﷺ نے کہا اس پر نہیں اس نے کہا ''شاش''۔ آپ ﷺ نے فرمایا نہیں اس نے کہا ''حاطب''۔ آپ ﷺ نے فرمایا نہیں رہبر نے کہا بس ایک آخری راستہ ہے جس کا نام ''مرحب'' ہے حضور اکرم ﷺ نے فرمایا اسی پر چلو یہ نام حضور اکرم ﷺ کو پسند آیا جس کا ترجمہ وسعت اور کشادگی ہے۔

راستے میں چلتے ہوئے حضور اکرم ﷺ نے عامرؓ سے فرمایا کہ اپنے اشعار میں سے کچھ اشعار تو سنا دو۔ اس نے پڑھا۔

اَللّٰھُمَّ لَوْلَا اَنْتَ مَاھْتَدَیْنَا
وَلَا تَصَدَّقْنَا وَلَا صَلَّیْنَا
فَاَلْقِیَنْ سَکِیْنَۃً عَلَیْنَا
وَثَبِّتُ الْاَقْدَامَ اِنْ لَقِیْنَا
اَنَا اِذَا صَیْح بِنَا اَتَیْنَا
وَبِالصِّیَاحِ عولوا عَلَیْنَا

ترجمہ: اے اللہ تو اگر رہنمائی نہ کرتا تو ہم نہ ہدایت پر ہوتے اور نہ ہمارا صدقہ ہوتا نہ نمازیں ہوتی اے اللہ بوقت مقابلہ ہم پر سکینہ نازل فرما اور ثابت قدم فرما۔ ہمیں جب جہاد کیلئے پکارا جاتا ہے تو ہم دوڑ کر پہنچتے ہیں اور اس پکار میں لوگ ہم پر بھروسہ کرتے ہیں۔

حضور اکرم ﷺ نے جب یہ اشعار سنے تو فرمانے لگے اللہ تجھ پر رحم کرے صحابہ کرامؓ کو یقین ہو گیا کہ یہ شخص اب شہید ہونے والا ہے کیونکہ اس طرح دعا شہادت کی علامت ہوتی تھی چنانچہ عامرؓ شہید ہو گئے حضور ﷺ نے حالات معلوم کرنے کیلئے حضرت عباد بن بشر کی سرکردگی میں ایک ہر اول دستہ روانہ کیا تھا مقدمۃ الجیش کے اس دستے نے یہود کے ایک آدمی کو پکڑ لیا اور ان سے پوچھا تم کون ہو؟ اس نے کہا میرے اونٹ گم ہو گئے تھے اسے ڈھونڈنے کے لئے یہاں آیا ہوں صحابہؓ نے ان سے یہودِ خیبر کے متعلق پوچھا تو کہنے لگا یہود کے پاس بڑی قوت ہے بڑے بڑے قلعے ہیں اس میں سال بھر کا سامان رکھا ہوا ہے پانی موجود ہے اسلحہ کا ڈھیر لگا ہوا ہے دس ہزار لڑنے والے تیار کھڑے ہیں اور قبیلہ غطفان سے خیبر والوں نے معاہدہ کیا ہے کہ خیبر کی سال بھر کی کھجور لیکر ہماری مدد کو آ جاؤ وہ لوگ بھی قلعوں میں داخل ہو گئے ہیں بڑی طاقت ہے جناب انکا مقابلہ کون کر سکتا ہے۔

اس بیان پر عبادؓ نے اس شخص کو چند ڈنڈے مارے کہ تم یہود کے جاسوس ہو اس نے کہا تم مجھے امن دو گے اگر میں سچ بتاؤں حضرت عبادؓ نے فرمایا تجھے امن ہے۔ اس شخص نے کہا کہ حقیقت یہ ہے کہ

یہود تم سے بہت ڈرے ہوئے ہیں کیونکہ ان کو مدینہ کے اطراف کے یہود کا حشر معلوم ہے مدینہ کے یہود نے ایک شخص کو بھیجا ہے تا کہ وہ خیبر کے یہود کو تسلی دے اس نے خیبر والوں سے کہا کہ مسلمان بہت کم ہیں انکے پاس زیادہ اسلحہ نہیں ہے اور زیادہ لڑنے والے بھی نہیں ہیں بس تم ڈٹ کر مقابلہ کرو یہ لوگ جلد بھاگ جائیں گے میں نے یہ ساری گفتگو سن لی اس کے بعد خیبر کے یہود نے مجھے جاسوس بنا کر تمہارے احوال معلوم کرنے کے لئے بھیجا ہے ادھر تم نے مجھے پکڑ لیا۔

حضرت عبادؓ اس جاسوس کو حضور ﷺ کے پاس لے گئے۔ عمر فاروقؓ نے جب اسے دیکھا تو فرمایا اسے قتل کر دیا جائے عبادؓ نے فرمایا میں نے اس کو امان دیدی ہے حضور ﷺ نے اس جاسوس پر اسلام پیش کیا وہ مسلمان ہو گیا اور اب وہ مسلمانوں کے لئے اس نئے راستے کا رہبر بن گیا اس نے لشکرِ اسلام کو محفوظ راستوں سے خیبر کے بڑے بڑے قلعوں کے بالکل قریب لا کر اتارا جہاں سے پورا خیبر نظر آ رہا تھا وہاں حضور ﷺ نے اس طرح دعا مانگی اور ہر مجاہد کو یہ دعا بوقت تعارض مانگنی چاہیئے:

”اَللّٰهُمَّ رَبَّ السَّمٰوٰتِ السَّبۡعِ وَمَاأَظَلَّتۡ، وَرَبَّ الۡاَرۡضِيۡنَ السَّبۡعِ وَمَاأَقَلَّتۡ وَرَبَّ الرِّيَاحِ وَمَاذَرَتۡ، فَاِنَّا نَسۡئَلُکَ خَيۡرَ هٰذِهِ الۡقَرۡيَةِ وَخَيۡرَ أَهۡلِهَا وَخَيۡرَ مَافِيۡهَاوَنَعُوۡذُبِکَ مِنۡ شَرِّهَا وَشَرِّ مَافِيۡهَا.

خیبر کے قریب لشکرِ اسلام کا پڑاؤ ڈالنا

جنگ کا تیسرا مرحلہ

حضور اکرم ﷺ اپنے رہبروں کے ساتھ یہودِ خیبر کے قلعوں کے قریب ٹھہر گئے تھے جہاں تک قلعوں سے تیر پہنچ سکتے تھے، نیز رات کے وقت حملے کا بھی خطرہ تھا اس لئے حباب بن منذرؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! اگر یہاں ٹھہرنا وحی کے ذریعہ سے ہے تو پھر ہم کچھ بھی نہیں کہیں گے اور اگر یہ ایک مشورہ کے تحت اور ایک رائے کے مطابق ہے تو پھر یہاں ٹھہرنا مناسب نہیں ہے کیونکہ یہود کے قلعے اوپر ہیں اور ہم انکے تیروں کے زد میں ہیں اور رات میں شب خون مارنے کا خطرہ بھی ہے۔

حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ یہ ایک رائے اور مشورہ کی بات ہے وحی نہیں ہے تب حضرت حبابؓ نے پیچھے ہٹنے کا مشورہ دیا جس پر حضور اکرم ﷺ نے حضرت محمد بن مسلمہؓ سے فرمایا کہ پڑاؤ ڈالنے

کیلئے کوئی مناسب جگہ تلاش کرو جو دشمن سے محفوظ ہو چنانچہ اس نے ایک جگہ تلاش کر لی جس کا نام رجیع تھا جو خیبر کے بالکل قریب ایک وادی کا نام ہے حضور ﷺ نے وہاں پڑاؤ کیا اور عام مسلمانوں کیلئے اس جگہ کو قرار گاہ قرار دیا حضور ﷺ نے رات کو وہاں قیام فرمایا اور لڑنے سے منع فرمایا کہ صبح کا انتظار کرو اگر اذان کی آواز آئی تو احتیاط کے ساتھ لڑینگے ورنہ عام تعارض کریں گے جب صبح ہوئی اور اذان کی کوئی آواز نہیں آئی تو حضور ﷺ نے تین دفعہ یہ تاریخی کلمات بلند آواز سے دہرائے:

"اَللّٰهُ أَكْبَرُ اَللّٰهُ أَكْبَرُ خَرِبَتْ خَيْبَرُ إِنَّاإِذَا نَزَلْنَا سَاحَةَ الْقَوْمِ فَسَاءَ صَبَاحُ الْمُنْذَرِيْن."

ترجمہ: اللہ بہت بڑا ہے اللہ بہت بڑا ہے خیبر تو خراب ہی ہوا، ہم جب دشمن کے خلاف کارروائی کیلئے میدان میں اتر آتے ہیں تو پھر انکی صبح اچھی نہیں رہتی ہے۔ مسلمانوں کا جنگی شعار اور علامت "یَا مَنْصُوْرُ اَمِتْ" تھی۔

لشکر محمدی پانچ حصوں پر مشتمل تھا

① مقدمہ ② میمنہ ③ میسرہ ④ قلب ⑤ ساقہ

اس قسم کے لشکر کو الخمیس کہتے ہیں جب صبح کو روشنی پھیل گئی اور یہود کلہاڑیاں پھاوڑے اور بیلچے وغیرہ اٹھا کر باغات میں جانے لگے تو ایک دم ان کی نظریں محمدی کھچار کے غضب ناک شیروں پر پڑیں تو وہ بے اختیار چیخ اٹھے کہ محمد والخمیس واللہ۔ خدا کی قسم محمد ﷺ اپنے پانچ لشکر کے ساتھ آ گئے ہیں یہ کہہ کر سارے یہود دُم دبا کر بھاگ نکلے اور جا کر اپنے قلعوں میں قلعہ بند ہو گئے یہود کے اچانک بھاگنے ہی کی وجہ سے آج تک مسلمان سپاہیوں کی زبان پر یہ جملہ بطور گیت جاری ہے۔

خیبر خیبر یا یھود جیش محمد سوف یعود

یعنی اے یہود زادو! ڈرو ڈرو لشکرِ محمدی ﷺ کے جوان پھر پلٹ کر آ رہے ہیں۔

”نطاۃ“ قلعوں کی فتوحات

جنگ کا چوتھا مرحلہ

نطاۃ دراصل خیبر کے ایک علاقہ کا نام ہے جہاں ایک مشہور چشمہ واقع ہے اس علاقے میں یہود کے تین مشہور قلعے واقع تھے: ① قلعہ ناعم ② قلعہ صعب بن معاذ ③ قلعہ قلہ، اسی وجہ سے کبھی اہل تاریخ قلعہ نطاۃ کا نام ذکر کرتے ہیں اور کبھی اس کو پانی کا نام دیتے ہیں اور کبھی علاقہ کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ بہر حال جنگی صورت حال اور نقشہ اس طرح بنا کہ لشکرِ اسلام کا معسکر تو مقام رجیع میں تھا اور حملے کیلئے سامنے یہود کے قلعے تھے رجیع پر قبضہ کرنے سے یہود اور مشرکین غطفان کا مزید رابطہ کٹ گیا جبکہ یہود خیبر نے مشرکین غطفان کو خیبر کے سال بھر کے نصف کھجور کی پیشکش کی تھی لیکن لشکرِ اسلام کے بیچ میں آنے سے انکے سارے منصوبے خاک میں مل گئے تاہم جو غطفانی پہلے سے قلعہ ناعم میں داخل ہو چکے تھے وہ برابر لڑ رہے تھے۔

قلعہ ناعم: سب سے پہلے مسلمانوں نے علاقہ نطاۃ کے قلعے ناعم سے کاروائی شروع کی، پہلے روز قلعے ناعم کے نشیبی اطراف سے اس پر حملہ ہوا دن بھر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم لڑتے رہے اور یہود بھی مقابلہ کرتے رہے، شدید گرمی کے ایام تھے اور مسلمان ہر طرح سے بے سروسامان تھے، شام کے وقت مسلمان پھر اپنے معسکر اور قرارگاہ ”رجیع“ کی طرف چلے جاتے تھے۔ ایک دن شدید گرمی کی وجہ سے محمود بن مسلمہؓ اسی قلعہ کے نیچے سائے میں بیٹھے تھے کہ ایک مرحب نام کے یہودی نے آپؓ پر چکی کا پاٹ گرایا جس سے وہ شہید ہو گئے۔ پہلے دن کی لڑائی میں قلعہ ناعم کے پاس ۵۰ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم شدید زخمی ہو گئے جو واپس معسکر لائے گئے اور وہاں پر انکی دوائی اور علاج کا انتظام کیا گیا مسلمانوں کو یہ پتہ چلا کہ غطفانی کے مشرکین نطاۃ کے ان قلعوں میں چھپے لڑ رہے ہیں حضور اکرم ﷺ نے جا کر عیینہ بن حصن غطفانی لیڈر سے کہا کہ تمہیں معلوم ہے کہ خیبر مسلمانوں کے ہاتھ میں آنے والا ہے لہٰذا تم خیبر کی ایک سال کی کھجور پر ہم سے صلح کر کے واپس چلے جاؤ مگر عیینہ نے کہا کہ میں اپنے دستوں کو بے یار و مددگار نہیں چھوڑ سکتا۔ حضرت سعد بن عبادہؓ نے فرمایا کہ اے عیینہ! جس طرح مدینہ کے یہود ہلاک ہو گئے وہ تمہارے سامنے ہیں مجھے یقین ہے کہ جب ہم خیبر کے ان قلعوں میں

داخل ہونگے تو پھر تم ہماری ہر بات مانو گے لیکن اس وقت تلوار کے سوا کچھ نہیں ملے گا حضرت سعدؓ واپس ہو گئے اور حضور ﷺ سے عرض کیا کہ اس گنوار دیہاتی کو ایک کھجور نہ دیا جائے اس کا علاج صرف تلوار ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے خاص کر غطفانیوں پر حملہ کرنے کا حکم دیا چنانچہ قلعہ ناعم پر شدید حملہ کیا گیا غطفانیوں کو نشانہ بنایا گیا وہ مرغوب ہو گئے اور ایسے بھاگے کہ واپس آنے کا نام تک نہ لیا۔ حضور اکرم ﷺ نے اس کے بعد حکم دیا کہ قلعہ ناعم کے آس پاس باغات میں کھجور کے درخت کاٹ دیئے جائیں چنانچہ چار سو کے قریب درخت جب کاٹے گئے تو ابو بکرؓ نے فرمایا یا رسول اللہ! یہ مال غنیمت ہے کل ہی ہمارے ہاتھ آنے والے باغات ہیں انکو نقصان نہ پہنچایا جائے چنانچہ مزید درختوں کو کاٹنا بند کر دیا گیا۔ ادھر یہود کے حوصلے پست ہو گئے کیونکہ غطفانی بھاگ گئے بعض یہودیوں نے کہا کہ ان گنواروں نے ہمیشہ ہم سے دھوکہ کیا ہے۔

حضور ﷺ نے رجیع کے معسکر میں سات دن قیام فرمایا اور مسلسل لڑائی جاری تھی۔ رات کے وقت معسکر میں پہرے کا مضبوط نظام تھا ایک رات حضرت عمرؓ کی چوکیداری کی باری تھی تو ایک یہودی آپ کے ہاتھ لگا آپ نے اسے قید کر کے حضور اکرم ﷺ کے سامنے پیش کیا حضور ﷺ نے فرمایا اے یہودی بتاؤ قلعوں کی کیا صورت حال ہے؟ یہودی نے کہا اگر مجھے امان دو تو میں سچ بات بتا دوں گا حضور ﷺ نے فرمایا تجھے امان ہے سچ بتاؤ یہود کی حالت کیسی ہے؟ قیدی نے کہا وہ نہایت بری حالت میں ہیں اور میں جب آ رہا تھا تو وہ لوگ قلعوں سے بھاگ رہے تھے حضور ﷺ نے فرمایا کدھر بھاگ رہے تھے؟ یہودی نے کہا کہ قلعات شق کی طرف بھاگ رہے تھے۔ حضور ﷺ نے پوچھا کہ یہودی بیوی بچوں کو دوسرے قلعوں کی طرف کیوں پہنچا رہے ہیں، یہودی نے کہا یہ لوگ لڑنے کے لئے مردوں کو بچوں سے الگ کرنا چاہتے ہیں۔ اس یہودی نے حضور اکرم ﷺ کو نطاۃ قلعوں کی خفیہ مقامات بتا دیئے اور قلعوں میں بڑے اسلحہ ٹینک اور منجنیقوں کی پوری تفصیل بتا دی اسکے بعد حضور اکرم ﷺ نے قلعہ ناعم پر اوپر کی جانب سے بھرپور حملہ کیا اس طرح سے یہ قلعہ فتح ہو گیا۔ اس دن حضور اکرم ﷺ کے جسم اطہر پر دو زرہ تھیں سر پر خود اور اس کے نیچے لوہے کی جالی دار ٹوپی تھی۔ آپ ﷺ ایک عمدہ گھوڑے پر سوار تھے اور صحابہ آپ کے ارد گرد مسلح گھیرا ڈالے ہوئے

تھے۔ بہر حال قلعہ ناعم فتح ہوا یہاں محمود بن مسلمہؓ شہید اور ۵۰ مسلمان زخمی ہو گئے اور کئی یہودی مارے گئے۔

مؤمن ہیں ہے بہادر ہیں مجاہد ہیں نڈر ہیں
اسلام کی عظمت کیلئے سینہ سپر ہیں

خیبر کے عام قلعوں پر ایک نظر

محترم قارئین عام اہل تاریخ نے قلعہ ناعم کی فتح کے بعد قلعہ قموص کا ذکر کیا ہے۔ اس طرح ذکر کرنے سے ان قلعوں کی ترتیب میں کچھ الجھن پیدا ہو جاتی ہے اس وجہ سے میں ان قلعوں کا تذکرہ علاقوں کے اعتبار سے کروں گا کیونکہ یہاں تین علاقے ہیں:

① **علاقہ نطاۃ:** اسکے ماتحت تین قلعے واقع ہیں یعنی قلعہ ناعم، قلعہ صعب بن معاذ اور قلعہ قلہ۔

② **علاقہ الشق:** اسکے ضمن میں دو قلعے واقع ہیں یعنی قلعہ ابی اور قلعہ نزار۔

③ **علاقہ الکتیبہ:** اس کے ضمن میں تین قلعے واقع ہیں یعنی قلعہ قموص، قلعہ وطیح اور قلعہ سلالم بعض اہل تاریخ خصوصاً مغازی للواقدی نے اس ترتیب کی طرف اشارہ بھی کیا ہے کیونکہ علامہ واقدیؒ نے قلعہ قموص کا ذکر کتیبہ کے ضمن میں کیا ہے بہر حال میں نے آسان انداز سے بیان کرنے کی کوشش کی ہے جو سیرت حلبیہ کے مطابق ہے۔ تو لیجئے اس ترتیب کے لحاظ سے قلعہ ناعم کے بعد قلعہ صعب بن معاذ کا نظارہ کیجئے۔

قلعہ صعب بن معاذ کے سامنے گھمسان کی لڑائی

جنگ کا پانچواں مرحلہ

قلعہ صعب بن معاذ علاقہ نطاۃ میں خیبر کے بڑے قلعوں میں سے ایک تھا لشکرِ اسلام نے جب قلعہ ناعم فتح کیا تو وہاں سے یہودی بھاگ کر اس قلعے میں اکٹھے ہو گئے پانچ سو سخت قسم کے جنگجو یہودی اس میں پناہ لئے ہوئے تھے اور اندر یہ قلعہ سامان اور انسانوں سے بھرا ہوا تھا جبکہ کھانے کی مختلف اشیاء اس میں جمع کی گئی تھی۔ حضور اکرم ﷺ نے حضرت حباب بن منذرؓ کو جنگی جھنڈا عطا

کیا اور اس قلعے کے محاصرے کیلئے لشکرِ اسلام کو روانہ کیا مسلمانوں نے اس قلعے کا محاصرہ تو کر لیا لیکن کھانے کے لئے کسی کے پاس کچھ بھی نہیں تھا صرف گھاس موجود تھی اس لئے قبیلہ اسلم کے لوگوں نے حضور اکرم ﷺ کے سامنے شدید بھوک کی شکایت کی اور کھانے کیلئے کچھ طلب کیا اور حضور ﷺ سے درخواست کی کہ دعا مانگ لیں تا کہ کھانے کو کچھ مل جائے حضور اکرم ﷺ نے اس طرح دعا مانگی۔ "اَللّٰھُمَّ افتَحْ عَلَیْھِمْ اَعْظَمَ حِصنٍ فِیْہِ اَکْثَر طَعَامًا وَاَکْثَر وَدَکًا"

ترجمہ: اے اللہ اس علاقے کا سب سے بڑا قلعہ ان مسلمانوں کے ہاتھوں فتح فرما جس میں سب سے زیادہ کھانا اور روغن موجود ہو۔ اس دعا کے بعد قلعہ کے سامنے لشکرِ اسلام اور لشکرِ کفار کے درمیان غضب کا معرکہ ہوا اور دو بدو لڑائی چھڑ گئی۔

مومن و کافر کا مقابلہ

اس قلعہ سے اچانک ایک یہودی نکل آیا جس کا نام یوشع تھا اور جو کسی مقابل کو اس طرح پکار رہا تھا "ھل من مبارز" کیا مقابلہ کرنے کے لئے کوئی موجود ہے؟ اس کے مقابلے کیلئے لشکرِ اسلام سے لواء بردار حباب بن منذرؓ قہر جبار بن کر آ گئے اور دیر تک دونوں پہلوانوں کا مقابلہ ہوتا رہا تلواریں ٹکراتی رہیں آخر مومن غالب آیا اور اس نے کافر کے ٹکڑے کر دیئے اس کے بعد فوراً زیال نامی یہودی میدان کارزار میں نمودار ہوا جس کی مقابلے پر محمدی کھچار کا غضبناک شیر عمار بن عقبہ غفاریؓ آ موجود ہوئے اور پہنچتے ہی بغیر کوئی مہلت دیئے زیال پر حملہ آور ہوئے اور اسکی کھوپڑی پر تلوار کا ایسا وار کیا کہ وہ زمین پر ڈھیر ہو گیا مومن نے زبان سے فرمایا یہ وار لو اور میں قبیلہ غفار کا ایک نوجوان ہوں لوگوں نے کہا کہ اس کلمہ سے اس کے جہاد کا ثواب ضائع ہو گیا تو حضور ﷺ نے فرمایا نہیں بلکہ ثواب بھی ملے گا اور روشن نام بھی ملے گا۔ سچ ہے

مؤمن ہیں بہادر ہیں مجاہد ہیں نڈر ہیں
اسلام کی عظمت کیلئے سینہ سپر ہیں

حضرت ابن اکوعؓ فرماتے ہیں ہم قلعہ صعب بن معاذ کے سامنے موجود تھے قبیلہ اسلم کے سارے لوگ اکٹھے کھڑے تھے مسلمانوں نے اس قلعہ کو محاصرے میں لے رکھا تھا اس دن جنگی جھنڈا اسعد

بن معاذؓ کے پاس تھا اتنے میں مسلمان بھاگ کھڑے ہوئے تھے حضرت سعد بن عبادہؓ جلدی سے جھنڈا اٹھا کر میدان کارزار میں کود پڑے عامر بن سنانؓ بھی ہمارے ساتھ نکل گئے کہ اچانک انکا مقابلہ ایک یہودی سے ہوا، یہودی نے عامر پر حملہ کرنے میں پہل کی اور عامرؓ پر تلوار سے خوب حملے کرر ہا تھا، عامرؓ کا بیان ہے کہ میں اس کے حملوں کو ڈھال پر لے رہا تھا کہ اتنے میں اسکی تلوار اچٹ گئی اور میں نے اسکے پیروں پر تلوار مارنا شروع کر دیا اور پیروں کو کاٹ رہا تھا راوی کا بیان ہے کہ عامرؓ کی اپنی ہی تلوار کی دھار اسکو لگی اور وہ شہید ہو گئے بعض صحابہ نے فرمایا کہ عامر کا سارا عمل ضائع ہو گیا حضور اکرم ﷺ نے فرمایا یہ لوگ غلط کہتے ہیں۔ عامر تو مجاہد ہے مجاہد، وہ تو جنت میں ایسے تیر رہا ہے جیسا کہ پانی میں چھوٹی مچھلیاں تیرتی ہے۔

ہم نے انکے سامنے اول تو جذبہ رکھدیا
پھر کلیجہ رکھ دیا دل رکھ دیا سر رکھ دیا

ایک صحابی کا بیان ہے کہ صعب بن معاذؓ کے سامنے ہم لوگ حضور اکرم ﷺ کیلئے ڈھال بنے ہوئے تھے میں چیخ چیخ کر اپنے ساتھیوں کو پکار رہا تھا کہ کفار پر تیر چلاؤ ان سب نے خوب تیر چلائے لیکن یہودی اپنی جگہوں سے پیچھے نہیں ہٹے اتنے میں حضور اکرم ﷺ نے ایک تیر چلایا وہ سیدھا جا کر یہودی پر لگا حضور اکرم ﷺ میری طرف دیکھ کر ہنسنے لگے اور یہودی سارے کے سارے بھاگ کھڑے ہوئے سچ ہے

سکھایا ہے ہمیں اے دوست طیبہ کے والیؐ نے
کہ بوجھلوں سے ٹکر کر ابھرنا عین ایمان ہے

لشکرِ اسلام کو عارضی شکست اور پھر فتح

جنگ کا چھٹا مرحلہ

راوی کا بیان ہے کہ جب ہم قلعہ صعب بن معاذ کے پاس پہنچے تو لشکرِ اسلام کا جنگی جھنڈا حباب بن منذرؓ کے پاس تھا۔ مسلمان بھوک سے نڈھال ہو رہے تھے کھانے کا سارا ذخیرہ اس قلعہ کے اندر تھا۔ دو دن تک ہم حضرت حبابؓ کی معیت میں شدید ترین جنگ میں مصروف تھے جب تیسرا دن آیا

تو نبی پاک ﷺ سویرے سویرے مجاہدین کے پاس آگئے کہ اتنے میں ایک یہودیوں کی طرف سے اچانک لمبا تڑنگا آدمی تلوار لہراتے ہوئے اور نیزہ گھماتے ہوئے اپنی پیدل پلٹن کے ساتھ سرعت کے ساتھ ہم پر حملہ آور ہوا اور پھر ان سب نے تیر برسانا شروع کر دیئے ہم حضور اکرم ﷺ کے لئے ڈھال بنے رہے اور مقابلہ کرتے رہے لیکن ان لوگوں نے ہم پر تیروں کی بارش کر دی۔ انکے تیر ٹڈی دل کا لشکر معلوم ہو رہا تھا ہمیں اندازہ ہو گیا کہ اب یہ لوگ ہم سے پیچھے ہٹنے والے نہیں ہے کہ اتنے ہی میں انہوں نے ہم پر یکبارگی ایسا حملہ کیا کہ مسلمان بھاگ کر وہاں تک پیچھے آگئے جہاں حضور اکرم ﷺ کھڑے تھے آپ ﷺ اپنے گھوڑے سے اتر چکے تھے اور غلام نے گھوڑا پکڑا ہوا تھا۔

حضرت حباب بن منذرؓ تو ایک قدم بھی پیچھے نہیں ہٹے تھے بلکہ اپنی ہی جگہ سے تیر برسا رہے تھے حضور اکرم ﷺ نے صحابہ کرامؓ کو اپنے پاس بلایا اور پھر فضائل بیان کر کے لڑنے پر خوب ابھارا یہاں تک کہ لوگ پھر پلٹ کر حضرت حبابؓ صاحب لواء کے پاس اکٹھے ہو گئے اور آہستہ آہستہ یہودیوں کو پیچھے دھکیلتے دھکیلتے قلعہ کے دروازے کے قریب پہنچا دیا پھر ایک دم ہلہ بول کر سب یہودیوں کو قلعہ میں داخل ہونے پر مجبور کر دیا چنانچہ یہودی بھاگ کھڑے ہوئے اور قلعہ بند ہو کر دیواروں اور چھتوں پر چھڑ گئے اور وہاں سے شدید سنگ باری شروع کر دی۔ چنانچہ ہم دروازے سے کچھ پیچھے ہٹ گئے اسکے بعد یہودیوں نے ایک دوسرے کو ملامت کی کہ دیکھو ہمارے بڑے بڑے لوگ مارے گئے ہیں اب اس زندگی میں کیا مزہ ہے چلو لڑو اور جان دیدو چنانچہ وہ لوگ قلعہ کے دروازے پر آ کر لڑنے لگے یہاں تو ایسی گھمسان کی لڑائی ہوئی جسکی نظیر کم ہی ملتی ہے۔ اس جگہ حضور اکرم ﷺ کے شان والے تین صحابہ شہید ہو گئے ان میں دو صحابی بدری تھے۔ راوی کہتے ہیں کہ ہم نے اس شدید لڑائی میں یہودیوں کے بہت سارے لوگوں کو جہنم رسید کیا جب بھی ان میں سے کسی آدمی کو ہم قتل کر دیتے تو یہودی اسکو قلعہ کے اندر لیجاتے اور اس کی جگہ پر کوئی اور آ جاتا۔ پھر ہمارے لواء بردار حباب بن منذرؓ نے ایک خوفناک حملہ کیا ہم بھی انکے ساتھ ہو گئے اور یہودی قلعہ کی طرف بھاگ کر قلعہ بند ہو گئے لیکن ہم نے انکا پیچھا نہیں چھوڑا بلکہ انکے پیچھے ہم بھی قلعہ میں داخل ہو گئے جب ہم اندر داخل ہو گئے تو یہودی بکریوں کی طرح کمزور ہو گئے تھے جو بھی سامنے آیا ہم نے انکو قتل کیا یا قید کر لیا کیونکہ۔

مِنْ عَهْدِ عَادٍ كَانَ مَعْرُوفًا لَنَا
أَسْرُ الْمُلُوكِ وَ قَتْلُهَا وَ قِتَالُهَا

ترجمہ: بادشاہوں سے لڑنا اور انہیں قید یا قتل کرنا قدیم زمانے سے ہمارے جانے پہچانے کارنامے ہیں۔

خَلَقَ اللّٰهُ لِلْحُرُوبِ رِجَالاً
وَرِجَالاً لِقَصْعَةٍ وَّثَرِيدٍ

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے بعض لوگوں کو جہاد میں لڑنے کے لئے پیدا کیا ہے اور بعض کو ثرید اور قورمے کھانے کے لئے۔

جہاں باطل مقابل ہو وہاں نوک سنان سے بھی
برائے دین اسلام رقص کرنا عین ایمان ہے

قلعہ صعب بن معاذ سے یہودیوں کو جہاں بھاگنے کا موقع مل سکا وہ ادھر ادھر بھاگ گئے زیادہ تر قلعہ قلہ کی طرف چلے گئے صحابہ کرام ؓ قلعہ کے اندر فاتحانہ انداز سے داخل ہوئے اور قلعے کی دیواروں پر چڑھ کر نعرہ تکبیر بلند کیا۔

راوی کہتا ہے کہ اس قلعہ میں حد سے زیادہ تکبیر کے نعرے بلند ہوئے جس سے قلعہ گونج اٹھا قبیلہ اسلم کے لوگوں نے دیواروں پر چڑھ کر ایسے نعرے لگائے جس سے یہودیوں کی شوکت ریزہ ریزہ ہوگئی سچ ہے۔

خیبر خیبر یا یهود
جیش محمد سوف عود

اے یہودیو!! خیبر یاد کرو خیبر کو یاد رکھو لشکر محمدی پھر پلٹ کر عنقریب آنے والا ہے۔

مفتوحہ قلعہ کا سامان

قلعہ صعب بن معاذ کی فتح سے پہلے صحابہ کرام ؓ مسلسل لڑ رہے تھے اور کھانے کو سوائے گھاس کے کچھ بھی میسر نہیں تھا چنانچہ مسلسل بھوک کو دفع کرنے کیلئے ایک دفعہ بعض صحابہ نے ان بکریوں پر حملہ کر دیا جو قلعہ کے باہر چر رہی تھیں ابو یسرؓ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا ان بکریوں سے کون ہمیں کھلا

سکتا ہے میں نے کہا میں حاضر ہوں چنانچہ میں دوڑا اور بکریوں میں سے دو بکریوں کو اس وقت پکڑ کر لایا جب کہ اکثر بکریاں قلعہ میں داخل ہوگئی تھیں میں نے دو بکریوں کو اپنے دائیں بائیں بغل میں ایسا دبا کر دوڑ آیا گویا کہ میرے پاس کچھ بھی نہیں دونوں بکریاں ذبح کر دی گئیں اور حضور اکرم ﷺ نے گوشت کو لشکرِ اسلام کے ان لوگوں پر تقسیم کر دیا جو قلعہ کو محاصرہ کئے ہوئے تھے ابو یسر کا بیان ہے کہ جاتے وقت حضور ﷺ نے میرے لئے دعا کی کہ اے اللہ! ہمیں اس شخص سے طویل مدت تک متمتع فرما چنانچہ ابو یسرؓ دنیا سے تشریف لیجانے والوں میں سے آخری صحابی تھے ایک صحابی فرماتے ہیں کہ خیبر کے یہود نے ایک دفعہ چربی کا تھیلا نیچے پھینکا بھوک کی وجہ سے میں نے اٹھا کر کہا کہ کسی کو نہیں دونگا میں نے جب پیچھے دیکھا تو رسول اللہ ﷺ مسکرا رہے تھے۔

بھوک کا ایک اور واقعہ راوی اس طرح بیان کرتا ہے، ہمیں جنگ خیبر میں شدید بھوک لاحق ہوگئی تھی نیز شدید گرمی بھی تھی ہم قلعہ صعب بن معاذ کا محاصرہ کئے ہوئے تھے کہ اچانک قلعہ سے بیس گدھے باہر نکل آئے مسلمانوں نے انہیں پکڑ لیا اور پھر ذبح کر کے پکانے لگے ہانڈیوں میں گوشت پک رہا تھا کہ حضور اکرم ﷺ کا گزر ہوا فرمانے لگے یہ کیا پک رہا ہے؟ صحابہ نے عرض کیا کہ گدھے کا گوشت پک رہا ہے تو حضور ﷺ نے اُدھر عام اعلان فرمایا پالتو اور گھریلو گدھوں کا گوشت حرام ہے اسے گرا دیا جائے چنانچہ سب نے گرا دیا اسی وقت حضور اکرم ﷺ نے متعہ کو حرام قرار دیا اور ہر اس جانور کو حرام قرار دیا جو کچیلوں والا ہو اور پنجوں سے شکار کر کے چیر پھاڑ کر کھاتا ہو۔

اسی وقت کی بات ہے کہ بعض مسلمانوں نے گھوڑے ذبح کر کے گوشت کھایا اور حضور اکرم ﷺ نے انکو کھلایا البتہ خچر کو حرام قرار دیدیا۔ بھوک کے اسی زمانے میں حضور ﷺ نے دعا مانگی تھی کہ اے اللہ! اس قلعہ کو فتح فرما جس میں کھانے کا بڑا سامان ہو اور روغن کا انتظام ہو، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے قلعہ صعب بن معاذ کو فتح کروا دیا جس میں کھانے کیلئے کھجور، جو، گھی، زیتون، چربی، اور شہد کے انبار لگے ہوئے تھے حضور اکرم ﷺ نے اعلان فرمایا کہ کھانے کی چیزوں کو کھاؤ لیکن اٹھا کر نہ لیجاؤ اور گھوڑوں کو چارہ کھلاؤ لیکن ذخیرہ نہ بناؤ چنانچہ مسلمان بلا روک ٹوک کھانے پینے کے سامان کو استعمال کر رہے تھے راوی کا بیان ہے کہ اس قلعہ میں شراب کے بڑے بڑے مٹکے مل گئے تھے۔

مسلمانوں نے سارے مٹکے توڑ پھوڑ کر شراب کو گرا دیا چنانچہ قلعہ میں شراب ہی شراب بہہ رہی تھی ہم نے وہاں سے بہت سارے بیل اور بہت ساری بکریاں اور گدھے اپنے قبضے میں لے لیے اس میں منجنیق اور چند دبابات (یعنی اس زمانے کے ٹینک) اور بہت جنگی ساز و سامان پر ہم نے قبضہ کرلیا یہود کا خیال تھا کہ اس سامان کے بل بوتے پر ہم طویل عرصہ تک لڑیں گے اللہ تعالیٰ نے انہیں بہت جلد رسوا کیا۔ قلعہ صعب بن معاذ کے ایک ''اطم'' یعنی شنگرئے اور بلند دیدبان سے ریشم کے بڑے بیس بنڈل برآمد ہوئے ڈیڑھ ہزار چادریں ہاتھ لگیں سونے کے بڑے ہار اور دیگر جواہرات ہاتھ لگے لشکرِ اسلام اب قلعہ کے کونے کونے میں گھوم رہا تھا ایک مسلمان نے قلعہ میں شراب پی لی اسکو حضور اکرم ﷺ کے سامنے پیش کیا گیا حضور ﷺ نے اس پر ''حدِ خمر'' جاری کردی اس قلعہ سے لشکر اسلام آگے دوسرے قلعہ کی طرف بڑھنے لگے۔

قلعہ '' قلّہ '' پر چڑھائی

جنگ کا ساتواں مرحلہ

اللہ اکبر اللہ اکبر خربت خیبر
خیبر خیبر یا یھود جیش محمدؐ سوف یعود
لگاتا تھا تو جب نعرہ تو خیبر توڑ دیتا تھا
حکم دیتا سمندر کو وہ راستہ چھوڑ دیتا

خیبر کے یہود قلعہ ناعم سے پسپا ہو کر قلعہ صعب بن معاذ میں پاس چلے گئے وہاں سے بھاگ نکلنے کے بعد انہوں نے قلعہ قلّہ میں جا کر پوزیشن سنبھال لی۔ قلّہ پہاڑ کی چوٹی کو کہتے ہیں چونکہ یہ قلعہ پہاڑ کی چوٹی پر واقع تھا اس لئے اس کو قلعہ قلّہ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے بعد میں اراضی خیبر کی تقسیم کے بعد یہ قلعہ حضرت زبیرؓ کے حصہ میں آیا اسی وجہ سے اہل تاریخ نے اسکو قلعہ زبیر کے نام سے بھی یاد کیا ہے۔ بہرحال حضور ﷺ نے اپنے شاہینوں کو حکم دیا کہ قلعہ قلّہ کا محاصرہ کیا جائے۔

چنانچہ محمدی کچھار کے غضبناک شیروں نے جا کر قلعہ کو محاصرہ میں لے لیا اور تین دن تک یہ محاصرہ جاری رہا یہ قلعہ چونکہ نہایت بلندی پر تھا اس لئے اس پر گھوڑے دوڑانا آسان کام نہیں تھا اور نہ اسکے

قریب کوئی آدمی جا سکتا تھا محاصرے کے تیسرے دن غزال نامی ایک یہودی حضور اکرم ﷺ کے پاس آیا اور کہا کہ اے ابوالقاسم! اگر آپ مجھے امان دیں گے تو میں آپ کو اس علاقے کی ایسی جگہ کی نشاندہی کردونگا جس سے آپ پورا علاقہ " نطاۃ" کو قبضہ کر لیں گے اور علاقہ "شق" کی طرف آپ اطمینان سے پیش قدمی کر سکو گے۔ تو حضور ﷺ نے انکو امان دے دی تو غزال یہودی کہنے لگا اگر آپ ایک ماہ تک بھی اس قلعہ کا محاصرہ جاری رکھیں تب بھی آپ اس کو فتح نہیں کر سکتے کیونکہ اس قلعہ کے نیچے زمین دوز نہریں چلتی ہیں یہ یہودی لوگ رات کو وہاں چلے جاتے ہیں پانی پیتے ہیں اور پھر واپس قلعہ میں آتے ہیں اگر آپ پانی کی نہروں کو بند کر دیں تو یہود چیخ اٹھیں گے۔ چنانچہ حضور ﷺ نے حکم دیا کہ خفیہ راستوں سے ان تمام نہروں کو بند کر دیا جائے، جب پانی بند کر دیا گیا تو قلعہ قلعہ کے یہود لڑنے کیلئے میدان میں نکل آئے قلعہ کے سامنے زور کا رن پڑا اور گھمسان کی لڑائی شروع ہوگئی یہودیوں نے موت کی لڑائی لڑی، کئی مسلمان شہید ہوگئے اور دس مشہور یہودی بھی مارے گئے اور لشکرِ اسلام فاتحانہ انداز سے قلعہ میں داخل ہوا اور علاقہ " نطاۃ" مکمل طور پر اسلامی جھنڈے کے تحت آگیا اور حضور اکرم ﷺ اپنے معسکر کو مقام رجیع سے منتقل کر کے اسی جگہ پر لے آئے جہاں قلعوں کے درمیان خیبر میں داخل ہوتے ہوئے پہلے روز آپ نے پڑاؤ کیا تھا اور دشمن کے تیروں سے بچنے کیلئے پھر آپ نے رجیع میں معسکر بنایا تھا اب یہ علاقہ امن کا گہوارا بن چکا تھا اللہ کی زمین اللہ کے حوالے ہو چکی تھی سوائے اللہ تعالیٰ کے اور کسی کا خوف باقی نہ رہا اسلام کا بول بالا ہوا اور کفر سر نگوں ہو گیا اور صحابہ کی قربانیاں رنگ لائیں۔ سچ ہے۔

خَلَقَ اللّٰہُ لِلْحُرُوْبِ رِجَالاً
وَرِجَالاً لِقَصْعَةٍ وَّثَرِیْدٖ

ترجمہ: اللہ نے بعض لوگوں کو جہاد کیلئے پیدا فرمایا اور بعض کو ثرید اور قورمہ کھانے کے لئے۔

علاقہ ''الشق'' کے قلعوں پر چڑھائی

خَیْبَر خَیْبَر یَا یَهُوْد
جَیْش مُحَمَّد سَوْفَ یَعُوْد

قلعجات نطاۃ کی فتوحات سے جب حضور اکرم ﷺ فارغ ہوئے تو آپ علاقہ ''الشق'' کے قلعوں کی طرف مائل ہوئے علامہ واقدیؒ کے بیان کے مطابق یہاں چھوٹے چھوٹے قلعے بھی تھے لیکن بڑے اور مشہور دو قلعے تھے قلعہ ''ابی'' اور دوسرا قلعہ ''نزار''، عام اہل تاریخ نے علاقہ شق میں قلعہ ''بری'' کا تذکرہ کیا ہے لیکن کسی جگہ تفصیل میسر نہیں آئی بہرحال راوی کا بیان ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ ''الشق'' کے قلعوں کی طرف متوجہ ہوئے تو سب سے پہلے قلعہ ''ابی'' پر متوجہ ہوئے حضور اکرم ﷺ آکر مقام سمران کے پاس ٹھہر گئے قلعہ ابی کے یہودیوں نے اپنے قلعہ کے دفاع میں شدید لڑائی کا بازار گرم کیا اور بڑے بڑے معرکے ہوئے تفصیل ملاحظہ ہو۔

حباب بن منذر رضی اللہ عنہ اور غزول یہودی کا مقابلہ

جنگ کا پہلا مرحلہ

حصن ابی سے ایک یہودی مقابلہ کے لئے باہر نکل آیا جس کا نام غزال یا غزول تھا اور آتے ہی اس نے مسلمانوں کو اس طرح للکارا:

''ھل من مبارز'' کیا کوئی ہے مقابلہ کرنے والا؟ محمدی کچھار سے چھٹے ہوئے شیر کی طرح حضرت حبابؓ مقابلہ پر آگئے اور دونوں کی شمشیر زنی شروع ہوگئی دیر تک مقابلہ کے بعد حضرت حبابؓ نے یہودی پر ایسا حملہ کیا کہ تلوار کی وار سے یہودی کا داہنا ہاتھ بازو سے کٹ گیا اب یہودی کے ہاتھ سے تلوار گر گئی اور وہ بغیر اسلحہ کے رہ گیا اور اسی حالت میں بھاگتے بھاگتے قلعہ میں داخل ہونے لگا مگر حضرت حبابؓ اب ان کے لئے موت کا فرشتہ بن چکے تھے آپؓ نے پہلے اسکے گھوڑے کو مار ڈالا اور گھوڑے سے گرنے کے بعد یہودی کو بھی ٹھنڈا کر دیا کیونکہ۔

جہاں باطل مقابل ہو وہاں نوک سنان سے بھی
برائے دین اسلام رقص کرنا عین ایمان ہے

شیر اسلام ابو دجانہؓ اور یہودی کا مقابلہ

جنگ کا دوسرا مرحلہ

اسکے بعد قلعہ ابی سے ایک اور بہادر یہودی باہر نکل آیا اور چیخ چیخ کر کہا "ھل من مبارز" کیا کوئی مقابلہ کرنے اور لڑنے والا ہے؟ لشکرِ اسلام سے ایک سپاہی مقابلہ پر نکل آیا لیکن یہودی نے انکو شہید کر دیا پھر اسی جگہ پر کھڑے کھڑے وہ مقابل کا خواہاں ہوا۔

محمدی کھچار سے شیر اسلام حضرت ابو دجانہؓ مقابلہ پر نکل آئے آپ اپنی عادت کے مطابق اپنے سر پر سرخ پٹی باندھے ہوئے تھے، پٹی کے نیچے لوہے کی ٹوپی تھی اور میدان میں اکڑ اکڑ کر دشمن کی طرف آگے بڑھ رہے تھے، حضرت ابو دجانہؓ آتے ہی دشمن پر حملہ آور ہوئے اور پہلے ہی وار میں دشمن کی دونوں ٹانگیں کاٹ ڈالی پھر اس پر چڑھ دوڑے اور اسے ٹھنڈا کر کے اس کے جسم کا اسلحہ اور سامان اتار کر حضور اکرم ﷺ کے پاس لے آئے حضور ﷺ نے یہ سامان بطور انعام ابو دجانہؓ ہی کو دیدیا اسکے بعد یہودیوں نے دوبدو میدان کا مقابلہ ڈر کی وجہ سے ترک کر دیا اور قلعہ بند ہو گئے۔

مسلمانوں نے جب یہودیوں کی اس کمزوری کو محسوس کیا تو سب نے نعرہ تکبیر بلند کیا اور قلعہ پر ہلہ بول دیا سب سے آگے آگے ابو دجانہؓ تھے اور پیچھے لشکرِ اسلام نعرہ تکبیر لگاتے ہوئے شان وشوکت کے ساتھ قلعہ میں داخل ہو گئے وہاں کے یہودی بھاگ کر قلعہ نزار کی طرف بھاگ گئے اور مسلمانوں نے قلعہ کے ساز وسامان کو بطور مالِ غنیمت قبضہ میں لے لیا اسلام کا جھنڈا قلعہ ابی پر بلند ہوا اور یہودیت ودھریت کا جھنڈا سرنگون ہوا۔ والحمد للہ

زندگی کیفی اسی حسن عمل کا نام ہے
کفر کو نابود حق کو جاوداں کرتے چلو
جہاں باطل مقابل ہو وہاں نوکِ سنان سے بھی
برائے دینِ اسلام رقص کرنا عینِ اسلام ہے

قلعہ ''نزار'' کے سامنے حق و باطل کا معرکہ

جنگ کا تیسرا مرحلہ

قلعہ ابی سے بھاگ کر یہودیوں نے جا کر قلعہ نزار میں پناہ لے لی اور ہر قسم ساز و سامان سے لیس ہو کر مقابلے کیلئے تیار ہو گئے سارے کے سارے بھگوڑے بھاگ بھاگ کر یہاں اکھٹے ہو گئے تو رسول عربی ﷺ اپنے صحابہ کے ساتھ قلعہ نزار کی طرف متوجہ ہو گئے ۔ قلعہ نزار کے یہودیوں نے گھمسان کی لڑائی لڑی کیونکہ علاقہ شق کے قلعوں میں یہ لوگ سب سے زیادہ جنگجو اور جان کی بازی لگانے والے تھے انہوں نے مسلمانوں پر تیر اور پتھروں کی بارش کر دی چنانچہ کئی تیر رسول اللہ ﷺ کے کپڑوں میں پیوست ہو گئے اور ایک تیر حضور اکرم ﷺ کی انگلی پر آ کر لگا حضور اکرم ﷺ نے ریت کی مٹھی بھر کر ان کے قلعہ کی طرف پھینک دی جس سے قلعہ میں زلزلہ آیا اور انکا قلعہ زمین میں دھنس گیا اور صحابہ کرام ؓ نے جا کر اسے فتح کر لیا اور وہاں کے رہنے والوں کو قید کر لیا مختلف قسم کا سامان بطور مال غنیمت ہاتھ لگا اور علاقہ نطاۃ کے بعد علاقہ شق بھی اسلام کے زیر نگین آیا قلعہ صعب بن معاذ میں جو منجنیق ہاتھ لگی تھی حضور اکرم ﷺ کے حکم کے مطابق وہ قلعہ نزار کے سامنے نصب کر دی گئی تھی قلعہ نزار پر منجنیق سے جب پہلا پتھر جا کر لگا اور حضور ﷺ نے کنکریاں پھینک دی تو قلعہ کے فتح ہونے میں دیر نہ لگی قلعہ فوراً فتح ہوا اور پورے علاقے پر اسلام کا جھنڈا لہرانے لگا۔ الحمد لله على ذالک.

قلعہ نزار کا عظیم الشان قیدی

قلعہ نزار میں ایک خاتون اپنی چچازاد بہن اور چند دیگر خواتین کے ساتھ مسلمانوں کی قید میں گرفتار ہو گئی جس کا نام ''صفیہ'' تھا یہ خاتون خیبر کے اعلیٰ خاندان سے تعلق رکھتی تھیں اور نسب کے اعتبار سے حضرت ہارون اور حضرت موسیٰ علیہم السلام کی اولاد میں سے تھیں بعد میں اس خاتون کو اللہ تعالیٰ نے عظیم رتبہ عطا فرمایا کہ حضور اکرم ﷺ کی زوجہ محترمہ بنیں اور تمام مسلمانوں کی ماں بن گئیں ۔ لہٰذا اب انکا نام اسلامی آداب کے مطابق ذکر کروں گا۔

تو لیجیے: ام المؤمنین حضرت صفیہؓ اپنا واقعہ خود اس طرح بیان کرتی ہیں۔ جب رسول اللہ ﷺ نے ہم کو مدینہ منورہ سے جلاوطن کیا تو ہم خیبر میں آ کر قیام پذیر ہوئے وہاں کنانہ بن ربیع سے میری شادی ہوگئی میرے شوہر کنانہ نے حضور ﷺ کے خیبر پر چڑھائی کرنے سے کچھ دن پہلے دعوتِ ولیمہ میں اونٹ ذبح کر کے یہود خیبر والوں کی دعوت کی اور مجھے قلعہ ''سلالم'' میں بسا لیا وہاں میں نے خواب میں دیکھا کہ یثرب یعنی مدینہ سے ایک چاند آیا ہے اور آ کر میری گود میں پڑ گیا ہے۔ میں نے اس خواب کو اپنے شوہر کنانہ کے سامنے بیان کیا وہ غصہ ہوئے اور مجھے تھپڑ رسید کیا جس سے میری آنکھ اور چہرہ نیلا پڑ گیا اس نے غصہ کی حالت میں کہا کہ تجھے یہ شوق اور تمنا ہے کہ یثرب کا بادشاہ محمد (ﷺ) تیرا شوہر بن جائے۔ میری آنکھ ابھی تک نیلی ہی تھی کہ رسول اللہ ﷺ نے قلعہ خیبر کو فتح کر لیا جب میں حضور ﷺ کے پاس پہنچ گئی تو آپ ﷺ نے مجھ سے پوچھا کہ یہ کیا ہوا؟ میں نے سارا قصہ سنا دیا۔ حضرت صفیہؓ مزید اپنا قصہ اس طرح سناتی ہیں کہ خیبر کے یہودیوں نے اپنے بچوں اور عورتوں کو کتیبہ کے قلعوں کی طرف منتقل کیا تھا تا کہ مرد نطاۃ کے علاقے میں بے جگری سے مسلمانوں کا مقابلہ کر سکیں اور عورتوں کو کوئی پریشانی نہ ہو جب حضور اکرم ﷺ نے نطاۃ کے قلعے فتح کر لئے اور اب یہاں کوئی بھی مقابلہ کرنے کے لیے موجود نہیں تھا تو قبائل عرب نے ہم سے غداری کر کے مدد نہیں کی اس لئے کتیبہ کے قلعوں کی نسبت قلعہ نزار زیادہ محفوظ اور زیادہ مضبوط تھا میرے شوہر کنانہ نے مجھے قلعہ نزار لا کر چھوڑ دیا میرے ساتھ میری چچازاد بہن اور چند دیگر عورتیں بھی تھی کہ اتنے میں حضور اکرم ﷺ نے مجھے بھی قید کر لیا اور مجھے اپنے خیمہ کی طرف بھیج دیا شام کے وقت حضور ﷺ میرے پاس آئے اور مجھ سے گفتگو شروع کی میں انتہائی حیاء کے ساتھ نقاب اوڑھ کر حضور کے سامنے بیٹھ گئی۔

حضور ﷺ نے فرمایا کہ اگر تم اپنے دین پر قائم رہنا چاہتی ہو تو میں تجھے مجبور نہیں کروں گا اور اگر تم اللہ، اسکے رسول اور اسلام کو اختیار کرو گی تو یہ تمہارے لیے بہتر ہوگا میں نے کہا میں اللہ، اسکے رسول اور اسلام کو اختیار کرتی ہوں حضور ﷺ نے مجھے آزاد کیا اور پھر مجھے اپنے نکاح میں لے لیا۔

جب فتح خیبر کے بعد حضور ﷺ مدینہ کی طرف روانہ ہوگئے تو صحابہ کرامؓ نے کہا کہ اس عورت کو

حضور ﷺ نے بطور لونڈی رکھا ہے یا بیوی بنا کر رکھا ہے؟ بعض نے کہا کہ اگر پردہ کرایا تو بیوی ہوگی ورنہ لونڈی ہوگی جب میں خیمہ سے باہر آ گئی تو مجھے حضور نے پردہ کا حکم دیدیا میرا پردہ جب کرایا گیا تو لوگوں نے جان لیا کہ بیوی بنالیا ہے۔ میں جب مدینہ پہنچ گئی تو دوسری ازواج مطہرات مجھے ستانے کے لیے کہتی تھی "یا بنت الیھودی" اے یہودی حیئ بن اخطب کی بیٹی۔ حضور اکرم ﷺ مجھ سے بہت محبت اور نہایت شفقت فرماتے تھے ایک دن آپ ﷺ میرے پاس آئے میں رو رہی تھی آپ ﷺ نے پوچھا کیوں روتی ہو؟ میں نے کہا آپ کی دوسری بیویاں مجھ پر فخر جتلاتی ہیں اور مجھے کہتی ہیں اے یہودی کی بیٹی! میں نے دیکھا کہ حضور اکرم ﷺ بہت غصہ ہوئے اور فرمایا کہ اگر وہ پھر یہ جملہ کہیں تو ان سے کہو کہ میرا باپ ہارون اور میرا چچا موسیٰ ہیں۔ یہ فوائد سے بھرا بیان خود حضرت صفیہؓ کا ہے بعض دیگر واقعات اور احادیث کی روایتوں میں آیا ہے کہ حضرت صفیہؓ تقسیم کے بعد حضرت دحیہؓ کے حصہ میں آئی مگر صحابہ کرام نے فرمایا کہ صفیہ ایک سردار کی بیٹی اور سردار کی بیوی ہے حضرت ﷺ کے لئے زیادہ مناسب ہے اس پر حضور ﷺ نے حضرت دحیہؓ کو دو باندیاں دیکر صفیہ کو اپنے پاس رکھا اور شادی کی۔ واپسی میں صہباء مقام پر لشکرِ اسلام کے پاس جو کچھ روکھی سوکھی روٹی یا ستو کھجور وغیرہ کھانے کی چیزیں تھیں حضور ﷺ نے دسترخوان پر سب کو منگوا کر صحابہ کرام ؓ کیلئے دعوتِ ولیمہ کا اہتمام کیا اس قصہ کو میں نے اس لئے نقل کیا ہے کہ اس سے مسلمان عبرت حاصل کریں کیونکہ اس میں عظیم فوائد ہیں مجاہدین کیلئے بھی اور جہاد کے مخالفین کیلئے بھی، کہ ذرا دیکھو مسلمانوں کی ماں جہاد کی عظیم برکت سے حاصل ہوگئی تھیں اور شادیوں میں بے جا اسراف کرنے والوں کیلئے بھی عبرت ہے کہ مسلمانوں کی تھلیوں میں جو ستو تھے وہ مانگ کر ایک دسترخوان پر رکھا گیا اور سب نے مل کر کھالیا یہ دعوتِ ولیمہ ہے۔ سچ ہے۔

جہاں تک آپ کی تقلید ہے اسی حد تک
سلیقۂ بشریت بشر کو ملتا ہے

علاقہ ''کتیبہ'' کے قلعوں پر چڑھائیاں اور لڑائیاں

الله أكبر الله أكبر خربت خيبر انا إذانزلنا ساحة القوم فساء صباح المنذرين

لگاتا تھا جب تو نعرہ تو خیبر توڑ دیتا تھا
حکم دیتا سمندر کو وہ راستہ چھوڑ دیتا تھا

علاقہ ''کتیبہ'' میں جو قلعے واقع تھے ان میں مشہور تین قلعے تھے اول قلعہ قموص دوم قلعہ وطیح اور سوم قلعہ سلالم، رسول کریم ﷺ جب نطاۃ اور شق کے قلعجات سے فارغ ہوئے اور سب پر اسلام کا جھنڈا بلند ہوا تو آپ ﷺ اسکے بعد والے قلعوں کی طرف متوجہ ہوئے سب سے پہلے یہاں قلعہ قموص کے معرکوں کو بیان کرنا مناسب ہوگا تو ذرا جھانک کر دیکھئے۔

قلعہ ''قموص'' کے سامنے گھمسان کی جنگیں

جنگ کا پہلا مرحلہ

تو ہی کہہ دے کہ اکھاڑا در خیبر کس نے؟
شہر قیصر کا جو تھا اسکو کیا سر کس نے؟

امام المغازی علامہ واقدی مدنی المتوفی ۲۰۷ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ علاقہ شق کے قلعوں سے فارغ ہوکر حضور اکرم ﷺ علاقہ کتیبہ کے قلعوں کی طرف متوجہ ہوئے یہاں پر خیبر کے سارے جنگجو اکھٹے ہو گئے تھے اور سارے یہود اطراف خیبر سے سمٹ کر قلعہ قموص میں ایک فیصلہ کن اور آخری جنگ کیلئے موت کی بازی لگانے کیلئے تیار بیٹھے تھے کچھ بطور دفاع قلعہ وطیح اور سلالم میں بھی جمع ہو گئے تھے لیکن اصل معرکے جو ہوئے تھے وہ قلعہ قموص کے سامنے ہوئے ہیں، حضور اکرم ﷺ نے قلعہ قموص کے سامنے ''منجنیق'' نصب کرائی (آجکل منجنیق کی جگہ راکٹ لانچر اور بھاری توپ خانہ نے لے لی ہے۔ جس سے دشمن کے مورچوں اور بیرکوں کو تباہ کیا جاتا ہے جسکو مجاہدین کشمیر، بوسنیا، چیچنیا، تاجکستان اور طالبان مجاہدین اطراف کابل میں استعمال کررہے ہیں)

بہر حال حضور اکرم ﷺ نے علاقہ کتیبہ کے قلعوں کا چودہ دن تک محاصرہ کیا اور پھر اللہ نے فتح عطا

کی ذرا جھانک کر کچھ تفصیل ملاحظہ فرمائیں۔

”شیرِ خدا علی مرتضی رضی اللہ عنہ میدان کارزار میں“

جنگ کا دوسرا مرحلہ

اہل تاریخ کا بیان ہے کہ خیبر کے بڑے علاقوں میں قموص نہایت مستحکم قلعہ تھا یہاں یہود کے بڑے بڑے تیرانداز اور نشانہ باز جانباز موجود تھے، کنانہ بن ربیع جیسے تیرانداز جس کا تیر تین سو گز دور جاکر ٹھیک ٹھیک نشانہ پر لگتا تھا اور مزے کی بات یہ کہ ایک ساتھ تین تیر فائر کیا کرتا تھا وہ یہاں پر موجود تھا اور مشہور زمانہ بہادر مرحب بھی ادھر ہی تھا، قلعہ قموص کی کارروائی میں حضور اکرم ﷺ کو شدید درد شقیقہ اٹھا تھا جس کی وجہ سے آپ خود میدان کارزار میں تشریف نہیں لاسکے تھے پہلے روز آپ ﷺ نے جنگی جھنڈا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو عطا کیا آپ نے معرکے لڑے لیکن قلعہ فتح نہ ہوسکا، دوسرے دن حضور اکرم ﷺ نے جنگی جھنڈا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو دیدیا آپؓ نے بھی شدید جنگ لڑی مگر قلعہ فتح نہ ہوسکا اس وقت حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ کل جنگی جھنڈا اس شخص کو دونگا جو اللہ اور اسکے رسول کو محبوب رکھتا ہو اور اللہ اور اسکا رسول اسکو محبوب رکھتا ہو اللہ تعالیٰ اس شخص کے ہاتھ پر فتح عطا فرمائے گا۔

رات بھر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس انتظار اور شوق وتمنا میں رہے کہ دیکھئے یہ عظیم شرف کس کو حاصل ہوتا ہے جب صبح ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے شیر خدا فاتحِ قلعہ قموص اور قاتلِ مرحب، حضرت علیؓ کو بلایا اس وقت حضرت علیؓ کی آنکھیں آشوب زدہ تھیں اور آنکھوں پر پٹی باندھی ہوئی تھی آپ سرمئی مائل لباس زیب تن کیے ہوئے تھے اپنے اونٹ سے حضور اکرم ﷺ کے خیمے کے قریب جاکر اترے اور حضور ﷺ کے سامنے آگئے حضور ﷺ نے پوچھا کہ کیا ہوگیا؟ آپ نے فرمایا آنکھیں دکھ رہی ہیں تو حضور اکرم ﷺ نے لعاب دہن انکی انکھوں پر لگایا۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ اس وقت سے اب تک میری آنکھوں کو کبھی کوئی تکلیف نہیں ہوئی حضور ﷺ نے جھنڈا مرحمت فرمایا حضرت علیؓ نے کہا یا رسول اللہ! میں لوگوں سے اس وقت تک لڑوں کہ وہ ہمارے جیسے ہوجائے حضور ﷺ نے فرمایا کہ

آرام سے انکے طرف جاؤ تو پہلے ان کو اسلام کی دعوت دو اور ان کو اللہ تعالیٰ کے واجب کردہ حقوق سے آگاہ کرو قسم بخدا!! اگر اللہ تعالیٰ تیرے ذریعے سے ایک آدمی کو بھی ہدایت دیدے تو یہ تیرے لئے سرخ اونٹ سے بہتر ہے۔ (بخاری)

مسلم شریف کی روایت میں ہے کہ حضور ﷺ نے علیؓ سے فرمایا جاؤ اور فتح ہونے تک لڑو اور پیچھے مڑ کر بھی نہ دیکھو حضرت علیؓ نے فرمایا کہ کس بات پر اور کس مدعا پر لوگوں سے لڑوں؟ حضور ﷺ نے فرمایا کہ ان سے اس وقت تک لڑو کہ وہ شہادت "**لا إلٰه إلا الله وأن محمد عبده ورسوله**" کا اقرار کر دیں جب انہوں نے اس کا اقرار کر لیا تو پھر انہوں نے اپنی جان اور مال کو محفوظ کر لیا۔ حضرت علی جھنڈا لیکر قلعہ کی طرف بڑھے تو مقابلہ کے لئے خیبر کا مشہور پہلوان مرحب یہودی نکل آیا مرحب اسلحہ میں غرق تھا اور اسکی زبان پر رجز کے یہ اشعار تھے۔

قد علمت خيبر أني مرحب
شاكي السلاح بطل مجرب

ترجمہ:۔ سرزمین خیبر جانتی ہے کہ میں مرحب ہوں اسلحہ سے لیس بہادر تجربہ کار ہوں۔

أطعن أحيانا وحينا اضرب
إذا الليوث أقبلت تلهب

ترجمہ:۔ کبھی نیزہ بازی اور کبھی شمشیر زنی کرتا ہوں جبکہ لڑائی کے شیر شعلے مارتے ہوئے میدان میں اتر آتے ہیں۔

إن حمایَ لَحُمَی لایقرب

میرے محفوظ مقامات ایسے محفوظ ہیں کہ کوئی اس کے قریب نہیں آسکتا ہے۔

مرحب کے مقابلہ کیلئے شیرِ خدا میدان میں کود پڑے آپکی زبان پر رجز کے یہ اشعار تھے۔

أنا الذی سمتنی أمی حیدراً
کلیث غابات کریه المنظره

ترجمہ:۔ میں وہی ہوں کہ میری ماں نے میرا نام حیدر (شیر) رکھا ہے جنگل کی شیر کی طرح رعب دار

شکل رکھتا ہوں۔

اکیلکم بالسیف کیل السندرۃ

میں تمہیں تلوار کے وسیع پیمانے سے پورا پورا حق دوں گا یعنی مکمل قتل کروں گا۔

میدان کارزار میں دونوں پہلوانوں کا دیر تک شمشیر زنی میں مقابلہ ہوا پھر حضرت علیؓ نے ہاشمی مطلبی وار کیا، تلوار کا یہ وار ایسا تھا کہ مرحب کا فر دو ٹکڑے ہو کر زمین پر گر پڑا اور جہنم رسید ہو گیا کفر مغلوب ہوا اور اسلام غالب آیا خیبر کا سب سے بڑا بہادر یہودی شیرِ اسلام کے ہاتھوں زمین پر پڑا ہوا موت کا مزہ چکھ رہا تھا۔ اور میں نے کہا۔

مِنْ عَهْدِ عَادٍ كَانَ مَعْرُوْفًا لَنَا
إِسْرُ الْمُلُوْكِ وَقَتْلُهَا وَقِتَالِهَا

ترجمہ: بادشاہوں سے لڑنا اور انہیں قتل کرنا زمانہ قدیم سے ہمارے جانے پہچانے کارنامے ہیں۔

اہل تاریخ کی ایک تصریح کے مطابق میں نے یہ مقابلہ اس طرح بیان کیا ہے لیکن تاریخ کی عام تصریحات مثلاً البدایہ والنھایہ اور المغازی للواقدی وغیرہ نے کئی روایات میں یہ بیان کیا ہے کہ مرحب کا پہلا مقابلہ محمد بن مسلمہؓ سے ہوا، محمد بن مسلمہؓ نے مرحب کی ٹانگوں کو کاٹ کر رکھ دیا تو مرحب نے کہا کہ مجھے اب ختم کر دو تو محمد بن مسلمہؓ نے فرمایا کہ تڑپتے رہو موت کا مزہ چکھتے رہو کیونکہ تم نے بھی میرے بھائی کو ایذا رسانی کے بعد شہید کر دیا تھا اب یہ اس کا بدلہ ہے۔ چنانچہ مرحب کا سابقہ رجز کے اشعار کے بعد محمد بن مسلمہؓ نے یہ شعر جواب میں پڑھا۔

قد علمت خيبر أني ماض
حلوا إذا شئت وسم قاض

سرزمینِ خیبر جانتی ہے کہ میں اپنا ارادہ پورا کرنے والا ہوں جب چاہوں تو میٹھا ہو جاتا ہوں اور جب چاہوں تو زہرِ قاتل بنتا ہوں۔ ایک شعر میں محمد بن مسلمہؓ نے اپنے بھائی محمود بن مسلمہ کے غم میں انتقام کا اس طرح اظہار کیا۔

يا نفس الا تقتلي تموتي
لاصبرلي بعد أبي النُّبيُتِ

اے میرے نفس اگر تو قتل نہیں ہوا تو ویسے ہی مر جانا ہے، مجھ میں ابو عبیت یعنی محمود بن مسلمہ کے بعد صبر کی طاقت نہیں۔

بعض روایات میں مرحب کے ساتھ حضرت عامرؓ سے مقابلے کا بھی پتہ چلتا ہے تاہم مشہور یہی ہے کہ مرحب کے ساتھ تاریخی مقابلہ حضرت علیؓ کا ہوا تھا اور مرحب انہیں کے ہاتھوں قتل ہوا تھا۔ ابن کثیر نے البدایہ والنھایہ میں لکھا ہے کہ حضور اکرم ﷺ کے غلام ابو رافعؓ کا بیان ہے کہ قلعہ خیبر کے سامنے حضرت علیؓ کا مقابلہ ایک یہودی سے ہوا یہودی نے جب وار کیا تو حضرت علیؓ کے ہاتھ سے ڈھال گر گئی تو حضرت علیؓ نے قلعہ کا دروازہ اکھیڑ کر ڈھال بنا لیا اور لڑتے رہے جب آپ نے دروازہ پھینک دیا تو ہم آٹھ آدمیوں نے کوشش کی مگر ہم دروازہ اسکی جگہ سے ہٹا نہ سکے۔ سچ ہے۔

لگاتا تھا تُو جب نعرہ تو خیبر توڑ دیتا تھا
حکم دیتا سمندر کو وہ راستہ چھوڑ دیتا تھا
تو ہی کہدے درِ خیبر کو اکھاڑا کس نے؟
شہر قیصر کا جو تھا اسکو کیا سر کس نے؟

مرحب کو قتل کرنے سے پہلے حضرت علیؓ نے مرحب کے بھائی حارث کو بھی دو بدو مقابلہ میں جہنم رسید کیا تھا۔

تنبیہ ①: میں شیعہ برادری سے عرض گزار ہوں کہ اہل تاریخ نے غزوہ خیبر کو جو تفصیلات لکھی ہے میں نے بلا کم و کاست اسکو نقل کر دیا ہے لشکرِ اسلام کے جن مجاہدین نے جو نمایاں کارنامے انجام دیئے ہیں اسکو نمایاں طور پر ذکر کر دیا ہے یہاں پر لڑنے والے ڈیڑھ ہزار صحابہ کرام ؓ ہیں اور قرآن کریم کی تصریحات کے مطابق یہاں بیعتِ رضوان میں شریک تمام مخلص صحابہ کرام ؓ نے حصہ لیا یہاں کسی ایک یا دو آدمی نے جنگ میں حصہ نہیں لیا کہ ہم یہ کہہ دیں کہ خیبر کو صرف اس ایک شخص نے فتح کیا ہے اگر ہم یہ کہنا شروع کر دیں کہ خیبر فتح نہیں ہو رہا تھا اسکو صرف مولا علیؓ نے فتح کیا ہے تو یہ قرآن کی تصریحات اور احادیث کی تشریحات اور اہلِ تاریخ کی تصریحات کے سراسر منافی ہوگا اور

اس کہنے میں حقائق کو چھپانے اور اس پر پردہ ڈالنے کی مذموم کوشش ہوگی اگر اہلِ تشیع یہ کہہ دیں کہ حضرت علیؓ کی برکت سے دوسروں نے کارنامے انجام دیئے ہیں تو اس کے جواب میں یہ کہہ دوں کہ یہ ساری برکت حضور اکرم ﷺ کی تھی اور حقیقت میں حضور اکرم ﷺ ہی کی تھی لیکن اس سے یہ نتیجہ تو نہیں نکالا جا سکتا ہے کہ حضرت علیؓ اور دیگر صحابہ کرام ؓ نے حصہ ہی نہیں لیا تھا اور فاتحِ خیبر صرف رسول اللہ ﷺ ہی تھے اگر تم یہ نہیں کہہ سکتے ہو تو پھر اس کہنے کی کیوں بے جا جرات کرتے ہو کہتے ہو کہ خیبر کو مولا علی نے ہی فتح کیا تھا؟ ہاں یہ کہدو کہ مولا علی فاتح قلعہ قموص تھے جس کا ذکر حضور اکرام ﷺ نے بھی کیا ہے اہلِ تاریخ نے کیا ہے اور حقیقت کے مطابق بھی ہے جس کا کسی سننے والے پر اثر بھی ہو جاتا ہے لیکن اگر تم جھوٹ موٹ ملا کر کہو کہ حضرت آدم کی توبہ مولا علی کے طفیل قبول ہوئی بنی اسرائیل کو فرعون سے نجات مولا علی کے طفیل ملی حضرت یونس اور حضرت ابراہیم اور حضرت عیسیٰ علیہم السلام کو سمندر، آگ اور یہود کے حملوں سے نجات مولا علی کے طفیل ملی تو یہ مجنون کی بڑ سے بڑھ کر کچھ نہیں ہوگا۔

میں پھر پوچھتا ہوں کہ کیا خیبر میں حضرت علیؓ اکیلے تھے؟ کیا وہاں حضور اکرم کے دوسرے صحابی نہیں تھے؟ اگر تھے تو کیا لڑنے کے لئے نہیں گئے تھے؟ یا کیا وہ سیر و تفریح یا حضرت علیؓ کے جوہر شجاعت دیکھنے کے لیے گئے تھے؟ کیا بغیر لڑے کوئی آدمی شہید ہو جاتا ہے وہ زخمی کیوں ہوئے؟ اور انکے جسموں پر تلوار نیزوں کے زخم کیسے آئے؟ اور پھر حضور اکرم ﷺ نے انکو مالِ غنیمت میں سے خیبر کی زمینیں تقسیم کر کے کیوں دیں؟ کیا مجاہد کے علاوہ کسی آدمی کو مالِ غنیمت سے حصہ دیا جا سکتا ہے؟ کیا العیاذ باللہ حضور اکرم ﷺ نے تقسیم غنائم خیبر میں حضرت علیؓ پر ظلم کیا کہ حق تو ان کا تھا اور آپ ﷺ نے العیاذ باللہ انصاف کا تقاضہ پورا کئے بغیر ڈیڑھ ہزار آدمیوں کو اس میں شریک کیا؟ خدا کا خوف کرو یہ دنیا فانی چیز ہے یہاں کی چالاکیاں یہاں ہی دھری کی دھری رہ جائیں گی اور کل میدان حشر میں خدائے قہار و جبار کے سامنے جانا ہوگا اللہ تعالیٰ ہدایت نصیب فرمائے۔ آمین

ہم یہ مانتے ہیں کہ حضرت علیؓ فاتحِ خیبر تھے اور اس کی عام شہرت بھی ہے لیکن شیعوں کی طرح یہ کون

کہہ سکتا ہے کہ صرف علیؓ نے سارا خیبر فتح کیا دوسرا کوئی نہیں تھا؟

تنبیہ ②: حضرت علیؓ کو قلعہ قموص کی طرف روانہ کرتے ہوئے حضور اکرم ﷺ نے جہاد کے آداب میں سے ایک ادب کی طرف توجہ دلائی اور فرمایا کہ جا کر پہلے انکو اسلام کی طرف بلاؤ کیونکہ اگر تیرے ہاتھ پر ایک آدمی بھی ہدایت قبول کرے تو یہ تیرے لئے سرخ اونٹ سے زیادہ بہتر ہوگا اس جملے سے بعض حضرات نے یہ نتیجہ نکالنا شروع کر دیا کہ بس ہدایت کیلئے فقط دعوت ہی اصل چیز ہے اور یہ لڑنا بھڑنا کوئی چیز نہیں نہ مقصود ہے نہ مطلوب ہے پھر اس جملہ کو عوام الناس کے دل و دماغ میں اس انداز سے بٹھا دیا گیا کہ اب وہ ایک حد تک میدان کارزار میں اسلحہ لیکر جانے کو منسوخ سمجھنے لگے یا بے فائدہ اور فضول سمجھنے لگے جب بھی جہاد حق و باطل کے معرکوں کی بات آتی ہے تو فوراً کہنے لگ جاتے ہیں کہ دیکھو خیبر میں حضور ﷺ نے حضرت علیؓ سے فرمایا تھا کہ ایک آدمی کی ہدایت تیرے لئے سرخ اونٹ سے بہتر ہے۔

میں نہایت ادب و احترام سے عرض کرتا ہوں کہ اے اللہ کے بندو! دین اسلام اور شریعت مقدسہ ایک حدیث کا نام نہیں بلکہ یہاں ''الف'' سے لیکر ''ی'' تک پوری شریعت اور اسکے احکامات کا نام ہیں، اسی طرح دین اسلام میں تاریخ کا صرف ایک قصہ نہیں ہے نہ یہاں کوئی یکطرفہ ٹریفک کا نظام ہے بلکہ یہاں تو پورے احکامات، پوری تاریخ اور پورے واقعات ہیں جو مربع ٹریفک کے چوراہے کی طرح انتہائی حساس اور انتہائی محتاط معاملہ ہے آپ نے ایک خاص موقع ومحل کے ایک خاص جملے کو جہاد کے پورے اسلامی نظام کے مقابلے پر لا کر کیوں کھڑا کر دیا؟

میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ شریعت مطہرہ میں جو دعوت کا نظام ہے، جس پر جہاد موقوف ہے کیا یہاں وہ صورت سامنے تھی یقیناً آپ نفی میں جواب دیں گے کیونکہ دعوت وہاں واجب ہے جہاں کفر کو اسلام کے متعلق کچھ بھی معلوم نہ ہو اور یہاں تو خیبر کے یہودی مدینہ کے اطراف میں سب کچھ سننے کے بعد خیبر کی طرف چلے گئے تھے سب کو بنو نضیر، بنو قینقاع اور بنو قریظہ کے حالات کا پتہ تھا پھر قلعہ قموص سے پہلے کئی دنوں تک کئی قلعوں پر حق و باطل کے کئی معرکے ہو چکے تھے، تو شرعی اصولوں

کے مطابق حضرت علیؓ کی یہ دعوت ''مستحب'' کے درجہ میں تھی تو ایک مستحب فرمان کی آڑ میں آپ جہاد مقدس کے پورے نظام کو کیوں کمزور کر رہے ہو؟

میں آپ سے پھر پوچھتا ہوں، کیا خیبر کے بعد دس رکوعات پر مشتمل سورت انفال موجود نہیں؟ جس میں اول سے لیکر آخر تک جہاد اور لڑنے کے مسائل و فضائل اور قوانین جنگ کا تذکرہ ہے اور کیا غزوہ خیبر کے اس فرمان کے بعد سورت توبہ نہیں اتری جس میں کفار سے لڑنے کی ترغیب در ترغیب ہے کیا سورت توبہ میں یہ آیت نہیں جس کا ترجمہ ہے: لڑو! ان سے اب اللہ تعالیٰ تمہارے ہاتھوں سے ان کو عذاب دیگا اور انکو رسوا کریگا اور انکے مقابلے میں تمہاری مدد کرے گا اور مسلمانوں کے سینوں کو ٹھنڈا کریگا اور ان کے دلوں کی سوزش اور غیض و غضب کو دور کرے گا اور ''اس ضمن میں'' اللہ جسے چاہے ہدایت نصیب کرے گا۔

سولہ رکوعات پر مشتمل یہ پوری سورت کفار سے لڑنے اور انکے احکامات و فضائل اور جہاد میں حصہ نہ لینے والوں کی مذمت میں اتری ہے ان دونوں سورتوں کو ملا کر تقریباً ڈیڑھ پارہ قرآن یکجا طور پر مسلسل جہاد کے متعلق اترا ہے کیا یہ سارا قرآن آپ نے خیبر کے اس ایک جملے کے نظر کر دیا؟

میں پھر نہایت ادب سے عرض کرتا ہوں کہ اس فرمان کے بعد حضرت علیؓ نے ہتھیار پھینک دیئے اور مرحب کے مقابلے کے بجائے سمجھانے کیلئے گئے اور کیا سمجھانے سے وہ سمجھ گئے اور مقابلہ ہی نہیں ہوا؟ کیا مرحب کو حضرت علیؓ نے دو ٹکڑے کر کے جہنم رسید نہیں کیا؟ اور اسکے بعد قلعہ میں داخل ہو کر دوسروں کو قتل نہیں کیا قیدیوں کو غلام اور عورتوں کو لونڈیاں اور اموال کو مالِ غنیمت نہیں بنایا؟ اور خیبر کے بعد حضرت علیؓ کسی اور جگہ جہاد میں کبھی نہیں لڑے؟ جنگ نہروان میں کیا آپ نے چھ ہزار خوارج کو نہیں مارا؟ کیا اس فرمان کا مطلب حضرت علیؓ نہیں سمجھے یا فرمانِ رسول ﷺ کو بہت جلد بھول گئے اور جا کر لڑنا شروع کر دیا؟ میں پھر عرض کرتا ہوں کہ حضور ﷺ کا یہ فرمان جہاد کے آداب اور ترتیب جہاد کا ایک حصہ تھا اور اس وقت مستحب کے درجہ میں تھا اور اس پر آج تک الحمد للہ مجاہدین عمل کر رہے ہیں وہ پہلے کفار کو دعوت اسلام دیتے ہیں اور پھر کارروائی کرتے ہیں جہاں

واجب ہوتا ہے وہاں واجب دعوت دیتے ہیں اور جہاں مستحب ہوتا ہے اس پر کبھی عمل کرتے ہیں اور کبھی نہیں کرتے ، کیونکہ مستحب میں اس کی گنجائش ہے۔ فقہائے اسلام نے ایسا ہی لکھا ہے قدوری اور کنز کو دیکھو شرح وقایہ اور ہدایہ کو دیکھو آپ کو اسی طرح ملے گا باقی اگر آپ کا یہ خیال ہے کہ مسلمانوں میں گھوم پھر کر انکی اصلاح کرنی چاہئے انکو راہ راست پر لانا چاہئے انکی فکر کرنی چاہئے تو میں بھی کہتا ہوں کہ یہ ایک اچھا کام ہے ایسا ہی ہونا چاہیئے لیکن اس اصلاحی پروگرام کا جہاد کی دعوت کے ساتھ کیا نسبت ہے؟ جہاد کا براہ راست تعلق کفار کے ساتھ ہے لہذا جہاد جس دعوت پر موقوف ہے اس دعوت کا تعلق بھی براہ راست کفار کے ساتھ ہے وہی امت دعوت ہے کہ اسلام قبول کر لو، نہیں تو جزیہ ادا کرو، نہیں تو پھر میدان میں لڑنے کا سامنا کرو۔ کیا آپ یہ جہاد والی دعوت کو امت اجابت یعنی مسلمانوں کو دے سکتے ہیں کہ آپ کسی مسلمان سے کہدیں کہ اسلام قبول کرلو، نہیں تو جزیہ ادا کرو، نہیں تو پھر لڑنے کیلئے تیار ہو جاؤ؟ میرے محترم بھائی! خلط ملط نہ کیجئے اسلام میں جو حکم جس طرح ہو اسکو اسی طرح رکھیں نازک مقام کا خیال رکھیں کیونکہ۔

ہزار نکتہ باریک تر زموایں جاست
نہ ہر کہ سر بتراشد قلندری داند
نہ ہر جائے مرکب تواں تاختن
کہ جاہا سپر باید انداختن
چوں بشنوی سخن اہل دل مگو کہ خطاست
سخن شناس نہ دلبرا خطا ایں جاست

حضرت زبیر رضی اللہ عنہ اور یاسر کافر کا مقابلہ

جنگ کا تیسرا مرحلہ

حضرت زبیرؓ حضور اکرم ﷺ کے پھوپھی زاد بھائی تھے اور حضور اکرم ﷺ کے محبوب ترین اور خاص ترین اور خاص الخاص صحابی اور حواری تھے جب مرحب کو حضرت علیؓ نے قتل کیا تو قلعہ سے یاسر باہر نکل آیا یہ شخص اس علاقے میں انتہائی بہادر تھا، انکے پاس غضب کا ایک نیزہ تھا یہ شخص مسلمانوں کو ادھر ادھر مار بھگاتا تھا اور ہر طرف سے اندھا دھند اسلحہ استعمال کرتا تھا کہ اتنے میں اسکے مقابلے پر حضرت علیؓ میدان میں نکل آئے لیکن حضرت زبیرؓ نے حضرت علیؓ سے فرمایا کہ تجھے خدا کا واسطہ دیتا ہوں کہ انکو میرے مقابلے میں چھوڑ دیں چنانچہ اب میدان کارزار میں یاسر اور حضرت زبیرؓ آمنے سامنے مقابلہ پر آکر کھڑے ہو گئے؟

مسلمان اس کا نظارہ کر رہے تھے کہ دیکھئے مقابلہ کیسا رہتا ہے حضرت زبیرؓ کی والدہ حضرت صفیہؓ نے حضور اکرم ﷺ کے سامنے پریشانی کا اظہار کیا کہ اے اللہ کے رسول! کیا یہ شخص میرے بیٹے زبیر کو قتل کر دے گا؟ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ نہیں بلکہ تیرا بیٹا اس کافر کو قتل کر دے گا (حضرت صفیہ بنت عبد المطلب کے علاوہ ۲۰ خواتین غزوہ خیبر میں شریک ہو گئی تھیں) راوی کا بیان ہے کہ دونوں کا مقابلہ دیر تک جاری رہا اور دونوں کی تلواریں آپس میں ٹکراتی رہیں کہ حضرت زبیرؓ نے شدید حملہ کر کے یاسر کافر کو قتل کر دیا حضور اکرم ﷺ نے حضرت زبیرؓ کو مبارکباد دی اور پھر فرمایا کہ ہر نبی کا ایک خاص گہرا دوست ہوتا ہے اور میرا خاص اور مخلص دوست میرا پھوپھی زاد بھائی زبیر ہے۔ جب مرحب اور یاسر مارے گئے تو حضور اکرم ﷺ نے صحابہ سے فرمایا کہ خوشخبری سنو کہ مرحب کی موت سے خیبر کشادہ ہوا اور یاسر کی موت سے خیبر کا معاملہ آسان ہو گیا۔ یاد رہے عربی میں مرحب کشادگی اور یاسر آسان کے معنی ہے۔

اس معرکہ کے بعد یہودیوں کا ایک اور مشہور بہادر نکل آیا جس کا نام ایسر تھا جو قد وقامت میں

چھوٹا سا تھا مگر مضبوط تھا، آتے ہی ایسر چیخنے لگا کہ ہے کوئی جو مقابلہ پر آجائے اور میرا مقابلہ کرے۔ اس کے اعلانِ مبارزہ پر محمدی کچھار سے محمد بن مسلمہؓ مقابلہ کیلئے نکل آئے دوبدو مقابلہ ہوا دونوں طرف سے تلواریں ٹکرائیں آخر ایمان کی تلوار کفر پر غالب آئی اور ایسر کو محمد بن مسلمہؓ نے جہنم رسید کیا۔

اس کے بعد عامر نامی یہودی میدان میں مقابلہ پر آگیا یہ ایک لمبا تڑنگا یہودی تھا اور بھاری بھرکم جسم کا مالک تھا حضور اکرم ﷺ نے اسے دیکھ کر فرمایا کہ کیا تم اس پانچ گز کے آدمی کو دیکھتے ہو جو میدان مبارزہ کیلئے مقابل کو بلا رہا ہے؟ اس وقت عامر کافر دو زرہوں میں ملبوس تھا اور تلوار کو لہراتے ہوئے میدان کارزار میں اکڑ اکڑ کر گھوم رہا تھا لوہے میں مکمل طور پر چھپا ہوا تھا اور مقابلہ کیلئے زور زور چیخ رہا تھا اس کے مقابلے پر حضرت علیؓ نکل آئے اور تلوار سے اس کافر پر چند وار کئے لیکن کوئی حملہ کامیاب ثابت نہیں ہوا پھر حضرت علیؓ نے اسکی ٹانگوں کو کاٹ دیا وہ زمین پر سرین کے بل بیٹھ گیا حضرت علیؓ نے اس کا کام تمام کر دیا اور اسلحہ اتارا۔

جب اس قلعہ کے سامنے حارث، مرحب، عامر یاسر اور ایسر جیسے مشہور نامور بہادر پٹ گئے اور پٹتے پٹتے مٹ گئے تو یہود کی کمر ٹوٹ گئی اور بقیہ قلعوں پر کارروائی آسان ہوگئی۔

الحمد لله حمداً كثيراً

اے مسلمان! تمہاری شان یہ تھی۔

لگاتا تھا تُو جب نعرہ تو خیبر توڑ دیتا تھا
حکم دیتا سمندر کو تو راستہ چھوڑ دیتا تھا

قلعہ وطیح اور سلالم کی فتح

جنگ کا چوتھا مرحلہ

اللہ اکبر خربت خیبر

باقی قلعوں کیلئے بھی منجنیقیں نصب کر دی گئیں تو یہود اپنے بچوں اور

عورتوں پر گھبرا گئے خیبر کے یہود نے خیال کیا کہ اب بچاؤ کا کوئی امکان نہیں رہا اگر کچھ بچاؤ ہوسکتا ہے تو وہ صرف اور صرف صلح کے ذریعہ ان قلعوں کے حوالے کرنے سے ہوسکتا ہے چنانچہ یہودنا بہبود چودہ دن محاصرہ میں رہنے کے بعد مجبور ہو گئے اور حضور ﷺ کے سامنے صلح کی درخواست کی، حضور اکرم ﷺ نے صلح کی درخواست منظور کی تو یہود نے کنانہ بن ربیع کو بطور قاصد حضور اکرم ﷺ کے پاس بھیجا تا کہ صلح کے دفعات طے کریں۔

آپ ﷺ نے ان کی جان بخشی چند شرائط کے ساتھ مشروط کی وہ شرائط یہ تھی۔

① خیبر کی زمین فوراً خالی کردی جائے اب زمین مسلمانوں کی ہوگی۔

② سونا چاندی ہتھیار اور سامان حرب وضرب سب یہاں چھوڑ کر چلے جاؤ صرف بدن پر کپڑے لے جاؤ۔

③ اموال میں سے کسی چیز کو نہ چھپایا جائے۔

④ جس نے کوئی چیز چھپائی تو وہ شخص مباح الدم ہوگا۔

⑤ یہودِ خیبر نے یہ درخواست کی کہ اس علاقے کی زمینوں کو ہم آباد کرنا جانتے ہیں لہذا بطورِ مزارع ہم کو یہاں برقرار رکھا جائے حضور ﷺ نے فرمایا جب تک اللہ نے چاہا اس وقت تک تمہیں برقرار رکھیں گے۔

اسی آخری درخواست اور شرط کے تحت یہود خیبر کو خیبر میں رہنے کا عارضی حق دیا گیا اور پھر حضرت عمرؓ نے انہیں شام کی طرف دھکیل کر خیبر سے نکال دیا کیونکہ یہاں حضور اکرم ﷺ کے چند فرمان موجود تھے۔

①......**أخرجوا اليهود من جزيرة العرب .**

یعنی جزیرہ عرب سے یہود ونصاریٰ کو نکال دو۔

②......**لایجتمع دینان فی جزیرة العرب.**

یعنی جزیرہ عرب میں دو دین اکٹھے نہیں چل سکتے۔ (صرف دین اسلام چل سکتا ہے)

غنائمِ خیبر کی تفصیل

خیبر کے ان قلعوں سے بہت بڑے پیمانے پر مالِ غنیمت اکٹھا کیا گیا عورتوں، بچوں اور مردوں کو تو صلح کی اس آخری شرط کے بعد معاف کر دیا گیا لیکن ان کے جسم کے کپڑوں کے علاوہ باقی سب مال ومتاع بطور مالِ غنیمت مسلمانوں کے ہاتھ آ گیا حضور اکرم ﷺ نے غنائمِ خیبر پر حضرت فروہؓ کو نگران مقرر فرمایا تھا چنانچہ ان قلعوں سے جو کچھ مال حاصل ہوا اس کی تفصیل کچھ اس طرح ہے:

ریشم کے بڑے ذخائر مل گئے، وافر مقدار میں چادریں ملی، بہت بڑا اسلحہ ہاتھ لگا، ریوڑ کے ریوڑ بکریاں اور گائے حاصل ہوئیں، کھانے پینے کا تیار سامان کے علاوہ غلوں کے گودام ہاتھ آئے، سونے کے کنگن سونے کے بازو بند اور سونے کے پازیب اور کان کی بالیاں اور سونے کی انگوٹھیاں اعلیٰ قسم کے ہار اور دیگر جواہرات کے ہار ہاتھ آئے، ایک سو زرہیں ملیں اور چار سو تلواریں ہاتھ لگی۔ ایک ہزار نیزے ملے، پانچ سو عمدہ عربی کمانیں ملیں اور خیبر کی پوری زمین اور پورا علاقہ ملا، اور اسلام کے لئے راستہ ہموار ہو گیا۔ الحمد لله علی ذالک.

کنانہ بن ربیع کا دھوکہ اور موت

جنگ کا پانچواں مرحلہ

حضور اکرم ﷺ نے کنانہ بن ابی الحقیق کو صلح کے وقت فرمایا تھا کہ اگر کوئی چیز چھپا کر رکھ دی تو پھر چھپانے والے شخص کو قتل کر دیا جائے گا، کنانہ بن ربیع نے کہا کہ یہی معاہدہ ہے اور طے شدہ معاملہ ہے، حضور اکرم ﷺ نے چند مسلمانوں اور چند یہود کو اس معاہدے پر گواہ بنایا پھر حضور اکرم ﷺ نے کنانہ بن ربیع سے پوچھا کہ بتاؤ چمڑے کا وہ تھیلا کہاں ہے جس میں تم لوگ بڑے پیمانے پر زیورات بنو نضیر کے مدینہ سے جلاوطنی کے دوران یہاں خیبر لائے تھے؟ کنانہ نے کہا وہ سارا مال جنگوں اور دیگر ضروریات میں خرچ ہو گیا حضور اکرم ﷺ نے فرمایا وہ تو بہت بڑا مال تھا اتنے

تھوڑے عرصہ میں وہ کیسے خرچ ہو گیا کنانہ نے کہا: جی وہ سارا خرچ ہو گیا ہے حضور ﷺ نے فرمایا کہ اگر تم نے جھوٹ بولا اور دھوکہ سے وہ مال چھپایا اور پھر ظاہر ہو گیا تو تم واجب القتل ہو جاؤ گے، کنانہ نے کہا جی ہاں! اگر مال ظاہر ہو گیا تو مجھے قتل کر دو، ایک یہودی نے کنانہ سے کہا دیکھو اگر کوئی مال چھپا کر رکھا ہے تو ظاہر کر دو کیونکہ اللہ تعالیٰ اس نبی پر بات ظاہر کر دیتا ہے پہلے بھی کئی بار ایسا ہو چکا ہے کہیں ایسا نہ ہو کہ مارے جاؤ۔ کنانہ نے اس یہودی کو سخت ڈانٹ پلائی اور کسی قسم کا مال چھپانے یا دھوکہ کرنے سے صاف انکار کر دیا۔

حضور اکرم ﷺ نے ایک اور یہودی سے کچھ معلومات مانگی اس نے کہا مجھے تو تھیلی کی متعلق کچھ معلوم نہیں البتہ فلاں جگہ ایک ویران علاقہ ہے میں نے کئی بار صبح صبح کنانہ کو وہاں گھومتے پھرتے دیکھا ہے حضور اکرم ﷺ نے آدمیوں کو بھیجا اور اس ویرانے میں کھود کرید اور کھوج کا حکم دیدیا چنانچہ زیورات کا وہ تھیلہ مل گیا اس پر حضور اکرم ﷺ نے کنانہ بن ربیع کو محمد بن مسلمہ ؓ کے حوالہ کر دیا کہ اس کو اپنے بھائی کے بدلے قصاص میں قتل کر دو چنانچہ اس نے اس کو قتل کر دیا اور اسی طرح خیانت کی پاداش میں کنانہ کا بھائی بھی مارا گیا اب خیبر کے تمام سرغنے اور شر و فساد کی جڑیں اور بڑے بڑے فسادی مارے گئے شر و فساد کی جڑیں اکھیڑ دی گئیں اور بدمعاشوں کے اڈے ختم ہو گئے اسلام کا بول بالا ہوا اور کفر کا جھنڈا سرنگوں ہو گیا اور مدینہ منورہ یہود کی شرارتوں سے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے محفوظ ہو گیا اور جزیرہ عرب سے یہود نابہبود کے فساد کا خاتمہ ہو گیا۔ سچ ہے ؎

جہاں باطل مقابل ہو وہاں نوک سنان سے بھی
برائے دین اسلام رقص کرنا عین ایمان ہے

ایک ماہ کا مسلسل جہادِ مقدس وادی خیبر پر ہوا ڈیڑھ ہزار صحابہ کرام ؓ نے حضور اکرم ﷺ کے جھنڈے تلے اس میں حصہ لیا یہودِ خیبر کی درخواست پر ان کو ایک عرصہ تک خیبر کی زمینوں پر نصف بٹائی پر برقرار رکھا گیا پھر ان کو خیبر سے نکال دیا گیا اور آج تک وہاں کروڑوں مسلمان ایمان و اسلام پر پیدا ہوئے اور اسلام و ایمان پر مر گئے یہ جہادِ مقدس کی برکت ہیں۔

شہداء خیبر اور دیگر واقعات

جنگ کا چھٹا مرحلہ

ایک ماہ کا مسلسل جہاد مقدس وادی خیبر پر ہوا، ڈیڑھ ہزار صحابہ کرام ؓ نے حضور اکرم ﷺ کے سیاہ وسفید رنگ کے مبارک جھنڈے کے سائے کے نیچے اس میں حصہ لیا، یہود خیبر کی درخواست پر ان کو ایک عرصہ تک خیبر کی زمینوں پر نصف بٹائی پر برقرار رکھا۔ مال غنیمت اور لونڈیاں وغلامان صحابہ کرام ؓ پر تقسیم ہو گئے حضرت صفیہؓ حضور اکرم ﷺ کی زوجیت میں آکر اُمّ المؤمنین بن گئیں وادی قری میں تو کچھ مقابلہ ہوا مقابلہ کے بعد علاقہ فتح ہوا اور لشکر اسلام واپس مدینہ آ گیا۔

فدک کے بعد یہودیوں اور دیگر قبائل نے خود آکر صلح کی درخواستیں دیں ان سے صلح کے معاہدے ہو گئے اور فدک کی زمین و مال بطور مال فئی رسول اللہ ﷺ نے اپنے پاس رکھ لیا اور مجاہدین پر تقسیم نہیں کیا۔ خیبر ہی کے موقع پر حضور اکرم ﷺ نے پالتو گدھوں کے گوشت اور عورتوں سے متعہ کی حرمت کا عام اعلان فرمایا چنانچہ امت مسلمہ آج تک اس پر متفق چلی آ رہی ہے کہ گدھے کے گوشت اور عورتوں کے متعہ حرام ہیں لیکن صرف شیعہ نے متعہ کو سینہ سے لگا کر رکھا ہے اور مذہب کے نام پر خوب عیاشی اور بدمعاشی کا بازار گرم کر رکھا ہے اور نوجوانوں کو متعہ کی پیشکش سے مذہب تبدیل کرنے کی ترغیب دے رہے ہیں اور متعہ کے اس مکروہ جال میں پھنس کر نوجوانوں کو شکار کر رہے ہیں۔ میں کہتا ہوں شیعہ حضرات متعہ کو جائز کرنے کی کوشش کرتے ہیں تو گدھوں کو بھی جائز کر کے کھا لینا چاہیئے کیونکہ حضور ﷺ نے بیک وقت دونوں کو حرام قرار دیا تھا اگر شیعہ ایک کو حلال سمجھتے ہیں اور دوسرے کو حرام سمجھتے ہیں تو یہ بڑی بے انصافی ہوگی بلکہ دونوں کو ساتھ ساتھ رکھے تا کہ متعہ اور گدھا دونوں دوست ساتھ ساتھ رہیں۔

شیعہ حضرات فدک کیلئے روتے رہتے ہیں کہ یہ ہمارا تھا اہل بیت کا تھا ان کے پاس رہنا تھا تو اب ہمارے پاس رہنا چاہیئے میں کہتا ہو کہ تم نے پورے ایران کو ہڑپ کر لیا ہے جو عمر فاروقؓ اور

عثمانؓ نے فتح کیا تھا اور حضرت علیؓ تو اس میں شریک بھی نہیں ہوئے تھے اب تم فاروقؓ و عثمانؓ کا ایران ہمیں واپس کر دو ہم فدک تمہیں دیدیں گے۔

خیبر ہی کے موقع پر حضرت ابو ہریرہؓ اور ان کے ساتھ اسلام قبول کرنے والے اپنے وطن سے مدینہ آئے اور پھر ان کو معلوم ہوا کہ حضور جہاد پر گئے ہیں تو سب لوگ خیبر میں آ گئے۔ البتہ مال غنیمت میں سے ان کا کوئی حصہ نہیں دیا گیا۔

خیبر ہی کے موقع پر حضرت جعفرؓ اور دیگر صحابہ ﷺ تشریف لائے جن کی آمد پر حضور ﷺ نے اس طرح کا اظہار فرمایا:

ما أدري بأيهما أنا أسر بقدوم جعفر ام بفتح خيبر

میں نہیں جانتا کہ کس خوشی پر میں زیادہ خوش ہوں جعفر کی آمد پر یا فتح خیبر پر۔

پھر حضور ﷺ آگے بڑھا اور حضرت جعفرؓ کی پیشانی کو بوسہ دیا خیبر ہی کی فتح کے بعد ایک یہودیہ عورت زینب نے آکر حضور اکرم ﷺ کو بکری کے گوشت میں زہر ملا کر کھلایا حضور ﷺ نے ہاتھ کھینچ لیا البتہ کچھ اثر شکم مبارک تک پہنچ گیا مگر اللہ تعالیٰ نے اثر کو بے اثر بنا دیا پھر حضور کی وفات کے وقت اثر ظاہر ہوا ایک صحابی زہر سے شہید ہو گئے تو وہ عورت قصاص میں قتل ہو گئی۔

نتائج جنگ

خیبر کے اس معرکہ حق و باطل میں کفار کے ۹۳ یہودی مارے گئے کفر کے یہ سرغنے جب مارے گئے تو پورا علاقہ خیبر اسلام کا گہوارہ بن گیا ۹۳ تو بے شک جہنم رسید ہو گئے لیکن اس وقت سے آج تک کروڑوں انسان جنت میں چلے گئے کیونکہ اسلام پر پیدا ہوتے ہیں اسلام پر مرتے ہیں اگر ان ۹۳ آدمیوں کا آپریشن نہ ہوتا تو وہاں پر یہودی پیدا ہوتے اور یہودی مر جاتے اور کروڑوں انسان جہنم رسید ہو جاتے تو بتایئے جہاد سے لوگ جنتی بن رہے ہیں یا دوزخی؟ بعض حضرات کہتے ہیں کہ مجاہدین کی گولی سے لوگ جہنم میں چلے جاتے ہیں اور ہماری گولی سے جنت میں پہنچ جاتے ہیں میر

کہتا ہوں اگر مجاہدین کی گولی سے اگر کوئی دوزخ میں جاتا ہے تو اللہ کے حکم کے مطابق جاتا ہے اللہ نے فرمایا ہے کفار کو میدانِ جہاد میں قتل کرو اور اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے کہ اگر ایک جہنم میں جاتا ہے تو ایک ہزار کیلئے جنت کا راستہ کھل جاتا ہے۔ پھر یہ عرض بھی ہے کہ مجاہد کے پاس بیشک گولی ہے لیکن ان حضرات کے پاس گولی کہاں ہے کہ جس سے مار کر آدمی جنت جاتا ہے ان کے پاس کارتوس کہاں ہے اگر تھا بھی تو اس کا فائر پن ان حضرات نے نکال کر ناکارہ بنا دیا ہے۔ بہر حال جہاد اللہ کا حکم ہے اس کے لئے اپنی طرف سے مثالیں بنا کر کمزور کرنا کوئی اچھا کام نہیں اور نہ ہی دین کی کوئی خدمت ہے۔

خیبر کے اس معرکہ حق و باطل میں حضور اکرم ﷺ کے سولہ صحابہ کرامؓ شہادت کے درجہ عالیہ پر فائز ہوئے حضور ﷺ نے انکو خیبر ہی میں دفنایا اور خود دوسرے صحابہ کے ساتھ مدینہ واپس آگئے شہداء کے نام یہ ہیں: ① حضرت ربیعہ بن اکثمؓ ② ثقف بن عمروؓ ③ رفاعہ بن مروح ④ محمود بن مسلمہؓ ⑤ ابوضیاح بدریؓ ⑥ حارث بن حاطب بدریؓ ⑦ عبداللہ بن ابی امیہؓ ⑧ عدی بن مرہ ⑨ اوس بن حبیبؓ ⑩ انیس بن وائلؓ ⑪ مسعود بن سعدؓ ⑫ بشر بن براءؓ ⑬ فضیل بن نعمانؓ ⑭ عامر بن اکوعؓ ⑮ عمارہ بن عقبہؓ ⑯ یسارؓ

﴿رضی اللہ عنه و رضوا عنه ذلک لمن خشی ربه﴾

اسلام کے یہ سپاہی اور جان کی بازی لگانے والے محمدی گلستان کے یہ بلبل خیبر کے دروں وادیوں اور پہاڑوں پر دفن ہو کر ہر گزرنے والے کو یہ پیغام دے رہے ہیں کہ ہم زندہ ہیں۔

اے! اللہ پوری دنیا میں مسلمانوں کو جہاد کیلئے بیدار فرما جوانوں، بوڑھوں، مردوں اور عورتوں کو بیدار فرما اے اللہ! تمام مجاہدین کی مدد فرما، کفار کی قید میں گرفتار مسلمانوں کو جلد رہا فرما، جہاں کہیں مسلمانوں پر ظلم ہو رہا ہے ان کی نصرت فرما، طالبانِ افغانستان، بوسنیا، چیچنیا، تاجکستان، کشمیر اور فلسطین کے مظلوم مسلمانوں اور وہاں کے مجاہدین کی مدد فرما، افواج پاکستان کو اسلامی خطوط پر مجاہد اور

اپنے دین کے سپاہی اور سچے شیدائی بنا، عالمِ اسلام کی افواجِ اسلامیہ کو جہاد پر اکھٹا فرما اور اس امت کو ایک مومن مجاہد خلیفہ عطا فرما۔

اے اللہ! میں نے تیرے دین کے ایک حکم حکمِ جہاد کی تفصیل وتشریح کی ہے اسے قبول فرما، میں کچھ نہیں ہو لیکن جن مقدس ہستیوں کا میں نے تذکرہ کیا ہے ان کی برکت سے اس کتاب کو مقبول بنا اے اللہ! میرے قلم کو ہر قسم کی لغزش سے محفوظ فرما، اے اللہ جو بات تجھے ناپسند ہو اس کے لکھنے سے میرے قلم کی حفاظت فرما۔ اور جو تجھے پسند ہو اس میں میرے قلم کی مدد فرما، آمین یا رب العالمین

وصلی اللّٰہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہٖ محمدٍ و اٰلہ و صحبہٖ اجمعین.

بنا کر دند خوش رسمے بخاک وخون غلطیدن
خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

☆☆..........☆.....☆..........☆☆

باب پنجم

جنگِ مُوتہ

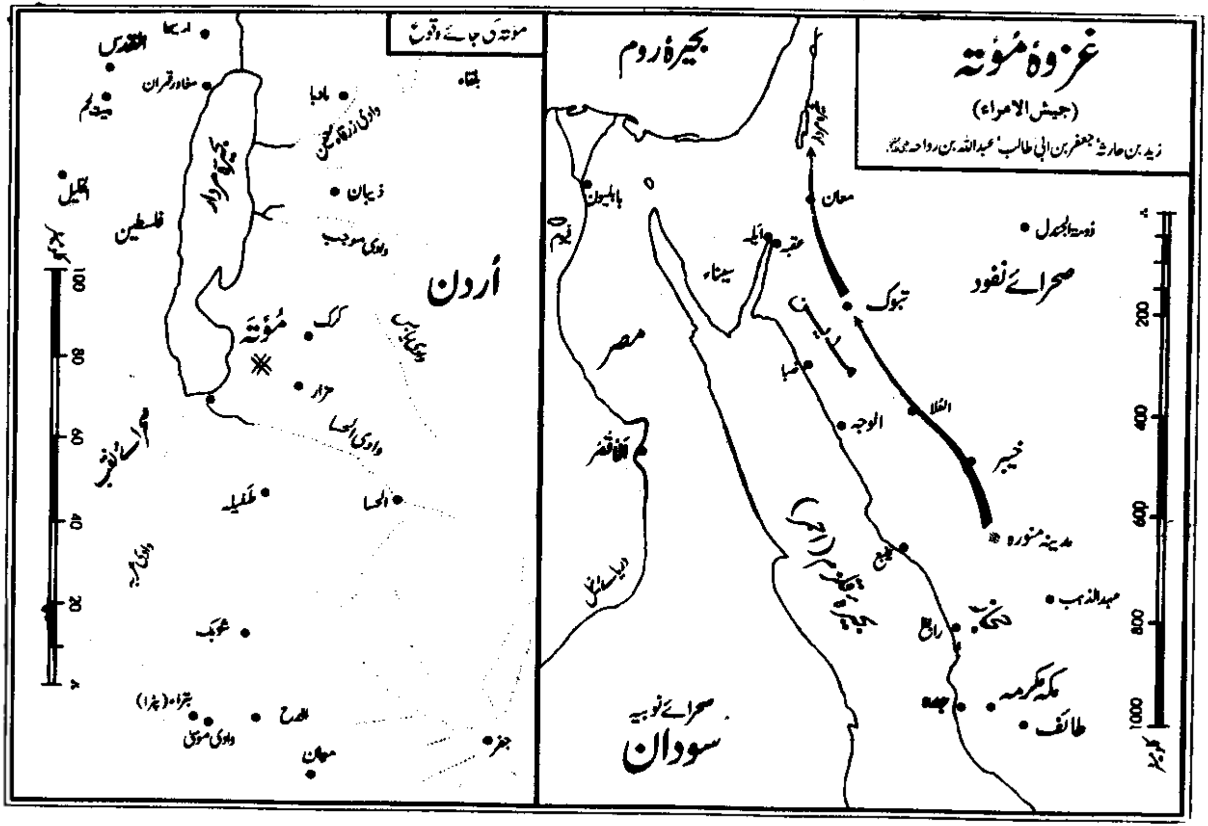

غزوہ مؤتہ

(جیش الامراء)

زید بن حارثہ، جعفر بن ابی طالب، عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہم

بحیرہ روم
معان
دومۃ الجندل
صحرائے نفود
تبوک
بابلیون
الفیوم
سیناء
عقبہ
ایلہ
مصر
ضبا
الوجہ
العلا
خیبر
الاقصر
مدینہ منورہ
ینبع
بحیرہ قلزم (احمر)
دریائے نیل
معدن الذہب
رابغ
حجاز
مکہ مکرمہ
جدہ
طائف
صحرائے نوبیہ
سودان
کلومیٹر
200
400
600
800
1000
مؤتہ کی جائے وقوع
القدس
اریحا
سفار قران
بیت لحم
مادبا
وادی زرقاء ماعین
الخلیل
ذیبان
فلسطین
وادی موجب
اردن
مؤتہ
کرک
حزار
صحرائے نقب
وادی الحسا
طفیلہ
الحسا
وادی عربہ
شوبک
بتراء (پترا)
وادی موسیٰ
المدح
معان
جفر
کلومیٹر
20
40
60
80
100

مقام موتہ کا محل وقوع

علامہ یاقوت حموی معجم البلدان، ج: ۵، ص: ۲۱۹ پر لکھتے ہیں کہ "موتہ" میم مضموم اور واؤ مہموزہ، ساکنہ اور پھر تاء کے ساتھ پڑھا جاتا ہے، امام لغت علامہ ثعلبؒ کا کہنا ہے کہ یہ لفظ ہمزہ کے بغیر، موتہ، جنون اور دیوانگی کے معنی پر ہے اور جس شہر میں حضرت جعفر وغیرہ شہید ہو گئے تھے وہ ہمزہ کے ساتھ موتہ ہے، علامہ لحیانیؒ فرماتے ہیں کہ موتہ غشی کے مانند ایک کیفیت کو کہتے ہیں اور ہمزہ کے ساتھ موتہ، شام کی حدود میں بلقاء کے دیہاتوں میں ایک گاؤں کا نام ہے بعض نے کہا کہ، موتہ، مشارف شام کے علاقوں میں ایک علاقہ ہے اسی علاقے کی طرف مشرفی تلواریں منسوب ہیں ایک شاعر نے اپنے شعر میں اسی کی طرف اشارہ کیا ہے۔

ابی اللہُ للشم الانوف کانها
صوارم یجلوها بمؤتة صیقلُ

یعنی اللہ تعالیٰ نے اونچی ناکوں کو ہر قسم کی ذلت سے محفوظ رکھا ہے گویا یہ ناکیں ایسی تیز دھار ہیں جس کو مقام موتہ کے مانجھنے والے نے مانجھا ہے، حضرت حسانؓ نے بھی اپنے شعروں میں موتہ کا ذکر کیا ہے فرماتے ہیں۔

فَلَا یُبْعِدَنَّ اللّٰہُ قَتْلٰی تَتَابَعُوْا
بِمَوْتَةَ مِنْھُمْ ذُو الْجَنَاحَیْنِ جَعْفَرُ
وَزَیْدٌ وَعَبْدُاللّٰہِ ھُمْ خَیْرُ عُصْبَةٍ
تَوَاصَوْا وَاَسْبَابُ الْمَنِیَّةِ تَنْظُرُ

یعنی اللہ تعالیٰ ان مقتولین پر رحم فرمائے جو مقامِ موتہ میں پے در پے شہید ہوئے جن میں دو پروں والا حضرت جعفرؓ تھے اور حضرت زیدؓ اور حضرت عبداللہؓ بھی تھے۔ یہ ایک بہترین جماعت تھی جنہوں نے ایک دوسرے کو وصیت کی جبکہ موت کے اسباب دیکھ رہے تھے۔

علامہ مہلبیؒ فرماتے ہیں کہ "ماب" اور "اذرح" علاقہ شراۃ کے دو بڑے شہر ہیں اور اذرح سے

بارہ میل کے فاصلے پر ایک جگہ ہے جو موتہ کے نام سے مشہور ہے جہاں حضرت جعفرؓ کی قبر ہے۔

(انتہی الکلام یاقوت حموی)

علامہ ابن حجرؒ "فتح الباری ج ۷ ص ۴۱۲" پر فرماتے ہیں موتہ میم کے ضمہ اور واو ساکنہ کے ساتھ ہے ، مبرد اور اکثر نقل کرنے والوں کے ہاں ایسا ہی ہے بعض نے ہمزہ کے ساتھ بتایا ہے جیسا ثعلبؒ اور جوہریؒ کا خیال ہے ، ابن اسحاقؒ فرماتے ہیں کہ یہ بلقاء کے قریب ہے اور دیگر حضرات کہتے ہیں موتہ بیت المقدس سے دو مرحلہ کے فاصلہ پر ہے۔

حضرت مولانا جسٹس محمد تقی عثمانی صاحب کا مشاہدہ

وفاقی شرعی عدالت کے سابق جج جسٹس محمد تقی عثمانی دامت برکاتہم نے "جہاں دیدہ" میں اپنے سفر کی روئیداد میں میدان موتہ کا تذکرہ انتہائی دلچسپ انداز سے کیا ہے چونکہ نہایت عمدہ اور بہت معلوماتی ہے اس لئے پوری عبارت ہدیۂ ناظرین کرتا ہوں فرماتے ہیں: اصحاب کہف کے اس غار سے ہمارا ارادہ موتہ جانے کا تھا اور وہاں سے سیدھے دمشق جانا چاہتے تھے اس لئے ملک افضل صاحب عمان ہی میں رک گئے اور ہمیں اس سڑک تک لے گئے جو سیدھی موتہ جاتی تھی انہوں نے بتایا کہ اگرچہ وہ اس راستے سے کبھی موتہ نہیں گئے لیکن انہیں معلوم ہے کہ یہ سڑک سیدھی موتہ جاتی ہے اور اندازہ یہ ہے کہ یہاں سے موتہ کا فاصلہ ۵۰، ۶۰ کلومیٹر کے قریب ہوگا، اسی اندازے پر اعتماد کرتے ہوئے ہم نے اس سڑک پر سفر کرنا شروع کر دیا، خیال یہ تھا کہ دوپہر یا سہ پہر تک ہم وہاں سے فارغ ہو کر دمشق کی طرف روانہ ہو جائیں گے لیکن جب اس سڑک پر سفر شروع کیا تو یہ سفر لمبا ہوتا چلا گیا، راستے میں بے شمار بستیاں اور قصبے گذرتے رہے، بہت چلنے کے بعد ہم نے مقامی حضرات سے راستے کی تصدیق کرنا چاہی تو لوگوں نے کہا واقعتاً یہ سڑک سیدھی موتہ جارہی ہے لیکن فاصلے کا صحیح اندازہ کسی کو نہیں تھا، جب کسی شخص سے موتہ اور اسکی قریبی بستی مزار کے بارے میں پوچھو، تو وہ کہتا ہے ، دُغری، یعنی سیدھے چلتے جاؤ غالباً یہ ترکی لفظ ہے۔ ایک صاحب نے اس پر یہ بھی اضافہ کر دیا کہ "لاھیک ولاھیک،، میں یہ جناتی زبان بالکل نہیں سمجھ سکا تو قاری بشیر احمد صاحب نے تشریح کی کہ اسکا مطلب ہے کہ "لاھکذا ولاھکذا،، یعنی نہ ادھر نہ اُدھر بس سیدھے چلے جاؤ۔ چنانچہ

ہم سیدھے چلتے رہے لیکن تھوڑی دیر بعد یہ سڑک، آباد میدانی علاقوں سے ہٹ کر پہاڑی علاقے میں داخل ہونے لگی اور دیکھتے ہی دیکھتے ایک بہت اونچے پہاڑ پر چڑھنا شروع ہوگئی۔ یہ پہاڑی راستہ بڑا پیچ دار بھی تھا اور خطرناک بھی، جگہ جگہ ایسے اندھے موڑ سامنے آتے کہ چند گز کے بعد سڑک نظروں سے غائب ہو جاتی تھی اور ہر موڑ کے بعد گاڑی مزید بلندی پر چڑھ جاتی، یہاں تک کہ اللہ اللہ کر کے پہاڑ کی چڑھائی اترائی ختم ہوئی تو ایک اور اس سے بھی اونچا سر بفلک پہاڑ سامنے آ گیا۔ دیکھا کہ ایک درمیانی ندی عبور کرنے کے بعد اب سڑک دوسرے پہاڑ پر چڑھ رہی ہے وہ دوسری چڑھائی پہلے سے بھی زیادہ خطرناک تھی اور اوپر پہنچ کر اندازہ ہوا کہ ہم شاید ہزار فٹ اوپر آ چکے ہیں۔

مسلسل پیچ دار چڑھائی عبور کرنے سے عطاالرحمٰن صاحب کو گاڑی چلاتے ہوئے کچھ چکر سا بھی آنے لگا تھا اسلئے چوٹی پر پہنچ کر ہم تھوڑی دیر کیلئے رک گئے، پہاڑ کے دونوں طرف دور دور پھیلی ہوئی وادیوں اور ان کے درمیان بہتے ہوئے چشموں کا بڑا دلکش منظر نظروں کے سامنے تھا۔ وادیوں میں چرتے ہوئے مویشی رینگتی ہوئی چیونٹیوں کی طرح نظر آ رہے تھے۔ وہاں سردی بھی زیادہ تھی لیکن کھلی ہوئی دھوپ نے اس خنکی کو خوشگوار بنا دیا تھا اس حسین منظر اور پُرکیف فضا سے لطف اندوز ہونے کے ساتھ ساتھ یہ فکر بھی دامن گیر تھی کہ نہ جانے، موتہ ابھی کتنی دور ہے۔ ان جانے راستوں پر ابھی اور کون سی گھاٹیاں آنے والی ہیں اور ہم کب دمشق کے لئے روانہ ہو سکیں گے؟ اگر شام اسی علاقے میں ہوگئی تو رات کو بے وقت دمشق کا سفر مناسب بھی ہوگا یا نہیں؟ ان سوالات کے ساتھ ساتھ ذہن تقریباً چودہ سو سال پیچھے لوٹ گیا تین روز سے، ہم لق ودق صحراؤں، چٹیل میدانوں اور سر بفلک پہاڑوں کا نظارہ کرتے آ رہے تھے یہ سب ان مجاہدین اسلام کے راستے کی منزلیں تھیں جو ان انجانے راستوں پر ایمان کی مشعلیں روشن کرنے کے لئے نکلے تھے اور جن کے لئے یہ راستے صرف اجنبی ہی نہ تھے بلکہ ہر موڑ پر یہ خطرہ بھی تھا کہ یہ دشمن کی کوئی کمین گاہ نہ ہو، لیکن نہ ان کے عزم واستقلال کو کوئی پہاڑ جنبش دے سکا نہ راستے کی صعوبتیں انہیں ڈگمگا سکیں، وہ ہر مشکل سے مشکل راستے پر نعرۂ تکبیر بلند کرتے ہوئے بڑھتے رہے، یہ کٹھن اور سنگلاخ چٹانیں ان کی راہ کا غبار بن کر ان کا منہ تکتی رہ گئیں اور ان کے عزم واثبات کا قافلہ منزلوں آگے نکل گیا۔

یہ غازی یہ تیرے پُر اسرار بندے جنہیں تو نے بخشا ہے ذوق خدائی
دو نیم ان کی ٹھوکر سے صحرا و دریا سمٹ کر پہاڑ ان کی ہیبت سے رائی

اس کوہستان سے کسی طرح باہر نکلے تو پھر میدانی علاقہ شروع ہو گیا، یکے بعد دیگرے بہت سی بستیاں گذرتی رہیں ہم عمان یا دمشق سے روانہ ہونے کے بعد شاید ڈیڑھ سو کلومیٹر سفر طے کر چکے تھے اس کے بعد کہیں منزل مقصود کے آثار شروع ہوئے، لوگوں نے بتایا کہ اب موتہ قریب ہی ہے راستہ پوچھتے پوچھتے بالآخر ہم موتہ پہنچ ہی گئے، آج موتہ کے میدان کے شمال میں یونیورسٹی جامعہ موتہ ہی کے نام سے بنی ہوئی ہے، ہم نے گاڑی اس کے مرکزی دروازے پر کھڑی کی، اور لوگوں سے پوچھا تو انہوں نے موتہ کے میدان جنگ کا راستہ بتا دیا اس میدان کے شمالی کنارے پر کچھ بوسیدہ عمارتوں کے کھنڈر باقی ہیں اور ایک مجاور یہاں زائرین کی رہنمائی کے لئے موجود ہے شمال میں حد نظر تک ایک میدان پھیلا ہوا تھا جس میں جگہ جگہ نشیب و فراز نظر آتے تھے مجاور نے بتایا یہ میدان معرکہ موتہ کے وقت سے آج تک ایک ہی حالت میں ہے اور یہاں کبھی کوئی انقلاب تغیر نہیں آیا۔ (جہاں دیدہ، از ص: ۲۲۵ تا ۲۲۷)

مقام موتہ کے متعلق سمجھانے کی غرض سے میں نے اپنے قارئین کی ایک حد تک رہنمائی کی تاہم میں اس کتاب میں لفظ موتہ کو بغیر ہمزہ استعمال کرونگا، اب آیئے اور جنگ موتہ کے متعلق یہ بحث ملاحظہ فرمائیں کہ اس سریہ کو غزوہ موتہ کے نام سے کیوں یاد کیا جاتا ہے۔

سریہّ مُؤتہ کو غزوہ کیوں کہتے ہیں؟

یہ ایک فنی اور اصطلاحی بحث ہے جو شارحین، محدثین اور اہل تاریخ کے ہاں مسلمہ اصولوں کے تحت چلی آرہی ہے، وہ یہ کہ اسلامی معرکوں کے دو حصے رہیں ہیں ایک حصہ وہ ہے جس میں خود نبی اکرم ﷺ نے شرکت فرمائی ہے، محدثین، اور اہل تاریخ اس حصہ کو غزوہ کے نام سے یاد فرماتے ہیں۔ دوسرا حصہ وہ کہ جس میں حضور ﷺ نے بنفس نفیس شرکت نہیں فرمائی بلکہ آپ نے چھاپہ مار انداز سے صحابہ ؓ کا کوئی دستہ کسی مہم پر روانہ فرمایا ہے اس حصہ کو سرّیہ کہتے ہیں کل غزوات جس میں آپ ﷺ نے خود شرکت فرمائی ہے (۲۷) ہیں اور کل سرایا جس میں آپ ﷺ نے شرکت نہیں فرمائی بلکہ صحابہ ؓ کو

روانہ فرمایا اس کی تعداد (۵۶) ہے اب سوال یہ ہے کہ سریہ موتہ کو مذکورہ اصول کے تحت سریہ کہنا چاہئے حالانکہ محدثین بلکہ خود امام بخاریؒ نے اس کو غزوہ کے نام سے یاد کیا ہے۔ بخاری میں ہیں:

باب غزوة مؤتة من ارض الشام

اسی طرح اہل تاریخ نے اس کو غزوہ کے نام سے ذکر کیا ہے۔ میں نے بڑی کوشش کی کہ اس سلسلہ میں کوئی ایسی تحریر مل جائے جو سلف صالحین کی کتابوں میں مذکور ہو اور اس میں اسکی وجہ بتائی گئی ہو چونکہ طویل مطالعے کی فرصت بھی نہیں ملی اور کوئی ایسی کتاب بھی نہیں ملی جو اس قسم کی بحث کو اٹھائے البتہ میرے ذہن میں دو توجیہات آئی ہیں اسی کو نقل کرتا ہوں۔ اسمیں ایک توجیہ تو کتابوں میں بھی مل گئی۔

توجیہ اول: ابن حجرؒ نے فتح الباری میں سریہ کے متعلق ایک تفصیلی کلام کیا ہے اسی کا ترجمہ ملاحظہ فرمائیں۔ سریہ سین کے فتح اور را کے کسرہ اور یاء مشددہ کے ساتھ لشکر کے اس ٹکڑے کا نام ہے جو کسی مقصد کے لئے لشکر سے الگ ہو کر رہ جائے اور پھر لوٹ کر لشکر میں شامل ہو جائے اور یہ تعداد کے لحاظ سے ایک سو سے لیکر پانچ سو تک ہوتا ہے اگر پانچ سو سے زائد ہو جائے تو وہ منسر کہلاتا ہے اور اگر آٹھ سو سے زائد ہو جائے تو اس کو جیش کہا جاتا ہے۔ اگر چار ہزار سے لشکر بڑھ جائے تو اس کو جحفل کہتے ہیں اگر اس سے بھی زیادہ ہو جائے تو اس کو جیش جرار کہتے ہیں اور خمیس بہت بڑے لشکر کو کہتے ہیں اور اگر سریہ سے کچھ لوگ الگ ہو جائیں تو اسے ''بعث'' کا نام دیا جاتا ہے اور دس یا اس سے زیادہ ہوں تو وہ ''حضیرۃ'' کہلاتا ہے اور چالیس کو ''عصبہ'' کہتے ہیں اور اگر تین سو تک پہنچ جائیں تو وہ ''مقنب'' کہلاتا ہے اور اس سے زائد ہوں تو ''جمرۃ'' کے نام سے یاد کیا جاتا ہے اور ''کتیبہ'' اس لشکر کو کہتے ہیں جو بالکل ایک ساتھ ایک دوسرے سے جڑا ہوا کبھی منتشر نہ ہو''۔ (فتح الباری ج ۸ ص ۴۶)

اس توجیہ کا خلاصہ یہ نکلا کہ سریہ کا اطلاق اس پر ہوتا ہے جس میں لوگوں کی تعداد پانچ سو سے زیادہ نہ ہو ورنہ پھر وہ سریہ نہیں رہے گا اور غزوہ موتہ میں لشکر کی تعداد تین ہزار تھی لہذا وہ غزوہ ہوا۔

توجیہ دوم: دوسری توجیہ میری سمجھ میں یہ آرہی ہے کہ چونکہ غزوہ موتہ میں اللہ نے میدان کارزار کو حضور اکرم ﷺ کے سامنے کردیا تھا اور آپ ﷺ مسجد نبوی سے پورے میدان اور پورا معرکہ ملاحظہ فرمارہے تھے گویا آپؐ خود بنفس نفیس اس معرکہ میں شریک رہے اس لئے اس کو غزوہ کہا گیا۔

۸ھ جنگ موتہ کے اسباب

پہلا سبب: جنگ موتہ کے آنے کا پہلا سبب تو وہی تھا جو اللہ تعالیٰ کا حکم تھا **قاتلوھم حتی لا تکون فتنۃ** یعنی ان کفار سے اس وقت تک لڑو کہ کہیں کسی جگہ کوئی فتنہ وفساد، کفر وشرک اور ظلم وبدامنی باقی نہ رہے کیونکہ جہاد فتنہ وفساد سے عالم کو پاک کرنے اور دین اسلام کو عام کرنے کا نام ہے: "**الجھاد ھو اِخلاءُ الْعَالَمِ عَنِ الْفَسَادِ**" (فتح القدیر)

لہذا حضور اکرم ﷺ کے اکثر غزوات اقدامی رہے ہیں۔ دفاعی جنگیں تو بہت کم ہوئی ہیں جنگ اُحد اور جنگ خندق وغیرہ چند معرکے دفاعی تھے باقی تمام جنگیں اقدامی تھیں جو لوگ اپنے دین میں معذرت کی پالیسی اپناتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اسلام نے صرف دفاعی جنگ کی ہے اور اقدام اسلام میں نہیں ہے یہ لوگ یا تو اسلام، قرآن وحدیث اور تاریخ اسلام سے بالکل واقف ہی نہیں یا تو ان کے اپنے کچھ مقاصد ہیں اس لئے وہ ان مقاصد کو پورا کرنے کے لئے اسلام اور تاریخ اسلام کو مسخ کر کے اس پر ظلم کرتے ہیں۔

دوسرا سبب: اس جنگ کا دوسرا سبب یہ تھا کہ صلح حدیبیہ کے بعد حضور اکرم ﷺ نے دنیا کے بادشاہوں کے نام دعوتی خطوط روانہ فرمائے تھے انہیں خطوط میں ایک خط "بُصری" کے گورنر کے نام بھی لکھا تھا جو شام میں قیصر روم کی طرف سے اس علاقہ پر متعین تھا حضور اکرم ﷺ نے اپنا یہ مبارک نامہ اپنے ایک صحابی حضرت حارث بن عمیر ازدیؓ کے توسط سے روانہ فرمایا۔ راستے میں ایک مغرور با اثر کافر شرحبیل بن عمرو غسانی نے قاصد کو گرفتار کیا اور پھر بُصری کے گورنر کے سامنے پیش کر دیا، بصری کے حاکم نے فوراً حضور اکرم ﷺ کے اس قاصد کو شہید کر ڈالا۔ حضور اکرم ﷺ کو جب اسکی اطلاع ملی تو آپ بہت غمگین ہوئے اور چونکہ قاصد کا قتل آج کل کی طرح اس وقت بھی ایک بین الاقوامی جرم سمجھا جاتا تھا اور اس وقت تو ایسی حرکت کو غیر اعلانیہ جنگ بھی تصور کیا جاتا تھا۔ حضور اکرم ﷺ ایسے بھی نہیں تھے کہ اپنے قاصد کے قتل پر خاموش رہتے جو اس طرح بے رحمی سے خالص ظلماً قتل کر دیا گیا اس وجہ سے آپ ﷺ نے مدینہ منورہ سے ایک لشکر ترتیب دیا تا کہ اس مغرور حاکم سے اپنے قاصد کا انتقام لے لیں۔ کیونکہ ؎

زور بازو آزما شکوہ نہ کر صیاد سے
آج تک کوئی قفس ٹوٹا نہیں فریاد سے

مدینہ منورہ سے لشکر اسلام کی روانگی

جنگ کا پہلا مرحلہ

یہ پہلا موقع تھا کہ جزیرہ عرب سے باہر سرزمین شام میں لشکر اسلام کو روانہ کیا جارہا تھا ابھی جزیرہ عرب بھی مکمل طور پر فتح نہیں ہوا تھا اور مکہ مکرمہ کی فتح بھی ابھی باقی تھی۔ ایسے حالات میں جزیرہ عرب سے باہر جنگ کا ایک نیا محاذ کھولنا اور شام وروم کی بڑی سلطنتوں سے ٹکر لینا کوئی آسان کام نہیں تھا لیکن چونکہ حضور اکرم ﷺ کے قاصد کو نہایت بے دردی سے شہید کردیا گیا تھا اسلئے اس بڑے جرم کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا تھا۔

چنانچہ جمادی الاول ۸ھ نبی الملاحم اور رسول السیف ﷺ نے اپنے لے پالک بیٹے حضرت زید بن حارثہؓ کی ماتحتی میں تین ہزار کا لشکر جرار تیار کر کے حاکم بصری کی سرکوبی کیلئے روانہ فرمایا تا کہ محمدی کچھار کے شیر، غسانی شہزادے کو انکی غداری اور ظلم وستم کا مزہ چکھائیں۔ چنانچہ مدینہ منورہ میں دین اسلام کے پروانوں کا جم غفیر اکٹھا ہوگیا اور انکی روانگی کے انتظامات شروع ہوگئے۔ حضور اکرم ﷺ نے لوگوں کو حضرت حارثؓ کی شہادت کا واقعہ سنایا۔ اصل قصہ یوں ہوا کہ حضرت حارث شام کیطرف رواں دواں تھے کہ راستے میں موتہ کے مقام پر سامنے شرحبیل بن عمرو غسانی نمودار ہوا۔ اس نے پوچھا کہ اے شخص تو کہاں جارہا ہے؟ حضرت حارثؓ نے فرمایا میں شام جارہا ہوں۔ اس نے کہا کہ شاید تم محمد کے قاصد ہو؟ حضرت حارثؓ نے فرمایا ہاں، اس پر اس کافر نے حضرت حارثؓ کو قید کر کے باندھ لیا اور پھر اسی طرح بندھی ہوئی حالت میں اسکو شہید کرڈالا۔ یہ پہلا اور آخری قاصد تھا جو حضور اکرم ﷺ کی طرف سے سفارت کی مہم کے دوران مارا گیا۔ حضور اکرم انتہائی غضب میں تھے۔ ظہر کی نماز کے بعد آپ ﷺ نے فی الفور تین ہزار مجاہدین کا لشکر تیار کر کے سفید جھنڈا حضرت زیدؓ کے ہاتھ میں دے دیا اور فرمایا کہ زید بن حارثہؓ اس لشکر کا امیر اور کمانڈر انچیف ہے اگر یہ مارا جائے تو پھر جعفر بن ابی طالبؓ امیر اور کمانڈر رہوں گے اگر جعفرؓ بھی مارا جائے تو پھر عبداللہ بن رواحہؓ کمانڈر رہوں گے اگر یہ بھی مارا جائے تو پھر مسلمان اپنی مرضی سے کسی کو اپنا امیر مقرر کرلیں۔ اس موقع پر اس مجلس میں نعمان نام کا ایک یہودی بیٹھا تھا اور یہ گفتگو سن رہا تھا اس نے

کہا اے ابوالقاسم! اگر آپ اللہ کے نبی ہیں تو جتنے لوگوں کا نام آپ نے لیا کہ اگر یہ مارا جائے، تو وہ لوگ قلیل ہوں یا کثیر سب مارے جائیں گے۔ کیونکہ بنی اسرئیل کے انبیاء کا یہ دستور رہا ہے کہ وہ جب کسی کو امیر مقرر کرتے اور پھر کہتے کہ اگر یہ مارا جائے تو اسکے بعد فلاں امیر ہوگا تو اسطرح اگر وہ سو آدمیوں کا نام بھی لیتے سارے کے سارے مارے جاتے۔ اسکے بعد یہ یہودی حضرت زید بن حارثہؓ کے پاس پہنچ گئے اور ان سے کہا کہ اگر آپ محمد ﷺ کو سچا نبی مانتے ہو تو یقین جانیئے آپ کبھی بھی زندہ واپس نہیں آؤ گے حضرت زیدؓ نے فرمایا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کے سچے رسول اور نبی ہیں یہ ساری گفتگو مدینہ منورہ کے قریب مقام جُرف میں ہو رہی تھی اور مسلمان بالکل نکلنے کیلئے تیار بیٹھے تھے۔

حضور اکرم ﷺ کی وصیت و نصیحت

آپ ﷺ نے لشکر اسلام کے نکلنے سے پہلے چند وصیتیں اور نصیحتیں ارشاد فرمائیں ارشاد فرمایا کہ میں ان امیروں اور عام مسلمانوں کو یہ وصیت کرتا ہوں کہ ہر معاملہ میں خوف خداوندی اور تقوی مدنظر رکھا جائے میں تمہیں بھلائی کی وصیت کرتا ہوں اور ہر خیر کی تاکید کرتا ہوں پھر آپ ﷺ نے فرمایا:

”اغزو ابسم اللہ فی سبیل اللہ فقاتلو امن کفر باللہ لاتغدروا ولا تغلوا ولا تقتلوا ولید اواذالقیت عدوک من المشرکین فادعھم الی احدی ثلاث...... الخ“

یعنی بسم اللہ کر کے اللہ کے راستے میں جنگ کرو جو لوگ اللہ تعالیٰ کے منکر ہیں ان سے لڑو اور کبھی خیانت نہ کرو، اور نہ کسی سے دھوکہ کرو اور نہ کسی چھوٹے بچے کو قتل کرو، جب دشمن سے آمنا سامنا ہو جائے تو ان مشرکین کو تین باتوں کی دعوت دیدو ان میں سے جو بات انہوں نے قبول کر لی تو پھر ان سے مت لڑو۔

سب سے پہلے ان کو اسلام میں داخل ہونیکی دعوت دو اگر انہوں نے اس کو قبول کر لیا تو پھر انکے حقوق اور مسلمانوں کے حقوق یکساں ہوں گے، اگر قبول اسلام سے انہوں نے انکار کیا تو پھر جزیہ اور ٹیکس ادا کرنے کی دعوت دو، اگر انہوں نے اس سے بھی انکار کیا تو پھر اللہ تعالی سے مدد مانگو اور ان سے لڑو، اگر تم نے کفار کے کسی قلعہ کا محاصرہ کر لیا اور انہوں نے اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق قلعہ سے

اترنے کی پیش کش کی تو تم اللہ تعالیٰ کے حکم کی روشنی میں ان کے اترنے کو قبول مت کرو بلکہ اپنا حکم انکے سامنے رکھو کہ یہ ماننا پڑے گا یہ اسلئے کہ تمہیں کیا معلوم کہ اللہ تعالیٰ کا حکم ان میں تم پاسکتے ہو یا نہیں (اور تمہارا حکم تو واضح ہوگا) اور اگر تم نے کسی شہر یا قلعہ کے لوگوں کو محاصرہ میں لے لیا اور انہوں نے ارادہ کیا کہ تم ان کو اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول کے نام کا وعدہ دو تو ایسا مت کرو بلکہ تم ان کو اپنی ذمہ داری اور اپنے باپ اور ساتھیوں کی ذمہ داری کا وعدہ کرو کیونکہ اگر تم نے فرض کرلو اس وعدہ اور ذمہ داری کی خلاف ورزی کی تو اپنی ذمہ داری کی خلاف ورزی اس سے بہتر ہے کہ تم اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول کی ذمہ داری اور عہد کی خلاف ورزی کرو۔ حضور اکرم ﷺ کی انہیں وصیتوں کے سلسلہ میں خالد بن یزید مزید فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے جب غزوہ موتہ کیلئے لشکر روانہ فرمایا تو آپ ﷺ نے ثنیۃ الوداع گھاٹی تک ان کو رخصت کیا وہاں پر حضور اکرم ﷺ کھڑے ہوگئے اور آپ ﷺ کے صحابہ ؓ آپ ﷺ اردگرد کھڑے رہے اس کے بعد آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ کا نام لیکر جہاد کرو، پس شام میں اللہ تعالیٰ اور اپنے دشمنوں سے جا کر لڑو، یاد رکھو تم وہاں ایسے لوگوں اور (پادریوں) کو پاؤ گے جو اپنے گرجاؤں اور عبادت خانوں میں کنارہ کش ہو کر بیٹھے ہیں تم ان سے تعرض نہ کرو البتہ وہاں تم کو ایسے لوگ بھی ملیں گے جن کے سروں میں شیطان نے اپنے گھونسلے بنا رکھے ہیں تم اپنی تلواروں سے ان گھونسلوں کا صفایا کردو لیکن کسی عورت یا دودھ پیتے بچے یا شیخ فانی بوڑھے کو قتل نہ کرو، کسی گھر کو نہ ڈھاؤ اور نہ کسی درخت کو کاٹو اور نہ سیلاب سے اس کو خراب کرو۔ (یعنی بغیر مجبوری یہ جائز نہیں)

بہادرِ اسلام عبداللہ بن رواحہ ؓ کا جذبہ جہاد

جنگ کا دوسرا مرحلہ

جب حضور اکرم ﷺ نے لشکر اسلام کو رخصت کیا اور پھر حضرت عبداللہ بن رواحہ ؓ کو رخصت کرنے لگے تو آپ ؓ نے کہا کہ یارسول اللہ! مجھے ایسی چیز بتادیں جس کو میں ہمیشہ کیلئے یاد رکھوں اور اس پر عمل کروں۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ تم ایک ایسے علاقے میں جانے والے ہو جہاں

نمازیں بہت ہی کم ہیں لہذا تم زیادہ سے زیادہ نماز پڑھا کرو اور سجدے کثرت سے کیا کرو۔ حضرت عبداللہ بن رواحہؓ نے فرمایا کہ یارسول اللہ ﷺ! کچھ اور بھی بتادیں حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا ذکر کثرت سے کیا کرو کیونکہ ذکر اللہ میدان جہاد میں تیرے کام آئے گا۔ حضرت عبداللہ کچھ دور جاکر دوبارہ واپس آگئے اور فرمانے لگے یارسول اللہ! اللہ تعالیٰ طاق ہے اور طاق کو پسند فرماتا ہے آپ مجھے تیسری بات بتادیں حضور ﷺ نے فرمایا کہ اے ابن رواحہ! اس بات سے ہمت نہ ہارو کہ اگر تم نے دس برائیاں کیں کہ ایک نیکی کرو۔ راوی کا بیان ہے کہ جب لشکر کے نکلنے کا وقت آگیا تو تمام صحابہ کرامؓ نے حضور اکرم ﷺ کے ان تین جرنیلوں کو بالخصوص سلام کر کے رخصت کیا عبداللہ بن رواحہؓ رونے لگے۔ لوگوں نے پوچھا کہ اے ابن رواحہؓ کیوں روتے ہو؟ آپؓ نے فرمایا خدا کی قسم مجھے نہ دنیا سے محبت ہے اور نہ آپ لوگوں سے کوئی والہانہ عشق ہے لیکن میں نے رسول اکرم ﷺ کو یہ آیت پڑھتے سنا: "**وان منکم الاواردھا کان علی ربک حتما مقضیا**" یعنی تم میں سے ہر آدمی پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے لازم ہے کہ وہ آدمی دوزخ پر گزرنے والا ہے۔ یہ امر خدا کے ہاں مقرر ہو چکا ہے تو مجھے معلوم نہیں کہ جہنم پر ورُود کے بعد صدور کیسے ہوگا؟ یعنی داخل ہونا تو لازم ہے اب پھر باہر آ کر نکلنا موجب تشویش ہے کہ اندر ہی نہ رہ جاؤں لہذا روتا ہوں۔

حضرت عبداللہ بن رواحہؓ بہترین شاعر بھی تھے جب مسلمانوں نے ان سب کو رخصت کیا تو سب نے مجاہدین کے لئے اس طرح دعا مانگی۔ "**دفع اللہ عنکم وَرَدُّکُمْ صالحین غانمین**" "اللہ تعالیٰ تم سے دشمن کو دفع کرے اور تمہیں صحیح سالم اور بھرپور مال غنیمت کے ساتھ کامیاب واپس لائے اس پر عبداللہ بن رواحہؓ نے اشعار پڑھے۔

لٰکِنَّنِیْ اَسْاَلُ الرَّحْمٰنَ مَغْفِرَۃً   وَضَرْبَۃً ذَاتَ فَرْغٍ تَقْذِفُ الزَّبَدَا

میں واپس آنا نہیں چاہتا بلکہ اللہ تعالیٰ کی مغفرت اور اس کی راہ میں ایسے گہرے زخم چاہتا ہوں جو جھاگ کی طرح خون پھینکتے ہو۔

اَوْطَعْنَۃً بِیَدِیْ حَرَّانَ مُجْھِزَۃً   بِحَرْبَۃٍ تُنْفِذُ الْاَحْشَاءَ وَالْکَبَدَا

یا کسی حرانی شخص کے ہاتھوں نیزے کا ایسا کاری وار چاہتا ہوں جو آنتوں اور جگر کے پار ہو جائے۔

حَتّٰی یُقَالَ اِذَامَرُّوْاعَلٰی جَدَثِیْ   یَااَرْشَدَاللّٰہُ مِنْ غَازٍ وَقَدْ رَشَدَا

یہاں تک کہ جب لوگ میری قبر کے پاس سے گذریں تو یہ کہیں واہ کیا غازی تھا اور کیسا کامیاب ہوا۔

جب لشکر بالکل چلنے کے لئے تیار ہوگیا تو حضرت عبداللہ بن رواحہؓ حضور اکرم ﷺ کے قریب آئے اور یہ شعر پڑھے ۔

اَنْتَ الرَّسُوْلُ فَمَنْ یُّحْرَمْ نَوَافِلَہٗ   وَالْوَجْہَ مِنْہُ فَقَدْ اَزْرٰی بِہِ الْقَدْرُ

آپ اللہ کے سچے رسول ہیں جو شخص آپ کے فیوض و برکات اور آپ کے منور چہرہ کے دیدار سے محروم رہا یقیناً قضا و قدر نے اس کو ٹھکرا دیا۔

اِنِّیْ تَفَرَّسْتُ فِیْکَ الْخَیْرَ نَافِلَةً   فِرَاسَةً خَالَفْتُ فِیْکَ الَّذِیْ نَظَرُوْا

میں نے آپ کی ذات بابرکت میں بھرپور بھلائی محسوس کرلی اور میرا یہ احساس مشرکین کی نظر اور احساس کے برعکس ہے۔

فَثَبَّتَ اللّٰہُ مَااٰتَاکَ مِنْ حَسَنٍ   تَثْبِیْتَ مُوْسٰی وَنَصْرًا کَا الَّذِیْ نُصِرُوْا

پس اللہ موسیٰ علیہ السلام کی طرح آپ کے محاسن کو قائم و دائم رکھے اور انبیاء سابقین کی طرح آپ کی مدد فرمائے۔

اس کے جواب میں حضور ﷺ نے فرمایا: ”وَاَنْتَ فَثَبَّتَکَ اللّٰہُ یَا ابْنَ رَوَّاحَہ “ اور اے ابن رواحہ اللہ تعالیٰ تجھ کو ثابت قدم رکھے۔ حضور اکرم ﷺ نے عزت و عظمت کے اس لشکر کو خود رخصت کیا آپ ان کے ساتھ باہر ثنیۃ الوداع مقام تک آگئے اور پھر اپنے شیروں اور لشکر اسلام کے جانبازوں اور حق و صداقت کے علمبرداروں کو اپنے دعائیہ کلمات کے ساتھ رخصت فرمایا اور خود مدینہ منورہ واپس تشریف لائے اس موقع پر حضرت عبداللہ بن رواحہؓ نے ایک شعر پڑھا۔

خَلَفَ السَّلَامَ عَلَی امْرِءٍ وَدَّعْتُہٗ   فِی النَّخْلِ خَیْرُ مُشَیِّعٍ وَ خَلِیْلٖ

جس ہستی کو میں نے نخلستان میں الوداعی سلام کے ساتھ رخصت کیا تو پھر میں نے کہا، کیا ہی بہترین رخصت کرنے والے تھے اور کیا ہی بہترین محبوب تھے۔

جہاد میں تھوڑی سی تاخیر بھی موجب نقصان ہے

غزوہ موتہ کیلئے اس عظیم لشکر کو حضور اکرم ﷺ نے جمعہ کے دن روانہ فرمایا تھا جب آپ ﷺ نے سب کو رخصت کیا تو حضرت عبداللہ بن رواحہؓ نے لشکر کو آگے بھیج دیا اور خود اس غرض سے رک گئے کہ مدینہ منورہ میں حضور اکرم ﷺ کے ساتھ آخری جمعہ ادا کر سکے کیا خبر آئندہ یہ دولت ہاتھ آئیگی کہ نہیں۔ جمعہ پڑھنے کے بعد جب حضور اکرم ﷺ کی نگاہ حضرت عبداللہ بن رواحہؓ پر پڑی تو آپ ﷺ نے پوچھا کہ آپ اپنے مجاہدین ساتھیوں سے کیوں پیچھے رہ گئے کیا میں نے تجھے صبح رخصت نہیں کیا تھا؟ حضرت عبداللہ بن رواحہؓ نے جواب دیا کہ یا رسول اللہ! میں نے یہ سوچا کہ آپ کے ساتھ جمعہ ادا کروں گا اور پھر جلدی جلدی اپنے ساتھیوں سے جا ملوں نگا۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا اگر تم دنیا کی تمام چیزوں کو اللہ کے راستے میں خرچ کر دو گے تب بھی ان لوگوں کی صبح کا ایک سفر اور اس کا ثواب حاصل نہیں کر سکو گے۔ پھر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

" لَغَدْوَةٌ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَوْ رَوْحَةٌ خَيْرٌ مِّنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيْهَا "

اللہ کے راستے میں جہاد میں صبح کے وقت نکلنا یا شام کے وقت نکلنا دنیا و مافیہا سے بہتر ہے۔ اس واقعہ سے واضح طور پر یہ بات معلوم ہوگئی کہ جہاد کے عمل میں تھوڑی سی تاخیر بھی کتنی نقصان دہ ہوتی ہے اور اس سے یہ بات واضح ہوگئی کہ حضرت عبداللہ بن رواحہؓ کو حضور اکرم ﷺ نے جنگ کیلئے روانہ کیا تھا اور وہ جہاد اور کفار سے مقابلہ کیلئے جا رہے تھے کوئی اور کام نہیں تھا۔

شہادت کی تمنا

حضرت عبداللہ بن رواحہؓ جاتے وقت یہ فیصلہ کر چکے تھے کہ انکو لوٹ کر واپس آنا نہیں ہے اور ان کو وہیں پر شہید ہونا ہے۔ انہوں نے دل سے اسکی تمنا بھی کی اور زبان سے اسکا ذکر بھی کیا اور مناجات میں اسکے لئے دعائیں بھی مانگیں۔ چنانچہ انہوں نے رات کے وقت اللہ تعالیٰ سے مناجات کے دوران یہ شعر پڑھے اور اپنے مستقبل کا نقشہ پیش کیا۔ دو شعر یہ ہیں ۔

وَاٰبَ الْمُسْلِمُوْنَ وَغَادَرُوْنِیْ
بِاَرْضِ الشَّامِ مُسْتَنْهَی الثَّوَاءِ

مسلمان واپس لوٹ گئے اور مجھے سرزمین شام کے دور دراز علاقوں میں چھوڑ گئے۔

ھُنَالِکَ لَا اُبَالِیْ طَلْعَ نَخْلٍ
وَلَا نَخْلٍ اَسَافِلُھَا رِوَاءِ

مجھے وہاں نہ کھجور کے گھابے کی پرواہ ہوگی اور نہ اس کی پرواہ ہوگی کہ کھجور کے درخت سیراب ہیں یا نہیں۔

یہ اشعار سن کر خادم رونے لگا تو عبداللہ بن رواحہؓ نے فرمایا اے بیوقوف! تم کو کیا تکلیف ہو رہی ہے اگر مجھے اللہ نے شہادت عطا فرمائی اور میں دنیا کے غموں اور مصیبتوں سے نجات پالوں؟ اسکے بعد آپ نیچے اترے اور دو رکعت نفل پڑھے اور پھر شہادت کی طویل دعا مانگی اور پھر اپنے خادم سے فرمایا کہ انشاء اللہ اب شہادت ملے گی۔

لشکر اسلام مَعّان کی طرف بڑھ رہا ہے

محمدی کچھار کے شیروں کا یہ قافلہ عزت وعظمت اور جذبہ جہاد سے سرشار مقابلہ کے لئے بالکل تیار مکمل اسلحہ بردار اپنے دین کے وفادار لواء بردار سریع رفتار کے ساتھ سرزمین شام کی طرف چل پڑا، بزرگوں، یتیموں اور بیواؤں کی دعائیں ان کے ساتھ تھیں۔ نبی اکرم ﷺ کی دعائیں اور تمنائیں انکے شامل حال تھیں اور نصرت خداوندی انکے قدم چوم رہی تھی۔ تین ہزار کا یہ لشکر جو ۸ھ کو مدینہ منورہ سے رخصت ہوا تھا وادیوں، درّوں اور صحراؤں کو طے کرتا ہوا پیچ دار راستوں، دریاؤں اور پہاڑوں کو عبور کرتا ہوا اس مقام انتقام تک پہنچنا چاہتا تھا جہاں ظالموں نے حضور اکرم ﷺ کے ایک مظلوم سفیر کو شہید کر دیا تھا۔ یہ میدان موتہ ہی کا مقام تھا جہاں پر کچھ دیر بعد کسی بڑی جنگ کا معرکہ برپا ہونیوالا تھا۔ وادی قری میں کچھ دن قیام کے بعد لشکر اسلام آگے بڑھا اور حدود شام میں داخل ہو کر مقام بلقاء کے اطراف میں حجازی سمت پر شہر معان میں جا اترا اور وہیں پر اگلے مرحلے کے متعلق آپس میں مشورہ ہونے لگا کیونکہ۔

مومن ہیں بہادر ہیں مجاہد ہیں نڈر ہیں
اسلام کی عظمت کے لئے سینہ سپر ہیں

لشکر اسلام کے مقابلہ کے لئے لشکر کفار آ رہا ہے

جنگ کا تیسرا مرحلہ

لشکر اسلام جب سے مدینہ منورہ سے چل پڑا تھا اسی وقت ہرقل کی حکومت کو پتہ چلا تھا کہ مسلمان لڑنے کیلئے نکل آئے ہیں، اس وجہ سے ہرقل نے بڑی تیاری کی جس کا اندازہ کسی کو بھی نہیں تھا کہ روما کی سلطنت جو سپر پاور کے نام سے مشہور تھی مسلمانوں کی اس قلیل فوج کو اتنی اہمیت دی گئی، ان تمام اندازوں کے برعکس ہرقل خود موضع مآب پر آ موجود ہوا اور ایک لاکھ کا عظیم رومی لشکر میدان میں مقابلہ کے لئے لا کھڑا کیا، وہاں پر قبائل لخم، جذام، بلقاء کے باشندے اور بہراء و بلجا کے علاقوں سے ایک مشترکہ لشکر بھی ایک لاکھ انسانوں پر مشتمل ہرقل کے لشکر سے آ کر شامل ہوا۔ اب دور دراز کے مسافروں، علاقہ سے ناواقفوں، تھکے ماندے صرف تین ہزار مجاہدوں کا مقابلہ ٹھیک ٹھاک اور تیار تجربہ کار دو لاکھ انسانوں سے ہے اللہ خیر کرے، مقابلہ بڑا سخت ہے مسلمان بہت کم ہیں دشمن کے نرغے میں ہیں اور اپنے مرکز سے بہت دور معرکہ برپا ہے مگر حوصلہ ہے، جذبہ ہے، شوق شہادت ہے، قربانی ہے، ولولہ ہے اور اپنے رب پر بھروسہ ہے اور پیارے نبی ﷺ کے حکم کی اتباع ہے آخر ایک جان ہی تو ہے بس دے دیں گے گھبراہٹ کیا ہے تردد کیا ہے پس و پیش کیا ہے؟ صرف اتنا فیصلہ ہے۔

ہم نے انکے سامنے اول تو جذبہ رکھ دیا
پھر کلیجہ رکھ دیا دل رکھ دیا سر رکھ دیا
؂ جان دی دی ہوئی اسی کی تھی
حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا
؂ جفا کی تیغ گردن وفا شعاروں کی
کٹی ہے بر سر میدان مگر جھکی تو نہیں

معان میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا مشورہ

جب گلشن اسلام کے یہ بلبل مقام معان میں قیام پذیر ہوئے تو دودن تک وہاں ٹھہرے رہے، چونکہ ایک نئی صورت حال سامنے پیش آئی تھی کہ دولاکھ کا بڑا لشکر بالکل لڑنے کیلئے تیار کھڑا تھا اس لئے صحابہ کرام ﷺ نے آپس میں مشورہ کیا کہ کیا کریں؟ بعض صحابہ کرام ﷺ نے یہ رائے دی کہ حضور اکرم ﷺ کی طرف ایک خط روانہ کرنا چاہئے، جس میں ہم دشمن کی تعداد کی اطلاع حضور اکرم ﷺ کو دے دیں گے پھر حضور ﷺ یا مزید افراد اور کمک بھیج دیں گے یا ہمیں کوئی اور مشورہ دے دیں گے جس پر آئندہ عمل کریں گے اور ہمیں واپس بلالیں گے یہ مشورہ جاری تھا کہ عبداللہ بن رواحہؓ تشریف لے آئے اور اسطرح ولولہ انگیز تقریر کی۔

”اے بہادران اسلام! جس آرزو کے حاصل کرنے کیلئے تم مدینہ منورہ سے نکلے ہو، کیا آج اسی سے ڈر رہے ہو؟ آخر بتاؤ تو سہی! شہادت کے سوا تمہارا مقصد کیا ہے؟ آخر اسی شوق شہادت ہی نے تو تمہیں گھر سے نکال کر یہاں لا ڈالا، پھر گھبراہٹ یا مزید کمک کے انتظار میں جنگ سے پس وپیش کرنا عبث ہے تم کو معلوم ہے کہ ہم قلت یا کثرت کے بھروسہ پر نہیں لڑتے ہیں کیا تم نے نہیں دیکھا کہ بدر میں ہمارے پاس دو گھوڑے تھے اور احد میں ایک گھوڑا تھا، ہم نہ گھوڑوں کی بنیاد پر لڑتے ہیں اور نہ قلت وکثرت کی بنیاد پر، بلکہ ہم کو تو اپنے اس دین پر جان دینا اور لڑنا ہے جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ہمیں عزت وعظمت عطا کی ہے اب جنگ کا انجام یا فتح ہے اور یا شہادت، اگر ہم غالب آگئے تو ہم سے ہمارے رب کا وعدہ ہے اور اگر شہادت ملی تو اسکا کیا کہنا، اپنے دوستوں کے ساتھ مل کر جنتوں میں مزے اڑائیں گے لہذا قدم آگے بڑھاؤ اور تقدیر خداوندی پر نظر رکھ کر میدان کارزار میں کود جاؤ“

اس تقریر سے لوگوں کی رگوں میں خون دوڑنے لگا، بدن میں حرارت وحمیت پیدا ہوگئی اور رگِ شجاعت میں ہمت وحوصلہ اور مردانگی کا خون لہریں مارنے لگا اور اب ہر ایک کی یہ خواہش تھی کہ سب سے پہلا قدم میدان میں میرا ہو، خود حضرت عبداللہ بن رواحہؓ نے اس مقام پر ایک طویل قصیدہ جذباتی اشعار کا پڑھا جس کے چند اشعار یہ ہیں۔

أَقَامَتْ لَيْلَتَيْنِ عَلٰى مَعَانٍ
فَاعْقَبَ بَعْدَ فَتْرَتِهَا جُمُوْمٌ

ہمارے گھوڑے موضع معان میں دو دن تک ٹھہرے رہے ستانے کے بعد ان کی رفتار پھر تیز ہوگئی۔

فَرُحْنَا وَالْجِيَادُ مُسَوَّمَاتٌ
تَنَفَّسُ فِيْ مَنَاخِرِهَا سَمُوْمٌ

پس ہم ایسے عمدہ نشان مند گھوڑوں پر چلے کہ بوجہ گرمی انکے نتھنوں میں سانس آگ کی طرح گرم ہو رہی تھی۔

فَلَا وَاَبِيْ مَآبَ لَنَاتَيْنَهَا
وَاِنْ كَانَتْ بِهَا عَرَبٌ وَرُوْمٌ

اے مآب، اپنے باپ کی قسم، ہم ضرور تیری طرف آئیں گے اگر چہ تجھ میں عرب اور رومی آ کھٹے ہوں گے۔

فَعَبَّأْنَا اَعِنَّتَهَا فَجَائَتْ
عَوَابِسَ وَالْغُبَارُ لَهَا يَرِيْمٌ

پس ہم نے گھوڑوں کی لگامیں درست کر دیں تو وہ گھوڑے غصہ سے بھرے آگے بڑھے اور گرد وغبار ان سے اِدھر اُدھر دور ہو رہا تھا۔

فَرَاضِيَةُ الْمَعِيْشَةِ طَلَّقَتْهَا
اَسِنَّتُنَا فَتَنْكِحُ اَوْ تَئِيْمٌ

پس ہمارے نیزوں نے آرام کی زندگی کو طلاق دے دی اب وہ یا نکاح کر دیں گے اور یا رانڈ رہ جائیں گے۔

دونوں فوجوں کا آمنا سامنا

جنگ کا چوتھا مرحلہ

حضرت عبداللہ بن رواحہؓ کی پُر جوش تقریر اور پُرعزم قصائد کے بعد لشکر اسلام معان سے بلقاء کے قریب مشارف پر جا اترا، یہ ایسی جگہ تھی جہاں لشکر اسلام اور لشکر کفار کا آمنا سامنا ہوا کیونکہ ہرقل کی فوجیں بھی اس وقت مشارف تک آ پہنچی تھیں، اس مقام پر دشمن کی افواج نے کوشش کی کہ مسلمانوں پر حملہ کر دیں۔ دونوں طرف سے کسی بڑی جنگ کی تیاری ہو چکی تھی۔ مسلمان اپنے رب کی نصرت پر بھروسہ کئے ہوئے تھے جبکہ کفار اپنی جمعیت کے بل بوتے پر انتہائی مغرور دکھائی دے رہے تھے۔

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ میں غزوہ موتہ میں شریک تھا میں نے دیکھا کہ کفار کی اتنی تعداد تھی جس کا تصور کرنا مشکل تھا۔ اسلحہ کو دیکھو تو ڈھیر لگا ہوا تھا، انسانوں کو دیکھو تو سمندر ٹھاٹھیں مار رہا تھا۔ ساز و سامان کو دیکھو تو عقل حیران رہ جاتی تھی۔ گھوڑوں کا الگ ایک ریوڑ تھا، وہ جُھنڈ کے جھنڈ اِدھر اُدھر دوڑ رہے تھے۔ ریشم کو دیکھو تو انسان اور حیوان پر ریشم ہی ریشم نظر آ رہا تھا اور سونے چاندی کو دیکھو تو وہ الگ آنکھوں کو خیرہ کر رہا تھا۔ میں نے جب یہ منظر دیکھا تو میری نظر چکرانے لگی۔ اس موقع پر مجھے ثابت بن اقرمؓ نے فرمایا اے ابو ہریرہؓ! کیا ہو گیا؟ شاید آپ کو لوگوں کی تعداد زیادہ محسوس ہونے لگی؟ میں نے کہا ہاں بات یہی ہے۔ حضرت ثابتؓ نے فرمایا کہ آپ ہمارے ساتھ جنگ بدر میں شریک نہیں ہوئے تھے ورنہ قلت و کثرت کا وہاں خوب نظارہ کرتے، اے ابو ہریرہؓ! ہم تعداد کی بنیاد پر نہیں لڑتے اور ہماری مدد و نصرت خداوندی بھی تعداد کی بنیاد پر نہیں ہے

لشکر اسلام اور محمدی کچھار کے شیروں نے اس مقام کو جنگ کیلئے مناسب نہیں جانا لہذا وہ یہاں سے سمٹ کر میدان موتہ کے کھلے میدان میں جا اترے جہاں بہادروں کی بہادری کا امتحان ہونا تھا اور جہاں حق و باطل کا عظیم میدان گرم ہونے والا تھا، کفار اپنی کثرت کی وجہ سے مٹھی بھر مسلمانوں کو نیست و نابود کرنے کی فکر میں تھا۔ ابلیس بھی پہنچا تھا کہ اپنی ذریت کے حوصلے بڑھائے اور پہلے ہی حملہ میں سب کو دبائے۔ مگر حق حق ہوتا ہے اہل حق کا ہر فرد اپنے رب سے راز و نیاز کا تعلق قائم کر چکا تھا۔ ہر ایک کے دل میں حق پر قربان ہونے کا جذبہ موجزن تھا۔ وہ آہستہ آہستہ کہہ رہے تھے۔

جفا کی تیغ سے گردن وفا شعاروں کی
کٹی ہے برسرِ میدان مگر جھکی تو نہیں

وہ بلند آواز سے پکار رہے تھے ۔

موت الشهيد حياة لا نفادلها
قدمات قوم وهم فى الناس احياء

یعنی
شہید کی جو موت ہے وہ قوم کی حیات ہے
شہید کا جو خون ہے وہ خون کی زکوٰۃ ہے

وہ تو اسی انتظار میں بیٹھے تھے کہ کب موت آئے گی اور یہ روح قفس عنصری عارضی سے حیات جاودانی کی طرف پرواز کرے گی۔

" فَمِنۡهُمۡ مَّنۡ قَضٰى نَحۡبَهٗ وَمِنۡهُمۡ مَّنۡ يَّنۡتَظِرُ وَمَا بَدَّلُوۡا تَبۡدِيۡلًا "

یعنی

لئے پھرتی ہے بلبل چونچ میں گل
شہید ناز کی تربت کہاں ہے
بیٹھے ہو کیا؟ اٹھو ہاتھ میں تلوار لو ۔
راہ خدا میں جان دو حوریں ہیں انتظار میں
زندگی کیفی اسی حسن کا نام ہے ۔
کفر کو نابود و حق کو جاوداں کرتے چلو

میدان مُوتہ میں گھمسان کی جنگ

جنگ کا پانچواں مرحلہ

اُفق مشرق سے آفتاب عالمتاب نے منہ نکالا تو اس خوفناک نظارہ کو جھانکا جو سرزمین شام کے سرسبز وشاداب زمین پر آج ہونے والا تھا، کیونکہ اس میدان میں جس کی ٹھنڈی ہوائیں شباب پر تھیں اب کشت وخون کا بازار گرم ہوا چاہتا تھا، مسلمانوں کے کمانڈر حضرت زید بن حارثہؓ رسول اکرم ﷺ کا عطا

کردہ سفید اسلامی پھریرا لہراتے ہوئے اپنی مختصر مگر جذبۂ ایمانی سے سرشار جماعت مجاہدین کو میدانِ کارزار میں اتارتے ہوئے دیکھے گئے۔ شجاعت و مردانگی اور عزم واستقلال نے ان کے قدم چومے، اور اقبال وظفر نے انکی ثابت قدمی اور بے انتہاء فوج کے مقابلہ پر آمادگی اور پھر یہ عزم و ہمت، سنجیدگی و متانت عقلوں کو حیران بنا دیتی تھی۔ غیبی نصرت اور کرم خداوندی کا چھتر سر پر رکھے ہوئے جس وقت حضرت زیدؓ صف بندی کر کے آگے بڑھے تو فوج میں زلزلہ برپا ہو گیا اور گھمسان کی ہیبت ناک جنگ شروع ہو گئی۔ تین ہزار کی جماعت کو دو لاکھ فوج کا مقابلہ کرنا تھا اس لئے مسلمان نیزہ و تلوار لے کر پیدل میدان کارزار میں کود پڑے، اور اس میدان میں جو اب تک رنگ برنگ کے پھولوں سے گلکار بنا ہوا تھا خون کی سُرخ ندیاں بہنے لگیں۔

آنحضرت ﷺ میدان جنگ کا منظر دیکھ رہے ہیں

جب جنگ میں دونوں طرف سے گھمسان کی لڑائی شروع ہو گئی تو اللہ تعالیٰ نے زمین کے حجابات ہٹا کر جنگ کا نقشہ آنحضرت ﷺ کے سامنے کر دیا، آپ ﷺ نے مسجد نبوی میں صحابہ کرامؓ کو نماز کیلئے جمع کرا دیا اور نماز کے بعد آپ ﷺ منبر پر بیٹھ گئے اور فرمایا کہ زید بن حارثہؓ نے جھنڈا ہاتھ میں لے لیا اور میدان میں آئے تو شیطان انکے پاس آ گیا اور زندگی کو نہایت محبوب بنا کر انکے سامنے پیش کیا اور موت کو نہایت مکروہ بنا کر پیش کیا اور دنیا کی بڑی تعریفیں کیں تاکہ وہ جنگ سے رُک جائے لیکن زیدؓ نے جواب دیا کہ مسلمانوں کے دلوں میں اب ایمان گھر کر چکا ہے اب تم میرے لئے دنیا کو محبوب بنا رہے ہو؟ یہ کہہ کر زید آگے بڑھے یہاں تک کہ شہید ہو گئے اور جنت میں داخل ہو گئے۔ اب وہ جنت میں دوڑ رہے ہیں حضور ﷺ نے ان کو دعائیں دیں اور صحابہ سے فرمایا کہ ان کیلئے استغفار کرو۔

حضور اکرم ﷺ نے پھر فرمایا کہ پھر جھنڈا جعفر بن ابی طالبؓ نے ہاتھ میں لے لیا، فرمایا کہ زیدؓ کی شہادت کے بعد جب جھنڈا جعفرؓ نے سنبھالا تو ان کے پاس بھی شیطان آ گیا اور حیات دنیوی کو انکے لئے محبوب بنانے کی کوشش کی اور موت سے ان کو ڈرایا اور دنیا ان کیلئے نہایت خوبصورت کر کے دکھائی۔ اسکے جواب میں جعفرؓ نے کہا کہ اب جبکہ ایمان مسلمانوں کے دل میں گھر کر چکا ہے

یہ ابلیس مجھے دنیا کی آرزوئیں دلا رہا ہے یہ کہہ کر وہ بھی آگے چل دیئے اور شہید ہو گئے۔ حضور اکرم ﷺ نے ان کے لئے دعا فرمائی اور استغفار کا حکم دیا اور فرمایا کہ اپنے بھائی کیلئے استغفار کرو کیونکہ وہ شہید ہیں اور جنت میں داخل ہو گئے اور یاقوت کے لگے ہوئے دو پروں سے جنت میں جہاں جانا چاہتے ہیں اڑ کر چلے جاتے ہیں۔ پھر حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ اسکے بعد جھنڈا عبداللہ بن رواحہؓ نے لے لیا پھر وہ بھی شہید ہو گئے اور اعراض کرتے کرتے جنت میں داخل ہو گئے۔ انصار نے پریشان ہو کر پوچھا کہ یا رسول اللہ! اسکا جنت سے اعراض کیسے تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جب وہ زخمی ہو گئے تو جہاد میں کچھ سست ہو گئے۔ پھر اس نے اپنے آپ کو ملامت کر کے جوش دلایا اور آگے بڑھ کر شہید ہو گئے۔ اس پر انصار نے خوشی کا اظہار کیا اور انکی پریشانی دور ہو گئی۔ ایک روایت میں ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا، میں نے جعفرؓ کو فرشتہ کی شکل میں دیکھا جس کے ہاتھوں اور پاؤں سے خون جاری تھا اور وہ جنت میں سب سے آگے اڑ رہا تھا اور زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ ان سے دوسرے نمبر پر تھے، پس میں نے کہا کہ میرا خیال تو یہ نہیں تھا کہ زیدؓ کا درجہ جعفر رضی اللہ عنہ سے کم ہوگا اتنے میں جبرئیل امین آئے اور کہنے لگا کہ جعفر رضی اللہ عنہ سے زیدؓ کا درجہ کم نہیں تھا لیکن ہم نے جعفر رضی اللہ عنہ کا درجہ آپ کی قرابت کی وجہ سے بڑھایا ہے، علامہ واقدیؒ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ اس کے بعد خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے جھنڈا اٹھایا وہ مقرر کردہ امیروں میں سے نہیں تھے لیکن وہ از خود امیر بنے پھر حضور ﷺ نے ان کے لئے اس طرح دعا مانگی ، اَللّٰھُمَّ اِنَّہٗ سَیْفٌ من سیوفك انت تنصره ، مولائے کریم، خالد تیری تلواروں میں سے ایک تلوار ہے تو ہی اس کی مدد فرما اس دن سے حضرت خالد سیف اللہ کے نام سے مشہور ہوئے۔

محبوب رسول ﷺ اور عاشق رسول ﷺ حضرت زید رضی اللہ عنہ گھمسان میں

حضرت زیدؓ حارثہ نامی شخص کے بیٹے تھے ان کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں ایک امتیازی شان حاصل تھی اور وہ یہ کہ کسی بھی صحابی کا نام قرآن میں موجود نہیں صرف حضرت زیدؓ کا نام سورت احزاب میں مذکور ہے، ایک اور خصوصیت یہ تھی کہ یہ حضور ﷺ کے متبنّٰی تھے یعنی حضور ﷺ نے آپ کو منہ بولا بیٹا بنایا تھا اور اس کا ایک عجیب قصہ تھا وہ یہ کہ حضرت زیدؓ کا والد قبیلہ بنو کعب سے تعلق رکھتے تھے اور ان کی والدہ

سعدیٰ کا تعلق قبیلہ معن سے تھا، حضرت زید کو بچپن میں ان کے والدہ اپنے میکے لے گئیں جاہلیت کا زمانہ تھا قبائلی جنگیں چلتی تھیں حضرت زیدؓ کے ننھیال پر ایک دشمن نے حملہ کر دیا اور زید کو پکڑ کر غلام بنالیا، اب یہ شریف زادہ گھر اور والدین سے دور غلامی کی زندگی گزار رہا تھا۔ ایک دفعہ جب عکاظ میں میلہ لگا تو ان کے آقا بیچنے کی غرض سے ان کو میلہ میں لے آئے وہاں حضرت خدیجہؓ کے بھتیجے حضرت حکیم بن حزامؓ نے ان کو اپنی پھوپھی حضرت خدیجہؓ کے لئے چار سو درہم کے عوض خرید لیا جب حضرت خدیجہؓ کا نکاح سرکار دو عالم ﷺ سے ہوا تو انہوں نے حضرت زید کو بطور غلام آنحضرت ﷺ کو ہبہ کیا۔ اب زید حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں باقاعدہ غلامی کی زندگی بسر کر رہا تھا، ادھر حضرت زیدؓ کا والد حارثہ اپنے بیٹے کی تلاش میں سرگرداں پھرتا رہتا تھا مگر ان کو اس کا کوئی اتا پتہ نہیں چلا۔ انہی ایام میں حارثہ نے یہ درد بھرے اشعار بیٹے کے فراق میں کہہ دیئے تھے۔

بَکَیْتُ عَلٰی زَیْدٍ وَلَمْ اَدْرِمَا فَعَلْ
اَحَیٌّ فَیُرْجٰی اَمْ اَتٰی دُوْنَہُ الْاَجَلْ ؟

میں زید پر روتا ہوں مجھے معلوم نہیں کہ اس کا کیا بنا، پتا نہیں کہ وہ زندہ بھی ہے کہ اس سے ملنے کی اُمید کی جائے یا اس کو موت آچکی ہے۔

فَوَاللّٰہِ مَا اَدْرِیْ وَاِنِّیْ لَسَائِلٌ
اَغَالَکَ بَعْدِیَ السَّھْلُ اَمْ غَالَکَ الْجَبَلُ ؟

قسم بخدا! میں تیری جستجو کرتا ہوں لیکن مجھے نہیں معلوم کہ تو میدانی علاقہ میں ہلاک ہوا یا کسی پہاڑ میں جا مرا۔

تُذَکِّرُنِیْہِ الشَّمْسُ عِنْدَ طُلُوْعِھَا
وَتَعْرِضُ ذِکْرَاہُ اِذَاغَرْبُھَا اَفَلْ

جب سورج طلوع ہوتا ہے تو اسی وقت وہ مجھے یاد آتا ہے اور جب سورج غروب ہونے لگتا ہے تب بھی وہ مجھے یاد آتا ہے۔

وَاِنْ ھَبَّتِ الْاَرْوَاحُ ھَیَّجْنَ ذِکْرَہٗ
فَیَا طُوْلُ مَا حُزْنِیْ عَلَیْہِ وَیَا وَجَلْ

اور اگر کبھی ہوائیں اچلنے لگتی ہیں تو وہ میرے بیٹے کی یاد تازہ کرتی ہیں ہائے افسوس! میرا غم کتنا طویل ہے اور میں کس قدر خوف میں ہوں۔

ایک دفعہ موسم حج میں بنو کعب کے کچھ لوگ مکہ مکرمہ حج کیلئے آ گئے انہوں نے حضرت زید ؓ کو پہچان لیا اور حضرت زید ؓ نے بھی ان کو پہچان لیا اور پھر ان سے کہا کہ میرا ایک شعر ہے یہ میرے گھر والوں تک پہنچا دو۔

اَحِنُّ اِلٰی قَوْمِیْ وَاِنْ کُنْتُ نَائِیًا
بِأَنِّیْ قَطِیْنُ الْبَیْتِ عِنْدَ الْمَشَاعِرِ

میں اپنی قوم کو اب بھی یاد کرتا ہوں اگرچہ میں دور ہوں اور مقامات مقدسہ کے پاس بیت اللہ کا مجاور بن چکا ہوں۔

یہ لوگ جب واپس چلے گئے اور حضرت زیدؓ کے والد کو تمام حالات سے آگاہ کر دیا تو وہاں سے حضرت زیدؓ کے والد اور چچا کعب زیدؓ کو لینے مکہ مکرمہ پہنچے۔ اور حضور اکرم ﷺ کے سامنے درخواست پیش کی کہ آپ احسان کر کے زید کو آزاد کر دیں ہم فدیہ دینے کیلئے تیار ہیں۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ مجھے کسی فدیہ کی ضرورت نہیں اور نہ میں زیدؓ کو روکوں گا البتہ تم جا کر ان سے معلوم کر لو اگر وہ جانے لئے تیار ہے تو لے جاؤ لیکن اگر وہ خود نہ جائے تو میں زبردستی ان کو نہیں بھیجوں گا، ان کے چچا نے کہا وہ ہمارا بچہ ہے اور جگر گوشہ دل کا ٹکڑا ہے وہ جونہی ہمیں دیکھے گا تو اپنے والدین کی طرف چل پڑے گا بھلا آزادی پر کوئی عقلمند غلامی کو ترجیح دے سکتا ہے؟ ان بے چاروں کو کیا خبر تھی کہ حضور اکرم ﷺ سید الاولین والآخرین کی غلامی تو لاکھوں بادشاہتوں سے زیادہ باعث عزت و شرف ہے۔ بہرحال جب حضرت زید ؓ سے ان حضرات کی گفتگو ہوئی اور حضور ﷺ نے ان سے پوچھا کہ تم جانتے ہو یہ دونوں کون ہیں؟ تو حضرت زیدؓ نے فرمایا ہاں یہ میرا باپ ہے اور یہ میرا چچا ہے۔

حضور اکرم ﷺ نے فرمایا تم میرے پاس ایک مدت تک رہ چکے ہو اب تمہیں اختیار ہے چاہو میرے پاس رہو اور چاہو تو ان کے ساتھ چلے جاؤ۔ حضرت زیدؓ نے جواب دیا میں آپ کے مقابلے میں کسی اور کو ترجیح نہیں دے سکتا، آپ میرے باپ بھی ہیں اور چچا بھی۔ چچا اور باپ نے جب یہ کلام سنا تو

چیخ اٹھے ارے زید تمہیں کیا ہو گیا؟ تم آزادی پر غلامی کو اور اپنے ماں باپ اور گھر والوں پر ایک اجنبی کو ترجیح دیتے ہو؟ حضرت زیدؓ نے جواب دیا کہ جی ہاں! میں نے ان صاحب کے پاس ایک ایسی چیز دیکھی ہے کہ اس کے بعد ان کے مقابلے میں کسی کو ترجیح نہیں دے سکتا۔ آنحضرت ﷺ نے جب زید کی یہ گفتگو سنی تو ان کا ہاتھ پکڑ کر بیت اللہ کے پاس حطیم کی طرف لے گئے اور بلند آواز سے فرمایا: ''تمام لوگ گواہ رہیں آج سے زید میرا بیٹا ہے اور یہ میرا وارث ہوگا اور میں اس کا۔'' یہ منظر دیکھ کر حضرت زیدؓ کے والد اور چچا بھی مطمئن ہو کر واپس چلے گئے اور حضور ﷺ نے حضرت زیدؓ کو ان تمام نعمتوں سے نوازا جیسے ایک شفیق باپ اپنے فرمانبردار بیٹے کو نوازتا ہے۔ سب سے زیادہ زیدؓ کو محبوب رکھا اور آپ کے بیٹے اسامہؓ کو بھی پوتے کی طرح پالا اور سنبھالا، اکثر جنگی مہمات میں حضرت زیدؓ کو امیر بنایا اور یہ آخری غزوہ موتہ بھی اسی سلسلہ کی ایک کڑی تھی اور دنیا کو یہ بھی دکھانا تھا کہ یہاں دین مدار و معیار ہے یہاں غلام غیر غلام، قریب یا بعید، سفید یا سیاہ، عربی یا غیر عربی کا فرق نہیں صرف اسلام اور دین مدارِ محبت ہے۔ حضرت زیدؓ نے بھی اپنی ذمہ داری خوب نبھائی، تمام غزوات و سرایا میں ثابت قدم رہے اور جس پیغمبر ﷺ کی خاطر اپنے والدین اور خاندان کو چھوڑا تھا آج دین کی خاطر اسی رسول سے رخصت ہو کر مدینہ سے ایک ہزار کلومیٹر دور دشت و بیابان اور قُلل و جبال وادیوں میں جان آفرین کے سپرد کر رہا ہے۔ سچ ہے۔

بنا کردند خوش رسمے بخون و خاک غلطیدن
خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

سکھایا ہے ہمیں اے دوست طیبہ کے والی نے ۔
کہ بوجہلوں سے ٹکرا کر ابھرنا عین ایمان ہے
جہاں باطل مقابل ہو وہاں نوک سنان سے بھی
برائے دین اسلام رقص کرنا عین ایمان ہے

حضرت زیدؓ کیلئے ان کی شجاعت گھمسان کی جنگ اور زخمی زخمی بدن اور پھر جان کی قربانی پر اس وقت کے شعراء نے مرثیہ کہا ہے بغیر ترجمہ کے چند اشعار ملاحظہ ہوں۔ قال حسانؓ ۔

عین جودی بد معک المنزور
واذکری فی الرخاء اهل القبور

واذکری موتة وما کان فیها
یوم راحو فی وقعة التغویر

حین راحوا وغا در واثَمَّ زیدا
نعم ما وی الضریک والما سور

حب خیر الانام طرا جمیعا
سیدالناس حبه فی الصدور

نعا کم احمد الذی لا سواه
ذاک حزنی له معا وسرور

ان زید اقد کان منا بامر
لیس امر المکذب المغرور

سلام علیک یا زید یا شهید الاسلام یا حب خیر الانام سلام علیک بما صبرت فنعم عقبی الدار.

حضرت جعفر طیار جنگ مُوتہ کے کارزار میں

جنگ کا چھٹا مرحلہ

حضرت جعفر رضی اللہ عنہ ابو طالب کے بیٹے حضرت علیؓ کے بڑے بھائی اور رسول اللہ ﷺ کے چچازاد بھائی تھے۔ حضور اکرم ﷺ کو ان سے خاص محبت تھی، جنگ خیبر کے موقع پر حبشہ سے دوبارہ ہجرت کر کے مدینہ منورہ تشریف لائے تھے، حضور اکرم ﷺ ان کی آمد پر اتنے خوش ہوئے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ”ما ادری بایهما اسر بقدوم جعفر ام بفتح خیبر.“ یعنی میں نہیں جانتا کہ مجھے کس بات کی زیادہ خوشی ہے جعفر کی آمد پر یا فتح خیبر پر پھر آپؐ نے آگے بڑھ کر ان کا استقبال کیا اور پیشانی پر بوسہ دیا۔ ایک دفعہ حضور اکرم ﷺ نے ان سے فرمایا: ” اَشْبَهْتُ خَلْقِیْ وَخُلُقِیْ “

یعنی تم سیرت وصورت میں میرے مشابہ ہو۔ خیبر کے دوسرے ہی سال حضرت جعفرؓ ۸ھ کو غزوہ مُوتہ کے لئے تشریف لے گئے، مدینہ منورہ سے ایک ہزار کلومیٹر دور جا کر دشت وبیان وادی وصحرا اور چٹیل میدان میں ۳۳ سال کی جوان سالی میں جان جانِ آفرین کے حوالہ کردی، اسی معرکہ کی تھوڑی سی تفصیل ملاحظہ ہو۔

حضور اکرم ﷺ نے روما سلطنت سے ٹکر لینے کے لئے مدینہ منورہ سے ۸ھ ہجری کو تین ہزار کا لشکر تین امیروں کے تقرر کے بعد روانہ فرمایا تھا۔ پہلے امیر حضرت زید بن حارثہ ؓ تھے میدان مُوتہ میں زید ؓ نے خوب جنگ لڑی، خوب داد شجاعت حاصل کی۔ آپ ؓ کفار کی صفوں میں کوندتی ہوئی بجلی کی طرح اندر گھستے گئے بالآخر کفار کی تلواروں اور نیزوں میں آکر آپ زخمی زخمی بدن کے ساتھ زمین پر گرے اور جام شہادت نوش فرمایا۔ چونکہ اسلامی جھنڈا ابھی ہاتھ سے گرا تھا اس لئے جعفر طیارؓ نے لپک کر فوراً اسلامی پھریرا سنبھالا اور پھر میدان کارزار میں اُتر کر مسلمانوں کو اس طرح پُکارا، بہادر مسلمانوں! آگے بڑھو اور خدا پر نظر رکھ کر دشمنوں سے لڑو اور انکا قلع قمع کرو، رُوح پھونکنے والی یہ آواز مسلمانوں کا مذہبی جوش بڑھانے اور بیدار کرنے کیلئے کافی تھی اس لئے مسلمان شیر ببر کی طرح لپکے اور جس طرح سورج کی شعاعیں رات کی تاریکی میں گھستی ہیں یہ بھی دشمنوں کے جم غفیر میں گھستے چلے گئے، حضرت جعفر ؓ بھی انتہائی بے جگری سے خط اول پر آگے آگے لڑ رہے تھے،۔ غضب کا رن پڑا ہوا تھا اور گھمسان کی لڑائی ہو رہی تھی۔ آپ خود اپنے سرخ اور عمدہ گھوڑے پر سوار تھے اور شاہین کی طرح ہر طرف سے جھپٹ جھپٹ کر حملے کر رہے تھے اور انتہائی تیزی کے ساتھ آپؓ رجز کے یہ اشعار پڑھتے جاتے اور آگے بڑھتے جاتے۔

يَا حَبَّذَا الْجَنَّةَ وَاقْتِرَابُهَا
طَيِّبَةً وَبَارِدًا شَرَابُهَا

جنت اور اسکا قریب آنا کیا ہی عمدہ اور پاکیزہ ہے اور اسکا پانی کیا ہی ٹھنڈا اور میٹھا ہے۔

وَالرُّوْمُ رُوْمٌ قَدْ دَنَا عَذَابُهَا
كَافِرَةٌ بَعِيْدَةٌ اَنْسَابُهَا

اور رومیوں کا عذاب قریب آ گیا ہے یہ لوگ کافر ہیں اور ان سے ہماری کوئی نسبی قرابت نہیں ہے۔

عَلَيَّ اِنْ لَاقَيْتُهَا ضِرَابُهَا

بلکہ مجھ پر لازم ہے اور فرض ہے کہ بوقت مقابلہ ان کو خوب ماروں، پورا لشکر اسلام میدان کارزار میں اتر چکا تھا اور غضب کا رن پڑا ہوا تھا۔ مسلمان کفار کے مقابلے میں آٹے میں نمک کے برابر بھی نہیں تھے لیکن کفر کے مقابلے میں سیسہ پلائی ہوئی دیوار کی طرح ڈٹے ہوئے تھے۔ حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ خود کمانڈ بھی کر رہے تھے اور اسلامی جھنڈا بھی ہاتھ میں تھامے ہوئے تھے کہ اتنے میں لشکر کفار سے ایک آدمی نے آپ کو تاڑ لیا کہ یہی شخص لشکر اسلام کا سردار ہے اور یہی لواء بردار ہے اس نے سوچا کہ بس آج اسی پر کاری وار ہے چنانچہ وہ کافر آگے آیا اور حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کے گھوڑے پر حملہ کر کے اس کے پاؤں کاٹ ڈالے جوں ہی گھوڑا گرا تو حضرت جعفرؓ پیادہ ہو کر میدان میں مقابلہ کیلئے اتر گئے اپنے گھوڑے کی کونچیں کاٹ ڈالیں اور مردانہ وار لڑتے رہے آخر دشمن نے آپ کے دائیں ہاتھ پر وار کیا اور پورا بازو کٹ گیا، آپ نے جھنڈا گرنے نہ دیا کیونکہ ایک تو یہ جھنڈا اسلامی تھا اور اسلام کی نشانی گری ہوئی حالت میں کون برداشت کر سکتا ہے؟ دوسری بات یہ ہے کہ جھنڈا گرنے سے لشکر اسلام کی قوت مجتمع نہیں رہ سکتی ہے بلکہ سب لوگ اور ساری قوت منتشر ہو جاتی ہے۔

اسی وجہ سے دائیں ہاتھ کٹ جانے پر حضرت جعفرؓ نے جھنڈا بائیں ہاتھ میں تھام لیا۔ کفار چونکہ جان چکے تھے کہ لشکر اسلام کا کمانڈر انچیف یہی ہے اس کے مارے جانے سے پورا لشکر اسلام تتر بتر ہو جائے گا اسلئے کفار نے آپ پر بھرپور حملہ کیا اور آپ کے بائیں بازو کو بالکل کاٹ کر رکھ دیا۔ آپ نے اسلامی نشان پھر گرنے نہ دیا اور سینہ پر رکھ کر دانتوں میں دبائے رکھا۔ لیکن کفار چاروں طرف سے اسلام کے اس بہادر شہزادے پر اکٹھے ہو چکے تھے، دو لاکھ کا مجمع تھا، چاروں طرف سے آپ پر حملے جاری تھے کہ ایک زخم جو بھاری بھی تھا اور کاری بھی تھا اس سے آپ کا سینہ چاک ہوا اور آپ زمین پر گر گئے اور جھنڈا بھی گر گیا۔ تھوڑی ہی دیر گزری ہوگی کہ شیر اسلام حضرت عبداللہ ابن رواحہ رضی اللہ عنہ شیر کی طرح لپکے اور صفوف کفار میں گھستے ہوئے پہنچے اور اسلامی پھریرا اپنے ہاتھ میں لیا اور اسی طرح حضور اکرم ﷺ کا ارشاد تھا کہ:

''علیکم زید بن حارثه فان اصیب زید فجعفر بن ابی طالب فان اصیب جعفر فعبدالله بن رواحه''

حضرت جعفرؓ کی لاش تو زخموں سے چھلنی تھی اور تلوار و نیزہ کے ۹۰ گہرے زخم آپ کے جسم پر لگے تھے لیکن قربان جایئے اسلام کے ان شیروں پر کہ ایک زخم بھی پشت کی طرف نہیں تھا سب سامنے سینہ اور کندھوں پر تھے۔

دیکھئے یہ دین مقدس ہے اور اللہ تعالیٰ کا کلمہ کتنا عالی شان ہے کہ اس کی بلندی کے لئے حضور اکرم ﷺ کے سب سے زیادہ محبوب حضرت زیدؓ بھی جان کی بازی لگا رہے ہیں اور حضور اکرم ﷺ کے چچازاد بھائی، حضرت علیؓ کے سگے بھائی اور اہل بیت کا یہ شہزادہ بھی مدینہ سے ایک ہزار کلومیٹر دور جاتے ہیں اور جان کی بازی لگاتے ہیں نہ جھجک ہے، نہ تردد ہے، نہ پرواہ ہے، نہ غم ہے، نہ فراق احبہ کوئی رکاوٹ ہے، نہ بیوی بچے، بس صرف ایک جان اور دشت و بیابان اور پھر قربانی جان اور جنت رضوان سبحان اللہ! کون ہے ذرا سوچئے اور کہاں پڑا ہے ذرا دیکھئے۔ اور کیسا پڑا ہے ذرا نظارہ کیجئے؟ سچ ہے ''**اولئک حزب الله**'' یہ اللہ کی فوج ہے واقعی اللہ کی فوج ہے جو کامیاب ہے۔

عبداللہ بن محمد اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت جعفرؓ پر روم کے ایک کافر نے تلوار سے ایسا وار کیا کہ آپ کے جسم کے دو ٹکڑے ہو گئے۔ ایک حصہ انگور کے باغ میں پڑا تھا اس کو جب دیکھا گیا تو اس میں تقریباً ۳۰ گہرے زخم لگے تھے حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ میں جنگ موتہ میں حضرت جعفرؓ کے ساتھ تھا ہم نے انکی شہادت کے بعد جب انکی لاش دیکھی تو اس میں تیروں اور نیزوں کے ۹۰ زخم تھے **رحمته الله رحمةواسعته**۔ بس بھائی ان کفار کے نیزے اور تلواریں اس شہزادے مرد مجاہد کیلئے بمنزلہ پل تھے جس پر گزر کر یہ عظیم انسان اللہ تعالیٰ کی جوار رحمت میں جا پہنچے۔ جنگ موتہ کے لق و دق بیابان اور کھلے میدان سے جنت کے وسیع تر اور مبارک میدانوں میں چلے گئے اور ہمیشہ ہمیشہ کے لئے وہاں رہنے لگے۔ **عاش سعیدا ومات شهیدا**۔ سچ ہے جو حضور اکرم ﷺ نے ان کے حق میں فرمایا: ''**لقد رئیته فی الجنه له جناحان مضرجان بالدماء مصبوغ القوادم**۔'' یعنی میں نے جعفر کو جنت میں دیکھا کہ ان کے دو پر ایسے لگے ہیں

جو خون میں لت پت ہیں اور ان کے سامنے کے حصے خون سے رنگین تھے سچ ہے۔

بنا کر دند خوش رسمے بخون و خاک غلطیدن
خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

جو پاس تھا وہ سب لٹا ہی دیا
حق تو یہ ہے کہ حق ادا ہی کیا

ہم نے ان کے سامنے اول تو جذبہ رکھ دیا
پھر کلیجہ رکھ دیا دل رکھدیا سر رکھدیا

فنا فی اللہ کی تہہ میں بقاء کا راز باقی ہے
جسے مرنا نہیں آتا اسے جینا نہیں آتا

مومن ہیں بہادر ہیں مجاہد ہیں نڈر ہیں
اسلام کی عظمت کے لئے سینہ سپر ہیں

سودا قمار عشق میں خسرو سے کوہکن
بازی اگرچہ پا نہ سکا سر تو دے سکا

کس منہ سے اپنے آپ کو کہتا ہے عشق باز
اے روئے سیاہ تجھ سے تو یہ بھی نہ ہوکا

وہ آئے بزم میں اتنا تو میرؔ نے دیکھا
اور اس کے بعد چراغوں میں روشنی ہی نہ رہی

موت الشهيد حياة لا نفاد لها

قدمات قوم و هم في الناس احياء

یعنی شہید کی جو موت ہے وہ قوم کی حیات ہے
شہید کا جو خون ہے وہ خون کی زکوٰۃ ہے

من كان يعلم ان الشهد مطلبه

فلا یخاف للدغ النحل من الم

یعنی جس شخص کا مطلوب ومقصود شہد حاصل کرنا ہو تو وہ شہد کی مکھی کے ڈنگ مارنے سے نہیں ڈرتا۔

یا امتی وجب الجہاد فشمری
فالموت فی ساح البطولۃ اروعُ

اے امت مسلمہ! جہاد واجب ہو چکا ہے اب تیار ہو جاؤ کیونکہ مردانگی اور بہادری کے میدان میں موت بہت اچھی ہے۔

واذا ارادت امۃ نیل العلا
ضحت ولو اکبادھا تتقطعُ

جب کوئی قوم بلند مقام حاصل کرنا چاہتی ہے تو قربانی دیتی ہے اگرچہ اس کے جگر کے ٹکڑے ہو جائیں،

فَسَلَامٌ عَلٰی جَعْفَرٍ عَاشَ سَعِیْدًا وَمَاتَ شَہِیْدًا

حضرت حسان بن ثابتؓ نے حضرت جعفرؓ کے مرثیہ میں لمبے لمبے قصیدے کہے ہیں چند شعر یہ ہیں۔

بَلٰی اِنْ فَقْدَ انَ الْحَبِیْبِ بَلِیَّۃٌ وَکَمْ
مِنْ کَرِیْمٍ یُبْتَلٰی ثُمَّ یَصْبِرُ

ہاں دوستوں کا جدا ہو کر چلا جانا بڑی مصیبت ہوتی ہے لیکن کتنے ہی شریف ایسے ہیں جو مبتلائے مصیبت ہو کر صبر کرتے ہیں۔

رَأَیْتُ خِیَارَ الْمُسْلِمِیْنَ تَوَارَدُوْا
شُعُوْبًا وَ خَلْفًا بَعْدَ ھُمْ یَتَاَ خَّرُ

میں نے مسلمانوں کے بہترین آدمیوں کو دیکھا کہ آگے پیچھے موت کے گھاٹ میں اُتر آگئے۔

فَلَا یُبْعِدَ نَّ اللّٰہُ قَتْلٰی تَتَابَعُوْا
بِمُؤْتَۃَ مِنْھُمْ ذُو الْجَنَاحَیْنِ جَعْفَرُ

اللہ تعالیٰ ان مقتولین پر باران رحمت فرمائے جو جنگ موتہ میں پے در پے شہید ہو گئے انہیں میں دو

پروں والے جعفر بھی تھے۔

وَزَیْدٌ وَعَبْدُاللّٰہِ حِیْنَ تَتَابَعُوْا
جَمِیْعًا وَاَسْبَابُ الْمَنِیَّۃِ تَخْطُرُ

اور زید اور عبداللہ بھی تھے جبکہ یکے بعد دیگرے سب میدان میں اُتر آئے اور موت کے اسباب سروں پر منڈلا رہے تھے۔

غَدَاۃَ مَضَوْا بِالْمُؤْمِنِیْنَ یَقُوْدُھُمْ
اِلَی الْمَوْتِ مَیْمُوْنُ النَّقِیْبَۃِ اَزْھَرُ

یہ اس صبح کی بات ہے جبکہ یہ حضرات مسلمانوں کو میدان کی طرف لے گئے اور ایک روشن و مبارک قائد (جعفر) شہادت کی طرف لے جانے میں قیادت کر رہے تھے۔

اَغَرُّ کَضَوْءِ الْبَدْرِ مِنْ اٰلِ ھَاشِمٍ
اَبِیٌّ اِذَا سِیْمَ الظَّلَامَۃَ مِجْسَرُ

وہ چودھویں کے چاند کی طرح روشن آل ہاشم سے تھے وہ بہادر تھے اور ظلم و ذلت کے ہر کام سے انکار کرنے والے تھے۔

فَطَاعَنَ حَتّٰی مَالَ غَیْرَ مُوَسَّدٍ
لِمُعْتَرَکٍ فِیْہِ الْقَنَا یَتَکَسَّرُ

وہ نیزہ بازی کرتے رہے یہاں تک کہ خالی زمین پر گر پڑے یہ ایسا معرکہ تھا کہ جس میں مضبوط نیزے بھی ٹوٹ جاتے تھے۔

فَصَارَ مَعَ الْمُسْتَشْھِدِیْنَ ثَوَابُہٗ
جِنَانٌ وَمُلْتَفُّ الْحَدَائِقِ اَخْضَرُ

چنانچہ وہ شہداء کے زمرے میں شامل ہو گئے ان کا ثواب جنت اور ہرے بھرے گنجان باغات ہیں۔

وَکُنَّا نَرٰی فِیْ جَعْفَرٍ مِّنْ مُحَمَّدٍ
وَفَاءً وَاَمْرًا حَازِمًا حِیْنَ یَاْمُرُ

ہم تو جعفر میں پہلے سے محمد عربی ﷺ کی طرح وفائے عہد اور حکم دینے کی پختگی اور ہوشیاری دیکھتے تھے۔

فَمَا زَالَ فِیْ الْاِسْلَامِ مِنْ الِ هَاشِمٍ
دَعَائِمُ عِزٍ لَایَزُ لْنَ وَمَفْخَرُ

پس اسلام میں ہمیشہ بنو ہاشم میں سے عزت وافتخار کے ایسے ستون قائم رہیں گے جو کبھی زائل نہیں ہو گے۔

شاعر دربار نبوی ﷺ حضرت حسانؓ کے بعد شاعر اسلام حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ نے بھی حضرت جعفرؓ وغیرہ کے مرثیہ میں بہت اشعار کہے ہیں چند اشعار یہ ہیں۔

وَجْدً اعَلَی النَّفَرِ الَّذِیْ تَتَابَعُوْ ا
یَوْمًا بِمُوْتَةَ اُسْنِدُوْا لَمْ یُنْقِلُوْا

مجھے جنگ موتہ کے ان شہداء پر بہت غم ہے جو پے در پے شہید ہو گئے اور وہیں پر پڑے رہے۔

صَلَّی الْاِلٰـهُ عَلَیْهِمْ مِنْ فِتْیَةٍ
وَسَقَاعِظَامَهُمُ الْغَمَامُ الْمُسْبِلُ

اللہ تعالیٰ ان نوجوان پر رحمت کاملہ نازل فرمائے اور موسلا دھار بارش برسانے والے بادل ان کے جسموں کو سیراب کرے۔

صَبَرُوْ ابِمُوْتَةَ لِلْاِلٰـهِ نُفُوْسَهُمْ
حَذَرَ الرَّدٰی وَمَخَافَةً اَنْ یَّنْکُلُوْ

انہوں نے جنگ موتہ میں اللہ کی رضا کیلئے اور اس کی ناراضگی سے بچنے کے لئے اور مسلمانوں کے عتاب کے خوف سے صبر کر کے جان کی بازی لگا دی۔

اِذْ یَهْتَدُوْنَ بِجَعْفَرٍ وَلِوَاءُهٗ
قُدَّامَ اَوَّلِهِمْ فَنِعْمَ الْاَوَّلُ

وہ وقت قابل ذکر ہے جبکہ مسلمان جعفر رضی اللہ عنہ کی رہنمائی میں جا رہے تھے اور جعفرؓ کا جھنڈا سب سے آگے تھا اور وہ کیا ہی اچھے آگے جانے والے تھے۔

حَتّٰی تَفَرَّجَتِ الصُّفُوْفُ وَجَعْفَرٌ
حَیْثُ الْتَقٰی وَعْثُ الصُّفُوْفِ مُجَدَّلُ

یہاں تک کہ جب میدان جنگ سے صفیں ہٹ گئیں تو جعفرؓ شدید معرکہ کی جگہ پر پڑے ہوئے تھے۔

فَتَغَيَّرَ الْقَمَرُ الْمُنِيْرُ لِفَقْدِهٖ
وَالشَّمْسُ قَدْ كَسَفَتْ وَكَادَتْ تَافِلُ

پس ان کی موت سے چاند کی روشنی میں تغیر آ گیا اور سورج بے نور ہو گیا بلکہ قریب تھا کہ غائب ہو جاتا۔

حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ شوق شہادت میں

جنگ کا ساتواں مرحلہ

حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ انصاری صحابی ہیں **لیلۃ العقبہ** میں اسلام قبول کر کے مدینہ منورہ واپس آ گئے اور دین اسلام کی خدمت شروع کی، بہت بڑے پائے کے شاعر تھے تمام غزوات میں حضور اکرم ﷺ کے ساتھ رہے **عمرۃ القضاء** میں آپ مکہ مکرمہ میں حضور اکرم ﷺ کے آگے آگے راستہ بناتے جاتے تھے اور آپ یہ اشعار پڑھتے جاتے تھے ؎

خَلُّوْا بَنِیْ الْكُفَّارِ عَنْ سَبِيْلِهٖ
خَلُّوْا فَكُلُّ الْخَيْرِ فِیْ رَسُوْلِهٖ

او کافر زادو! حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے راستے سے ہٹو، راستہ چھوڑ دو کیونکہ پوری بھلائی اللہ کے رسول ﷺ کے ساتھ ہے۔

يَا رَبِّ اِنِّیْ مُؤْمِنٌ بِقِيْلِهٖ
اَعْرِفُ حَقَّ اللّٰهِ فِیْ قُبُوْلِهٖ

اے میرے رب! میں حضور اکرم ﷺ کی بات پر ایمان رکھتا ہوں اور اس کے قبول کرنے کو اللہ تعالیٰ کا حق سمجھتا ہوں۔

نَحْنُ قَتَلْنَاكُمْ عَلٰى تَاوِيْلِهٖكَمَا
قَتَلْنَاكُمْ عَلٰى تَنْزِيْلِهٖ

ہم نے نزول قرآن اور تفسیر قرآن کے مطابق تم کو قتل کیا ہے۔

ضَرْبًا يُزِيْلُ الْهَامَ عَنْ مَقِيْلِهٖ
وَيُذْهِلُ الْخَلِيْلَ عَنْ خَلِيْلِهٖ

ہم تم کو ایسا ماریں گے کہ کھوپڑیاں الگ ہو جائیں گی اور ہر دوست اپنے دوست کو بھول جائیگا۔

حضور اکرم ﷺ نے ان کو کئی سرایا میں امیر الجیش مقرر فرمایا تھا اور غزوہ موتہ کے متعلق بھی حضرت کا یہ فرمان تھا کہ مسلمانوں کا امیر زیدؓ ہے، اگر یہ مارا جائے تو جعفرؓ ہے وہ مارا جائے تو عبداللہ بن رواحہؓ امیر ہوگا۔ اسی ارشاد کے مطابق جب معرکہ موتہ میں حضرت جعفر طیارؓ شہید ہو گئے اور جھنڈا زمین پر گر گیا تو عبداللہ بن رواحہؓ شیر ببر کی طرح کفار کی صفوں میں گھس گئے اور جھنڈا ہاتھ میں لیا اور اسکو مسلمانوں کے سامنے لہرایا اور پھر محمدی کچھار کے شیر دل نوجوانوں کو اور لشکر اسلام کے جانبازوں کو لڑائی کے گھمسان میں بڑھاتے چلے گئے۔ ان کے چچازاد بھائی نے جب دیکھا کہ ان کی رفتار میں کچھ کمزوری ہے تو انہوں نے محسوس کیا کہ حضرت عبداللہ کو کئی دنوں کی بھوک لگی ہوئی ہے چنانچہ وہ آگے بڑھے اور گوشت کا ایک چھوٹا سا ٹکڑا دے کر کہا اس کو کھا لیجئے کہ کچھ سہارا ملے اور کمر مضبوط ہو جائے۔ حضرت عبداللہ بن رواحہؓ نے وہ گوشت لیا اور ابھی اس کو منہ سے لگایا ہی تھا کہ فوج کی ایک سمت سے شور اٹھا کہ دشمن کا حملہ ہو گیا۔ حضرت عبداللہ بن رواحہ نے اپنے آپ کو خطاب کر کے فرمایا اے ابنِ رواحہ! تو ابھی تک دنیا میں موجود ہے، گوشت کو پھینک کر آگے بڑھے اور خوب لڑے اور لڑتے لڑتے شہید ہو گئے۔ میدان جنگ میں اترتے وقت آپ کو آگے بڑھنے میں کچھ تردد ہوا تو اپنے آپ کو خطاب کر کے یہ اشعار پڑھے اور گھوڑے سے اتر کر خوب لڑے۔

اَقْسَمْتُ یَا نَفْسُ لَتَنْزِلَنَّہُ
لَتَنْزِلَنْ اَوْ لَتُکْرِھَنَّہُ

اے نفس! تجھے قسم ہے کہ تو گھوڑے سے ضرور نیچے لڑنے کے لئے اترو گے۔ خوشی سے ہو تو ٹھیک، ورنہ زبردستی اتار دوں گا۔

اِنْ اَجْلَبَ النَّاسُ وَشَدُّوا الرَّنَّہُ
مَالِیْ اَرَاکِ تَکْرِھِیْنَ الْجَنَّۃُ

لوگ میدان کارزار میں اترے ہیں اور گھمسان کی جنگ جاری ہے میں تجھے جنت سے اعراض کرتا ہوا کیوں دیکھ رہا ہوں؟

قَـدْطَـالَ مَـا كُـنْـتِ مُـطْـمَـئِـنَّـهْ
هَـلْ اَنْـتِ اِلَّا نُـطْـفَـةٌ فِـيْ شِـنَّـهْ

عرصہ دراز تو آرام واطمینان کی زندگی گزار رہا ہے۔ تیری حقیقت کیا ہے بس رحم مادر میں ایک بوند نطفہ ہے۔

اپنے آپ کو خوب گرما کر اس کے بعد آپ نے پھر اپنے نفس کو اس طرح مخاطب کیا:

يَـا نَـفْـسُ اِلَّا تُـقْـتَـلِـيْ تَـمُـوْتِـيْ
هَـذَا حِـمَـامُ الْـمَـوْتِ قَـدْ صَـلِـيْـتِ

اے میرے نفس! اگر تو شہید نہیں ہوا تو موت تو ضرور آئے گی؟ کیونکہ موت کے گھاٹ میں تجھے ضرور اترنا ہے۔

وَمَـا تَـمَـنَّـيْـتِ فَـقَـدْ اُعْـطِـيْـتِ
اِنْ تَـفْـعَـلِـيْ فِـعْـلَـهُـمَـا هُـدِيْـتِ

اور جس شہادت کی تجھے تمنا تھی وہ تجھے مل گئی اگر تو نے زیدؓ اور جعفرؓ جیسا کام کیا تو ہدایت پائے گا۔

ان اشعار کے بعد آپ نے فرمایا: اے ابن رواحہ! لوگ جہاد میں لڑ رہے ہیں اور تو ابھی تک دنیا میں مشغول ہے، یہ کہہ کر آگے بڑھے خوب لڑے اور شہید ہو گئے۔

بندہ ناچیز نے بہت پہلے کسی کتاب میں پڑھا تھا کہ اس موقع پر حضرت عبداللہ بن رواحہؓ نے اپنے آپ سے خطاب کر کے کہا کہ اے ابن رواحہ! تجھ سے پہلے تیرے دونوں ساتھی شہید ہو گئے اب دنیا میں تیرا کیا رہ گیا ہے؟ اچھا ایک غلام ہے؟ لو میں اس کو آزاد کرتا ہوں۔ اب کیا رہ گیا اچھا ایک بیوی ہے؟ تو سن لو میں نے اس کو طلاق دے دی اب بتاؤ کیا رہ گیا؟ یہ کہہ کر آپ نے کفار پر حملہ کیا اور آگے بڑھتے بڑھتے شہید ہو گئے اور حیات جاودانی کو پا گئے اور کھلے پاکیزہ میدان میں دفن ہو کر ہر جوان کو یہ پیغام دے گئے ہیں کہ:

مَـوْتُ الشَّـهِـيْـدِ حَـيَـاةٌ لَا نَفَادَ لَهَا
قَـدْ مَـاتَ قَـوْمٌ وَهُمْ فِي النَّاسِ اَحْيَاءٌ

يَـا اُمَّـتِـيْ وَجَـبَ الْجِهَادُ فَشَمِّرِيْ
فَالْمَوْتُ فِيْ سَاحِ الْبُطُوْلَةِ اَرْوَعُ

وَاِذَااَرَادَتْ اُمَّةٌ نَیْـــلَ الْـــعُلَاءِ
ضَـحَّـتْ وَلَـوْا اَكْبَـادُ هَـا تَتَقَطَّعُ

قِفْ دُوْنَ رَاْیِکَ فِی الْحَیَاةِ مُجَاهِدًا
اِنَّ الْحَیَاةَ عَقِیْدَةٌ وَّ جِهَادٗ

وَمَا بِیْ حِذَارُالْمَوْتِ اِنِّیْ لَمَیِّتٌ
وَاِنَّ اِلٰی رَبِّ اِیَـابِیْ وَمَـرْجِعِیْ

وَلَسْـتُ اُبَـالِیْ حِیْنَ اُقْتَلُ مُسْلِمًا
عَلٰی اَیِّ شِقٍ کَانَ لِلّٰہِ مَصْرَعِی

وَذَالِکَ فِیْ ذَاتِ الْاِلٰہِ وَاِنْ یَّشَاءُ
یُبَارِکْ عَلٰی اَوْصَالِ شِلْوٍ مُمَزَّعٍ

خَلَقَ اللّٰـهُ لِلْحُرُوْبِ رِجَالاً
وَرِجَـــالاً لِـقَـصْـعَةٍ وَّثَـرِیْـدٖ

ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق
ثبت است برجریدۂ عالم دوام ما

غم نیست گرز مہر تو دل پارہ پارہ شد
اے کاش ذرہ ذرہ شوم درھوائے تو

من کیستم کہ بہر شما جاں فدا کنم
اے صد ہزار جان مقدس برئے تو

میخواہم از خدا بدعا صد ہزار جان
تاصد ہزار بار بمیرم برائے تو

لئے پھرتی ہے بلبل چونچ میں گل
شہید ناز کی تربت کہاں ہے

جو پاس تھا وہ سب لٹا ہی دیا
حق تو یہ ہے کہ حق ادا ہی کیا
زندگی کیفی اسی حسن عمل کا نام ہے
کفر کو نابود حق کو جاوداں کرتے چلو

فَرَحِمَ اللّٰہُ عَلٰی عَبْدِاللّٰہِ بْنِ رَوَاحَہ
عَاشَ سَعِیْدًا وَّمَاتَ شَہِیْدًا
سَلَامٌ عَلَیْکَ یَا شَہِیْدَ الْاِسْلَام !
سَلَامٌ عَلَیْکَ بِمَا صَبَرْتَ فَنِعْمَ عُقْبَی الدَّارِ

سیف اللہ خالد رضی اللہ عنہ میدان جنگ میں

جنگ کا آٹھواں مرحلہ

حضرت خالد بن ولیدؓ دین اسلام کے وہ جرنیل ہیں جنہوں نے تاریخ اسلام اور تاریخ عالم پر ان مٹ نقوش ثبت کر کے چھوڑے ہیں اور جنہوں نے ارض عالم اور جریدۂ عالم پر وہ نشانات بطور ”ماثر تاریخی“ رکھ دیئے ہیں کہ مرور ایام کے باوجود وہ آثار اب تک موجود ہیں اور انشاء اللہ قیامت تک باقی رہیں گے۔ سیف اللہ خالدؓ کے حوالہ سے زمین کے سینکڑوں ایسے مقامات ہیں جو انہی کے نام سے جانے اور پہچانے جاتے ہیں سرزمین حجاز ہو یا سرزمین شام، مصر ہو یا صعید مصر، دیار بکر ہو یا ارض عراق، فارس کے کوہ ودامن ہوں یا جزیرہ، یمن، ہر خطہ اور زمین کا حصہ پکار پکار کر یہ اعلان کر رہا ہے کہ ہاں خالد اس طرف سے فاتحانہ انداز سے گزرے ہیں اور یہ ان کے کارنامے ہیں۔

اسلام کے اس شہزادے نے سو سے زیادہ جنگیں اسلام کی سربلندی کے لئے لڑی ہیں آپ بصری سے پوچھیے پھر اورکہ تدمر سے معلوم کیجیے پھر دمشق کے کھلے میدانوں سے سوال کیجیے، اجنادین کے قیامت خیز معرکوں پر نظر ڈالیئے، اور شحورا اور قلعہ ابوالقدس کو بھی نہ بھولئے عواصم اور قنسرین کی طرف جائیے حمص اور بعلبک کو ذرا دیکھئے۔ قیامت کبریٰ کی نظیر معرکہ یرموک کو پڑھیئے، بیت المقدس اور قیساریہ کی جنگوں کو یاد کیجیے، قلعہ حلب اور مرکز شام انطاکیہ اور پھر آس پاس قبائلی دروں کی سیر کیجیے، آ

پ کو یہ مقامات بتا دیں گے کہ ہاں خالد کو ہم جانتے ہیں جن کی گرجدار آواز اور قیامت برپا کرنے والے حملوں سے اب تک ہم لرزہ براندام ہیں۔ پھر آپ مصر کی طرف خالد کے کارناموں کے پیچھے پیچھے چلئے، جی ہاں! قصر شمع اور مریوط ضرور آپ کی راہنمائی کریگا کچھ دیر کے لئے آپ اسکندریہ بھی رکئے اور دمیاط بھی ٹھر جایئے یہ دونوں تاریخی شہر آپ کو خالد کی تاریخ پڑھا دینگے۔ تینس اور مرج رغبان سے بھی جلدی نہ جایئے گا مرج اور رغبان آپ کو وہ سلاخیں دکھائے گا جس کے پیچھے حضرت خالد نے قید اور گرفتاری کے اوقات گذارے ہیں قلعہ راس العین اور میافارقین کا کھلا میدان بھی آپ کو اس شیر اسلام کے دلیرانہ حملوں کی کچھ جھلکی دکھادے گا۔ قلعہ آمد میں حضرت خالد کی آمد اور جبل جودی میں اس مرد مجاہد کے مجاہدانہ کارنامے آپ سے پوشیدہ نہیں رہیں گے۔ حصن لغوب کے مضبوط حصاروں اور قلعہ خلاط کی مضبوط دیواروں سے سوال کیجئے تو وہ صاف لفظوں میں کہدیں گی کہ وہاں خالد کے گھوڑوں کے ٹاپوں سے یہاں آگ کی چنگاریاں اٹھ رہی تھیں اور وہ دشمن کو روندتا ہوا آگے بڑھ رہا تھا۔ قلعہ بھنساء سے دیر تک معلومات دریافت کیجئے، وہ تین سال تک خالد کی گھمسان کی جنگوں کا نقشہ صاف انداز سے پیش کردے گا اور ایسے معلومات سے آپ کو نوازے گا کہ جس کے سننے سے آپ کے رونگھٹے کھڑے ہوجائیں گے۔ دیر مسیح اور مرج دھشور میں یہ معلوم کریں کہ خالد کے بیٹے سلیمانؓ کی قبر کہاں ہے اور پھر خالد نے اپنے شہید بیٹے کا کیسا بدلہ لیا؟ قلعہ اھناس شہر اہریت اور بحر یوسفی سے اگر معلومات لو گے تو وہ ٹھوک کے حساب سے آپ کو خالد کی قربانیوں کا تذکرہ دیر تک کردیں گے۔ ذرا ادھر آیئے اور معرکہ بطاح وظفر کا نظارہ کیجئے کہ خالد خدائی طوفان بن کر مرتدین کے خلاف کیسے آگے بڑھ رہے ہیں، بنوتمیم، قبیلہ عبس وذیبان، بنوفرازہ اور بنواسد سے معلوم کیجئے تو وہ خالد کی عظیم جنگوں کی داستانیں سنادیں گے، بنوحنیفہ اور جنگ یمامہ کو ضرور پڑھئے آپ کو وہاں کا ہر درودیوار بتادیگی کہ ہاں وہ خالد ہی تھا جس کے تذکرے اوراق نہیں، تاریخ نہیں، زبانیں نہیں بلکہ دشت و بیاباں، صحراء اور درے پہاڑ اور کھلے میدان اب تک کررہے ہیں کہ وہ شیر خدا تو ہر موقع پر موت کو تلاش کرتا تھا لیکن موت اس سے بھاگتی تھی بالآخر جب چارپائی پر لیٹے لیٹے موت آئی تو فرمانے لگے کہ میں نے سو سے زیادہ جنگوں میں اس غرض سے حصہ لیا کہ میں شہید ہوجاؤں، میرے جسم میں ایک

بالشت جگہ ایسی نہیں جس پر تیر و تلوار کا زخم نہ ہو لیکن آج میں اپنی طبعی موت پر مر رہا ہوں۔ **فَلاَ نَا مَتْ اَعْیُنُ الْجُبَنَا** ۔ یعنی خدا کرے بزدلوں کی اک آنکھیں کھل جائیں۔

القصہ: جب حضرت عبداللہ بن رواحہؓ شہید ہو گئے اور جھنڈا آپ کے ہاتھ سے زمین پر گرا تو حضرت ثابت بن اقرمؓ نے فوراً جھنڈا ہاتھ میں لے لیا اور فرمایا اے مسلمانو! حضور اکرم ﷺ کے ارشاد کے مطابق اب اپنا امیر الجیش خود مقرر کرلو مسلمانوں نے جواب دیا کہ ہم سب اس پر راضی ہیں کہ اب امارت آپ ہی سنبھال لیں اور جھنڈا اپنے پاس رکھ لیں، آپ نے فرمایا کہ میں نے جھنڈا اپنے لئے نہیں اٹھایا ہے اور میں امیر بننے کے لئے مناسب نہیں ہوں، چنانچہ انہوں نے جھنڈا حضرت خالدؓ پر پیش کیا کہ آپ امیر بن جائیں حضرت خالدؓ چونکہ اس وقت نو مسلم تھے کیونکہ آپ صفر ۸ھ میں اسلام لائے تھے اور غزوہ موتہ میں تین ماہ بعد یعنی جمادی الاول ۸ھ میں شریک ہوئے تھے اس لئے آپ نے معذرت کی اور فرمایا کہ آپ خود امیر بنیں کیونکہ آپ قدیم الاسلام ہیں اور بدر اور اس کے علاوہ حضور اکرم ﷺ کے ساتھ غزوات میں شریک رہے ہیں۔ حضرت ثابت بن اقرمؓ نے جب انکار کیا تو پھر سارے مسلمان اس پر راضی اور خوش ہو گئے کہ حضرت خالدؓ امیر بن جائیں، چنانچہ خالدؓ نے جھنڈا ہاتھ میں لے لیا اور حضور ﷺ نے مسجد نبوی میں منبر نبوی سے میدان جنگ کو دیکھ کر فرمایا:

"اَخَذَ الرَّایَةَ زَید فَاُصیب ثم اخذ ھا جعفر فاصیب ثم اخذھا ابن رواحہ فاصیب وعیناہ تذر فان حتی اخذالرایة سیف من سیوف اللہ حتی فتح اللہ علیھم"

ترجمہ: زید نے جنگی جھنڈا اٹھالیا تو وہ شہید ہو گئے، پھر جعفر نے اٹھالیا وہ بھی شہید ہو گئے، پھر ابن رواحہ نے اٹھالیا وہ بھی شہید ہو گئے، آپ کی دونوں آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے پھر آپ نے فرمایا کہ جھنڈا اللہ کی تلواروں میں سے ایک تلوار (یعنی خالدؓ) نے اٹھالیا تو اللہ تعالیٰ نے کفار پر ان کو فتح عطا کی، ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں: **"اللھم انہ سیف من سیوفک انت تنصرہ"** مولائے کریم! خالد تیری تلواروں میں سے ایک تلوار ہے تو ان کی مدد فرمائے گا، ایک روایت میں ہے

کہ جب خالدؓ نے جھنڈا تھام لیا تو حضور ﷺ نے فرمایا "الان حمی الوطیس " اب گھمسان کی جنگ میں تیزی اور گرمی آگئی، حضرت خالدؓ نے جھنڈا سنبھالا تو سب سے پہلے آپ نے جنگی نقشہ تبدیل کردیا، میمنہ کو میسرہ اور میسرہ کو میمنہ کردیا، مقدمۃ الجیش اور ساقہ میں تبدیلی کی، جب کفار نے دیکھا کہ ہر محاذ پر نئے لوگ آگئے تو سمجھنے لگے کہ مسلمانوں کو نئے کمک پہنچ گئی اس سے وہ گھبرا گئے اور بھاگ گئے، مسلمانوں نے حضرت خالدؓ کی قیادت میں شدید جنگ لڑی حتی کہ رومیوں کو پیچھے ہٹنا پڑا حضرت خالدؓ خود فرماتے ہیں کہ جنگ موتہ میں لڑتے لڑتے میرے ہاتھ میں نو تلواریں ٹوٹ گئیں صرف ایک یمنی تلوار تھی جو میرے ہاتھ میں آخر تک باقی رہی، حضرت خالدؓ دشمن سے لڑتے بھی تھے اور اپنے مجاہدین ساتھیوں کو کفار کے نرغے سے نکالتے بھی تھے اگر یہ حکمت عملی آپؓ نہ اپناتے تو بہت خطرہ تھا کہ مجاہدین کی پوری جماعت یا شہید ہو جاتی اور یا گرفتار ہوتی اس طرح حضرت خالدؓ نے بچاؤ اور دفاع کی جنگ لڑ کر فتح حاصل کی، ادھر رومیوں نے بھی لڑتے لڑتے پیچھے ہٹنے کو ترجیح دی البتہ ان کے بے انتہاء لوگ مارے گئے اور وہ ناکام ہو کر واپس لوٹ گئے۔ علامہ واقدی کے مطابق رومیوں نے بھاری جانی نقصان اٹھایا اور بھاگ گئے حضرت خالدؓ اور مسلمانوں کی اسی دفاعی حکمت عملی کو دیکھ کر بعض مسلمانوں نے مدینہ منورہ میں مجاہدین کی اس جماعت کو "یا فرار" یعنی اے بھاگنے والو! کا نام دیا جس پر حضور ﷺ نے فرمایا "لَیْسُوْا بِفُرَّارٍ وَلٰکِنَّھُمْ کُرَّار اِنْشَاءَ اللّٰہ " یعنی یہ بھاگنے والے نہیں بلکہ بار بار حملہ کرنے والے ہیں انشاء اللہ۔ ایک روایت میں ہے کہ مجاہدین کے بعض افراد تو مدینہ میں آکر گھروں میں روپوش ہو کر بیٹھ گئے اور فرمانے لگے: "نحن الفرارون " ہم تو بھاگنے والے بن گئے، حضور ﷺ نے فرمایا: " لَا بَلْ اَنْتُمُ الْعَکَّارُوْنَ " نہیں نہیں بلکہ تم تو بار بار حملہ کرنے والوں میں سے ہو۔ بہر حال حضورؐ نے اس معرکے کے متعلق یہ فیصلہ فرمایا کہ اس میں شکست نہیں بلکہ فتح حاصل ہوئی ہے اور اس کے مجاہدین بھاگنے والے نہیں بلکہ حملہ کرنے والے ہیں "ففتح اللہ علیھم " کے الفاظ سے ظاہر ہے کہ یہ فاتحانہ جنگ تھی نہ کہ ہزیمت اٹھانے والی۔ لہٰذا ہر مسلمان کو چاہئے کہ اس کو عظیم فتح قرار دے، یہ تھا اس جنگ کا مختصر سا خاکہ اور یہ تھا حضرت خالدؓ کا پہلا کارنامہ جو اسلام قبول کرنے کے بعد صرف تین ماہ بعد پیش آیا تو ہر مسلمان کو چاہئے کہ وہ دین قبول کرنے کے

بعد دین کا مجاہد بنے نہ یہ کہ ساٹھ سال تک بیٹھا رہے اور کہتا رہے کہ میں ابھی ایمان بنانے کے مرحلہ میں ہوں گھر میں بیٹھنا اور جہاد نہ کرنا تو موجب نقصان ایمان ہے جہاد کرنے سے ایمان بنتا ہے جہاد کے چھوڑنے سے کہاں ایمان بنے گا؟ سچ ہے۔

خَلَقَ اللّٰہُ لِلْحُرُوْبِ رِجَالاً
وَرِجَالاً لِقَصْعَةٍ وَّثَرِيْدٍ

اللہ نے بعض لوگوں کو جہاد کرنے کے لئے پیدا کیا ہے اور بعض کو ثرید اور قورمے کھانے کے لئے۔

مِنْ عَهْدِ عَادٍ كَانَ مَعْرُوْفًا لَنَا
اِسْرُ الْمُلُوْكِ وَقَتْلُهَا وَقِتَالُهَا

بادشاہوں سے لڑنا اور انہیں قید و قتل کرنا قدیم زمانہ سے ہمارے جانے پہچانے کارنامے ہیں۔

بس رہے تھے یہیں سلجوق بھی تورانی بھی
اہل چین چین میں ایران میں ساسانی بھی

اسی معمورے میں آباد تھے یونانی بھی
اسی دنیا میں یہودی بھی تھے نصرانی بھی

پر تیرے نام پہ تلوار اٹھائی کس نے ؟
بات جو بگڑی ہوئی تھی وہ بنائی کس نے ؟

تھے ہمیں ایک ترے معرکہ آراؤں میں
خشکیوں میں کبھی لڑتے کبھی دریاؤں میں

دیں آذانیں کبھی یورپ کے کلیساؤں میں
کبھی افریقہ کے تپتے ہوئے صحراؤں میں

شان آنکھوں میں نہ جچتی تھی دنیاداروں کی
کلمہ پڑھتے تھے ہم چھاؤں میں تلواروں کی

ہم جو جیتے تھے تو جنگوں کی مصیبت کے لئے
اور مرتے تھے تیرے نام کی عظمت کے لئے

تھی نہ کچھ تیغ زنی اپنی حکومت کے لئے
سربکف پھرتے تھے کیا دہر میں دولت کے لئے؟
قوم اپنی جو زرومالِ جہاں پر مرتی
بت فروشی کے عوض بت شکنی کیوں کرتی ؟
ٹل نہ سکتے تھے اگر جنگ میں اڑ جاتے تھے
پاؤں شیروں کے بھی میدان سے اکھڑ جاتے تھے

تجھ سے سرکش ہوا کوئی تو بگڑ جاتے تھے
تیغ کیا چیز ہے ہم توپ سے لڑ جاتے تھے
نقش توحید کا ہر دل پہ بٹھایا ہم نے
زیر خنجر بھی یہ پیغام سنایا ہم نے
تو ہی کہہ دے کہ اکھاڑا درِ خیبر کس نے ؟
شہر قیصر کا جو تھا اس کو کیا سر کس نے ؟
توڑے مخلوق خداوندوں کے پیکر کس نے ؟
کاٹ کر رکھ دیئے کفار کے لشکر کس نے ؟
کس نے ٹھنڈا کیا آتش کدۂ ایران کو ؟
کس نے پھر زندہ کیا تذکرۂ یزداں کو ؟
آگ تکبیر کی سینوں میں دبی رکھتے ہیں
زندگی مثل بلال حبشی ؓ رکھتے ہیں

(شاعر مشرق علامہ اقبال مرحوم)

میدان موتہ میں کچھ اور معرکے

جنگ کا نواں مرحلہ

① مالک بن عوف اشجعیؓ فرماتے ہیں کہ جنگ موتہؓ کے میدان کارزار میں ہمارا مقابلہ ایک دفعہ ان عرب مُتَنَصِّرہ سے ہوا جن کا تعلق بنو قضاعہ وغیرہ سے تھا ان لوگوں نے ہمارے مقابلے میں صف بندی کی، اتفاق سے ان میں ایک مشہور بہادر آدمی تھا۔ وہ کفار کی صفوں سے نکل کر مسلسل مسلمانوں پر حملے کیا کرتا تھا وہ بہترین اور عمدہ سرخ گھوڑے پر سوار تھا جس کی لگام سونے کی تھی اور اس آدمی کا پورا اسلحہ سونے کا تھا، میں دل میں مسلسل یہ سوچا کرتا تھا کہ یہ کون شخص ہے اور اس کی حیثیت کیا ہے ادھر ہمارے ہاں ایک معاون آدمی تھا جس کا تعلق قبیلہ حمیر سے تھا اور جس کے پاس کوئی اسلحہ نہیں تھا بلکہ خالی ہاتھ تھا، اچانک ہمارے ایک ساتھی نے اپنا اونٹ ذبح کیا اس حمیری نے ان سے کہا کہ بھائی اپنے اونٹ کی کھال میں سے تھوڑا سا مجھے دے دیجئے، انہوں نے دے دیا تو اس نے اس کھال کو دھوپ میں پھیلا دیا اور اس سے ایک مضبوط ڈھال بنالی اور ایک چٹان کے پیچھے اس رومی کے انتظار میں بیٹھ گیا۔ جب وہ رومی مسلمانوں پر حملہ کرنے کے لئے آگے آیا تو اچانک حمیری نے اس پر حملہ کر کے اس کے گھوڑے کے پاؤں کاٹ ڈالے اس سے گھوڑا زمین پر بیٹھ گیا اور وہ عجمی کافر اس سے نیچے گر پڑا، مسلمان نے فوراً جھپٹ کر اس کو قابو کیا اور اس کے سینے پر بیٹھ گیا اور پھر اس کو قتل کر دیا کیونکہ ۔

زندگی کیفی اسی حسن عمل کا نام ہے
کفر کو نابود حق کو جاوداں کرتے چلو

② ابن غزیہؓ کے والد کا بیان ہے کہ میں جنگ موتہ میں شریک تھا میں نے ایک رومی کافر کو جنگ کی دعوت دی وہ جنگ کے لئے میدان میں نکل آیا میرا اور اس کا شدید معرکہ ہوا۔ دونوں طرف سے تلواریں ٹکرائیں نیزے چلے اور تیر برسے، کچھ دیر کے بعد میں نے اس کو زیر کر کے قتل کر دیا اس کے سر پر خود یعنی لوہے کی ٹوپی تھی جس میں یاقوت کا ایک عمدہ نگینہ لگا ہوا تھا میری نظر اس نگینہ پر بھی تھی۔ پس میں نے اس کو اتار کر لے لیا، پھر جب ہم کفار کے نرغے سے نکل کر مدینہ آگئے تو میں

نے اس نگینہ کو حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں پیش کر دیا۔ حضور اکرم ﷺ نے بطور انعام وہ نگینہ مجھے عطا کر دیا پھر میں نے اس کو دور فاروقیؓ میں سو دینار کے بدلے میں فروخت کر دیا اور مدینہ منورہ میں اس کے عوض کھجور کا ایک باغ خرید لیا۔

③ ابن اسحٰق نے بیان کیا کہ قطبہ بن قتادہؓ جنگ موتہ میں شریک تھے اور مسلمانوں کے لشکر کے میمنہ پر متعین تھے انہوں نے نصاریٰ عرب یعنی عرب متنصرہ کے ایک آدمی پر میدان موتہ میں حملہ کر دیا اس شخص کا نام رافلہ تھا اور اپنی فوج کی کمان سنبھالا ہوا تھا دیر تک لڑائی کے کرتب دکھانے کے بعد مسلمان نے اس کو قتل کر دیا اور پھر یہ اشعار بطور فخر کہہ دیئے۔

طَعَنْتُ رَافِلَةَا بْنِ الْاَرَاشِ
بِرُمْح مَضٰى فِيْهِ ثُمَّ انْحَطَمْ

میں نے رافلہ بن الاراش کو ایسا نیزہ مارا جو اس میں گھستا ہوا چلا گیا اور پھر ٹوٹ گیا۔

ضَرَبْتُ عَلٰى جِيْدِهٖ ضَرْبَةً
فَمَالَ كَمَا مَالَ غُصْنُ السَّلَمْ

میں نے جب اس کی گردن پر ایک کاری ضرب لگائی تو وہ کٹ کر ایسی گری جیسے درخت سلم کی شاخ گرتی ہے۔

وَسُقْنَا نِسَاءَ بَنِىُ عَمِّهٖ
غَدَاةَ رَقُوْقِيْنَ سَوْقَ النَّعَمْ

اور ان کی چچازاد بھائی کی عورتوں کو ہم نے غلامی کی حالت میں صبح صبح ایسا ہنکا دیا جیسا جانوروں کو ہنکایا جاتا ہے۔

نوٹ: اس شعر سے پتہ چلتا ہے کہ مسلمان جنگ موتہ میں فتحیاب ہوئے تھے تب ہی تو کفار کی عورتوں اور بچوں کو قیدی بنا کر مسلمان اپنے ساتھ لے گئے تھے سچ ہے۔

خَلَقَ اللّٰهُ لِلْحُرُوْبِ رِجَالاً
وَرِجَالاً لِقَصْعَةٍ وَّثَرِيْد

اللہ نے بعض لوگوں کو جہاد کرنے کے لئے پیدا کیا ہے اور بعض کو ثرید اور قورمے کھانے کے لئے۔

مِنْ عَهْدِ عَادٍ كَانَ مَعْرُوْفًا لَنَا
اَسْرُ الْمُلُوْكِ وَقَتْلُهَا وَقِتَالُهَا

بادشاہوں سے لڑنا اور انہیں قید وقتل کرنا قدیم زمانہ سے ہمارے جانے پہچانے کارنامے ہیں۔

''جہان دیدہ''

جسٹس مولانا محمد تقی عثمانی مدظلہ العالی اپنی پُرکشش تالیف ''جہان دیدہ'' میں میدان موتہ اور شہداء کی قبور کے متعلق تحریر کیا، فرماتے ہیں:

''وہ واقعات کتابوں میں پڑھے ہوئے تھے اور آج وہی میدان گنہگار نگاہوں کے سامنے تھا جہاں صحابہؓ نے اپنے مقدس خون سے جانبازی اور فدا کاری کی یہ تاریخ لکھی تھی تصور کی نگاہیں اس میدان کے مختلف گوشوں میں اس معرکہ رست وخیز کے مختلف مناظر دیکھتی رہیں جس نے ان حضرات صحابہؓ کو فرشتوں سے بلند مقام عطا فرمایا۔

مقام بندگی دیگر مقام عاشقی دیگر
زنوری سجدہ می خواہی زخاکی بیش ازاں خواہی

ابھی ذہن ان تصورات میں گم تھا کہ اس میدان کے مقامی مجاور نے ایک جگہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا یہ زید بن حارثہؓ کا مقام شہادت ہے، یہاں چند فٹ اونچا ایک پتھروں کا بنا ہوا ستون نصب تھا اور اس پر دھندلے حروف میں لکھی ہوئی یہ عبارت پڑھی جاسکتی ہے۔

ھنا استشھد زید بن حارثہؓ (حضرت زید بن حارثہؓ اس مقام پر شہید ہوئے) اسی سے کچھ فاصلے پر حضرت عبداللہ بن رواحہؓ کا مقام شہادت بیان کیا جاتا ہے وہاں پر اسی قسم کا ایک ستون کھڑا ہوا ہے مجاور نے بتایا کہ یہاں سے جنوب میں تقریباً ایک کلومیٹر کے فاصلے پر میدان کے بیچ وبیچ ایک جگہ ہے جس کے بارے میں مشہور یہ ہے کہ جعفر طیارؓ وہاں شہید ہوئے تھے اس جگہ زیر زمین ایک سرنگ سی بنی ہوئی ہے، مجاور کے کہنے کے مطابق کسی زمانے میں یہاں یہ بات مشہور تھی کہ اس سرنگ سے خوشبو آتی ہے، کوئی شخص اس کی تحقیق کے لئے اندر داخل ہوا لیکن پھر واپس نہ آسکا۔ واللہ سبحانہ اعلم۔

حضرت زید بن حارثہ ؓ، حضرت جعفر طیار ؓ اور حضرت عبداللہ بن رواحہ ؓ کے مزارات اس میدان سے کافی فاصلے پر ایک بستی میں واقع ہیں اس بستی کا نام غالباً انہی مزارات کی وجہ سے "مزار" مشہور ہے۔ چنانچہ ہم لوگ میدان موتہ سے اس بستی کی طرف روانہ ہوئے سب سے پہلے حضرت زید بن حارثہؓ کے مزار پر حاضری دی اور سلام عرض کرنے کی سعادت حاصل ہوئی (جہان دیدہ، ص: ۲۳۴) حضرت مولانا محمد تقی عثمانی صاحب اپنی کتاب میں مزید لکھتے ہیں کہ حضرت زید بن حاثہ ؓ کے مزار مبارک کے ساتھ ایک عالیشان مسجد بنی ہوئی ہے، ہم نے نماز ظہر اسی مسجد میں ادا کی یہاں سے کچھ فاصلے پر حضرت عبداللہ بن رواحہؓ کا مزار تھا وہاں بھی حاضری ہوئی۔ (جہان دیدہ، ص: ۲۳۹)

مدینہ منورہ میں شہداء کی خبر کا پہنچنا

جنگ کا دسواں مرحلہ

ادھر معرکہ موتہ کا پورا نقشہ حضور ﷺ کے سامنے تھا جیسا کہ پہلے لکھا جاچکا ہے بلکہ مدینہ میں معرکہ موتہ کی خبر لانے والے صحابی کی جب حضور ﷺ سے ملاقات ہوئی تو حضور نے ان سے فرمایا کہ اگر تم چاہو تو موتہ کی جنگ کے احوال مجھے بیان کر کے بتادو، اور اگر چاہو تو میں تجھے بتادوں؟ صحابی نے عرض کیا کہ آپ بتادیجئے، حضور ﷺ نے جب ساری تفصیل کے ساتھ ان کو احوال بتادیئے تو انہوں نے کہا کہ اس پروردگار کی قسم! جس نے آپ کو سچا نبی بنا کر بھیجا ہے آپ نے اس واقعہ کو اس طرح بیان کیا کہ ایک حرف بھی باقی نہیں رہا جو کچھ آپ نے بتادیا بالکل اسی طرح سب کچھ ہو، احضور ﷺ نے فرمایا کہ میرے رب نے زمین کو اٹھا کر میرے سامنے کردیا تو میں نے اس کے پورے معرکے کو دیکھا۔

① حضرت جعفرؓ کی زوجہ محترمہ حضرت اسماء بنت عمیش کا بیان ہے کہ جس دن جنگ موتہ میں جعفرؓ اور ان کے ساتھی شہید ہوگئے تھے اس دن میں نے صبح صبح کافی کھانا تیار کیا تھا مجھے ان شہداء کی اطلاع نہیں تھی، میں نے اپنے بچوں کو جمع کیا ان کے کپڑے صاف کر کے چہرے دھولئے اور ان کے سر میں تیل ڈال کر خوب تیار کیا کہ اتنے میں رسول اللہ ﷺ ہمارے گھر تشریف لائے اور فرمانے لگے کہ اے اسماء! جعفر کے بیٹے کہاں ہیں؟ میں ان سب بچوں کو حضور ﷺ کے پاس لے آئی حضور ﷺ نے ان کو گود میں لے کر سینہ سے لگایا پھر ان کو سونگھا، پھر بے اختیار آپ ﷺ کی آنکھوں سے آنسو جاری

ہوئے اور آپ رونے لگے میں نے کہا یا رسول اللہ! شاید جعفر کے متعلق آپ کو کوئی خبر پہنچی ہے؟ حضورؐ نے فرمایا ہاں آج وہ شہید ہو گئے۔ یہ سن کر میں کھڑی ہو گئی اور چیخ چیخ کر رونے لگی اور کچھ دیگر عورتوں کو میں نے اطلاع کی تا کہ وہ بھی آ جائیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا اے اسماء! زبان سے کوئی نامناسب بات نہ کہو اور نہ سینہ کوبی کرو اس کے بعد حضور ﷺ اپنی صاحبزادی فاطمۃ الزہراءؓ کے ہاں تشریف لے گئے تو وہ فرمانے لگیں: "**واعماہ**" ہائے میرا چچا ہائے میرا چچا۔ حضور نے فرمایا: "**علی مثل جعفر فلتبک البا کیۃ**" جعفر جیسے شخص پر رونے والی کو رونا ہی چاہئے، پھر حضور ﷺ نے فرمایا کہ جعفر کے گھر والوں کے لئے کھانے کا انتظام کرو کیونکہ وہ آج بہت مشغول ہیں۔

② حضرت جعفرؓ کے صاحبزادے حضرت عبداللہ بن جعفرؓ کا بیان ہے کہ مجھے خوب یاد ہے کہ جب حضور ﷺ ہمارے ہاں تشریف لائے اور میری امی جان کو میرے ابا جان کی شہادت کی خبر سنائی، اس وقت حضور ﷺ میرے اور میرے بھائی کے سر پر رحمت و شفقت کا ہاتھ پھیر رہے تھے میں دیکھ رہا تھا کہ حضور ﷺ کی مبارک آنکھوں سے مسلسل آنسو جاری تھے جو آپ کی داڑھی مبارک سے نیچے گر رہے تھے، پھر آپ ﷺ نے ہمارے ہاں اس طرح دعا فرمائی۔ "مولائے کریم! جعفر شہادت کا بہترین ثواب لے کر تیرے پاس آیا ہے، اے اللہ! ان کے پسماندگان کی تو ہی بہتر خبر گیری فرما" اس کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا: اے اسماء! کیا تجھے ایک خوشخبری نہ سناؤں؟ اسماء نے عرض کیا میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں ضرور سنائیں، حضورؐ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے جعفر کو دو پر عطا کئے ہیں جس سے وہ جنت میں جہاں چاہتے ہیں اڑ کر جاتے ہیں۔ اسماء نے عرض کیا یا رسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں آپ یہ بات عام صحابہ کو بھی بتا دیجئے، چنانچہ حضور ﷺ ہمارے ہاں سے اٹھ کھڑے ہوئے اور میرا ہاتھ پکڑ کر میرے سر پر دست شفقت پھیرا اور خود منبر پر چڑھ کر بیٹھ گئے اور مجھے منبر کے ایک زینہ نیچے اپنے سامنے بٹھا دیا آپ کے چہرہ انور پر غم کے آثار نمایاں تھے اور آپ نے صحابہ سے اس طرح کلام فرمایا: "لوگو! سن لو جنگ موتہ میں جب جعفر شہید ہو گئے تو اللہ تعالیٰ نے ان کو دو پر عطا کئے جس سے وہ اڑ رہے ہیں۔" اس کے بعد حضور ﷺ منبر سے نیچے اتر گئے اور مجھے اپنے ہاں لے گئے اور میرے بھائی اور گھر والوں کو بلایا اور پھر ہمیں عمدہ کھانا کھلایا ہم تین دن

حضور ﷺ کے ہاں ٹھہرے رہے حضور ﷺ جس زوجہ محترمہ کے گھر تشریف لے جاتے ہم بھی وہاں چلتے یہاں تک کہ تین دن کے بعد ہم اپنے گھر واپس لوٹ آئے۔

③ ام المومنین حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جب حضور ﷺ تک زید بن حارثہ اور جعفر اور عبداللہ بن رواحہ کی موت اور شہادت کی خبر پہنچی تو آپ ﷺ مسجد نبوی میں بیٹھ گئے اور غم کے آثار آپ کے چہرہ انور پر نمایاں تھے، میں گھر کے دروازہ کے شگاف سے دیکھ رہی تھی کہ ایک آدمی حضور ﷺ کے پاس آئے اور کہنے لگے کہ جعفرؓ کی عورتیں رو رہی ہیں، حضور ﷺ نے فرمایا کہ جا کر ان کو چیخنے چلانے سے روک دو، وہ آدمی گیا اور پھر آ گیا کہ وہ عورتیں میری بات نہیں مان رہیں حضور ﷺ نے فرمایا جا کر ان کو روک دو، وہ آدمی تیسری دفعہ حضور ﷺ کے پاس آ گیا اور کہنے لگا کہ وہ عورتیں مجھ پر غالب آ گئیں اور باز نہیں آ رہی ہیں، میرے خیال میں حضور ﷺ نے اس شخص سے فرمایا کہ جاؤ اور ان کے مونہوں میں مٹی ڈال دو، میں نے کہا: اے شخص!) اللہ تعالیٰ تیری ناک خاک آلود کرے نہ تم حضور ﷺ کے حکم کو منوا سکتے ہو اور نہ حضور ﷺ کو مشقت میں ڈالنے سے باز آتے ہو، بلکہ ہر دفعہ آ کر اطلاع کرتے ہو جس سے حضور ﷺ مزید پریشان ہو جاتے ہیں۔ (مشکوٰۃ ص:۱۵۲)

ان واقعات سے یہ بات بخوبی معلوم ہوتی ہے کہ طبعی طور پر اگر کوئی آدمی بغیر شور اور بغیر جزع فزع کے کسی شہید پر روتا ہے تو یہ منع نہیں ہے اور اگر کوئی صبر کرتا ہے تو بھی اچھا ہے۔

اس موقع پر صحابہ نے جنگ موتہ کے شہداء کے حق میں مرثیہ کے اشعار بھی پڑھے ہیں۔ چنانچہ خود حضرت اسماء بنت عمیس نے اپنے محترم شوہر حضرت جعفرؓ کے متعلق لمبا قصیدہ پڑھا ہے جس کے دو شعر یہ ہیں۔

فَاٰلَیْتُ لَا تَنْفَکُّ نَفْسِیْ حَزِیْنَۃً
عَلَیْکَ وَلَا یَنْفَکُّ جِلْدِیْ اَغْبَرَا

میں نے یہ قسم کھائی ہے کہ میں ہمیشہ تیری وجہ سے غمگین رہوں گی اور میرا جسم ہمیشہ غبار آلود رہے گا۔

فَلِلّٰہِ عَیْنًا مَنْ رَاٰی مِثْلَہٗ فَتًی
اَکَرَّ وَاَحْمٰی فِی الْھِیَاجِ وَاَصْبَرَا

اللہ تعالیٰ کے لئے اس شخص کی خیر کثیر ہو جس کی آنکھوں نے جعفر ؓ جیسے جنگوں میں حملہ آور صابر اور حامی دین شخص کو دیکھا،

لشکر اسلام کے ایک اور شاعر نے جنگ موتہ سے واپسی پر ان تینوں امراء اور شہداء کا اس طرح مرثیہ پڑھا۔۔

كَفٰى حُزْنًا اَنِّىْ رَجَعْتُ وَجَعْفَرٌ
وَزَيْدٌ وَعَبْدُاللّٰهِ فِىْ رَمْسِ اَقْبُرٌ

میرے لئے یہ غم کافی ہے کہ میں واپس زندہ لوٹ کر آیا اور جعفر اور زید اور عبداللہ خالی قبروں میں پڑے رہ گئے ۔

قَضَوْا نَحْبَهُمْ لَمَّا مَضَوْا لِسَبِيْلِهِمْ
وَخُلِّفْتُ لِلْبَلْوٰى مَعَ الْمُتَغَبِّرِ

انہوں نے اپنا مقصود اس وقت پالیا جبکہ وہ شہید ہوگئے اور میں پیچھے رہنے والوں کے ساتھ مصائب جھیلنے کے لئے رہ گیا۔

غزوہ موتہ کے شہداء

یہ امر معجزہ سے کم نہیں کہ تین ہزار کی قلیل عدد کا لشکر جو تھکا ماندہ تھا، دور دراز کا سفر کر چکا تھا بالکل دشمن کے بیچ میں نا آشنا علاقوں میں داخل ہو چکا تھا، پھر دو لاکھ جنگجو کفار کے نرغے میں بھی آ چکا تھا پھر مقابلہ بھی صف بندی کے ساتھ تھا، میدان مبارزہ میں با قاعدہ بلا بلا کر مقابلہ ہوتا تھا گھمسان کا رن پڑ چکا تھا اور پھر بھی صحابہ کرام ؓ میں سے صرف بارہ آدمی شہید ہو چکے تھے، جبکہ مد مقابل کفار سے ایک جم غفیر مارا جا چکا تھا، دوسرے شاہینوں کی بات چھوڑ دیں صرف حضرت خالد سیف اللہ کے ہاتھ میں نو تلواریں ٹوٹ چکی تھیں، آخر سخت لڑائی تھی تب ہی نو تلواریں ٹوٹیں، بس اس میں یہی کہہ سکتے ہیں جو اللہ کا فرمان ہے: ''كَمْ مِّنْ فِئَةٍ قَلِيْلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيْرَةً بِاِذْنِ اللّٰهِ.'' بسا اوقات ایک چھوٹی جماعت اللہ کے حکم سے بڑی جماعت پر غالب آ جاتی ہے ہاں واقعی ایسا ہی ہے اور ایسا ہوا اور ایسا ہوگا، تین ہزار اور دو لاکھ، آخر تناسب کیا ہے؟ بہر حال جن نفوس قدسیہ نے دین اسلام کے لئے جان کی بازی لگائی اور شہید ہو

گئے ان کے نام یہ ہیں، مہاجرین میں سے چار ہیں یعنی (۱) حضرت عبداللہ بن جعفرؓ (۲) حضرت زید بن حارثہؓ (۳) حضرت مسعود بن اسودؓ (۴) اور حضرت وہب بن سعدؓ ان کے علاوہ باقی آٹھ کا تعلق انصار سے تھا جن کے نام یہ ہیں: (۵) حضرت عبداللہ بن رواحہؓ (۶) حضرت عبادہ بن قیسؓ (۷) حضرت حارث بن نعمانؓ (۸) حضرت سراقہ بن عمروؓ (۹) حضرت ابوکلیبؓ (۱۰) حضرت جبر بن عمروؓ (۱۱) حضرت عمرو بن سعدؓ (۱۲) اور حضرت عامر بن سعدؓ

رضوان الله تعالى عليهم وعلى جميع الشهداء الى يوم القيامة .

سلام عليكم يا شهداء الاسلام ويا اخيا ر المسلمين والاسلام ويا احباء سيدالانام سلام عليكم سلام عليكم بما صبرتم فنعم عقبى الدار .

وصلى الله تعالى على خير خلقه ونبيه وصفية وصفوة بريه ورسوله محمد وعلى اله وصحبه اجمعين برحمتك يا ارحم الرحمين .

(حضرت مولانا) فضل محمد بن نور محمد یوسف زئی
استاذ جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوریؒ ٹاؤن کراچی
۱۴ ستمبر ۱۹۹۶ء

چوتھے شعر کے تغیر کے ساتھ شاعرِ مشرق کا ترانہ

چین و عرب ہمارا ، ہندوستاں ہمارا
مسلم ہیں ہم ، وطن ہے سارا جہاں ہمارا

توحید کی امانت سینوں میں ہے ہمارے
آساں نہیں مٹانا نام و نشاں ہمارا

دنیا کے بُت کدوں میں پہلا وہ گھر خدا کا
ہم اس کے پاسباں ہیں وہ پاسباں ہمارا

تیغوں کے سائیوں میں چل کر جواں ہوئے ہم
خنجر بلالؓ کا ہے قومی نشاں ہمارا

مغرب کی وادیوں میں گونجی اذاں ہماری
تھمتا نہ تھا کسی سے سیل رواں ہمارا

باطل سے دبنے والے اے آسماں نہیں ہم
سو بار کرچکا ہے تو امتحان ہمارا

اے گلستانِ اندلس! وہ دن بھی یاد ہیں تجھ کو
تھا تیری ڈالیوں میں جب آشیاں ہمارا

اے موجِ دجلہ تو بھی پہچانتی ہے ہم کو
اب تک ہے تیرا دریا افسانہ خواں ہمارا

سالارِ کارواں ہے میرِ حجازؐ اپنا
اس نام سے ہے باقی آرامِ جہاں ہمارا

باب ششم

فتح مکہ

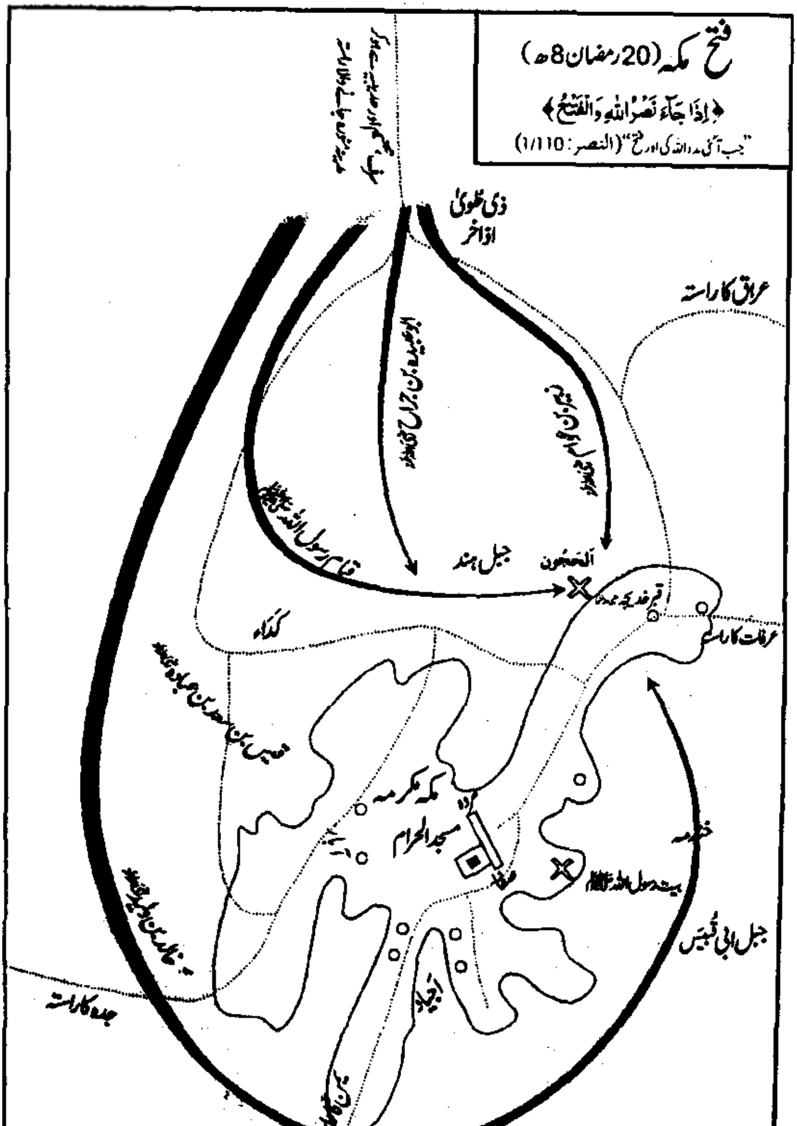

فتح مکہ (20 رمضان 8ھ)

﴿إِذَا جَاءَ نَصْرُ اللَّهِ وَالْفَتْحُ﴾

"جب آئی مدد اللہ کی اور فتح" (النصر: 1/110)

ذی طوی
اذاخر
عراق کا راستہ
ابوعبیدہ بن جراح کا دستہ
زبیر بن عوام کا دستہ
قیادت رسول اللہ ﷺ
جبل ہند
الحجون
قبر خدیجہ
عرفات کا راستہ
کداء
قیس بن سعد بن عبادہ کا دستہ
مکہ مکرمہ
مسجد الحرام
مروہ
صفا
بیت رسول اللہ ﷺ
خندمہ
جبل ابی قبیس
خالد بن ولید کا دستہ
اجیاد
جدہ کا راستہ
یمن کا راستہ

مکہ مکرمہ کے مختلف نام

مکہ مکرمہ کے کئی نام ہیں کچھ کا ذکر قرآن کریم نے کیا ہے کچھ کا ذکر احادیث میں ہے اور کچھ کا تذکرہ تاریخ میں ہے کچھ نام زیادہ مشہور ہیں اور کچھ کم مشہور ہیں چنانچہ اس کے چند نام یہ ہیں، مکہ، بکہ، نساسۃ، ام رحم، صلاح، ام القری، معاد، حاطمہ، بیت العتیق، راس، حرم، بلد الامین، العرش، القادس، المقدسہ، ناسہ، کعبہ، ماسہ، کوثی، المذھب، مغیرہ بن ابراہیم فرماتے ہیں کہ مکہ تو پورے شہر مکہ پر بولا جاتا ہے اور بکہ خاص کعبہ اور بیت اللہ کو کہا جاتا ہے بعض نے کہا مکہ اصل میں بکہ تھا بعض لغات میں باء کی جگہ میم استعمال کیا جاتا ہے تو مکہ کہتے ہیں۔ بعض نے مکہ کے معنی ازدحام کے بتائے ہیں کیونکہ لوگوں کا وہاں ازدحام ہوتا ہے بعض نے کہا ہے کہ مکہ اور بکہ دونوں ٹھکرانے اور توڑنے کے معنی پر ہے چونکہ وہاں جا کر ہر بڑے اور متکبر و جابر کی نخوت و تکبر ٹوٹ جاتا ہے اس لئے اس کو مکہ اور بکہ کہا گیا ہے۔

مکہ مکرمہ کا محل وقوع

اللہ تعالیٰ کے اس مبارک اور مقدس گھر اور اس بلد اللہ الحرام کا محل وقوع بھی عجیب ہے اول تو یہ مقدس شہر پوری دنیا کے وسط اور سینٹر میں واقع ہے کیونکہ جب زمین بنائی گئی تو یہیں سے پھیلائی گئی تو یہ وسط الدنیا اور سرۃ الدنیا یعنی دنیا کا ناف ہے پھر یہ شہر ایک وادی میں واقع ہے، سنگلاخ زمین ہے اور چاروں طرف سے پہاڑوں کے حفاظتی حصار میں واقع ہے یہاں کے پتھر ملائم اور سیاہ تر ہیں اور سفید بھی ہیں اس شہر کا جو حصہ نشیب میں واقع ہے وہ مسفلہ کہلاتا ہے اور وہ حصہ بلندی پر واقع ہے اس کو معلاۃ کہتے ہیں یہاں کو پانی صرف زمزم کا پانی ہے اور یا آسمان سے بارش کا پانی ہے یہاں زمین کا کنواں نہیں ہے البتہ اب باہر سے آب رسانی کا انتظام ہو گیا ہے، یہاں عام درخت اور سبزہ نہیں ہے ہاں جہاں سے حرم کی زمین ختم ہو جاتی ہے وہاں سے درخت اور باغات شروع ہو جاتے ہیں اور زمینیں کنوئیں ہوتے ہیں۔ مندرجہ بالا تفصیل کچھ ترمیم و اضافہ کے ساتھ معجم البلدان میں موجود ہے۔

علامہ یاقوت حموی معجم البلدان ج ا ص ۱۸۷ پر مزید لکھتے ہیں کہ مکہ اور کوفہ کے درمیان ۲۷ مراحل کا فاصلہ ہے دمشق اور مکہ کے درمیان ایک ماہ کی مسافت کا فاصلہ ہے اسی طرح عدن سے مکہ تک ایک ماہ کی مسافت ہے مدینہ منورہ سے مکہ مکرمہ تقریباً ۵۰۰ کلومیٹر جنوب میں واقع ہے۔

مکہ مکرمہ کی فضیلت

اللہ تعالیٰ نے مکہ مکرمہ اور بیت اللہ کو پوری دنیا کی بقاء اور قیام اور وجود کا ذریعہ بنایا ہے جب بیت اللہ نہیں رہے گا تو کائنات کا وجود بھی ختم ہو جائے گا، روئے زمین میں بیت اللہ، اللہ تعالیٰ کا پہلا گھر ہے، وحی کا پہلا گھوارہ ہے، سرزمین مکہ میں ایک نیکی ایک لاکھ کے برابر ہے وہاں پر انسان کی جان و مال محفوظ ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے انسانوں کو برکات دینے کے سارے مراکز مکہ مکرمہ میں ہیں حضور اکرم ﷺ کی جائے پیدائش ہے اور پوری انسانیت کے قلوب کا اس خطہ کے ساتھ گہرا تعلق ہے، بڑے بڑے انبیاء کرام علیہم السلام کی زیارت گاہ رہا ہے اور بڑے بڑے انبیاء یہاں مدفون ہیں، عرب کے دل و دماغ میں یہ بات تھی کہ قریش کے مقابلہ میں کوئی غلط آدمی بیت اللہ اور مکہ مکرمہ پر کبھی قبضہ نہیں کر سکتا اور ابرھہ کی طرح اللہ تعالیٰ اس کو تباہ کر دے گا یہی وجہ تھی کہ سارے عرب اس انتظار میں بیٹھے تھے کہ دیکھئے، قریش سے مقابلے میں یہ نبی محمد ﷺ بیت اللہ کو فتح کرتا ہے یا نہیں اگر یہ نبی مکہ کو فتح کرلے گا تو یہ سچا نبی ہوگا پھر ہم سب ایمان لے آئیں گے ورنہ نہیں، چنانچہ جب مکہ فتح ہوا تو دوڑ دوڑ کر سارے عرب نے اسلام قبول کر لیا کیونکہ یہ نبی اکرم ﷺ کے سچے نبی ہونے کی نشانی تھی، حضور اکرم ﷺ نے جب ہجرت کی تو حزورہ مقام پر کھڑے ہو کر بیت اللہ پر نگاہ ڈالی اور فرمایا مجھے یہ بھی معلوم ہے کہ میرے دل میں تو سب سے زیادہ محبوب شہر ہو اور مجھے یہ بھی معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک روئے زمین میں تو سب سے زیادہ محبوب ہے اگر مجھے مشرکین یہاں سے نہ نکالتے تو میں کبھی ہجرت کر کے نہ نکلتا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اگر ہجرت کا معاملہ نہ ہوتا تو میں صرف مکہ میں زندگی گزارتی کیونکہ میں دیکھتی ہوں کہ مکہ کی زمین سب سے زیادہ آسمان کے قریب واقع ہے اور میرا دل جس طرح مکہ میں سکون سے ہوتا ہے کسی اور شہر میں ایسا نہیں ہوتا ہے اور مکہ میں جس طرح چاند خوبصورت نظر

آتا ہے کسی اور جگہ اتنا خوبصورت نہیں ہے۔ عبداللہ بن ام مکتوم ؓ فرمایا کرتے تھے۔

یا حبذا مکة من واد
ارض بها اهلی وعوادی
ارض بها ترسخ اوتادی
ارض بها امشی بلاهادی

یعنی اے وادی مکہ! تو کیا ہی اچھی وادی ہے جہاں میرا خاندان اور ہمدرد رہتے ہیں۔

اس سرزمین میں میری مضبوط جڑیں ہیں میں نابینا ہو کر اس کی زمین پر رہبر کے بغیر گھوم پھر لیتا ہوں۔

حضرت بلال ؓ نے وادی مکہ کو یاد کر کے فرمایا:۔

الالیت شعری هل ابیتن لیلة
بوادو حولی اذخر وجلیل؟

وهل اردن میاه مجنة
وهل یبدون لی شامة وطفیل؟

اے کاش میں پھر کبھی وادی مکہ میں اس حال میں رات گزار سکوں گا کہ میرے اردگرد اذخر اور جلیل نامی گھاس ہونگی؟

اے کاش میں کبھی مجنہ نامی چشمہ پر حاضر ہو سکوں گا اور شامہ وطفیل نامی پانی کے چشمے دیکھ سکوں گا؟

بہرحال وادی مکہ وہ سرزمین ہے جہاں حضرت آدم ؑ سے لے کر اکثر انبیاء کرام ؑ اور بڑے بڑے اولیاء عظام اور مشہور علماء کرام کے قدم پڑے ہیں اور جہاں دن رات اللہ تعالیٰ کی رحمتیں برستی ہیں ”زادها الله شرفاً وعزةً وعظمةً وهيبةً“

فتح اعظم یعنی فتح مکہ کے اسباب

فتح اعظم کا پہلا مرحلہ

① فتح مکہ کا ایک تو وہی مشہور سبب ہے کہ جہاد فرض ہے اور جب تک دنیا میں کفر وشرک اور الحاد و زندقہ اور فتنہ وفساد موجود رہے گا جہاد قیامت تک جاری رہے گا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے **قاتلوهم حتى لاتكون فتنة ويكون الدين لله** یعنی ان کفار سے اس وقت تک لڑو کہ کفر و شرک کا کوئی فتنہ باقی نہ رہے اور دین وقانون صرف ایک اللہ ہی کا رہے، حضور اکرم ﷺ نے فرمایا مجھے اس وقت تک لڑنے کا حکم دیا گیا ہے جب تک کے سارے لوگ کلمہ توحید "**لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ**" کا اقرار نہیں کرتے۔ اس وجہ سے مکہ مکرمہ کے کفار کے خلاف مسلح جہاد کی کاروائی ضروری تھی تا کہ مرکز اسلام اور اللہ تعالیٰ کا گھر شرک وکفر سے پاک ہو جائے۔

سکھایا ہے ہمیں اے دوست طیبہ کے والی نے
کہ بوجہلوں سے ٹکرا کر ابھرنا عین ایمان ہے
جہاں باطل مقابل ہو وہاں نوک سنان سے بھی
برائے دین اسلام رقص کرنا عین ایمان ہے

② فتح مکہ کا دوسرا سبب جو تھا اس کی تفصیل کچھ اس طرح ہے جیسا کہ سب کو معلوم ہے کہ جزیرۂ عرب میں قبائلی نظام چلتا تھا، سرداریاں تھیں، چودھراہٹ کا نظام تھا، باقاعدہ کوئی حکومت وہاں نہیں تھی، اس قبائلی نظام میں قبائل کے آپس میں جھگڑے بھی ہوتے تھے اور یہ جھگڑے سالہا سال تک جاری بھی رہتے تھے چنانچہ انہی قبائلی جنگوں میں بنوبکر اور بنوخزاعہ کی ایک جنگ بھی تھی۔

بنوخزاعہ نے زمانہ جاہلیت میں بنوبکر کے ایک تاجر کو قتل کیا تھا اس کے بدلے میں بنوبکر نے جاہلیت میں بنوخزاعہ کے ایک آدمی کو مار ڈالا تھا بنوخزاعہ نے میدان عرفات کے قریب بنوبکر کے تین آدمیوں کو ایک ساتھ مار دیا اور یہ دشمنی مسلسل بعثت نبوی اور ظہور اسلام تک باقی رہی پھر ظہور اسلام کے بعد یہ سلسلہ موقوف ہو گیا اور لوگ اسلام کے معاملات کی طرف متوجہ ہو گئے۔

جیسا کہ میں نے اس سے پہلے اپنے ایک کتابچہ جنگ خندق کے ضمن میں صلح حدیبیہ

کا ذکر کیا تھا اور کہا تھا کہ فتح مکہ کے واقعہ کے سمجھنے کیلئے صلح حدیبیہ کا سمجھنا ضروری ہے اب وہی مرحلہ ہے کہ جب چھ ہجری کو حضور اکرم ﷺ اور کفار قریش کے درمیان صلح حدیبیہ عمل میں آ گیا تو حضور اکرم ﷺ نے عام اعلان کیا کہ قبائل عرب میں سے جو قبیلہ اس صلح میں قریش کا ساتھ دینا چاہتا ہے وہ ان کا ساتھ دے اور جو قبیلہ مسلمانوں کا ساتھ دینا چاہتا ہے وہ ہمارا ساتھ دیں چنانچہ بنوبکر نے قریش کا ساتھ دیا اور بنوخزاعہ نے مسلمانوں کا ساتھ دیا۔ صلح حدیبیہ کا ایک دفعہ اور ایک شرط یہ بھی تھی کہ اگر ہمارے معاہدین میں سے کسی ایک نے دوسرے پر حملہ کر دیا تو اس کی وجہ سے بھی اصل معاہدہ ٹوٹ جائے گا اور پھر یہ فریق دوسرے کے خلاف لڑنے میں آزاد ہوگا پھر اللہ تعالیٰ کا ایک تکوینی فیصلہ تھا کہ صلح حدیبیہ کا معاہدہ ٹوٹ گیا چونکہ معاہدہ میں دس سال تک آپس میں نہ لڑنے کی شرط موجود تھی اور اللہ تعالیٰ کے علم میں دو سال بعد مکہ مکرمہ کی فتح مقرر تھی اور چار سال بعد حضور اکرم ﷺ کا وصال متعین تھا اس لئے معاہدہ کا ٹوٹنا ایک تکوینی امر تھا جو ظاہر ہو گیا معاہدہ اس طرح ٹوٹ گیا کہ خزاعہ پانی کے ایک گھاٹ پر پڑاؤ ڈالے ہوئے سو رہے تھے اس چشمہ کا نام ''وتیر'' تھا بنوخزاعہ مطمئن تھے کہ معاہدہ اور صلح کی وجہ سے ہمیں کوئی خوف نہیں ہے ہم پر کوئی حملہ نہیں کریگا، لیکن بنوبکر کے چند لوگوں نے جاہلیت کی پرانی دشمنی کا بدلہ نکالنے کا منصوبہ بنایا اور رات کے وقت بنوخزاعہ کے لوگوں بچوں اور عورتوں پر شب خون مارا اور کئی افراد کو قتل کر ڈالا بنوخزاعہ کے لوگ بے خبری میں تھے انہوں نے وہاں سے حرم شریف کی طرف بھاگنے کی کوشش کی اور یہاں قریش کے گھروں میں پناہ لینے کی منتیں کیں لیکن قریش مکہ بنوبکر کے اس حملہ میں برابر کے شریک تھے وہ پوشیدہ طور پر ان کی مالی جانی امداد کر رہے تھے چنانچہ بنوخزاعہ کو انہوں نے حرم شریف میں بھی پناہ نہ دی رات کا وقت تھا، اندھیرا تھا، بھاگم بھاگی تھی، خوف و ہراس تھا بنوخزاعہ نے حرم شریف میں ایک خزاعی سردار کے گھر میں گھس کر پناہ لی مگر قریش اور بنوبکر مل کر گھر میں گھس گئے اور بنوخزاعہ کو زمین حرم امن کی جگہ میں بھی قتل کر ڈالا، ان کا خیال تھا کہ رات کا معاملہ ہے محمد ﷺ کو کیا پتہ چلے گا کہ کس نے یہ کاروائی کی ہے ہاں جب صبح ہوئی تو قریش پشیمان ضرور ہوئے کہ ہم نے عہد و پیان توڑ ڈالا ہے اس کا انجام کیا ہوگا لیکن الان قد ندمت ولم ینفع الندم، اب پچھتائے ہیت

کیا جب چڑیاں جگ گئیں کھیت۔

فتح مکہ کی جنگ کے یہ دو سبب تھے اور اللہ تعالیٰ کے ہاں تکوینی فیصلہ تھا کہ ایسا ہوگا چنانچہ صلح حدیبیہ کے بعد کسی نے حضور ﷺ سے پوچھا کہ کیا قریش اس عہد کو نبھائیں گے، حضور ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ اس معاہدہ کو توڑ دیگا۔

دربار نبوی میں نقض عہد کی اطلاع

صلح حدیبیہ کے تقریباً سات ماہ بعد کفار قریش اور بنو بکر کی طرف سے نقض عہد کا یہ واقعہ پیش آیا تھا، چنانچہ بنو خزاعہ کے ایک سردار عمرو بن سالم خزاعی چالیس آدمیوں کا ایک نمائندہ وفد لے کر مدینہ منورہ کی طرف چل پڑا تا کہ نقض عہد کی اطلاع حضور اکرم ﷺ کو دیدیں، جب یہ لوگ مدینہ منورہ پہنچ گئے تو اس وقت حضور اکرم ﷺ مسجد نبوی میں تشریف فرما تھے عمرو بن سالم نے آپ ﷺ کے سامنے مسجد نبوی میں کھڑے ہو کر نہایت موثر انداز سے چند اشعار میں اپنا مدعا اس طرح پیش کیا۔

یارب انی ناشد محمداً
حلف ابینا وابیہ الاتلدا

اے میرے رب! میں محمد ﷺ کو اپنے باپ اور ان کے باپ عبد المطلب کا قدیم معاہدہ یاد دلانے آیا ہوں۔ (زمانہ جاہلیت میں دونوں حلیف تھے)

قد کنتم ولدا وکنا والدا
ثمت اسلمنا ولم ننزع یدا

ہم بمنزلہ باپ کے ہیں اور آپ بمنزلہ اولاد کے ہیں ہم نے ہمیشہ آپ کی اطاعت کی ہے کبھی اطاعت سے دست کش نہیں ہوئے ہیں۔

مطلب یہ کہ دو وجہوں سے ہماری مدد ضروری ہے ایک یہ کہ عبد مناف کی ماں بنو خزاعہ کی تھی تو ہم بمنزلہ باپ کے ہیں دوسرا یہ کہ ہم نے ہمیشہ آپ کی اطاعت کی ہے پھر بھی مدد لازم ہے۔

فانصر ھداک اللہ نصراً اعتدا
وادع عباد اللہ یاتوا مددا

پس ہماری فوری مدد کریں اللہ تعالیٰ آپ کی رہنمائی فرمائے اللہ تعالیٰ کے خاص بندوں کو بلائیں وہ ہماری مدد کو آجائیں گے۔

فیهم رسول الله قد تجردا
ان سیم خسفا وجهه تربدا

ان صحابہ کرام ؓ میں حضور اکرم ﷺ بھی کھل کر آجائیں کیونکہ یہ ایسے رسول ہیں کہ اگر ان پر کوئی زور ظلم اور زیادتی ہوتی ہے تو ان کا چہرہ متغیر ہو جاتا ہے۔

فی فیلق کالبحر یجری مزبدا
ان قریشا اخلفوک الموعدا

وہ رسول ایسے لشکر میں ہوں جو ٹھاٹیں مارتے ہوئے سمندر کی مانند ہو، کیونکہ قریش نے آپ کے وعدے کی خلاف ورزی کی ہے۔

ونقضوا میثاقک المؤکدا
وجعلوا لی فی کداء رصدا

اور آپ کا پکا معاہدہ توڑ ڈالا ہے اور میرے مارنے کیلئے جبل کدا میں کمین اور گھات بٹھلا دی۔

وزعموا ان لست ادعوا احدا
فهم اذل واقل عددا

ان ظالموں کا خیال تھا کہ میں کسی کو مدد کیلئے نہیں پکاروں گا، وہ لوگ ہر لحاظ سے قلیل اور ذلیل ہیں۔

هم بیتونا بالوتیر هجدا
وقتلونا رکعا وسجدا

ان ظالموں نے چشمہ ”وتیر“ پر سوتے ہوئے ہم پر شب خون مارا اور سجدہ اور رکوع کی حالت میں ہم کو قتل کر ڈالا یعنی بعض لوگ سوئے تھے بعض مسلمان تہجد کی حالت میں قیام و رکوع و سجود میں مشغول تھے کہ کفار نے اچانک حملہ کر دیا اور قتل عام کیا۔

ان اشعار کے جواب میں حضور اکرم ﷺ نے فرمایا ”نصرت یا عمرو بن سالم“، اے عمر بن

سالم تیری مدد کی گئی۔ ایک روایت میں ہے کہ اگر میں تیری مدد نہ کروں تو میری مدد نہ کی جائے، عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور اکرم ﷺ غضب کی حالت میں گھر آئے اور غسل خانے میں فرماتے جاتے تھے کہ اگر ان کی مدد نہ کروں تو میری مدد نہ کی جائے۔ اس وقت آسمان میں اچانک بادل نمودار ہوا حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ یہ بادل بنوخزاعہ کی مدد پر خوب پانی برسائے گا۔ پھر حضور اکرم ﷺ نے عمرو بن سالم سے پوچھا کہ کیا سارے بنوبکر اس قتل میں شریک تھے؟ عمرو بن سالم نے کہا سارے نہیں تھے صرف بنونفاثہ اس جرم میں شریک تھے اور ان کا سردار نوفل اس میں تھا حضور اکرم ﷺ نے بنوخزاعہ کی مدد کا مکمل وعدہ فرما کر وفد کو واپس بھیج دیا اور اہل مکہ کی طرف اپنا ایک قاصد روانہ کر کے قریش کے سامنے مندرجہ ذیل تین باتیں رکھ دیں۔

① بنوخزاعہ کے مقتولین کا معاوضہ اور دیت ادا کرو۔
② یا بنونفاثہ سے الگ ہو جاؤ تا کہ ہم ان سے بدلہ لیں۔
③ یا صلح حدیبیہ کے فسخ کا عام اعلان کر دو۔

قاصد نے جب یہ پیغام قریش تک پہنچا دیا تو انہوں نے کہا کہ ہم نہ مقتولین کی دیت دیں گے اور نہ بنونفاثہ سے تعلقات کو ختم کریں گے ہاں صلح حدیبیہ کے معاہدہ کو فسخ کرنے پر ہم راضی ہیں۔

ابوسفیان مدینہ میں امن تلاش کر رہا ہے

فتح اعظم کا دوسرا مرحلہ

اللہ تعالیٰ کا عجیب نظام ہے اور اس کی لاٹھی بے آواز ہے اور اس کی پکڑ بہت سخت ہے ایک وہ زمانہ تھا کہ حضور اکرم ﷺ مکہ مکرمہ میں اپنے مکان سے بیت اللہ تک آزادی سے نکل نہیں سکتے تھے ہر طرف دشمن کا پہرہ ہے، ایذا رسانی ہے، اور جان کا خطرہ ہے ابوجہل کا دور دورہ ہے، ابوسفیان کا طوطی پورے جزیرۂ عرب میں بولتا ہے، ہزاروں کا لشکر لے کر کبھی مدینہ منورہ پر حملہ آور ہوتا ہے اور کبھی کسی اور میدان میں مقابلہ پر اتر آتا ہے؛ کبھی مسلمانوں کو واپس کرنے پر مجبور کرتا ہے اور کبھی یہ دن ہیں کہ ابوسفیان مارے مارے مدینہ منورہ کی گلیوں میں پھرتا ہے اور پورے شہر میں ایک آدمی ایسا نہیں ملتا جو میٹھی زبان سے اس سے بات کرے یا نرم انداز سے اس کی بات سنے جس کے پاس جاتا ہے مایوس

ہو کر لوٹتا ہے جس سے بات کرتا ہے کڑوی بات سنتا ہے اور تو اپنی صاحبزادی سے وہ الفاظ سنتا ہے جو سب سے سخت ہیں حق سے ہٹ کر باطل پر لڑنے والوں کو یہی انجام ہوتا ہے ذرا دیکھئے اور پڑھئے۔

کفار نے جب نبی اکرم ﷺ کی تین باتوں کا جواب نفی میں دیا اور صلح حدیبیہ کے فسخ کرنے پر رضامندی کا اظہار کیا تو کچھ دیر سوچنے کے بعد خود پریشان و پشیماں ہوئے کہ یہ ہم نے کیا حرکت کی اور اس کے کیا عواقب ہو سکتے ہیں، اس لئے انہوں نے نئے سرے سے تجدید عہد کی کوشش شروع کیں۔

ادھر مدینہ میں حضور اکرم ﷺ نے اپنے صحابہ کو فرمایا کہ ابوسفیان تجدید عہد اور مدت صلح بڑھانے کیلئے آئے گا اور ناکام واپس جائے گا پھر حضور اکرم ﷺ نے بنوخزاعہ کے وفد سے کہا کہ تم لوگ متفرق ہو کر واپس چلے جاؤ تاکہ قریش کو تمہارے آنے کا علم نہ ہو جائے چنانچہ عمرو بن سالم اور بدیل بن ورقاء اور وفد کے دیگر افراد الگ الگ ہو کر واپس جانے لگے ادھر مکہ میں قریش نے بنوخزاعہ کے لوگوں کو تین دن تک مکہ ہی میں قید کر کے روکے رکھا تاکہ یہ لوگ جا کر محمد ﷺ کو اطلاع نہ کریں تین دن کے اندر اندر ابوسفیان مدینہ منورہ کی طرف تجدید عہد اور مدت صلح بڑھانے کی غرض سے قریش کا نمائندہ بن کر روانہ ہو گیا اور راستوں میں غور سے آنے جانے والوں کو دیکھتا تھا کہ خزاعہ کا کوئی شخص اطلاع دینے کیلئے مدینہ تو نہیں گیا؟ چنانچہ اس کی ملاقات بدیل سے ہوئی اور اس سے پوچھنے لگا کہ کیا تم لوگ مدینہ سے ہو کر آئے ہو؟ انہوں نے کہا کہ ہمارا اس وادی میں کچھ کام تھا اسی وادی سے واپس آ رہے ہیں یہ کہہ کر وہ لوگ چلے گئے لیکن ابوسفیان کو خدشہ لاحق ہو گیا کہ ہو نہ ہو یہ لوگ ضرور مدینہ سے واپس آئے ہیں اور بنوخزاعہ کے واقعہ کی اطلاع محمد ﷺ تک پہنچائی ہے پھر ابوسفیان نے ان لوگوں کے اونٹوں کی مینگنیاں توڑ کر دیکھیں تو اس میں مدینہ کی کھجوروں کی گٹھلیاں تھیں اس نے یقین کر لیا کہ یہ لوگ اطلاع دیکر واپس آئے ہیں بہرحال ابوسفیان مدینہ منورہ پہنچ ہی گیا اور سب سے پہلے حضور اکرم ﷺ سے ملاقات کر کے کہنے لگے۔

ابوسفیان: اے محمد! میں اس سے پہلے صلح حدیبیہ میں حاضر نہیں ہو سکا تھا اب آپ میرے ساتھ اس معاہدہ کی تجدید بھی کریں اور مدت صلح بھی بڑھا دیں۔

حضور اکرم ﷺ: کیا تم لوگوں نے اس معاہدہ میں کوئی گڑبڑ کی ہے؟

ابوسفیان: خدا کی پناہ ہم نے کوئی گڑبڑ نہیں کی ہے۔

حضور اکرم ﷺ: پھر تو اپنے اسی پرانے معاہدے اور اسی مدت پر قائم ہیں اس میں ہم کوئی تبدیلی نہیں کریں گے، یعنی اگر تم نے توڑا ہے وہ الگ بات ہے ورنہ معاہدہ وہی پرانا ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ابوسفیان کو کوئی جواب نہیں دیا بلکہ بالکل خاموش رہے، اس کے بعد ابوسفیان اپنی بیٹی ام حبیبہؓ کے پاس گئے چونکہ انکی بیٹی تھی اور حضور اکرم ﷺ کی زوجہ محترمہ تھی اور ام المومنین تھیں ابوسفیان سیدھا جاکر اس چٹائی پر بیٹھنے لگا جو حضور اکرم ﷺ کے بیٹھنے کی جگہ تھی ام المومنین نے فرش کو نیچے سے ہٹایا تو ابوسفیان نے کہا کہ اے بیٹی! کیا یہ فرش میرے قابل نہ تھا یا میں اس فرش کے قابل نہیں ہوں؟ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا تم اس فرش پر بیٹھنے کے قابل نہیں ہو کیونکہ یہ رسول اللہ ﷺ کا بستر ہے اور تم مشرک نجس ہو اس پر شرک سے آلودہ شخص نہیں بیٹھ سکتا ہے یہ سن کر ابوسفیان نے کہا کہ خدا کی قسم مجھ سے الگ ہو کر تم ایک شر میں مبتلا ہو گئی ہو، ام حبیبہؓ نے فرمایا کہ شر میں نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ نے مجھے ہدایت دی ہے اور میں کفر کی تاریکیوں اور اندھیروں سے نکل کر اسلام کی روشنی کی طرف آئی ہوں اور تجھ پر افسوس ہے اے میرے باپ! قریش کا سردار ہو کر ایسے پتھروں کو پوجتے ہو جو نہ سن سکتے ہیں اور نہ دیکھنے کی اس میں طاقت ہے، ابوسفیان نے کہا کہ تم بھی یہ کہہ رہی ہو کہ میں باپ دادا کے دین کو چھوڑ کر محمد (ﷺ) کے دین کو اپنا لوں؟ بیٹی سے مایوس ہو کر ابوسفیان حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس گئے تجدید عہد کی بھی درخواست کی، حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا کہ ہم اپنے پیارے پیغمبر کے حکم کے پابند ہیں خواہ جنگ کی صورت ہو یا امن وصلہ کی صورت ہو میں بات نہیں کر سکتا، اس کے بعد ابوسفیان مایوسی کے عالم میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور ان سے وہی درخواست کی جو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے کر چکے تھے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے جواب میں فرمایا کہ خدا کی قسم اگر تم سے لڑنے کیلئے مجھے چھوٹی سی چیونٹی بھی مل جائے تو میں اس چیونٹی کی بھی مدد کروں گا اور تم سے لڑوں گا۔ (تم سفارش کی بات کرتے ہو؟) ابوسفیان نے کہا تجھ جیسے صلہ رحمی والے کو اللہ برا ہی بدلہ دے، یہ کہہ کر اداسی کے عالم میں ابوسفیان حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور ان سے کہا کہ صلہ رحمی اور رشتہ داری میں آپ

سب سے زیادہ میرے قریب ہیں آپ یا تجدید عہد خود کریں یا اپنے پیغمبر سے سفارش کریں آپ کی بات وہ مانتے ہیں، حضرت عثمان ؓ نے فرمایا کہ ہماری صلح اور جنگ حضور اکرم ﷺ کی صلح اور جنگ کے تابع ہے میں بات نہیں کرسکتا، پھر اس کے بعد ابوسفیان بدحواسی کے عالم میں حضرت فاطمہؓ کے پاس چلے گئے اس وقت وہاں حضرت حسن ؓ اور حسین ؓ بھی بیٹھے ہوئے تھے، ابوسفیان نے حضرت فاطمہؓ کے سامنے بھی وہی درخواست پیش کی جو اس سے پہلے خلفاء ثلاثہ کے سامنے پیش کرچکے تھے حضرت فاطمہؓ نے جواب میں فرمایا کہ یہ مردوں کا کام ہے میں عورت ذات کیا کرسکتی ہوں؟ ابوسفیان نے کہا کہ عورت کی پناہ اسلام میں قبول ہے اس سے پہلے آپ کی بہن زینب نے ابوالعاص کو پناہ دی تھی اور مسلمانوں نے اسے قبول کیا تھا حضرت فاطمہؓ نے فرمایا کہ یہ سارا اختیار رسول اللہ ﷺ کو حاصل ہے آپ جانیں اور وہ جانیں۔ ابوسفیان نے انتہائی عاجزی کے عالم میں کہا کہ آپ اپنے بیٹوں یعنی حسن اور حسین سے کہہ دیں کہ وہ مجھے پناہ لے کر دے دیں حضرت فاطمہؓ نے کہا وہ چھوٹے بچے ہیں ان کی بات کا کوئی اعتبار نہیں ہے یہ گفتگو چل رہی تھی کہ حضرت علی ؓ گھر میں تشریف لائے۔ ابوسفیان نے کہا اے ابوالحسن! لوگوں کو امن دیدو اور محمد ﷺ سے سفارش کرلو کہ تجدید معاہدہ کرکے مدت صلح میں اضافہ کریں حضرت علیؓ نے فرمایا اے ابوسفیان! تمہارا برا ہو، رسول اللہ ﷺ نے ایک ارادہ کیا ہے اب کسی کی مجال نہیں کہ حضور ﷺ سے اس سلسلہ میں کچھ بات کرسکے، ابوسفیان نے مدہوشی کے عالم میں کہا اے ابوالحسن آپ سے میری قرابت کا رشتہ ہے خدا کی قسم! میں نہایت پریشان وحیران ہوں معاملہ سخت ہوگیا ہے مجھے کچھ تدبیر تو بتلائیں کہ میں کیا کروں۔

حضرت علی ؓ نے فرمایا کہ میرے ذہن میں تو یہی آرہا ہے کہ آپ جاکر مسجد نبوی میں کھڑے ہوکر یہ پکار دو کہ میں تجدید عہد اور مدت صلح بڑھانے اور قریش کیلئے امن مانگنے آیا ہوں، ابوسفیان نے کہا کہ اس سے کچھ فائدہ ہوجائے گا؟ حضرت علی ؓ نے فرمایا کہ فائدہ کا تو مجھے پتہ نہیں البتہ تیرے لئے اس کے سوا کوئی چارہ نہیں ہے، چنانچہ ابوسفیان مسجد نبوی چلے گئے اور لوگوں کے سامنے بلند آواز سے کہا میں تجدید معاہدہ اور مدت صلح بڑھا رہا ہوں اور لوگوں کو امن دے رہا ہوں اور مجھے امید ہے کہ محمد (ﷺ) میری بات کا پاس رکھیں گے۔ اس کے بعد ابوسفیان حضور اکرم ﷺ کے پاس

گئے اور کہنے لگے کہ میرے خیال میں آپ میرے امن کے اعلان کو رد نہیں کریں گے؟ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ اے ابوسفیان! یہ تمہاری اپنی بات ہے تم اس طرح کہہ رہے ہو! (یعنی میں اس کی تائید نہیں کرتا ہوں) سبحان اللہ! اللہ تعالیٰ جب کسی باطل کو جھکاتا ہے تو کیا ہی خوب جھکاتا ہے اور حق کو جب بلند کرتا ہے ہو تو کیا ہی خوب بلند کرتا ہے۔

سکھایا ہے ہمیں اے دوست طیبہ کے والی نے
کہ بوجہلوں سے ٹکرا کر ابھرنا عین ایمان ہے

جہاں باطل مقابل ہو وہاں نوک سنان سے بھی
برائے دین اسلام رقص کرنا عین ایمان ہے

ابوسفیان کی واپسی

بعض مورخین کہتے ہیں کہ ابوسفیان نے امن کی آواز لگائی تو اس کے بعد حضور اکرم ﷺ سے ملاقات ہی نہیں کی اور سیدھا مکہ واپس چلے گئے اور یہ رٹ لگا رہے تھے امن، امن اور امن، ادھر قریش ایک تشویش میں مبتلا تھے کہ ابوسفیان نے مدینہ منورہ میں جو اتنی دیر لگائی کہیں وہ مسلمان نہ ہو گیا ہو، قریش اسی قیاس آرائیوں میں تھے کہ اچانک ابوسفیان گھر پہنچا سب سے پہلے ان کی بیوی ہندہ نے ان سے پوچھا کہ دیکھو قریش نے آپ پر صابی ہونے کا الزام لگایا ہے کیونکہ آپ نے بہت زیادہ عرصہ وہاں گذارا ہے اب اگر آپ کسی کامیابی کو لیکر آئے ہو تو آپ جوان مرد ہونگے ذرا بتلا دیجئے! ابوسفیان نے ہندہ سے کہا کہ بات تو کچھ بھی نہیں ہے البتہ علی نے یہ تجویز دی تھی میں نے اس پر عمل کیا اور واپس آ گیا۔

ہندہ نے ابوسفیان کو دونوں لاتوں سے سینہ پر مارا اور کہا کہ تم اپنی قوم کے بدترین قاصد بنے ہو، پھر ابوسفیان اپنے سے صابی ہونے کا الزام دور کرنے کیلئے دو بتوں اساف اور نائلہ کے پاس جا کر بیٹھ گئے اپنے سر کے بال منڈھا دیئے اور بتوں کے نام قربانی کر کے خون سے بتوں کو رنگین کیا تا کہ قریش کو یقین آ جائے کہ میں مسلمان نہیں ہوا اس کے بعد قریش نے ابوسفیان سے باقاعدہ پوچھا کہ آپ مدینہ سے کیا خبر لائے ہو؟ ابوسفیان نے کہا کہ میری بات کسی نے قبول نہیں کی میرے

ہاتھ میں کچھ بھی نہیں آیا البتہ علی نے ایک تدبیر بتائی تھی میں نے اس پر عمل کردیا قریش نے کہا تیرا برا ہو! علی نے تو تیرے ساتھ مذاق کیا اور ایک قسم کا کھیل کھیلا بدبخت! تم نے ہم کو پریشانی میں ڈال دیا نہ جنگ کی خبر لائے ہو کہ ہم کم ازکم تیاری تو کریں اور نہ صلح کی خبر لائے ہو کہ ہم مطمئن تو ہوجائیں تم تو ایک ناکام ونامراد قاصد بن گئے اور واپس آگئے۔

بہرحال ابوسفیان کے ناکام ونامراد چلے جانے کے بعد حضور اکرم ﷺ نے فتح مکہ کی پوری کاروائی اور اس عظیم مہم کا پورا انتظام پوشیدہ رکھنے کی تمنا بھی کی اور اللہ تعالیٰ سے اس طرح دعاء بھی کی۔

”اللھم خذ علی قریش الاخبار والعیون حتی ناتیھم بغتة ولا یسمعون بی الافجائة،،

مولائے کریم! قریش کا اخباری اور جاسوسی نظام معطل فرما تا کہ ہم اچانک ان پر چڑھ آئیں اور وہ ہمارے بارے میں بس اچانک ہی سنے (کہ مسلمان آگئے) کیونکہ

زور بازو آزما شکوہ نہ کر صیاد سے
آج تک کوئی قفس ٹوٹا نہیں فریاد سے

لشکر اسلام کی مکہ کی طرف روانگی

فتح اعظم کا تیسرا مرحلہ

رمضان کا مہینہ تھا ہجرت کا آٹھواں سال پورا ہونے والا تھا اور وہ وقت قریب آپہنچا تھا کہ ان مکہ مکرمہ سے شرک وکفر کی نجاست کو صاف کیا جائے حضور اکرم ﷺ نے حضرت عائشہؓ سے فرمایا ”جھزینا واخفی امورک،، یعنی میرا سامان جنگ اور سامان سفر تیار کردو لیکن اس پورے کام کو پوشیدہ رکھو، نیز آپ ﷺ نے صحابہ کرامؓ کو بھی تیاری کا حکم دیدیا آس پاس کے قبائل میں بھی اطلاع بھیجی مگر ساتھ ساتھ یہ تاکید بھی کی کہ اس نقل وحمل کو بالکل پوشیدہ رکھا جائے اس سے حضور اکرم ﷺ کا مقصد یہ تھا کہ کفار قریش پر جب ہم بھاری مقدار میں اچانک حملہ کریں گے تو ان کو مقابلے کیلئے تیاری کا موقع نہیں ملے گا اس طرح حرم شریف میں کم سے کم جنگ اور کم سے کم خونریزی ہوگی اور بڑی حد تک حرم شریف کا تقدس برقرار رہ جائے گا۔

مؤرخین لکھتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق ؓ جب اپنی صاحبزادی ام المومنین عائشہؓ کے گھر تشریف لائے تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا حضور اکرم ﷺ کے سفر کیلئے ستو، کچھ آٹا اور کچھ کھجوریں تیار کر رہی تھیں صدیق اکبرؓ نے پوچھا کہ عائشہؓ کھانا کیوں تیار ہو رہا ہے؟ حضرت عائشہؓ خاموش ہو گئیں، صدیق اکبرؓ نے پوچھا کہ شاید رسول اللہ ﷺ کسی سے لڑنے کیلئے جا رہے ہیں؟ عائشہؓ خاموش رہی صدیق اکبرؓ نے پوچھا کہ شاید حضور اکرم ﷺ چپٹے چمڑے والے رومیوں سے لڑنے کیلئے جا رہے ہیں؟ حضرت عائشہؓ پھر خاموش رہیں صدیق اکبرؓ نے پوچھا کہ شاید حضور اہل نجد سے لڑنے کی تیاری کر رہے ہیں؟ عائشہؓ نے پھر بھی جواب نہیں دیا صدیق اکبرؓ نے فرمایا کہ شاید حضور اکرم ﷺ قریش سے لڑنے جا رہے ہیں عائشہؓ پھر بھی خاموش رہیں ہاں اتنا کہہ دیا کہ مجھے معلوم نہیں شاید بنو سلیم سے لڑنے کا ارادہ ہو یا شاید ثقیف کا ارادہ ہو یا شاید ھوازن سے مڈبھیڑ کا خیال ہو صدیق اکبرؓ نے فرمایا کہ جب حضور بالکل تیار ہو جائیں تو ہمیں بھی اطلاع کرو تا کہ ہم بھی تیاری کریں یہ گفتگو جاری تھی کہ اتنے میں حضور اکرم ﷺ اندر تشریف لائے صدیق اکبرؓ نے پوچھا کہ اے اللہ کے رسول! کیا آپ نے سفر کا ارادہ کیا ہے حضور اکرم ﷺ نے فرمایا ہاں سفر کا ارادہ ہے صدیق اکبر ﷺ نے پوچھا کہ کیا ہم بھی تیاری کریں حضور ﷺ نے فرمایا ہاں تیاری کرو۔ صدیق اکبرؓ نے پوچھا کہ یا رسول اللہ! کہاں کا ارادہ ہے؟ حضور ﷺ نے فرمایا قریش مکہ کے خلاف جنگ کا ارادہ ہے صدیق اکبرؓ نے پوچھا کہ یا رسول اللہ! کیا ان کے ساتھ ہمارا معاہدہ نہیں ہوا ہے حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ انہوں نے دھوکہ کیا ہے اور معاہدہ توڑ ڈالا ہے میں ان سے لڑوں گا تم تیاری کرو لیکن اس مہم کو چھپائے رکھو تا کہ کسی کو پتہ نہ چلے۔

اب جنگ کی تیاری ہونے لگی مگر ہر آدمی الگ الگ سوچ رہا تھا کسی کا خیال تھا کہ حضور اکرم ﷺ شام کے رومیوں سے لڑنے جا رہے ہیں، کسی کا خیال تھا کہ ثقیف یا ھوازن سے لڑنے کا ارادہ ہے حضور اکرم ﷺ نے حالات چھپانے کی غرض سے فوجیوں کا ایک دستہ ابوقتادہؓ کی سرکردگی میں مقام اضم کی طرف روانہ کر دیا جو یمامہ کی طرف ایک جگہ ہے اسی طرح مکہ مکرمہ کی طرف مدینہ منورہ سے جو راستے جاتے تھے ان تمام راستوں پر حضور اکرم ﷺ نے پہرہ بٹھلا دیا کہ کوئی آدمی

جا کر قریش کو اطلاع نہ کر دے جب مکمل تیاری ہو گئی تو آپ ﷺ نے آخر میں صحابہ کو بتلا دیا کہ ہم مکہ مکرمہ میں قریش کے خلاف کاروائی کیلئے جا رہے ہیں حضرت حسانؓ نے اپنے اشعار کے ذریعہ سے لوگوں کو نکلنے کی اس طرح ترغیب دی۔

عنانی ولم اشهد ببطحاء مكة
رجال بنی كعب تحز رقابها

بطحاء مکہ میں بنو کعب کی جب گردنیں کاٹی جا رہی تھیں مجھے اس کا بڑا صدمہ پہنچا اگرچہ میں اس میں حاضر نہیں تھا۔

الا لیت شعری هل تنالن نصرتی
سهیل بن عمرو حرها وعقابها

اے کاش مجھے معلوم ہو جاتا کہ بنو کعب کی مدد میں میرے انتقام کا اثر سہیل بن عمرو تک پہنچے گا یا نہیں۔

ولا تجزعوا منها فان سیوفنا
لها وقعة بالموت یفتح بابها

اے بنو خزاعہ! تم اس واقعہ سے گھبراؤ نہیں، کیونکہ دشمنوں پر ہماری تلواروں کا پڑنا موت کا دروازہ کھول دے گا۔

حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ کا خط

خدا کا کرنا ایسا تھا کہ جس طرح حضور اکرم ﷺ نے اہتمام کے ساتھ صحابہ کو کسی خبر کے کفار تک پہنچنے سے منع کیا تھا اسی طرح اہتمام کے ساتھ ایک خبر دینے کی کوشش کی گئی لیکن آسمان سے وحی آئی اور اس خبر کو کفار تک پہنچنے نہ دیا، واقعہ اس طرح سے ہوا کہ مدینہ منورہ میں حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ شان والے بدری صحابی تھے انہوں ایک خاص مقصد کیلئے کفار قریش کو حضور اکرم ﷺ کی فوج کشی کی اطلاع دینی تھی، مقصد یہ تھا کہ حضرت حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ مکہ میں رہتے تھے لیکن وہ خود قریشی نہیں تھے صرف قریش کے تابع ہو کر ان کو شہریت حاصل ہو گئی تھی لہذا مکہ میں اُن کی کوئی رشتہ داری نہیں تھی ہجرت کے

وقت وہ خود مدینہ چلے گئے اور بچے مکہ ہی میں رہ گئے انہوں نے خیال کیا کہ میں کفار قریش پر ایک احسان کرلوں گا تو وہ لوگ میرے بچوں کا خیال رکھیں گے وہ احسان یہی خط لکھنا تھا اور حضور اکرم ﷺ کی آمد کی قریش کو اطلاع دینی تھی لیکن یہ منصوبہ کامیاب نہیں ہوا کیونکہ حاطبؓ نے خط کو دس دینار کے معاوضہ اور اجرت کے بدلے ایک عورت کے حوالے کیا تھا جس کا نام کنود تھا، عورت نے اس خط کو لے کر بالوں کے سروں میں جوڑ کر گرہ لگا دیا اور پھر اس حصہ کو ازار بند میں دیکر کمر کے ساتھ محفوظ کرلیا، ان سے حاطب رضی اللہ عنہ نے کہا کہ عام راستوں میں تلاشی ہو رہی ہے تم غیر مستعمل راستوں کا اختیار کرو، چنانچہ یہ عورت خط لے کر مکہ کی طرف روانہ ہوگئی ادھر حضور اکرم ﷺ نے حضرت علیؓ، حضرت زبیر رضی اللہ عنہ اور حضرت مقداد رضی اللہ عنہ کو روانہ کیا اور ان سے فرمایا کہ جاؤ روضہ خاخ، میں تم کو ایک عورت ملے گی اس کے پاس ایک خط ہے وہ اس سے لے لو، یہ تینوں صحابی چل پڑے اور جا کر ٹھیک اسی جگہ میں ان کو ایک عورت اونٹ پر سفر کرتی ہوئی ملی، انہوں نے اس کو روک لیا اور خط کا مطالبہ کیا اس نے کہا کہ میرے پاس کوئی خط نہیں ہے، صحابی فرماتے ہیں کہ ہم نے اس کی تلاشی لی مگر خط کہیں نہیں ملا۔ پھر ہم نے اس سے کہا کہ حضور اکرم ﷺ کے کلام میں جھوٹ کا امکان نہیں ہے خط نکال کر دیدو ورنہ ہم تجھے برہنہ کرکے خط نکال دینگے، اس سے ڈر کر اس نے بالوں کی چوٹی سے خط نکال کر دیدیا ہم نے خط لاکر حضور اکرم ﷺ کے حوالے کیا اس خط کا متن یہ تھا۔

من حاطب ابی بلتعة الی ناس من قریش

أما بعد یا معشر قریش! ان رسول الله قد توجه الیکم بجیش کاللیل، یسیر کالسیل، واقسم بالله لو سار الیکم وحده لنصره الله علیکم فانه منجز له ما وعده، فانظروا لانفسکم والسلام.

ترجمہ: اے گروہ قریش! رسول اللہ ﷺ تم پر رات کی مانند ایک ہولناک لشکر لے کر آنے والے ہیں جو سیلاب کی طرح ٹھاٹھیں مارتا ہوگا خدا کی قسم! اگر رسول اللہ ﷺ لشکر کے بغیر تنہا بھی تمہاری طرف آجائیں پھر بھی اللہ تعالیٰ ان کی مدد فرمائے گا، کیونکہ ان کے ساتھ جو نصرت اور کامیابی کا وعدہ کیا گیا ہے وہ پورا ہو کر رہے گا تم ہوشیار رہو اور اپنے انجام کو سوچ لو۔ والسلام۔

زرقانی کی ایک روایت میں خط کے الفاظ اس طرح تھے۔

أن محمدا قد نفر فاما الیکم واما الی
غیرکم فعلیکم الحذر

یعنی محمد ﷺ نے نفیر عام کیا ہے اب یا وہ تمہاری طرف آئیں گے یا کسی اور طرف جائیں گے تاہم تم اپنی فکر کرو۔

واقدی کی ایک روایت میں یہ مضمون ہے۔

أن رسول الله ﷺ قد اذن في الناس بالغزو، ولا اراه یرید غیرکم وقد احببت ان تکون لی عندکم ید بکتابی الیکم.

یعنی رسول اللہ ﷺ نے غزوہ پر جانے کا عام اعلان فرمایا ہے میرے خیال میں وہ تمہاری ہی طرف آرہے ہیں میں نے چاہا کہ آپ لوگوں پر اس خط کے ذریعہ سے ایک احسان کردوں۔ (تاکہ تم میرے بچوں کا خیال رکھو)

حضور اکرم ﷺ نے جب یہ خط پڑھا تو حاطبؓ کو بلا کر پوچھا کہ حاطب یہ کیا لکھا ہے؟ حضرت حاطبؓ نے فرمایا کہ یارسول اللہ! الحمدللہ میں مسلمان ہوں میں نے نہ اسلام چھوڑا ہے اور نہ میں منافق ہوں آپ میرے بارے میں عجلت نہ فرمائیں اصل حقیقت یہ ہے کہ میں چونکہ قریش کا تابع ہوں میری وہاں کوئی رشتہ داری نہیں ہے میرے علاوہ مہاجرین چونکہ قریشی الاصل ہیں ان کے وہاں رشتہ دار ہیں تو میں نے سوچا کہ چلو میں ایک خط لکھ کر قریش پر احسان کرلوں گا اس کے بدلے میں مشرکین میرے بچوں کا خیال رکھیں گے۔ حضور اکرم ﷺ نے جب حقیقت پر مبنی یہ جواب سنا تو آپ نے فرمایا **اما انه قد صدقکم**، یادرکھو اس شخص نے تمہارے سامنے بالکل سچ بولا ہے۔

حضرت عمر فاروقؓ نے حاطبؓ سے کہا **قاتلک الله! اتری رسول الله یاخذ بالانقاب وتکتب الکتب الی قریش تحذرهم؟ دعنی یارسول الله! اضرب عنقه فانه قد نافق،،**

یعنی اللہ تعالیٰ تجھے غارت کرے، تم دیکھ رہے ہو کہ حضور اکرم ﷺ راستوں پر پہرہ بٹھلا رہے ہیں

کہ قریش تک کوئی خبر نہ پہنچ جائے اور تم ادھر قریش کو خطوط لکھ رہے ہو اور انہیں ہوشیار و بیدار کر رہے ہو؟ یارسول اللہ مجھے اجازت دیجئے تاکہ میں اس کی گردن اڑاؤں کیونکہ یہ منافق ہوگیا ہے۔

حضور اکرم ﷺ نے عمر سے فرمایا:

أنه قد شهد بدرا أوما يدريك يا عمر! لعل الله أطلع يوم بدر علىٰ اهل بدر فقال اعملوا ما شئتم فقد غفرت لكم.

یعنی اے عمر حاطب جنگ بدر میں شریک ہوا ہے اور تجھے کیا معلوم شاید اللہ تعالیٰ نے بدر کے دن اہل بدر کو جھانک کر معلوم کر لیا تھا تب ہی تو اللہ نے فرمایا تم جو عمل چاہوں کرو یقیناً میں نے تم سب کو بخش دیا ہے۔

حضرت عمر ؓ کے جواب میں حضور اکرم ﷺ نے حضرت حاطب کی ایک ایسی نیکی کا ذکر فرمایا کہ وہ نیکی آئندہ کے تمام گناہوں کے محو کرنے کیلئے کافی تھی اور وہ عظیم جنگ بدر کے جہاد میں شرکت کی نیکی تھی لہذا اس حسنہ کے سامنے کوئی سیئہ ٹھہر ہی نہیں سکتی تھی کسی شاعر نے کیا ہی خوب فرمایا ہے۔

واذا الحبيب اتى بذنب واحد
جائت محاسنه بالف شفيع

محبوب اگر کوئی غلطی یا گناہ کرتا ہے تو اس کے محاسن اور خدوخال ہزار سفارشی لا کر پیش کر دیتے ہیں۔

بہر حال حضرت حاطب ؓ کو اللہ تعالیٰ نے بھی معاف کیا اور رسول اکرم ﷺ نے بھی معاف کیا، ہاں اللہ تعالیٰ نے ایک مکمل سورت اس واقعہ میں اتار دی جس کا نام سورت ممتحنہ ہے اس میں نظم وضبط کی اہمیت کو واضح فرما دیا کفار سے بیزاری کی تاکید کی گئی ان سے قلبی محبت سے منع کیا گیا ان کی ایذا رسانیوں اور مشکلات پر صبر کی تلقین کی اور سب سے بڑھ کر یہ کہ اس پورے واقعہ سے مجاہدین کو بڑی تربیت سے نوازا کہ جہاد جہاد ہے یہ حق و باطل کا معرکہ ہے اس میں دوٹوک فیصلہ ہے، کفر ہے یا اسلام ہے اسلام کیلئے جان و مال اقرباء بیوی بچوں اور رشتہ داروں کی قربانی دینی پڑیگی اور یہ قدیم سے ایسا ہی چلا آرہا ہے کہ حق و باطل کے معرکے ہوتے رہے ہیں۔

ستیزہ کار رہا ہے ازل سے تا امروز
چراغ مصطفوی سے شرار ابولہبی

نفیر عام دس رمضان ۸ھ میں

القصہ حضور اکرم ﷺ نے کفار قریش کے مقابلے پر جانے کیلئے مدینہ منورہ اور آس پاس کے قبائل کے مسلمانوں کو عام اعلان کے ذریعہ اکھٹا کیا عام اعلان کے الفاظ یہ تھے "من کان یومن باللہ والیوم الاخر فلیحضر رمضان بالمدینۃ"،

"جو شخص اللہ و رسول اور آخرت پر ایمان رکھتا ہے وہ رمضان کے مہینہ میں مدینہ منورہ میں حاضر ہو جائے۔" اس اعلان کے ساتھ حضور اکرم ﷺ نے اپنے قاصد بھی ادھر ادھر قبائل میں بھیج دیئے چنانچہ اس کا عظیم اثر ہوا اور قبیلہ اسلم، غفار، مزینہ، جھینہ، اور اشجع سے لوگوں کا ایک طوفان مدینہ منورہ کی طرف چل پڑا ادھر بنو سلیم نے ایک بھاری لشکر تیار کیا اور مقام قدید میں لشکر اسلام سے جا ملا یہ دس رمضان المبارک کی تاریخ تھی عصر کی نماز حضور اکرم ﷺ نے مسجد نبوی میں ادا کی اور بدھ کے روز بعد نماز عصر سفر مبارک کا آغاز کیا یہاں نہ حج کا ذکر ہے نہ عمرہ کا تذکرہ ہے جم غفیر ہے سب مسلح ہیں اور نعرہ تکبیر اللہ اکبر کی صدائیں گونج رہی ہیں اور "سبیلنا سبیلنا الجہاد الجہاد" کے پر جوش نعرے لگ رہے ہیں مدینہ منورہ مجاہدین سے بھرا پڑا ہے اور قریباً دس ہزار نفوس قدسیہ پر مشتمل لشکر جرار جانے کیلئے بالکل تیار کھڑا ہے حضور اکرم ﷺ نے بیر ابی عنبہ کے پاس مجاہدین اسلام کی فوج کا معائنہ کیا اور پھر فوج کی ترتیب بنائی اور جھنڈے باندھ کر دیئے چنانچہ مہاجرین کے پاس تین جھنڈے تھے ایک جھنڈا حضرت زبیر بن عوامؓ، دوسرا حضرت علیؓ اور تیسرا حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کے پاس تھا۔

عزت و عظمت کے جنگی جھنڈے

انصار مدینہ کی تعداد اس غزوہ میں بہت زیادہ تھی حضور اکرم ﷺ نے ان کے ہر قبیلہ کے سردار کے ہاتھ میں جھنڈا دیا چنانچہ بنی عبد الاشہل قبیلہ کا جھنڈا ابو نائلہؓ کے ہاتھ میں تھا، بنو ظفر قبیلہ کا جھنڈا قتادہ بن نعمان ؓ کے ہاتھ میں تھا، بنو حارثہ کا جھنڈا ابو بردہ بن نیارؓ کے پاس تھا، بنو معاویہ کا جھنڈا جبر بن عتیک نے سنبھالا تھا، بنو خطمہ کا جھنڈا ابولبابہ ؓ نے تھامے ہوئے تھا، بنو امیہ کا پھریرا مبیضؓ بلند کئے ہوئے تھا، بنو ساعدہ کا جھنڈا ابو ساعدی ؓ اٹھائے ہوئے تھا،

بنوحارث کا جھنڈا عبداللہ بن زید کے ہاتھ میں تھا، بنو سلمہ کا جھنڈا قطبہ بن عامر کے پاس تھا، بنو مالک کی عزت وعظمت کا جنگی جھنڈا عمارہ بن حزم رضی اللہ عنہ اپنے ہاتھ میں لہرا رہا تھا اور بنو مازن کی عزت وعظمت وشان وشوکت کا جنگی جھنڈا اسلیط بن قیس نے اٹھا رکھا تھا۔

فتح اعظم کے اس عظیم مہم میں مہاجرین کی کل تعداد سات سو تھی اور ان کے پاس جنگی گھوڑے تین سو تھے، امام المغازی، علامہ واقدی کی تصریح کے مطابق مدینہ کے انصار کی کل تعداد اس مقدس مہم میں چار ہزار تھی جن کے پاس پانچ سو جنگی گھوڑے تھے قبیلہ مزینہ کے ایک ہزار مسلح مجاہدین آئے تھے جن کے پاس ایک سو جنگی گھوڑے اور ایک سو زرہ پوش مسلح جنگی ماہرین تھے اور ان کے پاس تین جنگی جھنڈے تھے، قبیلہ اسلم کے چار سو مجاہدین آئے تھے جن کے پاس تیس جنگی گھوڑے تھے اور دو جھنڈے تھے، قبیلہ جھینہ کے آٹھ سو مجاہدین اس مہم میں شریک ہوئے تھے جن کے پاس پچاس جنگی گھوڑے تھے اور ان کے پاس چار جھنڈے تھے، بنو کعب جو بنو خزاعہ کے نام سے مشہور ہیں وہ کل پانچ سو سپاہی تھے جن کے پاس تین جنگی گھوڑے تھے بنو کعب کے لوگ مدینہ سے شریک نہیں ہوئے تھے بلکہ راستے میں مقام قدید میں آ کر لشکرِ اسلام سے مل گئے تھے۔

حضور اکرم ﷺ نے جب لشکر اسلام کو بالکل تیار کیا تو آپ نے مدینہ منورہ پر حضرت کلثوم بن عتبہ غفاریؓ کو اپنا جانشین مقرر فرمایا اور لشکرِ اسلام کو روانگی کا حکم دیدیا عام لشکر سے پہلے حضور اکرم ﷺ نے مقدمۃ الجیش کے طور پر حضرت زبیر بن عوامؓ کو دو سو مجاہدین پر امیر بنا کر روانہ فرمایا اور باقی افواج اسلامیہ دس ہزار کی تعداد میں اونٹوں پر سوار ہو کر جوش وجذبہ کے ساتھ میدان جہاد کی طرف چل پڑیں حضور اکرم ﷺ نے اعلان کرایا کہ جو کوئی چاہے روزہ رکھے اور جو چاہے روزہ افطار کرے خود حضور اکرم ﷺ روزہ سے تھے چنانچہ حدیث میں ہے کہ حضور اکرم ﷺ مقام عرج میں گرمی یا شدت پیاس کی وجہ سے سر پہ پانی ڈال رہے تھے اور صحابہ نے آپ کو دیکھا۔ پھر مقام کدید پر پہنچ کر آپ نے عام اعلان کرایا کہ سب مجاہدین روزہ کھولو اور خود حضور اکرم ﷺ نے ظہر اور عصر کے درمیان پانی لے کر لوگوں کو دکھایا اور پھر خود افطار کیا اور مجاہدین کو افطار کرنے کا حکم دیدیا ان میں بعض مجاہدین نے روزہ افطار کرنے میں حرج محسوس کی اور روزہ نہ کھولا تو حضور ﷺ نے فرمایا: ”اولئک

العصاۃ اولئک العصاۃ۔" یہی لوگ گناہ گار ہیں یہی لوگ گناہ گار ہیں چونکہ حضور ﷺ کا حکم بھی تھا اور آپ ﷺ نے اشارہ بھی کیا تھا کہ روزہ کی حالت میں جہاد میں کمزوری آئے گی اور اس عظیم عمل میں فتور آئے گا اس لئے روزہ کھولنا ضروری تھا پس جس نے روزہ نہ کھولا تو ان کو گناہ گار کہا گیا اس سے معلوم ہو گیا کہ **الاهم فالاهم** کے اصول کے تحت اہم چیز کو اہمیت دینا چاہئے یہ امت فعال امت ہے معطل نہیں۔

مصلحت دین ما جنگ و شکوہ است
مصلحت دین عیسیٰ غار و کوہ است

ترجمہ: دینِ اسلام کی مصلحت اور شوکت تو جہاد میں ہے اور عیسائی مذہب کی مصلحت پہاڑوں اور غاروں میں راہب بن کر بیٹھنے میں ہے۔

جہاد کی اہمیت

عبادات میں جہاد اتنی بڑی عبادت ہے کہ باقی تمام عبادات کے نقشے توڑے جاسکتے ہیں اور تمام نقشے بدل دیئے جاسکتے ہیں لیکن جہاد کی عبادت کو نہ تو مؤخر کیا جاسکتا ہے اور نہ اس کا نقشہ بدلا جاسکتا ہے، دیکھئے رمضان مبارک کا روزہ توڑا جا رہا ہے اور جہاد کو برقرار رکھا جاتا ہے نماز کو مؤخر کیا جاسکتا ہے مگر جہاد قائم کیا جا رہا ہے، نماز کی ہیئت و کیفیت میں تغیر کو برداشت کیا گیا ہے مثلاً صلوۃ الخوف میں نقشہ بدل جاتا ہے مگر جہاد کو موقوف نہیں کیا جاسکتا، احرام کے بغیر حرم مکہ میں داخل ہو رہا ہے مگر جہاد کا نقشہ برقرار ہے، اسلحہ زیب تن ہے اور مسلح ہو کر بیت اللہ میں آرہے ہیں مگر اسلحہ نہیں رکھا جا رہا ہے، طواف مؤخر ہے مگر ابن خطل کو پہلے قتل کیا جا رہا ہے، سعی کا نام نہیں مگر کفار کے پیچھے دوڑ لگائی جا رہی ہے، کوئی مجاہد شہید ہو جاتا ہے تو کفن کے بغیر دفنایا جاتا ہے مگر جہاد کا عمل جاری ہے، غسل کے بغیر قبر میں دو دو چار چار دفنائے جا رہے ہیں مگر جہاد اپنی شکل پر قائم رکھا جا رہا ہے۔

کیونکہ جہاد دفاعی لائن ہے اگر یہ دفاع ٹوٹ گیا تو پھر نہ نماز رہے گی، نہ نمازی، نہ روزہ رہے گا اور نہ روزہ رکھنے والا رہے گا، نہ کوئی عبادت رہے گی، نہ عابد رہے گا اور نہ عبادت گاہیں رہیں گی۔ اس

لئے نہایت دردمندانہ انداز سے درخواست کرتا ہوں کہ جہاد کے اس عمل کو کمزور کر کے نہ دکھایا جائے بلکہ ہر عالم اور ہر متقی مسلمان کو چاہئے کہ وہ جہاد کو اس کا وہ مقام دیدیں جو شریعت اسلام نے اس کو دی ہے اور اس تندرست عمل کو اپنے مریض ذہن سے بیمار کر کے نہ دکھایا جائے حضور اکرم ﷺ نے اپنا مبارک جملہ اس طرح ارشاد فرمایا: ''انکم مصبحوا عدوکم والفطر اقوىٰ لکم.'' یعنی تمہیں صبح دشمن سے مقابلہ کرنا ہے لہذا افطار باعث قوت ہوگا، مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہاں علامہ محمد ادریس کاندھلویؒ کی سیرت مصطفیٰ ﷺ سے چند کلمات درج ہو جائے چنانچہ فرماتے ہیں:

فتح مکہ کے ارادہ سے جو دس ہزار قدسیوں کا لشکر ظفر پیکر سفر کر رہا تھا وہ جہاد فی سبیل اللہ اور اعلاء کلمۃ اللہ کی غرض سے تھا، اس کے لئے تو نماز کو بھی موخر کیا جا سکتا ہے جو روزہ سے بلاشبہ افضل ہے۔ لہذا سفر جہاد میں روزہ کا افطار ہی اولی و افضل ہے، خداوند ذوالجلال کی راہ میں جانبازی اور سرفروشی کے لئے نکل کھڑا ہونا یہ وہ نعمت ہے کہ جس پر آسمان اور زمین کے فرشتے رشک کرتے ہیں ایسی حالت میں روزہ افطار کرنے سے اگرچہ تسبیح وتہلیل اور تحمید وتمجید اور نزول ملائکہ کی برکات سے زیادہ مستفید نہ ہو سکا لیکن خدا کی راہ میں جان بازی اور سرفروشی کے لئے والہانہ اور عاشقانہ صبح وشام کے چلنے میں قرب الٰہی کی ہزاروں اور لاکھوں وہ منزلیں طے ہو گئیں کہ اگر ہزار سال بھی مسلسل تسبیح وتہلیل کرتا تو قرب الٰہی کے یہ منازل ومراحل اس کو طے نہ ہو جاتے جو جہاد کے چند قدموں میں طے ہو جاتے ہیں، ظاہر میں (کدید) تک سات میل کی منزل قطع کی لیکن حقیقت میں سبع سماوات سے اوپر جا پہنچا، یہ تو پراگندہ سر، پراگندہ بال، برہنہ سر اور برہنہ پا اپنی وہ جان عزیز جس کو معاوضہ جنت خداوند ذوالجلال کے ہاتھ بیچ چکا ہے خدا کو دینے اور سپرد کرنے جا رہا ہے تاکہ جلد از جلد اس کو اس کے مشتری (خداوند تعالیٰ) کے حوالہ کر کے اپنی قیمت (یعنی جنت) وصول کرے، مبادا کوئی قزاق رہزن (شیطان) اس بیع کو کوئی نقصان نہ پہنچا دے۔ (سیرت مصطفیٰ ج ۳ ص ۱۸)

فاتح اعظم ﷺ مقام جحفہ میں

فاتح اعظم فتح مکہ کے اس مبارک سفر جہاد میں جب آپ ﷺ مقام جحفہ پہنچے تو وہاں سامنے سے حضرت عباسؓ اپنے اہل وعیال کے ساتھ ہجرت کی غرض سے مدینہ آ رہے تھے۔ حضرت عباس

ؓ جنگ بدر میں گرفتار ہو کر مدینہ لائے گئے تھے اور پھر فدیہ کے بعد چھوڑ دیئے گئے تھے اسی وقت سے وہ اسلام کو قبول کر چکے تھے لیکن آپؓ نے اپنے اسلام کا اظہار ابھی تک کھل کر نہیں کیا تھا اور مکہ سے ہجرت بھی اب تک نہیں کی تھی، مکہ کے احوال کو وہ وقتاً فوقتاً حضور اکرم ﷺ کی طرف لکھ کر بھیجتے تھے حضور اکرم ﷺ نے بھی آپ کو مکہ ہی میں رہنے کا مشورہ دیا تھا اس وقت حضرت عباسؓ بغرض ہجرت مکہ سے مدینہ جا رہے تھے کہ مقام جحفہ میں حضور اکرم ﷺ سے ملاقات ہوئی اور لشکر اسلام کو دیکھ کر حضرت عباسؓ حیران بھی، اور اہل مکہ کی تباہی کے خوف سے پریشان بھی ہو گئے حضور اکرم ﷺ نے حضرت عباسؓ کو دیکھ کر فرمایا کہ جس طرح میری نبوت آخری ہے اسی طرح عباس کی ہجرت آخری ہے پھر حضرت عباسؓ نے اپنے اہل و عیال اور سامان کو مدینہ منورہ روانہ کیا اور خود حضور اکرم ﷺ کے ساتھ بغرض جہاد واپس مکہ کی طرف روانہ ہوئے لشکر اسلام اپنی شان و شوکت اور آب و تاب کے ساتھ مقام جحفہ سے چل پڑا راستے میں کئی اور لوگوں سے ملاقاتیں ہوئی اور چھوٹے چھوٹے واقعات ہوئے جس کی تفصیل کی ضرورت نہیں عیینہ بن حصن اپنے چند ساتھیوں کے ساتھ حضور اکرم ﷺ سے ملے اور بڑا ہی افسوس کیا کہ مجھے معلوم نہ تھا ورنہ میں اپنے قبیلہ کے بہت سارے لوگوں کو اپنے ساتھ کر کے لاتا اور جہاد میں شریک ہوتا پھر صدیق اکبرؓ سے پوچھنے لگے کہ حضور ﷺ کہاں جا رہے ہیں؟ صدیق اکبرؓ نے فرمایا کہ جہاں اللہ تعالیٰ چاہتا ہے۔

جاسوس کی گرفتاری

جب لشکر اسلام مر الظہران کی طرف آگے بڑھ رہا تھا تو حضور اکرم ﷺ نے اپنے ایک جاسوس دستہ آگے روانہ فرمایا تا کہ راستوں کی حفاظت کا اندازہ کرے اور حفاظتی انتظامات کو عمل میں لائے چنانچہ اس شہسوار دستے نے علاقے کا مکمل جائزہ لیا اتنے میں ان کو ایک جاسوس ہاتھ لگا جو ہوازن کی طرف سے بھیجا گیا تھا، صحابہ نے اس کو پکڑ لیا اور حضور اکرم ﷺ کے سامنے پیش کر دیا اور فرمایا کہ یا رسول اللہ! ہم نے اس شخص کو ایک مقام پر دیکھا تو اس نے نشیبی علاقے میں چھپنے کی کوشش کی، کچھ دیر بعد یہ شخص بلند مقام پر جا کر بیٹھنے لگا اور ادھر ادھر حالات کا جائزہ لینے لگا ہم نے اس کے پیچھے گھوڑے دوڑائے یہ ہم سے بھاگنے لگا لیکن ہم نے اس کو پکڑ لیا ہم نے پوچھا کہ تم کون ہو؟ تو کہنے لگا کہ میں قبیلہ بنی غفار کا

آدمی ہوں ہم نے تفصیل سے پوچھا تو یہ بنو غفار سے واقف نہیں تھا جس کی وجہ سے ہمیں شک پڑ گیا ہم نے ان سے معلوم کیا کہ تیرے اہل وعیال کہاں ہیں؟ تو اس نے کہا کہ ادھر قریب ایک پانی کے چشمے پر ہیں ہم نے پانی کے چشمے کا نام پوچھا تو اس کو معلوم نہیں تھا ہم نے کہا کہ تیرے ساتھ وہاں کون کون ہیں ان کے نام کیا ہے؟ تو یہ کچھ نہ بتا سکا ہم نے اس سے کہا کہ سچ کہہ دو ورنہ ہم تمہیں قتل کر دیں گے اس نے کہا سچ کہہ دینے سے مجھے کچھ فائدہ ہوگا؟ ہم نے کہا ہاں فائدہ ہوگا اس نے کہا کہ میں ایک آدمی ہوں میرا تعلق ہوازن قبیلہ کے ساتھ ہے ہوازن نے مجھے بطور جاسوس یہاں بھیجا تھا اور کہا تھا کہ مدینہ جا کر معلوم کر لو کہ محمد ﷺ بنو خزاعہ کی مدد کے لئے کیا ارادہ کر رہے ہیں آیا قریش کی طرف مذاکرات کے لئے یا جنگ کے لئے اپنے آدمیوں کو بھیج رہے ہیں یا خود لشکر لے کر قریش سے لڑنے کے لئے آ رہے ہیں جو صورت بھی ہو تم ان کے ساتھ ہو کر مقام سرف تک آ جاؤ جو کہ مکہ کے قریب واقع ہے پھر دیکھو کہ وہاں سے محمد ﷺ ہماری طرف آ رہے ہیں یا مکہ کی طرف جا رہے ہیں اگر ہماری طرف آ رہے ہوں تو تم ان سے پہلے جلدی جلدی آ کر ہمیں اطلاع کر دو تاکہ ہم مقابلہ کی تیاری کریں اور اگر مکہ جا رہے ہوں تو وہ جانے اور ان کا کام، حضور اکرم ﷺ نے پھر خود اس جاسوس سے گفتگو کی۔

حضور ﷺ: یہ بتاؤ اس وقت ہوازن کہاں پر جمع ہیں؟

جاسوس: میں نے ان کو مقام بقعاء پر چھوڑا ہے انہوں نے بڑی مقدار میں اس وقت عرب کو اکھٹا کر رکھا ہے، ثقیف سے انہوں نے مدد مانگی چنانچہ سارے ثقیف ان کی مدد پر کھڑے ہو گئے ہیں پھر انہوں نے علاقہ جرش کی طرف کچھ لوگوں کو بھیجا تاکہ وہاں سے ٹینک اور منجنیق کے عمل کو سیکھ کر آئیں اور سب مل کر مقابلہ کریں۔

حضور ﷺ: ہوازن وغیرہ نے کس کو اپنا امیر مقرر کیا ہے؟

جاسوس: ایک نوجوان کو امیر بنایا ہے جس کا نام مالک بن عوف ہے۔

حضور ﷺ: کیا سارے ہوازن نے اس لونڈے کی بات کو قبول کر لیا ہے؟

جاسوس: نہیں بلکہ بنو عامر میں سے جو کام اور جنگی قسم کے لوگ ہیں وہ شریک نہیں ہیں۔

حضور ﷺ: قبیلہ ہلال نے کیا کیا؟

جاسوس: وہ لوگ کچھ بھی نہیں قلیل بھی ہیں اور ذلیل بھی ہیں، البتہ کل میرا گذر آپ کی قوم پر ہوا ابو سفیان مدینہ سے ناکام ہو کر آ گیا تھا اس پر سب قریش سخت غصہ تھے اور آپ سے انتہائی خوف وخطرہ محسوس کر رہے تھے۔

حضور ﷺ: اس جاسوس نے سچ کہا ہے، حسبان الله ونعم الوكيل.

پھر حضور حضور ﷺ: نے حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو حکم دیدیا کہ اس جاسوس کو قید کر کے رکھو، تاکہ یہ قریش کو اطلاع نہ کرے چنانچہ فتح مکہ تک اس کو قید میں رکھا گیا پھر اس کو حضور ﷺ کے سامنے لایا گیا اس نے اسلام قبول کیا اور جنگ حنین میں کچھ دنوں بعد جا کر شہید ہو گیا۔

مقام ابواء میں سرورِ کونین ﷺ اور آپ کا چچازاد بھائی

فتح اعظم کا چوتھا مرحلہ

حضور اکرم ﷺ جب دس ہزار مجاہدین کے ساتھ مقام ابواء میں تشریف فرما ہوئے تو آپ کا رضاعی بھائی اور چچازاد بھائی ابوسفیان بن حارث اپنے بیٹے جعفر کے ساتھ اسلام قبول کرنے کی غرض سے مقام ابواء میں آ پہنچے۔ یاد رہے کہ یہ ابوسفیان وہ مشہور ابوسفیان نہیں وہ ابوسفیان بن حرب تھا۔

ابوسفیان بن حارث حضور ﷺ کے چچازاد بھائی بھی تھے رضاعی بھائی بھی اور ہم عمر ہونے سے دوست اور محبوب بھی تھے لیکن جب اللہ تعالیٰ نے حضور اکرم ﷺ کو نبوت عطا کی تو ابوسفیان بن حارث نے ایسی دشمنی شروع کی جس کی نظیر نہیں ملتی ابولہب کی طرح ہر قسم ایذا رسانی کے در پے ہو گیا تھا چونکہ شاعر بھی تھا اس لئے مسلمانوں اور حضور اکرم ﷺ کی ہجو میں قصیدے پڑھا کرتا تھا۔ چنانچہ حضرت حسان کی مذمت میں اس نے کہا۔

الا ابلغ حسان عنی رسالة
فخلتلک من شر الرجال الصعا لک
ابوک ابو سوء وخالک مثله
ولست بخير من ابيک وخالک

ترجمہ: اے جانے والے مسافر! حسان بن ثابت کو میرا یہ پیغام پہنچا دو کہ میں تجھے مفلسوں میں بد ترین مفلس سمجھتا ہوں تیرا باپ برائی کا مجموعہ تھا اور تیرا ماموں بھی ایسا ہی تھا اور تو بھی اپنے باپ اور ماموں سے کوئی بہتر شخص نہیں ہے۔ حضرت حسان ﷺ بھی ان کی خوب خبر لیا کرتا تھا، چنانچہ ایک طویل قصیدہ میں ابوسفیان بن حارث کی جب مذمت کرنے لگے تو پہلے حضور اکرم ﷺ سے اجازت لے لی حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ وہ میرا چچازاد بھائی ہے ان کی مذمت کیسے ہوگی اس میں ہم سب آجائیں گے۔ حضرت حسانؓ نے فرمایا میں آپ کو اس سے ایسے الگ رکھ دوں گا جیسا کہ آٹے سے بال کو الگ کیا جاتا ہے۔ پھر حسان نے کہا۔

الا ابلغ ابا سفیان عنی
مغلغة فقد برح الخفاء

اے مخاطب ابوسفیان بن حارث کو میری طرف سے یہ زوردار پیغام پہنچا دو کیونکہ اب سب کچھ کھل گیا ہے۔

بان سیوفنا ترکتک عبدا
وعبدالدار سادتها الاماء

پیغام یہ کہ ہماری تلواروں نے تجھے غلام بنا کر چھوڑا اور اب عبدالدار پر لونڈیاں حکمرانی کرتی ہیں۔

هجوت محمد افا جبت عنہٖ
وعند اللہ فی ذاک الجزاء

تم نے محمد عربی ﷺ کی مذمت کی تو میں نے جواب دیا جس کا اجر مجھے اللہ کے ہاں ملے گا۔

هجوت مبارکا براحنیفا
امین اللہ شیمته الوفاء

تم نے ایک موحد مبارک اور ایسے نیک کی ہجو کی جو اللہ تعالیٰ کے ہاں امین ہیں اور وفاداری جن کا شعار ہے۔

اتهجوہ ولست لہ بکفوء
فشرکما لخیرکما الفداء

تم ان کی مذمت کرتے ہو حالانکہ تم ان کے برابر کے نہیں ہو؟ تم میں سے جو برا ہے وہ اچھے پر قربان

ہو جائے۔

فمن یھجو رسول اللہ منکم
ویمدحہ وینصرہ سواء

جو شخص رسول اللہ ﷺ کی ہجو کرتا ہے یا مدح و نصرت کرتا ہے اس سے آپ کی ذات پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔

عدمنا خیلنا ان لم تروھا
تثیر النقع موعدھا کداء

اگر ہم مقام کدا میں تم پر غبار اڑاتے ہوئے گھوڑے دوڑا کر نہ لائیں تو ہمارے گھوڑے ہلاک ہو جائیں۔

فان ابی ووالدہ وعرضی
لعرض محمد منکم وقاء

میرا باپ دادا اور میری عزت محمد عربی ﷺ کی عزت کے بچاؤ پر قربان ہو جائے۔

بہر حال ابوسفیان بن حارث نے بیس سال تک رسول اللہ ﷺ کی سخت مخالفت کی لیکن بالاخر آستانہ رسول پر آ کر جھک گئے اور اسلام قبول کر کے جہاد میں شریک ہوئے اور جنگ حنین میں کارنامے انجام دیئے، وہ اپنے ایمان کا قصہ خود بیان کرتا ہے۔

عبرت انگیز قصہ

ابوسفیان بن حارث کہتا ہے کہ میں نے کہا کہ میں آج کس کے ساتھ رہوں اور کس کا ساتھ دوں؟ جزیرۂ عرب میں اسلام خوب پھیل گیا اب میں کہاں بھاگ جاؤں؟ اس سوچ و فکر میں ڈوب کر میں اپنے گھر اپنی بیوی بچوں کے پاس آیا اور میں نے درد بھرے لہجے میں ان سے کہا کہ بھاگنے کیلئے تیار ہو جاؤ کیونکہ اب محمد تمہارے سروں پر پہنچ گیا ہے میری بیوی بچوں نے مجھے کہا کہ دیکھو اب بھی تم ہوش میں نہیں آئے؟ عرب و عجم نے محمد ﷺ کو قبول کر لیا اور تم اسی طرح اسی جگہ میں کھڑے ہو جہاں بہت پہلے دشمنی کے مقام پر کھڑے تھے حالانکہ آپ کے شایان شان تو یہ تھا کہ سب سے پہلے ان کو مان لیتے اور ان کی مدد کرتے، یہ جملے ایسے تھے جس سے میرا رخ ہی بدل گیا اور میں نے اپنے غلام سے کہا کہ اونٹ اور گھوڑے کو فوراً تیار کر لو، آؤ چلے چلتے ہیں محمد ﷺ کی

طرف، چنانچہ اب بجائے بھاگنے کے اسی کی طرف بھاگنے لگے جس سے بھاگنا چاہ رہے تھے۔

فرماتے ہیں کہ جب ہم ابواء مقام پر پہنچ گئے میرا بیٹا بھی میرے ساتھ تھا میں نے دیکھا کہ مقام ابواء میں لشکر اسلام کا مقدمۃ الجیش پہنچ گیا ہے اور آہستہ آہستہ باقی لشکر آ رہا ہے میں ڈر گیا کیونکہ حضور اکرم ﷺ نے میرے قتل کا حکم پہلے سے دیدیا تھا، میں پیدل ہو کر ایک طرف کو ایک میل کے فاصلہ تک بھاگ گیا، بیٹا جعفر ساتھ ہے حضور اکرم ﷺ کو اس مقام پر کل تک پہنچنا تھا میں کل تک اس جگہ میں مسلمانوں کی نظروں سے چھپ کر کنارہ کش ہو گیا جب صبح کو رسول اللہ ﷺ اپنے ایک خصوصی دستے کے درمیان یہاں پہنچے تو میں بالکل سامنے آ کر کھڑا ہو گیا حضور اکرم ﷺ نے جب مجھے غور سے دیکھا تو اعراض کر کے دوسری طرف منہ موڑ لیا میں اس طرف کو ہو گیا تو حضور نے اس طرف سے بھی منہ موڑ لیا کئی دفعہ جب ایسا ہوا تو مجھ پر کپکپی طاری ہو گئی کہ بس اب تو میں مارا جاؤں گا لیکن پھر بھی حضور اکرم ﷺ کی شفقت رحمت کا خیال کرتا تھا اور سوچتا تھا کہ شاید معاف فرما دیں گے میرا تو پہلے خیال تھا کہ حضور اکرم ﷺ اور عام صحابہ میرے اسلام سے بہت خوش ہو جائیں گے کیونکہ میرا حضور اکرم ﷺ سے نسب کا تعلق تھا لیکن جب مسلمانوں نے مجھ سے حضور اکرم ﷺ کی بے توجہی دیکھی تو سب نے مجھ سے آنکھیں پھیر لیں، میں نے دیکھا کہ ابوبکر صدیق ؓ توجہ نہیں دے رہے ہیں ادھر جب میں نے عمر ؓ کو دیکھا تو اس نے غصہ کے مارے میرے پیچھے ایک انصاری آدمی کو لگا دیا جو میرے ساتھ بس چپک گیا اور مجھ سے کہنے لگا: اے اللہ کے دشمن! تو وہی ہے نا! جو رسول اللہ ﷺ اور ان کے ساتھیوں کو بہت تنگ کرتا تھا حضور اکرم ﷺ کے ساتھ تو تیری دشمنی مشرق و مغرب تک جا پہنچی تھی میں نے آہستہ سے جواب دیا تو اس نے اونچی آواز سے مجھ پر ایسی چڑھائی کی کہ میرا تیاپانچہ نکال دیا عام لوگ اس کو دیکھ کر خوش ہو رہے تھے۔

اس حالت میں میں اپنے چچا عباس کے پاس گیا اور ان سے کہا کہ اے چچا! میرا تو خیال تھا کہ لوگ میرے اسلام پر خوش ہو جائیں گے لیکن میرے ساتھ جو کچھ ہو رہا ہے آپ اسے دیکھ رہے ہو، آپ حضور اکرم ﷺ سے بات کریں کہ وہ مجھ سے راضی ہو جائیں آپ مجھے کس کے سپرد کرتے ہو؟ حضرت عباسؓ نے فرمایا کہ حضور ناراض ہیں مجھ سے یہ نہیں ہو سکتا پھر میں حضرت علیؓ کے پاس

گیا اس نے بھی انکار کیا میں پھر حضرت عباسؓ کے پاس آ گیا اور میں نے کہا کہ اے چچا جان! اس شخص کو تو روک دو جو مجھے مسلسل گالیاں دے رہا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ مجھے بتا دو وہ کون آدمی ہے میں نے اس آدمی کا حلیہ بتا دیا حضرت عباسؓ نے اس شخص سے کہا کہ دیکھو یہ ابوسفیان حضور کے چچازاد بھائی ہیں آج ان سے ناراض ہیں تو کل راضی ہو جائیں گے تم ان کو گالیاں مت دو، اس شخص نے انکار کر دیا ابوسفیان بن حارث کہتا ہے کہ میں پھر حضور کے دروازہ میں جا کر بیٹھ گیا حضور سفر پر نکل گئے اور مجھ سے کوئی بات نہیں کی اب ہم نے ایسا کیا کہ جہاں حضور قیام فرماتے ہیں تو آپ کے خیمے کے دروازہ پر میں اور میرا بیٹا جعفر کھڑے رہتے ہیں یہاں تک کہ فتح مکہ تک یہی سلسلہ رہا پھر فتح مکہ کے بعد مقام ابطح میں آپ کا قیام تھا ہم سامنے کھڑے تھے عبدالمطلب خاندان کی چند عورتیں حضور کے پاس آئیں ان میں میری بیوی بھی آ گئی اور حضور اکرم ﷺ سے سفارش کی حضور اکرم ﷺ کی نگاہوں میں کچھ فرق آ گیا لیکن بات پھر بھی نہیں کی اس کے بعد جنگ حنین کی طرف حضور اکرم ﷺ روانہ ہو گئے میں بھی ساتھ ہو گیا یہاں تک کہ وہاں مسلمانوں کو عارضی شکست ہو گئی حضور اکرما اپنی جگہ پر قائم تھے اور ننگی تلوار سونتی ہوئی آپ کے ہاتھ میں تھی میں بھی اپنے گھوڑے سے اتر گیا اور سونتی ہوئی تلوار لیکر میدان میں کود پڑا حضرت عباسؓ نے حضور کے خچر کی لگام پکڑ لی تو میں بھی دوسری طرف سے آ کر لگام پکڑنے لگا خدا کی قسم! میری تمنا تھی کہ حضور سے دشمن کو دور کرنے میں میری موت آ جائے تو بہتر ہو گی حضور نے مجھے دیکھ کر فرمایا کون ہے میں نے چہرہ سے پردہ ہٹایا تو حضرت عباسؓ نے کہا یا رسول اللہ! آپ کا بھائی اور چچا کا لڑکا ابوسفیان بن حارث ہیں ان کو معاف کر دیں اور ان سے راضی ہو جائیں حضور ﷺ نے فرمایا میں نے ان کو معاف کر دیا اللہ تعالیٰ ان کو معاف کر دے، میں نے حضور اکرم ﷺ کے پیر چوم لئے، حضور ﷺ نے فرمایا قسم خدا کی تم واقعی میرے بھائی ہو پھر میں نے دشمن کو ایک میل دور تک حضور کے اردگرد سے بھگا دیا یہ تو ایک طرز کا قصہ تھا ابوسفیان بن حارث کے اسلام کا۔

اسی سے ملتا جلتا ایک اور قصہ بھی ہے وہ خود فرماتے ہیں کہ جب میں اور عبداللہ ابن ابی امیہ اسلام لانے کیلئے حضور کے پاس جانے لگے تو حضور اکرم ﷺ نے ملاقات سے انکار کر دیا اور اندر جانے

کی اجازت نہیں دی میں نے ام المومنین ام سلمہؓ سے سفارش کی درخواست کی ام سلمہؓ نے فرمایا کہ یارسول اللہ! ایک تو آپ کے چچا کا لڑکا ہے اور آپ کا رضاعی بھائی ہے اور دوسرا بھی آپ کی پھوپھی کا لڑکا ہے دونوں اسلام قبول کرنے آئے ہیں یہ اتنے بدنصیب نہیں ہونے چاہئے کہ ان کا اسلام قبول نہ ہو حضور اکرم ﷺ نے فرمایا مجھے ان کی کوئی ضرورت نہیں ہے ان لوگوں نے مکہ میں میرے ساتھ بہت مذاق کیا ہے ام سلمہؓ نے فرمایا یارسول اللہ! یہ آپ کی قوم کے لوگ ہیں قریش کے لوگوں نے بھی اسی طرح کی باتیں کیں آپ نے معاف کردیا حضور نے فرمایا کہ انہوں نے میری عزت وآبرو خراب کرنے کی کوشش کی ہے مجھے کوئی ضرورت نہیں ہے جب ابوسفیان کو اس کا پتہ چلا کہ حضور بالکل انکار فرما رہے ہیں تو انہوں نے اپنے بیٹے کا ہاتھ پکڑ کر کہا کہ خدا کی قسم یا تو رسول اللہ ہم کو قبول فرمادیں گے ورنہ میں اپنے بیٹے کو لیکر جنگل کی طرف چلا جاؤں گا اور جاتے جاتے دشت وبیابان میں بھوک وپیاس سے ہلاک ہوجاؤں گا جب حضور اکرم ﷺ نے یہ سنا تو آپ کو ترس آگیا اور راضی ہوگئے چنانچہ باپ بیٹے دونوں اچھے مسلمان رہے اسلام کے بعد ابوسفیان بن حارثؓ نے سابقہ گناہوں سے توبہ کرتے ہوئے اس طرح ندامت کا اظہار کیا۔

لعمرک انی یوم احمل رایة
لتغلب خیل اللات خیل محمد

قسم بخدا میں جس دن اس غرض سے جنگی جھنڈا اٹھاتا تھا کہ لات مناۃ کا لشکر محمد عربی کے لشکر پر غالب آئے۔

لکالمدلج الحیران اظلم لیله
فهذا اونی حین اهدی واهتدی

تو اس دن میں رات کی تاریکی میں چلنے والے کی طرح حیران وپریشان ہوتا تھا اور الحمدللہ آج وہ وقت ہے کہ ہدایت ہی ہدایت ہے۔

ابوسفیان بن حارثؓ کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت دیدی اور حضور اکرم ﷺ نے آپ کو معاف کردیا اور پھر یہ اسلام کے بڑے سپاہی کی حیثیت سے اسلام کے لئے جہاد کیا کرتے تھے۔

ہم تو مائل بکرم ہیں کوئی سائل ہی نہیں
راہ دکھلائیں کسے ؟ رہرو منزل ہی نہیں
تربیت عام تو ہے جوہر قابل ہی نہیں
جس سے تعمیر ہو آدم کی یہ وہ گل ہی نہیں
کوئی قابل ہو تو ہم شان کئی دیتے ہیں
ڈھونڈنے والوں کو دنیا بھی نئی دیتے ہیں

لشکر اسلام "مَرُّ الظَّهُرَان" میں

فتح اعظم کا پانچواں مرحلہ

فتح اعظم فتح مکہ کے اس مبارک سفر میں فاتح اعظم ﷺ اب اپنے دس ہزار سرفروشان اسلام کے ساتھ عزت وعظمت شان وشوکت اور سنجیدگی اور وقار کے ساتھ آگے کی طرف بڑھ رہے ہیں، آگے بڑھتے بڑھتے حضور اکرم ﷺ نے مرالظہران مقام میں پڑاؤ کیا جو مکہ مکرمہ کے بالکل قریب تھا، گلشن نبوی کے خوشنوا بلبل اور قلعہ اسلام کے عظیم شاہین پے درپے مقام مرالظہران تک پہنچنے لگے ایک لشکر جرار ہے جو قہر جبار ہے اور اہل مکہ ظالموں پر بس اب ایک ہی وار ہے، ایک جم غفیر ہے کہ وادی مرالظہران تنگ پڑ رہی ہے حضور اکرم ﷺ نے اپنے جانثاروں کو حکم دیا کہ آج رات جتنی آگ روشن کرسکتے ہو روشن کرو چنانچہ جیش الانبیاء والمرسلین کے وفاداروں نے ایک ہی رات میں دس ہزار آگیں روشن کیں۔ اس سے حضور اکرم ﷺ کا مقصد یہ تھا کہ جب کفار اتنی زیادہ مقامات پر آگ روشن دیکھیں گے تو ہمت ہار جائیں گے اور سرزمین حرم میں کم سے کم خونریزی ہوگی۔

رات کا پہرہ دینے کے لئے حضور اکرم ﷺ نے ایک محافظ دستہ متعین فرمایا جس کی سربراہی حضرت عمر بن الخطابؓ کر رہے تھے تاکہ لشکر کے اردگرد اگر دشمن کا کوئی جاسوس آئے یہ اس کو پکڑ لے، بہر حال اونٹ وادی میں چھوڑے گئے ہیں وہ الگ بڑبڑا رہے ہیں گھوڑے کھول دیئے گئے ہیں وہ الگ ہنہنا رہے ہیں۔

لشکر اسلام کے فرشتہ صفت مجاہدین کوئی نماز میں مشغول ہے تو کوئی تلاوت کر رہا ہے کوئی

تہجد پڑھ رہا ہے تو کوئی ذکر میں لگا ہوا ہے کوئی تعلیم دینے میں مشغول ہے تو کوئی اپنا اسلحہ درست کرر ہا ہے ایک جذبہ ہے، جہاد ہے، اللہ کے دین کی سربلندی اور کفریہ نظام کو نیست ونابود کرنے کا عزم ہے ہمت ہے جرأت وشجاعت ہے ایثار قربانی ہے اسلام کے جھنڈے کو مکہ مکرمہ کی سرزمین پر لہرانے کی تمنا اور شوق ہے یوں سمجھیں کہ یہ نقشہ ہے ؂

سکھایا ہے ہمیں اے دوست طیبہ کے والی نے
کہ بوجہلوں سے ٹکرا کر ابھرنا عین ایمان ہے

جہاں باطل مقابل ہو وہاں نوک سنان سے بھی
برائے دین اسلام رقص کرنا عین ایمان ہے

ہم سے پہلے تھا عجب تیرے جہاں کا منظر
کہیں مسجود تھے پتھر کہیں معبود شجر

بس رہے تھے یہیں سلجوق بھی تورانی بھی
اہل چین چین میں ایران میں ساسانی بھی

اسی معمورے میں آباد تھے یونانی بھی
اسی دنیا میں یہودی بھی تھے نصرانی بھی

پر تیرے نام پہ تلوار اٹھائی کس نے
بات جو بگڑی ہوئی تھی وہ بنائی کس نے؟

اہل مکہ کا لیڈر حضور اکرم ﷺ کے قدموں میں

یہ تو سب دنیا کو معلوم تھا کہ اہل مکہ نے حضور اکرم ﷺ اور مسلمانوں کو اتنا ستایا تھا کہ جس کا تصور کرنا مشکل ہے جزیرۂ عرب کے اہل عرب بھی اس ظلم اور بربریت اور تشدد سے ناواقف نہیں تھے اور اصل مجرم اہل مکہ کو تو اپنے جرائم میں اپنا انجام صاف نظر آرہا تھا اس لئے بنوخزاعہ پر شب خون مارنے اور صلح حدیبیہ کے معاہدہ کے توڑنے کے بعد اہل مکہ کو ایک لمحہ بھی چین نہیں آرہا تھا وہ ہر وقت اس خطرہ میں رہتے تھے کہ کب مسلمان آئیں گے اور ہمارے مظالم کا ہم سے انتقام لیں گے، قریش

مکہ کے نچلے طبقات میں بھی یہی احساس پایا جاتا تھا اور جو طبقہ برسر اقتدار تھا وہ تو ایک مصیبت میں گرفتار تھا چنانچہ وہ حالات معلوم کرنے اور جستجو اور ٹوہ لگانے میں مصروف رہتے تھے اسی سلسلہ میں قریش نے ابوسفیان بن حرب، حکیم بن حزام اور بدیل بن ورقاء کو حالات معلوم کرنے کی غرض سے مکہ کے اردگرد روانہ کر دیا، ان لیڈران قوم کو خود بھی چین نہیں آ رہا تھا تو خود گشت لگانے پر رات کو مکہ مکرمہ سے وادی مرالظہران کی طرف نکل پڑے جب ابوسفیان نے اپنے ساتھیوں کے ساتھ مرالظہران میں آگ روشن دیکھی تو گھبرا کر آپس میں کہنے لگے کہ اتنے خیمے اور اتنی آگ؟ شاید یہ بنو خزاعہ ہیں جس کو انتقام کے جوش نے باہر نکالا ہے پھر ابوسفیان نے کہا کہ بنوخزاعہ اتنے نہیں ہو سکتے، یہ لوگ بہت زیادہ ہیں پھر انہوں نے کہا کہ شاید ھوازن نے مکہ پر حملہ کرنے کا ارادہ کیا ہو یا گھاس لینے آئے ہوں۔ قسم بخدا یہ لوگ تو حاجیوں کی تعداد کی طرح ہیں ہم نہیں سمجھ سکے یہ کون ہیں، ادھر حضرت عباسؓ کو تشویش لاحق ہوگئی کہ اگر اہل مکہ نے حضور اکرم ﷺ کے لشکر کے ساتھ ٹکر لے لی تو ہلاک ہو جائیں گے سارے قریش ختم ہو جائیں گے، کاش مجھے کوئی چرواہا مل جاتا کہ میں اہل مکہ کو اتنا پیغام دیتا کہ کم بختو! ہلاک ہو رہے ہو جلدی کرو اور امان حاصل کرو حضرت عباس رضی اللہ عنہ اسی فکر میں حضور اکرم ﷺ کے سفید خچر پر سوار ہوئے اور ادھر ادھر گھومنے لگے کہ اتنے میں آپ نے ابوسفیان اور ان کے ساتھیوں کی گفتگو سن لی جو اس آگ کے متعلق کر رہے تھے حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے ابو سفیان آواز دی اے ابوحنظلہ! ابوسفیان نے جواب دیا: ''یا لبیک ابا الفضل!'' یعنی تم عباس ہو؟ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہاں میں ہوں یہ رسول اللہ ﷺ دس ہزار لشکر جرار کے ساتھ تمہارے سروں پر آ پہنچے ہیں تیری ماں تجھے روئے جلدی کرو اسلام قبول کر کے قوم کے لئے امن کی درخواست کرو یہی بات حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے بدیل اور حکیم سے بھی کہی وہ دونوں تو فوراً مسلمان ہو گئے لیکن ابوسفیان نے اسلام قبول نہ کیا حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے ابوسفیان کو حضور اکرم ﷺ کے خچر پر اپنے پیچھے بٹھلا دیا اور حضور اکرم ﷺ کے دربار کی طرف چل دیئے حضرت عباسؓ فرماتے ہیں کہ راستے میں جس آگ پر اور مجاہدین کی جس جماعت پر میرا گذر ہوتا ہے وہ لوگ پوچھتے ہیں کون ہو؟ پھر جب مجھے حضور اکرم ﷺ کی سواری پر دیکھتے ہیں تو چھوڑ دیتے ہیں یہاں تک کہ ہمارا گذر

عمر فاروقؓ پر ہوا وہ کھڑے ہو گئے اور پوچھا کون ہو؟ میں نے کہا عباسؓ، وہ ٹکٹکی باندھ کر دیکھنے لگے تو انہوں نے میرے چچا ابوسفیان کو تاڑ لیا اور فرمایا شکر الحمد للہ کہ اللہ تعالیٰ نے اپنا دشمن بغیر کسی معاہدہ اور بغیر اسلام کے ہمارے ہاتھ میں دیدیا، یہ کہہ کر عمرؓ حضور اکرم ﷺ کی طرف پیدل دوڑنے لگے اور میں خچر کو ایڑ دیکر جلدی جلدی حضور اکرم ﷺ کے پاس پہنچا تا کہ عمرؓ ابوسفیان کو قتل نہ کر دے چنانچہ ہم یکے بعد دیگرے حضور کے خیمے تک پہنچ گئے، عمرؓ نے فرمایا یا رسول اللہ! یہ ابوسفیان اللہ کا دشمن، اللہ تعالیٰ نے بغیر کسی معاہدہ کے ہمارے ہاتھ میں دیدیا ہے آپ اجازت دیجئے کہ میں اللہ کے اس دشمن کی گردن اڑا دوں حضرت عباسؓ نے فرمایا کہ یا رسول اللہ! میں نے ابوسفیان کو پناہ دیدی ہے مگر عمرؓ پھر بھی اصرار کر رہا تھا تو میں نے کہا کہ اے عمرؓ ذرا رک جا چونکہ ابوسفیان ہمارے خاندان کا آدمی ہے اس لئے تم مارنے پر اصرار کر رہے ہو اگر تمہارے خاندان کا ہوتا تو تم اتنا زور نہ لگاتے، حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ اے ابوالفضل بات یہ نہیں کہ ابوسفیان کس خاندان کا ہے اصل بات کفر و اسلام کی ہے قسم بخدا مجھے تو آپ کا اسلام اپنے باپ کے اسلام سے زیادہ پسند تھا کیونکہ حضور اکرم ﷺ میرے باپ کے بجائے آپ کو زیادہ محبوب رکھتے ہیں۔ اس مکالمہ کے بعد حضور اکرم ﷺ نے فرمایا اے عباس! ہم نے ابوسفیان کو پناہ دیدی اب ان کو اپنے ہاں لے جاؤ اور صبح پھر میرے پاس لے آؤ اس پورے نقشہ کو علامہ میرٹھیؒ نے تاریخ الاسلام میں اس طرح پیش کیا ہے۔

ابوسفیان نے جس کے چھکے چھوٹ چکے تھے اس مشورہ اور وقت کو غنیمت سمجھا اور حضرت عباسؓ کی پشت کی جانب اسی خچر پر سوار ہو گیا، حضرت عباس رضی اللہ عنہ بعجلت تمام نبوی خیمہ کی طرف لپکے اور راستہ میں جو بھی ملا وہ رسول اللہ ﷺ کا خچر دیکھ کر خاموش ہو گیا یہاں تک کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ابوسفیان کو دیکھ پایا کہ عباس رضی اللہ عنہ کے ساتھ بغلہ بیضاء پر سوار ہے اس لئے یہ کہہ کر تلوار لے کر لپکے کہ شکر ہے اس خدا کا جس نے بلا معاہدہ و عقد کے تجھ پر قدرت بخشی کہ جس کا جی چاہے تجھے قتل کر دے، ادھر حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے خچر کو تیز کیا اور ادھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رفتار میں تیزی کی، مگر سوار اور پیدل میں آخر فرق ہوتا ہے اس لئے حضرت عباسؓ پہلے پہنچ گئے اور جلدی سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ میں نے ابوسفیان کو پناہ دی ہے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ جو پیچھے ہی آ رہے تھے بولے کہ یا رسول اللہ!

اجازت دیجئے کہ، ابوسفیان کی گردن اڑا دوں ، ابوسفیان جس کی زندگی کا فیصلہ حضرت کا لب مبارک ہلنے پر تھا اس عالم بیکسی میں حیران تھا کہ دیکھئے کیا مقدر ہے یہاں تک کہ حضرت عباسؓ اور فاروق اعظمؓ میں گفتگو بڑھی اور جناب رسول اللہ ﷺ نے یوں فرما کر قصہ طے کیا، کہ عباس! اس کو لیجاؤ اور رات کو اپنے پاس رکھو صبح کے وقت آنا پھر فیصلہ کیا جائے گا، چنانچہ حضرت عباسؓ ابوسفیان کو اپنے خیمہ میں لے آئے علی الصباح اس کو لیکر بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے جناب رسول اللہ ﷺ دو جہاں کے لئے رحمت بن کر تشریف لائے تھے کب چاہتے تھے کہ ابوسفیان پر شفقت نہ فرمادیں اس لئے آپ مسکرائے اور محبت بھرے لہجہ میں یوں ارشاد فرمایا، ابوسفیان! کیا وہ وقت نہیں آیا کہ تم کو معلوم ہو کہ خدا کے سوا کوئی معبود نہیں ہے؟ ابوسفیان یہ کریمانہ خطاب سن کر شرما گیا اور کہا کہ میرے ماں باپ تم پر قربان ہوں تم کس قدر حلیم و کریم ہو اور کس قدر رشتہ داری و قرابت کا لحاظ رکھنے والے ہو، درحقیقت اگر کوئی شریک خدا کا ہوتا تو آج ضرورت پڑنے پر ضرور کام آتا، اس کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا، تو کیا وہ وقت نہیں آیا کہ تم جان لیتے کہ میں اللہ کا سچا رسول ہوں؟ ابوسفیان نے جواب دیا کہ میرے ماں باپ تم پر قربان ہوں تم کس قدر حلیم و کریم ہو اور کس قدر رشتہ داری و قرابت کا لحاظ رکھنے والے ہو ابھی تک اس کی طرف سے دل میں شبہ چلا جاتا ہے۔ حضرت عباسؓ نے یہ کلمہ سن کر گھبرا گئے اور فرمایا ابوسفیان تجھ پر افسوس ہے جلدی کلمہ پڑھو اور اسلام لے آ، اس سے پہلے کہ گردن اڑادی جائے چنانچہ ابوسفیان نے کلمہ توحید پڑھا اور کہا: **اشھد أن لا الا الہ الا اللہ و اشھد ان محمد رسول اللہ ۔**

علامہ واقدی نے یہاں ابوسفیان اور حضور اکرم ﷺ کی مزید گفتگو کا ذکر بھی کیا ہے چنانچہ ابوسفیان نے کہا:

> **یا محمد استنصرت الھی و استنصرت الٰھک فواللہ ما لقیتک مرة الا ظفرت علی ، فلو کان الٰھی محقا و الٰھک مبطلا غلبتک فتشھد ابو سفیان ان محمدً رسول اللہ ۔**

اے محمد ﷺ! میں نے اپنے معبود کو مدد کے لئے پکارا اور تم نے اپنے معبود کو مدد کے لئے پکارا پس قسم بخدا میں جب بھی تیرے مقابلے پر آیا تو تم مجھ پر غالب آگئے پس اگر میرے معبود حق پر ہوتے،

اور تیرا معبود باطل ہوتا تو میں تجھ پر غالب آجاتا۔ پھر ابوسفیان نے محمد رسول اللہ کا اقرار کیا۔

اس کے بعد ابوسفیان نے کہا اے محمد! تم نے گرے پڑے اور جانے انجانے لوگوں کو لایا ہے جن کے ذریعہ سے اپنے خاندان کے لوگوں کو مروا رہے ہو؟ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا اے ابوسفیان تم ایک ظالم اور فاسق فاجر آدمی ہو تم لوگوں نے صلح حدیبیہ کے معاہدہ میں غداری کی اور حرم شریف میں بنوخزاعہ پر ظلم وتجاوز کیا اور حرم کے امن کو پامال کیا، ابوسفیان نے کہا کہ یارسول اللہ! یہ قریش پھر بھی آپ کا قبیلہ ہے آپ کو مارنا تھا تو ہوازن کو مار سکتے تھے جو رشتہ وقربت میں بعید تر ہیں اور آپ کے سخت دشمن ہیں حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ انشاء اللہ جب مکہ فتح ہو جائے گا تو ہوازن وغیرہ کی کمر ٹوٹ جائے گی اور پھر ان کی بھی باری آئے گی کیونکہ۔

زندگی کیفی اسی حسن عمل کا نام ہے
کفر کو نابود حق کو جاوداں کرتے چلو

ابوسفیان کو عارضی اعزاز دیا جارہا ہے

جب ابوسفیان نے زبان سے اسلام کا اقرار کیا اور ان کی جان بخشی ہوگئی تو حضرت عباس ؓ نے حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں یہ عرض کی کہ یارسول اللہ! آپ کو معلوم ہے کہ ابوسفیان حب جاہ کا شوقین اور قیادت وسیاست اور نام ونمود کا عاشق ہے اب یہ اسلام بھی لاچکا ہے اور واپس مکہ جائے گا تو قریش مکہ کے سامنے اپنا کوئی کارنامہ ظاہر کرنا چاہے گا لہذا آپ اس کو کوئی عارضی اعزاز عطا فرمائیں تاکہ یہ اس پر فخر کرسکے۔ ابوسفیان بھی اس بات کو چاہتا تھا کہ اہل مکہ کی جان بخشی ہوجائے اور میرے حوالہ سے ہوجائے، بہر حال حضور اکرم نبی معظم فاتح اعظم ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص ابو سفیان کے گھر میں داخل ہوگیا وہ امن میں ہوگا ابوسفیان کا گھر دارالامن قرار دیا گیا ابوسفیان نے کہا کہ میرے گھر میں کتنے آدمی آسکیں گے؟ یہ امان ناتمام ہے حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص مسجد حرام میں داخل ہوگیا وہ بھی امن میں ہوگا، ابوسفیان نے کہا کہ سارے قریش مسجد حرام میں بھی نہیں سماسکیں گے حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ اچھا جس شخص نے اپنے گھر کا دروازہ بند کیا اور اسلحہ پھینک دیا وہ امن میں ہے، امن کے الفاظ اس طرح تھے:

من دخل دار ابی سفیان فهو آمن ومن دخل المسجد فهو آمن ومن اغلق علیه الباب فهو آمن ومن القی السلاح فهو آمن ۔

یعنی جو کوئی ابوسفیان کے گھر داخل ہوا وہ امن میں ہے جو مسجد حرام میں داخل ہوا وہ امن میں ہے جس نے اپنے گھر کا دروازہ بند کر دیا وہ امن میں ہے اور جس نے اسلحہ رکھ دیا وہ امن میں ہے۔ اس پر ابوسفیان نے کہا کہ ہاں اب امن کا دائراہ وسیع ہو گیا، ابوسفیان یہ اعزاز اور امتیاز لے کر مکہ کی طرف روانہ ہونے لگا تا کہ جا کر اہل مکہ میں باواز بلند امن کا اعلان کرے اور امن کا پیغام سنائے لیکن حضور اکرم ﷺ نے حضرت عباس ؓ سے فرمایا کہ ابوسفیان پر رعب بٹھلانے کے لئے اس کو افواج اسلامیہ کا نظارہ کرادو اس کو ایک بلند جگہ پر بٹھلادو۔

ابوسفیان نے بلند چوٹی پر بیٹھ کر کیا دیکھا؟

حضرت عباس ؓ نے ابوسفیان کو ایک تنگ گھاٹی کی بلند چوٹی پر بٹھلا دیا تا کہ ابوسفیان محمدی کچھار کے شیروں اور افواج اسلام کے دلیروں کو دیکھیں اور اندازہ کرے کہ قانون اسلام دنیا کے تمام قوانین پر غالب ہونے کے لئے اترا ہے اور محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں اور گلشن نبوی کے شاہین کفار پر بڑے سخت ہیں کفار پر تیز اور دلیر ہیں اور آپس میں نرم وشفیق ہیں چنانچہ جہاں سے لشکر اسلام کی گذرگاہ تھی، وہیں ایک بلند چوٹی پر ابوسفیان کو لشکر اسلام کے نظارہ کرنے کے لئے بٹھا دیا گیا اور سامنے سے گلشن اسلام کے بلبل چہکتے ہوئے گذرنے لگے جیسا کہ پہلے معلوم ہو چکا ہے کہ دس ہزار کے اس لشکر میں مختلف قبائل کے مختلف دستے تھے اور سب کے پاس بطور نشان الگ الگ جھنڈے بھی تھے، حضرت عباسؓ نے جب ابوسفیان کو پہاڑ کی اس چوٹی پر روکا تو ابوسفیان نے کہا اے بنو ہاشم! کیا میرے ساتھ وعدہ خلافی اور غداری کر رہے ہو؟ کہ پہلے امن دیدیا اب یہاں پر روک لیا حضرت عباس ؓ نے فرمایا کہ خاندان نبوت میں دھوکہ نہیں ہوتا، مجھے آپ سے ایک کام ہے کچھ دیر کے لئے رک جاؤ ادھر نبی اکرم فاتح اعظم نے مرالظہر ان سے افواج کو مکہ مکرمہ کی طرف چلنے کا حکم دیدیا۔

سب سے پہلے ایک ہزار کا دستہ لئے ہوئے اور جھنڈے اٹھائے ہوئے سیف من سیف اللہ شیر اسلام حضرت خالد بن ولید ؓ کا دستہ گھاٹی سے گذرنے لگا، ابوسفیان نے حضرت عباسؓ سے پو

چھا کہ یہ کون لوگ ہیں حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھی ہیں ابو سفیانؓ نے کہا کہ ارے وہ نوعمر لڑکا خالد؟ حضرت عباسؓ نے فرمایا ہاں حضرت خالدؓ جب اپنے دستہ کے ساتھ ابوسفیان کے بالکل قریب ہوگئے اور ان کے پہلو سے گذرنے لگے تو آپ نے زوردار انداز سے نعرۂ تکبیر بلند کیا تین بار اللہ اکبر کا نعرہ لگا کر علاقہ تکبیروں کے گونج سے لرز اٹھا اور جو کچھ ابوسفیان پر گذرا ہوگا اس کو نہ پوچھو۔ ابوسفیان نے کہا میں ان لوگوں کا مقابلہ کہاں کرسکتا ہوں۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے بعد حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ اپنے پانچ سو ساتھیوں کے ساتھ سیاہ جھنڈے اٹھائے ہوئے گذرنے لگے تو ابوسفیان نے کہا اے عباس! یہ کون لوگ ہیں حضرت عباسؓ نے فرمایا کہ حضور اکرم ﷺ کے پھوپھی زاد بھائی زبیر بن عوامؓ ہیں ابوسفیان نے کہا ان کا مقابلہ کون کرسکتا ہے۔ پھر بنوغفار کے تین سو مجاہدین جھنڈا تھامے ہوئے جب ابوسفیان کے پاس سے گذرنے لگے تو سب نے ایک ساتھ نعرۂ تکبیر تین بار بلند کیا ابوسفیان نے کہا یہ کون ہے حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا بنوغفار ہیں ابوسفیان نے کہا کہ ان لوگوں سے لڑنے کی طاقت کس میں ہے؟ پھر بنواسلم کا دستہ چار سو جان فروشان اسلام کے ساتھ گذرا اور ابوسفیان کے سامنے تین بار نعرۂ تکبیر لگا کر چلا گیا ابوسفیان نے کہا ان کا کون مقابلہ کرسکتا ہے؟ پھر اس نے کہا کہ بنواسلم سے تو میری کبھی کوئی بات بگڑی نہیں تھی یہ لوگ آج میرے مقابلے پر کیوں آگئے؟ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے ابوسفیان یہ اسلام ہے ان لوگوں نے اسلام قبول کیا ہے اب اسلام کیلئے لڑ رہے ہیں ذاتی دشمنی کیلئے نہیں پھر پانچ سو کے دستے کے ساتھ بنوکعب یعنی خزاعہ کا گذر ہوا انہوں نے بھی تین بار زوردار نعرہ تکبیر ابوسفیان کے پہلو میں لگایا اور چلے گئے پھر قبیلہ مزینہ کے لوگ ایک ہزار لشکر کے ساتھ گزرے اور ابوسفیان کے پاس پہنچ کر نعرۂ تکبیر بلند کیا اور چلے گئے ابوسفیان نے کہا کہ یہ کون تھے؟ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا یہ مزینہ کے لوگ تھے ابوسفیان نے کہا کہ ان کا کون مقابلہ کرسکتا ہے یہ تو پہاڑوں سے اسلحہ کی جھنکار میں جا رہے ہیں اس کے بعد قبیلہ جھینہ کے لوگ آٹھ سو مجاہدین کے ساتھ گزرے چار جھنڈے اٹھائے ہوئے تھے اور ابوسفیان کے پہلو میں نعرۂ تکبیر تین دفعہ بلند کر کے نکل گئے پھر بنوبکر کا دستہ دو سو مجاہدین کے ساتھ جھنڈا اتھاما ہوا ابوسفیان کے پہلو سے

نعرۂ تکبیر بلند کرتا ہوا گذر گیا تو ابوسفیان نے کہا یہ کون لوگ ہیں حضرت عباس ؓ نے فرمایا یہ بنوبکر ہیں ابوسفیان نے کہا اچھا یہ وہ منحوس لوگ ہیں جن کی وجہ سے یہ لڑائی چھڑ گئی اور معاہدہ ٹوٹ گیا میں تو نہ معاہدہ میں حاضر تھا اور نہ توڑنے میں تھا لیکن جو کچھ ہونا تھا وہ ہو گیا حضرت عباس ؓ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں اسلام قبول کرنے کا ایک موقع فراہم کیا ہے پھر اس کے بعد بنولیث قبیلہ کے لوگ دوسو مجاہدین کے ساتھ ابوسفیان کے پاس سے گذرے اور چلے گئے اس کے بعد آخری دستہ قبیلہ اشجع کے لوگوں کا آ گیا جو تین سو شیروں پر مشتمل تھا ابوسفیان نے کہا کہ یہ لوگ تو محمد ﷺ کی دشمنی میں بہت سخت تھے یہ کیسے میرے مقابلے پر آ گئے؟ حضرت عباس ؓ نے فرمایا ان کے دلوں میں اب اسلام داخل ہو چکا ہے ابوسفیان خاموش ہو گیا۔

پھر ابوسفیان نے پوچھا کہ اب تک محمد ﷺ گذرے نہیں؟ حضرت عباس ؓ نے فرمایا کہ اب تک وہ نہیں آئے ہیں اگر تم اس دستے کو دیکھ لو گے جس میں رسول الملاحم فاتح اعظم ﷺ ہونگے تو تم خالص لوہے کے ساتھ گھوڑوں پر بہادر شیروں کو دیکھ لو گے ان کا مقابلہ کوئی نہیں کر سکے گا ابوسفیان نے کہا واقعی بات ہے ان لوگوں کا مقابلہ کون کر سکتا ہے؟ کیونکہ ۔

مومن ہیں بہادر ہیں مجاہد ہیں نڈر ہیں
اسلام کی عظمت کیلئے سینہ سپر ہے

ابوسفیان پر فاتح اعظم ﷺ کا گذرنا

حضرت عباس ؓ اور ابوسفیان کی یہی گفتگو جاری تھی کہ اتنے میں ایک ہرا ابھرا سبز رنگ کا چاق وچوبند دستہ نہایت شان وشوکت کے ساتھ نمودار ہوا جو اسلحہ میں غرق تھا جنگی گھوڑوں کے ٹاپوں سے بادلوں تک غبار اڑ رہا تھا مسلح جوان آگے پیچھے محافظانہ ومدافعانہ دوڑ لگا رہے تھے انصار و مہاجرین کا حسین آمیزش تھا ایک ہزار مسلح دستہ تھا، سارے جوان زرہ پوش تھے شان وشوکت اور عزت وعظمت کے کئی جھنڈے فضاء میں حرکت کرتے ہوئے لہرا رہے تھے بعض صحابہ کی صرف آنکھیں نظر آ رہی تھیں باقی جسم اسلحہ میں مستور تھا۔

فاروق اعظم ؓ عمر بن خطاب ؓ مکمل مسلح ہونے کے ساتھ ساتھ گرجدار آواز کے ساتھ آگے بڑھ رہے

تھے ابوسفیان نے حضرت عباسؓ سے پوچھا کہ شیر کی طرح یہ کون دھاڑتا ہوا آرہا ہے؟ حضرت عباسؓ نے فرمایا کہ یہ عمر بن الخطابؓ ہیں ابوسفیانؓ نے کہا قسم بخدا عمرؓ اور اس کا قبیلہ نہایت کمزوری کے بعد بڑا طاقت ور بن گیا حضرت عباسؓ نے فرمایا اے ابوسفیانؓ! یہ اسلام کی برکت ہے اور اللہ تعالیٰ اس اسلام کے ذریعہ سے جسے چاہتا ہے بلندی عطاء کرتا ہے شان وشوکت اور عزت وعظمت والے چاق وچوبند یہ دستے گذرتے رہے اور ابوسفیانؓ کی آنکھوں کو خیرہ بنائے ہوئے تھے کہ اتنے میں ایک علم بردار اپنی عظمت کا اسلامی جھنڈا لہراتا ہوا آیا اور آکر ابوسفیانؓ کے پہلو میں کھڑا ہوگیا اور زور سے کہنے لگا: " **یاابا سفیان الیوم یوم الملحمة الیوم تستحل الحرمة الیوم اذل اللہ قریشا.** ،، اے ابوسفیان! آج گھمسان کی جنگ کا دن ہے یاد رکھو آج کے دن بیت اللہ میں لڑائی حلال ہوگی ہوش کرو آج اللہ تعالیٰ قریش کو خوار کریگا۔ یہ جملے حضرت سعد بن عبادہؓ کے تھے جو قبیلہ انصار کے سردار تھے ابوسفیان نے جب جرأت وشجاعت کے یہ جملے سن لئے تو حواس باختہ ہوگیا اور جسم پر کپکپی طاری ہوگئی اور مدہوشی کے عالم میں حضرت عباسؓ سے پوچھا یہ کون لوگ ہیں حضرت عباسؓ نے فرمایا کہ یہ حضور اکرم ﷺ کے وفادار مدینہ منورہ کے انصار ہیں اور انہیں کے جلو میں سردار انبیاء اور سرتاج اتقیا جیش الانبیاء والمرسلین تشریف لارہے ہیں یہ گفتگو ہو رہی تھی کہ اتنے میں آفتاب عالمتاب اور چودھویں کے چاند فداہ ابی وامی عزت وعظمت کے ساتھ نمودار ہوئے، حضور اکرم ﷺ جب ابوسفیان کے پاس سے گزرنے لگے تو ابوسفیان نے نہایت عاجزی سے کہا یارسول اللہ! آپ نے سعد بن عبادہ کو اپنی قوم کے قتل کرنے کا حکم دیا ہے؟ کیونکہ سعدؓ تو کہتا ہے کہ آج تمام حرمتیں پامال ہونگی اور گھمسان کی جنگ ہوگی حضور اکرم ﷺ نے فرمایا۔

كذب سعد، یاابا سفیان الیوم یوم المرحمة یعز اللہ فیه قریشا، هذا یوم یعظم اللہ فیه الكعبة.

یعنی سعد نے غلط کہا ہے آج کا دن تو رحمت کا دن ہے جس میں اللہ تعالیٰ قریش کو عزت عطا کرے گا آج کے دن بیت اللہ کی عزت وعظمت کو اللہ تعالیٰ بڑھائے گا اور بیت اللہ کو غلاف پہنادیا جائے گا۔ حضرت سعدؓ کی اس دھمکی سے خواتین بھی گھبرا گئیں چنانچہ ایک خاتون نے اپنی پریشانی

کا اظہار اپنے شعر میں اس طرح کیا۔

یانبی الھادی الیک لجاء
حی قریش ولات حین لجاء

اے ہدایت والے نبی! آج قریش آپ کی پناہ میں آنا چاہتے ہیں جبکہ پناہ کا وقت نہیں ہے۔

حین ضاقت علیھم سعة
الارض وعاداھم الہ السماء

کیونکہ ان پر زمین باوجود وسعت کے تنگ ہو چکی ہے اور آسمان کا رب ان سے جنگ پر اتر آیا ہے۔

ان سعدا یریدقاصمة الظھر
باھل الحجون والبطحاء

سعد بن عبادہ اہل مکہ اور قریش کی کمر توڑنا چاہتا ہے۔

خزرجی لو یستطیع من الغیط
رمانا بالنسر والعواء

یہ انصاری خزرجی شخص ہے اگر غضب کی حالت میں ہم پر غالب آ گیا تو ہمیں کتوں اور چیلوں کے سامنے کاٹ کر پھینک دیگا۔

فانھینہ فانہ اسدالاسود
واللیث والغ فی الدماء

ان کو آپ منع کر دیں ورنہ یہ کامل شیر ہیں اور شیر کی عادت خون چوسنا ہے۔

ان اشعار کے سننے کے بعد حضور اکرم ﷺ نے حکم دیا کہ اسلامی جھنڈا اسعدؓ سے لے لیا جائے اور ان کے بیٹے قیس بن سعد رضی اللہ عنہ کو دیا جائے تاکہ ان کو تنبیہ بھی ہو جائے اور اعزاز بھی ان کے بیٹے کے ہاتھ میں رہے اور قریش کی گھبراہٹ بھی ختم ہو جائے ابوسفیان نے حضرت عباسؓ سے کہا کہ آپ کے بھتیجے کی یہ بادشاہت تو بہت بڑھ گئی؟ حضرت عباسؓ نے فرمایا اے ابوسفیان ہوش کرو یہ حکومت و بادشاہت نہیں یہ نبوت ہے ابوسفیان نے کہا واقعی آپ نے سچ فرمایا۔

بدلتے ہیں یہ آسماں کیسے کیسے

انصار کے بعد مہاجرین کا وہ مختصر گروہ چلا آیا جس میں فلک اسلام کا ماہتاب جلوہ افگن تھا اور جنگ کا سیاہ نشان حضور اکرم ﷺ کے پھوپھی زاد بھائی زبیر بن عوامؓ تھامے ہوئے تھے آپ ﷺ اس روز سیاہ عمامہ باندھے ہوئے اسی قصوا اونٹنی پر سوار تھے جس پر مکہ سے ہجرت کرتے وقت غار ثور اور مدینہ کیلئے سوار ہوئے تھے اور بکمال شوق وذوق سورۂ فتح کی وہ شروع کی آیتیں پڑھتے جاتے تھے جن میں اللہ تعالیٰ نے اس فتح عظیم کا آپ ﷺ کو مژدہ سنایا تھا اور واقع ہونے سے بہت پہلے اس مبارک دن اور عظیم انقلاب کی بشارت دی تھی۔

ایک زمانہ وہ تھا کہ عقبہ بن ابی معیط نے قریش کی ترجمانی کر کے حضور اکرم ﷺ کی ہجرت پر اس طرح طنز کا شعر کہا تھا۔

یاراکب الناقة القصواء هاجرنا
عمافليل ترانی راکب الفرس

اے قصوا اونٹنی پر سوار ہو کر ہم سے بھاگنے والے عنقریب تم مجھے گھوڑے پر سوار حملہ آور دیکھو گے۔

اعل رمحی فیکم ثم انهله
والسیف یاخذمنکم کل ملتبس

میں اپنے نیزے کو بار بار تمہارے خون سے سیراب کروں گا اور میری تلوار تمہارے جوڑ جوڑ مارے گی۔

اور آج وہ زمانہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ دس ہزار لشکر جرار کے ساتھ اسی قصواء اونٹنی پر سوار فاتحانہ انداز سے مکہ میں داخل ہو رہے ہیں ایک زمانہ وہ تھا کہ اہل مکہ نے حضور اکرم ﷺ کو ہر طرح کی اذیتیں پہنچائی قریش کا جو شخص جس وقت جہاں پر حضور اکرم ﷺ کو گالیاں بکنا چاہتا بک لیتا اور آج وہ وقت آیا کہ آپ اہل مکہ پر شفقتوں اور رحمتوں کی بارش برسا رہے ہیں ایک زمانہ وہ تھا کہ حضور اکرم ﷺ صرف ایک رفیق غار کو لے کر اندھیری رات میں اپنے وطن مالوف چھوڑ کر مکہ سے مدینہ منورہ کی طرف نکل گئے تھے اور آج وہ وقت ہے کہ سردار دو جہاں دس ہزار لشکر جرار کی کمان سنبھالے ہوئے دن کے اجالے میں مکہ مکرمہ میں فاتحانہ انداز سے تشریف لا رہے ہیں ایک وہ زمانہ

تھا کہ مکہ مکرمہ کا بچہ بچہ حضور اکرم ﷺ کی جان کا دشمن بنا ہوا تھا اور خون کا پیاسا تھا اور آج وہ وقت ہے کہ قریش مکہ کے بڑے بڑے سردار حضور اکرم ﷺ کے قدموں کو چومنے کیلئے بیتاب نظر آ رہے ہیں، ایک زمانہ وہ تھا کہ مکہ کے سرکش سردار حضور اکرم ﷺ کو ہر وقت مکہ سے بھگانے کی فکر میں لگے رہتے تھے اور آج وہ وقت ہے کہ اسی قسم کے سرکش لوگ خود مکہ سے بھاگ رہے ہیں۔ سچ ہے "تلک الایام نداولھا بین الناس"۔ یہ مختلف ادوار ہیں جو لوگوں میں ہم بدلتے رہتے ہیں۔

دنیا کے بت کدوں میں وہ پہلا گھر خدا کا
ہم اس کے پاسباں ہیں وہ پاسباں ہمارا
تیغوں کے سائیوں میں پل کر جواں ہوئے ہم
خنجر بلال کا ہے قومی نشاں ہمارا
مغرب کی وادیوں میں گونجی اذاں ہماری
تھمتا نہ تھا کسی سے سیل رواں ہمارا
سالار کارواں ہے میر حجاز ا اپنا
اس نام سے ہے باقی آرام جاں ہمارا

ابوسفیان قریش کو اطلاع دے رہا ہے

حضور اکرم ﷺ ابھی تک مکہ میں داخل نہیں ہوئے تھے البتہ مرالظہران سے مکہ کی طرف روانہ ہو چکے تھے اس وقت قریش مکہ کو بھی معلوم ہو گیا تھا کہ رسول اللہ ﷺ مدینہ سے مکہ کی طرف نکل چکے ہیں ہاں ان کو یہ معلوم نہیں تھا کہ حضورا کا ارادہ ھوازن کی طرف ہے ہے یا ثقیف سے لڑائی کا خیال ہے یا اہل مکہ پر چڑھائی کا ارادہ ہے حضرت عباسؓ کو تو معلوم تھا کہ حضور اکرم ﷺ اہل مکہ کی طرف جا رہے ہیں ابوسفیان کو بھی اس میں کوئی شبہ باقی نہیں رہا تھا اس لئے حضرت عباسؓ نے ابوسفیان سے کہا:

فانج ویحک فادرک قومک قبل ان یدخل علیھم.

تجھے ہلاکت ہو خود بچاؤ کر کے نکل جاؤ اور حضور اکرم ﷺ کی چڑھائی سے پہلے پہلے اپنی قوم

کو بچالو۔ یہ مشورہ سن کر ابوسفیان اہل مکہ کی طرف دوڑ کر چلے گئے تا کہ ان کو اطلاع کرے چنانچہ جب ابوسفیان مکہ پہنچ گئے تو زور زور سے چیخنے لگے کہ اے لوگو! اسلام قبول کرلو یا میرے گھر میں داخل ہو جاؤ، بچ جاؤ گے۔ لوگوں نے کہا اے بیوقوف! تیرے گھر میں آخر کتنے آدمی پناہ کیلئے سما سکیں گے؟

ابوسفیان نے کہا لوگو! بچو اپنے آپ کو بچاؤ، محمد ﷺ لشکر جرار کے ساتھ تمہارے سروں پر پہنچ چکا ہے خدا کی قسم! ان کا مقابلہ کوئی نہیں کرسکتا ہے جو میرے گھر میں داخل ہو گیا وہ امن میں ہے جو بیت اللہ اور مسجد حرام میں داخل ہو گیا وہ امن میں ہے اور جس نے اسلحہ پھینک کر اپنے گھر کا دروازہ بند کردیا وہ بھی امن میں ہے۔ یہ عام اعلان سن کر لوگ بھاگنے لگے کوئی حرم کی طرف جارہا ہے تو کوئی ابوسفیان کے گھر کی طرف دوڑ رہا ہے اور کوئی اپنے گھر کا دروازہ بند کر کے کرفیو پر عمل کرر ہا ہے۔ ابوسفیان کی بیوی ہندہ نے جب ابوسفیان کا اعلان سنا تو کہنے لگی اے لوگو! اس بدبخت کو قتل کردو یہ کسی قوم کا بدترین اور ناکام سفیر ہے یہ کہہ کر ہندہ نے ابوسفیان کی مونچھیں پکڑ کر کھینچ لی اور کہا کہ تم ایک بدبخت اور ناکام قاصد ہو ابوسفیان نے اہل مکہ کے سامنے پھر اعلان کیا کہ اے لوگو! اس بے عقل عورت کی باتوں میں آکر دھوکہ میں نہ پڑو، خدا کی قسم! محمد سر پر آگئے ہیں اور ان کے ساتھ دس ہزار کا لشکر جرار ہے ہم میں مقابلہ کی سکت نہیں ہے وہ لوگ اسلحہ سے لیس ہیں لہذا امن حاصل کرنے کیلئے یا اسلام قبول کرلو یا اسلحہ رکھ کر گھروں میں بند ہو کر بیٹھ جاؤ یا میرے گھر میں آجاؤ یا مسجد حرام میں چلے جاؤ۔ چنانچہ لشکر اسلام کے پہنچنے سے پہلے پہلے لوگوں نے امن کے طریقے اپنا لیے، ہندہ نے اپنے گھر کا دروازہ بند کیا اور ابوسفیان سے کہا کہ تم نے ڈر کے مارے اسلام قبول کیا ہے اب تک مقابلہ کرتے رہے اور اب اسلام قبول کرر ہے ہو لہذا اب تم میرے گھر میں قدم رکھ کر داخل نہیں ہو سکتے بہر حال آج اسلام کا غلبہ ہے اسلام کا جھنڈا بلند ہے اور اہل مکہ کے کفار کا جھنڈا سرنگوں ہے اور کفر کا نظام ٹوٹ رہا ہے لشکر اسلام شیروں کی طرح گرج کے ساتھ آرہا ہے کیونکہ۔

خَلَقَ اللّٰہُ لِلْحُرُوْبِ رِجَالًا
وَرِجَالًا لِقَصْعَةٍ وَّثَرِیْدٖ

اللہ تعالیٰ نے بعض لوگوں کو جہاد کیلئے پیدا کیا ہے اور بعض کو قورمے اور ثرید کھانے کیلئے پیدا کیا ہے۔

مِنْ عَهْدِ عَادٍ كَانَ مَعْرُوْفًا لَنَا
اِسْرُ الْمُلُوْكِ وَقَتْلُهَا وَقِتَالُهَا

بادشاہوں سے لڑنا اور انہیں قید و قتل کرنا قدیم زمانہ سے ہمارے جانے پہچانے کارنامے ہیں۔

من كان يعلم ان الشهد مطلبه
فلا يخاف للدغ النحل من الم

جس شخص کا یہ عقیدہ ہے کہ ان کو شہد حاصل کرنا ہے تو وہ شہد کی مکھی کے ڈنگ مارنے سے نہیں ڈرتا ہے۔

مَوْتُ الشَّهِيْدِ حَيَاتٌ لَا نَفَادَ لَهَا
قَدْمَاتَ قَوْمٌ وَهُمْ فِيْ النَّاسِ اَحْيَاءُ

شہید کی جو موت ہے وہ قوم کی حیات ہے
شہید کا جو خون ہے وہ خون کی زکوۃ ہے

جفا کی تیغ سے گردن وفا شعاروں کی
کٹی ہے برسر میدان مگر جھکی تو نہیں

فاتح اعظم ﷺ کا مکہ میں فاتحانہ انداز سے داخلہ

فتح اعظم کا چھٹا مرحلہ

۱۷ رمضان ۸ ہجری وہ مبارک اور تاریخی دن تھا جس میں حضور اکرم ﷺ مر الظھران سے آگے بڑھ کر مکہ مکرمہ میں فاتحانہ انداز سے داخل ہوئے یہ بات یاد رہے کہ مر الظھران کو آج کل وادی فاطمہ کہتے ہیں یہ تنعیم سے کچھ فاصلہ پر ایک جگہ کا نام ہے حضور اکرم ﷺ کی زبان مبارک پر سورت فتح کی یہ آیتیں جاری تھیں۔

انا فتحنا لک فتحا مبينا ۝ ليغفر لک الله ما تقدم من ذنبک وما تاخر ويتم نعمته عليک ويهديک صراطا مستقيما ۝ وينصرک الله نصرا عزيزا ۝ (سورت فتح)

بے شک ہم نے آپ کو ایک کھلم کھلا فتح عطا کی، تا کہ اللہ تعالیٰ آپ کی اگلی پچھلی خطائیں معاف فرمادے اور آپ پر اپنے احسانات کی تکمیل کردے اور آپ کو سیدھے راستہ پر چلائے اور اللہ آپ

کو ایسا غلبہ دے جس میں عزت ہی عزت ہو۔

ان آیتوں کو آپ پڑھتے جاتے تھے اور اپنے دس ہزار کے لشکر جرار سے آگے بڑھتے جاتے تھے یہاں تک کہ جیش الانبیاء اور سردار اولیاء واتقیاء مقام تنعیم پر ایسے پہنچے جیسا آفتاب عالمتاب یکا یک عالم کائنات پر نمودار ہو کر طلوع ہو جاتا ہے آپ کے لشکر کے ایک حصہ میمنہ پر حضرت خالدؓ تعینات تھے اور دوسرے حصہ میسرہ پر حضرت زبیر بن عوامؓ مقرر تھے اور پیدل پلٹن پر ابو عبیدہ بن الجراحؓ امیر تھے۔

تنعیم پہنچ کر آپ ﷺ نے اپنی فوج کو دو حصوں میں تقسیم کیا اور الگ الگ راستوں پر چلنے کا حکم دیا حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو حضور اکرم ﷺ نے کدی کی طرف چلنے کا فرمایا اور خود حضور اکرم ﷺ نے جبل کدا کی طرف سے داخل ہونے کا فیصلہ فرمایا حضرت خالد رضی اللہ عنہ کی کمان میں قبیلہ اسلم، جھینہ، بنو سلیم، قبیلہ مزینہ اور غفار کے لوگ تھے حضور اکرم ﷺ نے ان سے فرمایا کہ اہل مکہ نے اوباش قسم کے لوگوں کو جنگ کیلئے اکٹھا کیا ہے اگر تم سے یہ لوگ لڑنے کیلئے آئیں تو سب کو کاٹ کر صاف کر دو اور پھر کوہ صفا پر آ کر مجھ سے ملو، یہ حکم فرما کر حضور اکرم ﷺ نے حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو روانہ کر دیا اور پھر فرمایا کہ ہم اس راستہ سے جائیں گے جہاں سے جانے کی قسم حسان نے کھائی تھی یاد رہے کہ حضرت حسان رضی اللہ عنہ نے اہل مکہ اور خاص کر ابوسفیان بن حارث رضی اللہ عنہ کو ان کے اشعار کے جواب میں ایک قصیدہ پڑھا تھا جس میں جبل کدا سے مکہ میں داخل ہونے کا وعدہ تھا اس قصیدہ کے چند اشعار ملاحظہ ہوں۔

الا ابلغ ابا سفیان عنا

فانت مجوف نخب هواء

اے مخاطب! ابوسفیان کو ہماری طرف سے کہدو کہ تم ایک بزدل بے ہمت اور بے اعتماد آدمی ہو۔

الا ابلغ ابا سفیان عنا

مغلغلة فقد برح الخفاء

اے مخاطب! ابوسفیان بن حارث کو میرا یہ زوردار پیغام پہنچا دو کیونکہ اب راز کھل گیا ہے۔

بان سیوفنا ترکتک عبدا

وعبد الدار سادتها الاماء

پیغام یہ کہ ہماری تلواروں نے تجھے غلام بنا کر چھوڑا ہے اور عبدالدار پر لونڈیاں حکمرانی کر رہی ہیں۔

هجوت محمدا فاجبت عنه
وعند الله فی ذاک الجزاء

تم نے محمد ﷺ کی ہجو کی تو میں نے اس کا جواب دیا ہے اور اس کا ثواب مجھے میرا رب دے گا۔

عدمنا خلینا ان لم تروها
تثیر النقع موعدها کداء

ہمارے گھوڑے ہلاک ہو جائیں اگر وہ غبار اڑاتے ہوئے مقام کدا سے تم پر چڑھ نہ دوڑے۔

ثکلت بنتی ان لم تروها
تثیر النقع من کنفی کداء

بلکہ میری بچیاں ہلاک ہو جائیں اگر ہمارے گھوڑے جبل کدا کے اطراف سے تم پر چڑھ نہ آئے۔

ینازعن الاعنة مصغیات
علی اکتفها الاسل الظماء

وہ گھوڑے سر جھکا کر لگاموں پر دباؤ ڈالیں گے اور ان کی پشتوں پر خون کے پیاسے نیزے ہونگے۔

تظل جیادنا متمطرات
یلطمهن بالخمر النساء

ہمارے عمدہ گھوڑے بارش میں بھیگے ہوئے آگے دوڑیں گے اور ان کو روکنے کیلئے عورتیں ان کے منہ پر دوپٹے ماریں گی۔

فاما تعرضوا عنا اعتمرنا
وکان الفتح وانکشف الغطاء

اس صورت میں یا تم ہمارے راستے سے ہٹ جاؤ گے تو ہم عمرہ کر لیں گے مکہ فتح ہو جائے گا اور ظلم کے پردے ہٹ جائیں گے۔

والا فاصبروا لجلاد یوم
یعز الله فیها من یشاء

ورنہ پھر گھمسان کی جنگ کا انتظار کرلو اس میں اللہ تعالیٰ جس کو چاہے گا عزت عطا کرے گا۔

وجبریل رسول اللہ فینا
وروح القدس لیس لہ کفاء

اور اللہ تعالیٰ کا فرشتہ جبرئیل علیہ السلام ہمارے ساتھ ہے اور جبرئیل امین کا مقابلہ کوئی نہیں کرسکتا ہے۔

وقال اللہ قد ارسلت عبدا
یقول الحق ان نفع البلاء

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں نے اپنے ایک بندے کو رسول بنا کر بھیجا ہے جو ہر وقت حق بات کرتا ہے۔

شھدت بہ فقوموا اصدقوہ
فقلتم لانقول ولانشاء

میں نے خود اس کی گواہی دی لہذا تم اٹھو اور اس کی تصدیق کرو تم نے کہا کہ ہم نہ ان کو چاہتے ہیں نہ تصدیق کرتے ہیں۔

وقال اللہ قدصیرت جندا
ھم الانصار عرضتھا اللقاء

پھر اللہ نے فرمایا میں نے انصار مدینہ کا ایک لشکر تیار کیا ہے جن کا کام ہی دشمن سے لڑنا ہے۔

لنا فی کل یوم من معد
سباب اوقتال اوھجاء

یہی وجہ ہے کہ روزانہ قریش سے ہمارا مقابلہ یا گالیوں سے ہوتا ہے یا لڑائی ہوتی ہے اور یا ہجوگوئی ہوتی ہے۔

فنحکم بالقوافی من ھجانا
ونضرب حین تختلط الدماء

پس جس نے اشعار سے ہماری مذمت کی ہم اشعار سے اس کا منہ توڑ جواب دیتے ہیں اور جب خون کی بات آتی ہے تو ہم تلوار سے کام لیتے ہیں۔

لسانی صارم لاعیب فیہ
وبحری لاتکدرہ الدلاء

میری زبان تیز دھار تلوار ہے جس میں کوئی عیب نہیں اور میرے اشعار کے سمندر کو ڈول وغیرہ گدلا نہیں کر سکتے۔

قارئین کرام کی معلومات کیلئے عرض ہے کہ یہاں دو لفظ ہیں ایک کدا، بروزن عصا ہے اور دوسرا کدی بروزن سمی ہے، کدا مکہ مکرمہ کے بالائی علاقوں میں ایک پہاڑ کا نام ہے جس کا ذکر حضرت حسان ؓ نے اپنے قصیدہ مذکورہ میں کیا ہے اور دھمکی دی ہے کہ ہم اسی راستہ سے اہل مکہ پر چڑھائی کرتے ہوئے آئیں گے، اس کو اعلیٰ مکہ کے نام سے بھی احادیث میں یاد کیا گیا ہے۔

دوسرا لفظ کدی ہے یہ بھی ایک پہاڑ کا نام ہے جو اسفل مکہ اور مکہ کے تحتانی علاقہ میں واقع ہے جس سے حضور اکرم ﷺ نے حضرت خالد ؓ کو ان کی فوجوں کے ساتھ روانہ کر دیا احادیث میں اس کا تذکرہ اسفل مکہ کے نام سے کیا گیا ہے اسی راستہ سے حضور اکرم ﷺ فتح مکہ کے بعد واپس مدینہ تشریف لے گئے تھے۔

بہر حال تنعیم سے حضور اکرم ﷺ نے حضرت زبیر ؓ کو جھنڈا دیکر روانہ فرمایا کہ اس کو مقام حجون میں جا کر نصب کر دو یا قیس بن عبادہ ؓ کو اس کام پر مامور کیا چنانچہ علمبردار آگے چلا گیا اور رسول اللہ ﷺ کیلئے خیمہ نصب کیا خیف بنی کنانہ ہو یا مقام حجون ہو یا شعب ابی طالب ہو یہ وہی مقام ہے جہاں کفار قریش نے بنو ہاشم سے سوشل بائیکاٹ کیلئے ظالم صحیفہ لکھ کر حلف نامے لئے تھے کہ آئندہ کسی طور پر بنو ہاشم سے لین دین اور میل جول نہیں کریں گے۔

چنانچہ حضور ﷺ نے اشارہ کر دیا کہ یہ اللہ تعالیٰ کا احسان ہے کہ آج وہی مقام ہمارے ہاتھ میں اور اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس کا مالک بنا دیا ہے خیمہ نصب کرنے کیلئے صحابہ کا ایک دستہ آگے آ گیا اور حضور اکرم ﷺ براستہ ربیع زاخر جبل کدا وادی محصب سے ہوتے ہوئے جنت المعلی اور مقام حجون پر پہنچے یاد رہے آج کل جبل کدا کے اس راستہ کو شارع الحج کے نام سے یاد کیا جاتا ہے آپ ﷺ سے بعض صحابہ نے پوچھا کہ آپ مکہ میں کس مکان میں ٹھریں گے حضور ﷺ نے فرمایا کہ عقیل نے مکہ میں ہمارا مکان چھوڑا کہاں ہے؟ سب کو فروخت کر کے پیسہ کھا لیا ہے پھر آپ نے پورا وقت مقام حجون کے اسی خیمہ میں گذارا یہیں سے بیت اللہ آتے جاتے رہے اور مکہ کے کسی مکان میں قیام نہیں

کیا حجۃ الوداع میں بھی اسی طرح کیا اس میں اشارہ تھا کہ ایک دفعہ جب میں نے مکہ سے ہجرت کی ہے تو اب کسی مکان میں قیام کر کے ہجرت کو کیوں نقصان پہنچاؤں۔

آپ ﷺ کا جنگی جھنڈا جہاں نصب کیا گیا تھا اس جگہ میں اب ایک مسجد ہے جو چھپرہ بازار کے پاس ہے اور جس کا نام ہی مسجد الرایہ ہے یعنی جھنڈے والی مسجد، اس تاریخی مسجد کی اس تاریخ کو چھپا لیا گیا ہے اور اب اکثر لوگوں کو اس کا پتہ بھی نہیں ہے اس راستے میں مسجد الفتح کے نام سے موسوم ہے مسجد رایہ کے اوپر ایک بلند وبالا کئی منزلہ مکان ہے جو حاجیوں سے کرایہ وصول کرنے کیلئے بنایا گیا ہے جس پر ہر وقت لائٹ روشن رہتی ہے اور اس پر لکھا ہے: "**دار نجد، شقق مفروشة ممتازة الایجار**. یعنی یہ دار نجد ہے اس میں کئی منزلیں ہیں اور ہر کمرہ میں قالین موجود ہے کرایہ کیلئے یہ اپنی نظیر آپ ہے۔" بندہ نے جب اس بورڈ کو دیکھا تو رونا آگیا کہ ہماری تاریخ ہماری قربانیاں ور ہمارے کارنامے سب کرایہ کے کمروں کے نذر ہوگئے، **انا للہ وانا الیہ راجعون**۔

بہر حال حضور اکرم ﷺ سیاہ عمامہ باندھے ہوئے اسلحہ سے لیس سر پر جنگی ٹوپی سیاہ جھنڈا لہراتے ہوئے قصواء اونٹنی پر سوار ۱۷ رمضان المبارک کو دن چڑھے مکہ میں داخل ہوئے صحابہ کا جم غفیر ہالہ قمر کی طرح چاروں اطراف سے آپ کو گھیرے ہوئے تھے کہ آپ مقام حجون اپنے قبہ میں آکر تشریف فرما ہوئے۔

نکتہ: حضور اکرم ﷺ اگر چاہتے تو مر الظہران سے چند گھنٹوں میں بیت اللہ شریف داخل ہو سکتے تھے لیکن آپ نے ایسا نہیں کیا بلکہ ایک طویل راستہ کو طے کر کے شہر سے باہر خیمہ نصب کر کے پھر تین دن بعد بیت اللہ تشریف لے گئے اس میں حکمت یہ بھی تھی کہ مکہ قریش کا شہر تھا جہاں سب کافر رہتے تھے وہ اگر چہ مقابلہ نہیں کر سکتے تھے لیکن شہر کے حالات اب تک مخدوش تھے لہذا اس طرح مخدوش حالت میں اندر جانا حکمت عملی اور جنگی قواعد کے خلاف تھا اس لئے حضور نے اس عظیم حکمت سے تمام طالبان مجاہدین کو ایک عملی درس دیا ہے کہ علاقوں کے فتح کرنے کے اصول وقواعد کیا ہیں اور احتیاطی تدابیر کس طرح ہیں اور اس پر کس طرح عمل کرنا چاہئے۔ (مولف)

ہاں یہاں یہ بات یاد رکھیں کہ تورات میں لکھا ہوا تھا کہ اے موسیٰ میں تیرے جیسے ایک عظیم الشان

نبی کو اٹھاؤں گا وہ فاران کی چوٹیوں سے ظاہر ہوگا۔ فاران کی چوٹیاں یہیں ہیں جس پر حضور ﷺ گزرے، بہرحال حضور اکرم ﷺ کی جب فتح مکہ کے اس مرحلہ میں مکہ مکرمہ کے مکانات پر نظر پڑی تو آپ بہت خوش ہوئے اور پھر اللہ تعالیٰ کی تعریف بیان کی اور شکر ادا کیا اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے فرمانے لگے کہ دیکھو جابر یہ وہی جگہ ہے جہاں قریش نے بیٹھ کر ظالم صحیفہ لکھا تھا یعنی بنوہاشم کو قید و بند میں شعب ابی طالب میں تین سال تک رکھا لیکن آج اللہ تعالیٰ کے حکم سے اور جہاد مقدس کی برکت سے حرم کے اصل وارث غالب ہو کر آرہے ہیں۔ سچ ہے۔

زورِ بازو آزما شکوہ نہ کر صیاد سے
آج تک کوئی قفس ٹوٹا نہیں فریاد سے

زندگی کیفی اسی حسن عمل کا نام ہے
کفر کو نابود حق کو جاوداں کرتے چلو

فاتح اعظم مقام حجون میں

مقام حجون یعنی جنت المعلیٰ کے پاس حضور اکرم ﷺ کا خیمہ نصب تھا جو عمدہ چمڑے کا تھا آپ نے اس میں قیام فرمایا اس وقت ام المومنین ام سلمہ اور حضرت میمونہؓ حضور ﷺ کے ساتھ تھیں حضرت کی صاحبزادی حضرت فاطمہؓ بھی تھیں یہاں ایک عجیب قصہ پیش آیا وہ اس طرح کے ابوطالب کی بیٹی ام ھانی جو حضور اکرم کی چچازاد بہن تھی ان کا مکان تو بیت اللہ کے قریب تھا جہاں سے حضور اکرم نے معراج کی رات سفر کیا تھا ان کا شوہر ھبیرہ تھا جو فتح مکہ کے دن اسلام سے نفرت وعداوت کی بنیاد پر مکہ سے نجران کی طرف بھاگ گیا تھا۔ ام ھانی فرماتی ہیں کہ میں اپنے مکان میں بیٹھی تھی کہ میرے گھر میں عبداللہ بن ربیعہ اور حارث بن ہاشم داخل ہوگئے یہ دونوں میرے سسرال کے آدمی تھے یعنی میرے دیور تھے ان دونوں نے میرے گھر میں داخل ہو کر پناہ اور جان بخشی کی درخواست کی، دونوں کفر پر قائم تھے، میں نے دونوں کو پناہ دیدی یہ دونوں میرے پاس ہی تھے کہ اچانک ایک شخص اسلحہ میں غرق اندر داخل ہوگیا وہ کامل سلاح شہسوار تھا میں اس کو نہیں جانتی تھی، میں نے اسے کہا حضور اکرم ﷺ کی چچازاد بہن ہوں اس نے کہا میرے قریب سے ہٹ جاؤ یہ کہہ کر اس نے چہرہ

سے نقاب ہٹایا تو معلوم ہوا کہ یہ حضرت علی رضی اللہ عنہ ہیں، میں نے کہا یہ تو میرا بھائی ہے میں اسے لپٹ گئی، اس کے بعد اس نے ان دو آدمیوں کو گھور گھور کر دیکھا اور تلوار سونت لی، میں نے ان دونوں پر ایک ٹاٹ ڈال دیا اور علیؓ سے کہا کہ تم مشرکوں کو پناہ دیتی ہو اور ان کے بچانے کی کوشش بھی کرتی ہو؟ میں نے کہا خدا کی قسم پہلے مجھے مارو گے بعد میں ان کو مارو گے، یہ سن کر علیؓ بمشکل نکل گئے اور میں نے دروازہ بند کر دیا اور ان دونوں سے کہا گھبراؤ نہیں۔

ام ہانی فرماتی ہیں کہ اس کے بعد میں مقام حجون میں حضور اکرم ﷺ کے خیمہ میں چلی گئی حضور موقع پر نہیں تھے البتہ فاطمہؓ موجود تھیں میں نے کہا دیکھو میرے بھائی علیؓ نے کتنی سختی کی کہ میری پناہ میں میرے دیوروں کو قتل کرنا چاہا، ام ھانی فرماتی ہیں کہ فاطمہؓ تو علیؓ سے بھی زیادہ سخت تھیں اس نے کہا تم مشرکوں کو پناہ دیتی ہو؟ یہ گفتگو جاری تھی کہ اتنے میں حضور اکرم ﷺ اندر تشریف لائے آپ پر جنگ کا غبار تھا آپ کے جسم پر ایک ہی کپڑا تھا آپ نے فرمایا خوش آمدید مرحبا مرحبا ام ہانی! میں نے کہا کہ مجھے اپنے بھائی علیؓ سے کتنی ہی تکلیف پہنچی؟ میں نے اپنے دو آدمیوں کو پناہ دیدی اور علیؓ نے گھر میں چھلانگ لگا کر انہیں قتل کرنا چاہا حضور اکرم ﷺ نے یہ سن کر فرمایا کہ ام ھانی نے جن کو پناہ دی ہے، ہم نے بھی ان کو پناہ دی ہے، اس کے بعد آپ ﷺ نے غسل کیا اور صلوۃ فتح کی آٹھ رکعات پڑھ لی، میں وہاں سے واپس آگئی اور اپنے دونوں پناہ گیروں سے کہا کہ آپ کو امان مل گیا ہے اب ادھر ٹھرو یا اپنے ہاں چلے جاؤ وہ دونوں دو دن میرے پاس رہے پھر اپنے ہاں چلے گئے، وہاں کسی نے شکایت کی کہ یا رسول اللہ! حارث اور ابن ابی ربیعہ دونوں خوب رنگ و روغن لگائے کھلے میدان میں آرام سے بیٹھے ہوئے ہیں حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ ان کو ہم نے امن دیدیا ہے ان کو کچھ نہ کہو۔

سیف اللہ خالد بن ولیدؓ میدان جنگ میں

فتح اعظم کا ساتواں مرحلہ

جیسا کہ پہلے لکھا جا چکا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو لشکر جرار دیکر تنعیم سے براستہ کدی ''اسفل مکہ'' سے داخل ہونے کا حکم دیا تھا چنانچہ حضرت خالدؓ اپنی بھاری فوج کے ساتھ اس راستہ سے داخل ہونے کے لیے روانہ ہو گئے، تنعیم سے آگے جا کر کچھ فاصلہ پر ایک محلّہ ہے جس کا

نام محلۃ الشہداء ہے یہاں شہداء کی قبریں ہیں ہوسکتا ہے کہ فتح مکہ کے شہداء کی ہوں اور ممکن ہے کہ کسی اور واقعہ کے شہداء کی قبریں ہوں، بہرحال آج کل یہ محلہ اسی نام سے موجود ہے یہاں سے ہوتا ہوا اسلام کا لشکر جرار حضرت خالدﷺ کی کمان میں خندمہ کی طرف آگے بڑھا یہ مکہ کے قریب ایک مشہور پہاڑ ہے اور اسی جگہ میں حضرت خالدؓ کے مقابلے کے لیے لوگ جمع تھے اور یہیں پر فتح مکہ کا مشہور معرکہ ہوا اس کی تفصیل اس طرح ہے۔

مقام خندمہ میں شدید جنگ

فتح مکہ کے دن لشکر اسلام میں مہاجرین کا جنگی شعار یا بنی عبدالرحمٰن تھا، انصار میں خزرج کا شعار یا بنی عبداللہ تھا اور قبیلہ اوس کا شعار یا بنی عبیداللہ تھا۔

حضرت خالدؓ کے ساتھ قبیلہ اسلم، بنوسلیم، مزینہ، جھینہ اور قبیلہ غفار کے شہسواران اسلام موجود تھے اہل مکہ اور کفار قریش کو جب معلوم ہوا کہ لشکر اسلام سر پر آپہنچا ہے تو مکہ کے تین سرداروں نے قسمیں کھائیں کہ ہم بزور شمشیر کبھی بھی مسلمانوں کو مکہ میں داخل نہیں ہونے دیں گے ماریں گے مر جائیں گے، بتوں کو بچائیں گے، مکہ کے سرداروں میں مشہور عکرمہ بن ابی جہل تھے دوسرا سہیل بن عمرو تھے اور تیسرا صفوان بن امیہ تھا ان تینوں نے بکر، ھذیل، اور دیگر قبائل کے لوگوں کو جنگ کے لئے جمع کرادیا اور قریش کے اوباش قسم کے لوگوں کو لشکر اسلام کے مقابلے کے لئے تیار کیا اور خندمہ مقام میں اکھٹے ہوکر پوزیشن سنبھالی سب کے سب اسلحہ سے لیس تھے اور ہر قسم جنگی تیاری کو مکمل کر چکے تھے اور سب کی زبان پر تھا ماریں گے یا مر جائیں گے، بتوں کو بچائیں گے۔

شرارت نہ کر حماس جی!!

اہل تاریخ نے یہاں ایک شخص حماس بن قیس کا ایک قصہ بھی نقل کیا ہے جو لشکر اسلام کے مقابلے میں ڈینگیں مار رہا تھا اور پھر دم دبا کر بھاگ گیا، قصہ یہ ہوا کہ حماس بن قیس نے جب یہ سنا کہ سرور کونین ﷺ لشکر جرار کے ساتھ مکہ میں داخل ہونے والے ہیں تو اس نے اپنا پرانا اسلحہ درست کرنا شروع کردیا، زرہ کی کڑیاں جوڑ رہا ہے اور تلوار، چھری اور برچھیاں سوہان پر گڑگڑ کر تیز کررہا ہے

خود کو سر پر رکھ آزما رہا ہے، بیوی نے اس کو دیکھ لیا تو دونوں کی اس طرح گفتگو ہوئی:

بیوی: حماس جی! یہ کیا کر رہے ہو کس سے لڑنے کی تیاری ہے؟

حماس: حماس نے بڑے جوش سے کہا اسلحہ درست کر رہا ہوں اس سے میں محمد اور اس کی فوج کو ماروں گا انہیں قتل کروں گا اور بعض کو قیدی بنا کر خادم بناؤں گا، جی بیوی جی! ایک خادم تجھے بھی دیدوں گا کیونکہ تجھے خادم کی بہت ضرورت ہے۔

بیوی: حماس کی بیوی نے کہا حماس جی مغفل نہ بنو، محمد اور ان کے ساتھیوں سے نہ لڑو، شرارت نہ کر حماس جی! خدا کی قسم جب تم محمد اور ان کے ساتھیوں کو دیکھ لوگے تو یہ اسلحہ سب غائب ہو جائے گا۔

حماس: حماس صاحب نے کہا چلو تم عنقریب دیکھ لوگی کہ کیا ہوگا، پھر اس نے کہا: ۔

هٰـــذَا سَلَاحٌ كَـــامِلٌ وَّأَلَّةْ
وَذُوْا غِـــرَارَيْـنِ سَـرِيْـعُ السَّـلَّةْ

یعنی یہ کامل اسلحہ اور سامان جنگ ہے دو دھاری تیز اور جلدی نکلنے والی تلوار ہے۔

جب خندمہ کا معرکہ گرم ہوا اور حضرت خالد بن ولیدؓ نے غضبناک شیر کی طرح گرجدار آواز سے کفار کو دھاڑ کر للکارا تو بڑے بڑے بہادروں کے اوسان خطا ہو گئے اور حماس صاحب نے راہ فرار اختیار کی، دم دبا کر بھاگتے بھاگتے اپنے گھر پہنچ گئے اور بدحواسی کے عالم میں دروازہ کھٹکھٹانا شروع کر دیا۔

بیوی: کون؟ کون؟ کون؟ جو اس طرح بدحواسی میں دروازہ مار مار کر توڑ رہا ہے۔

حماس: کھول؟ کھول؟ کھول؟ میں حماس ہوں میری جان نکلی جا رہی ہے دہشت زدہ ہوں خطرہ ہے۔

بیوی: میرے ساتھ جو خادم کا وعدہ کیا تھا وہ خادم کہاں ہے؟ میں تو آج پورا دن خادم کے انتظار میں بیٹھی تھی۔

حماس: یہ باتیں چھوڑ دو! دروازہ بند کر دو جس نے بھی اپنا دروازہ بند رکھا وہ امن میں ہوگا ورنہ نہیں۔

بیوی: میں نے تجھے نہیں کہا تھا کہ تم محمد اور ان کے ساتھیوں کا مقابلہ نہیں کر سکتے، ان سے مت لڑو اب کیسے بھاگے؟

حماس نے اب چند اشعار چسپاں کر کے اپنا عذر بیان کیا اور بھاگنے کو کارنامہ قرار دیا اور بیوی کو چپ

رہنے کی سخت تاکید کی اشعار اور اس کا ترجمہ حاضر خدمت ہے۔

انک لو شهدت یوم الخندمه
اذفر صفوان وفر عکرمه

ترجمہ: اے بیوی اگر خندمہ کی جنگ میں تم موجود ہوتی جبکہ صفوان اور عکرمہ بھاگ کھڑے ہوئے۔

وابوزید کالعجوز الموتمة
واستقبلتهم السیوف المسلمه

ترجمہ: اور ابوزید یعنی سہیل بن عمرو بوڑھی بیوہ عورت کی طرح کھڑا تھا اور مسلمانوں کی تلوریں سامنے سے چمک کر آرہی تھیں۔

یقطع کل ساعد وجمجمه
ضربا فلا یسمع الا غمغمه

ترجمہ: جو بازوں اور کھوپڑیوں کو کاٹ رہی تھیں اور ساتھ ساتھ بہادروں کی دھاڑنے کی آوازیں تھیں۔

وضربونا بالسیوف المسلمه
لهم زئیر خلفنا وغمغمة
لم تنطقی فی اللوم ادنی کلمة

ترجمہ: اسلامی تلواروں سے انہوں نے ہمیں خوب مارا ہمارے پیچھے وہ ایسے گرج رہے تھے جیسا شیر گرجتا ہے، یہ منظر اگر تم دیکھ لیتی تو مجھے ملامت کرنے میں ایک جملہ بھی نہ کہتی۔

یہ تھا حماس جی کا قصہ جو کچھ دیر پہلے کس طرح ڈینگیں مار رہا تھا اور اب کیسے بھاگ رہا ہے۔ سچ ہے۔

خَلَقَ اللّٰهُ لِلْحُرُوْبِ رِجَالاً
وَرِجَالاً لِقَصْعَةٍ وَّثَرِيْدٖ

اللہ تعالیٰ نے بعض لوگوں کو جہاد کیلئے پیدا کیا ہے اور بعض کو قورمے اور ثرید کھانے کیلئے پیدا کیا ہے۔

مِنْ عَهْدِ عَادٍ كَانَ مَعْرُوْفًا لَنَا
اِسْرُ الْمُلُوْكِ وَقَتْلُهَا وَقِتَالُهَا

بادشاہوں سے لڑنا اور انہیں قید و قتل کرنا قدیم زمانہ سے ہمارے جانے پہچانے کارنامے ہیں۔

سکھا یا ہے ہمیں اے دوست طیبہ کے والی نے
کہ بوجہلوں سے ٹکرا کر ابھرنا عین ایمان ہے
جہاں باطل مقابل ہو وہاں نوک سنان سے بھی
برائے دین اسلام رقص کرنا عین ایمان ہے

بڑے بڑے سردار میدان سے کیسے کیسے بھاگے؟

قریش کے جو سردار مقام خندمہ میں مسلح ہو کر اکٹھے ہو چکے تھے اور قسمیں کھائی تھیں کہ ماریں گے یا مر جائیں گے لیکن بتوں کو بچائیں گے۔ ابو جہل کا بیٹا الگ اپنی بہادری پر ناز کر رہا تھا سہیل بن عمرو اپنی بہادری اور تدبیر اور ہوشیاری پر مغرور تھا، صفوان بن امیہ اپنی شجاعت اور تجربہ کاری اور آزمودہ کار ہونے پر فخر کر رہا تھا، ابن خطل مکہ سے اسلحہ میں غرق ہو کر خندمہ کی طرف دوڑ دوڑ کر آیا ایک عمدہ گھوڑے پر سوار تھا، سانپ کی طرح لمبا عمدہ نیزہ ہاتھ میں ہلا رہا تھا راستے میں کچھ عورتوں نے گھوڑوں کو روکنے کی کوشش کی تو ابن خطل نے ان کی پٹائی کر کے کہا کہ خدا کی قسم! مسلمان مکہ میں داخل نہیں ہو سکتے یہاں تک کہ تلواروں کے ایسے گہرے کھلے زخم ان میں نہ آئیں جیسا کہ مشکیزہ کا منہ ہوتا ہے۔

جب ابن خطل خندمہ پہنچ گیا اور اس نے لشکر اسلام کو دیکھا کہ شہسوار ہیں، گھوڑے ہیں، تلواریں ہیں، نیزے ہیں، ایمان بھرا لشکر سمندر کی طرح ٹھاٹھیں مار رہا تھا چمکدار تلواریں ٹکرا رہی تھیں اور نیزے سانپوں کی طرح حرکت کر رہے تھے کفر مغلوب ہو رہا تھا اور ایمان غالب آ رہا تھا، ابن خطل نے یہ منظر دیکھا تو اس پر ایسا رعب چھا گیا کہ جسم پر کپکپی طاری ہو گئی اور وہیں سے بھاگنے لگا بھاگتے بھاگتے کعبہ تک آ گیا اور بیت اللہ کے پردوں میں لپٹ کر چھپ گیا کہ جان بچ جائے۔

عکرمہ اور صفوان اور سہیل بن عمرو نے بھی مقابلہ کی کوشش کی لیکن جب سیف اللہ خالدؓ مرد مومن، مرد مجاہد اور مرد بہادر نے چیخ ماردی اور ان کو للکار کر حملہ کر دیا تو یہ لوگ ریت کا ٹیلہ ثابت ہو گئے اور سوائے بھاگنے کی کوئی صورت سمجھ میں نہ آئی، عکرمہ تو بھاگتے بھاگتے بھاگتے کوفہ کے قریب پہنچ گیا اور سہیل وصفوان نے بھاگ کر مکہ میں اپنے گھروں میں پناہ لی، کیونکہ ابو سفیان اب بھی امن کا اعلان کر رہا تھا

کہ اے قریش ! اپنے آپ کو تباہ نہ کرو میرے گھر میں آؤ یا اپنے گھروں میں پناہ لو بچ جاؤ گے۔ سرداروں کے بھاگنے سے عوام الناس بھی بھاگے، قبیلہ ھذیل اور بنو بکر کے لوگ ایسے بھاگے کہ مڑ کر دیکھا بھی نہیں، اس بدترین بھگدڑ میں مسلمانوں نے ان کا پیچھا کیا اور حزورہ مقام پر ان کے کافی لوگوں کو مارا وہ لوگ اسلحہ پھینک کر ہر طرف بھاگنے لگ گئے کچھ تو پہاڑوں پر چڑھ گئے اور کچھ گھروں میں چھپ گئے اسلحہ سے گلیاں بھری پڑی تھیں جو شکست خوردہ کفار نے پھینکا تھا۔

مسلمانوں نے اس تمام اسلحہ کو اکھٹا کیا اور سیف اللہ خالدؓ خندمہ سے آگے حارۃ الباب کی طرف بڑھنے لگے اس معرکہ میں کفار کے ۲۴ آدمی مارے گئے، بیس بنو بکر کے تھے اور چار ہذیل سے کٹ گئے تھے، اور ایک روایت میں علامہ واقدی نے ۷۰ کافروں کے مارنے کا لکھا ہے بہر حال اسلام غالب آ گیا اور کفر نے جان توڑ دی۔ کوئی سردار مرا پڑا ہے اور کوئی اپنے گھر میں محبوس ہے اور لشکر اسلام اپنے آب و تاب کے ساتھ آگے بڑھ رہا ہے کیونکہ

زندگی کیفی اسی حسن عمل کا نام ہے
کفر کو نابود حق کو جاوداں کرتے چلو

زور بازو آزما شکوہ نہ کر صیاد سے
آج تک کوئی قفس ٹوٹا نہیں فریاد سے

لِلضَّرْبِ وَالْحَرْبِ اَقْوَامٌ لَهَا خُلِقُوْا
وَلِلدَّوَاوِيْنَ حُسَّابٌ وَكُتَّابٌ

لَنَا فِيْ كُلِّ يَوْمٍ مِنْ مَعْدٍ
سِبَابٌ اَوْ قِتَالٌ اَوْ هِجَاءٌ

یعنی ہمارا قریش سے روزانہ قتل و قتال گالیوں اور مذمتوں کا سلسلہ جاری رہتا ہے۔

حضور اکرم ﷺ نے تلواروں کی چمک دیکھی

حضور اکرم ﷺ نے دیکھا کہ میدان میں لڑائی ہو رہی ہے اور طرفین کی تلواریں چمک رہی ہیں تو آپ ﷺ نے پوچھا کہ یہ کیا ہو رہا ہے؟ کیا میں نے یہ حکم نہیں دیا تھا کہ جو لوگ لڑنے نہیں آتے ان

سے مت لڑو اور جو لڑنے کے لئے سامنے آ جاتے ہیں ان کو کاٹ کر صفا پہاڑی پر آ کر مجھ سے ملو، ایک صحابی نے جواب دیا کہ یارسول اللہ ﷺ خالد بن ولیدؓ نے لڑائی میں پہل نہیں کی بلکہ پہلے کفار نے میدان میں آ کر لڑائی شروع کی پھر خالدؓ نے جوابی کاروائی کی حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ جو فیصلہ اللہ نے کیا اسی میں خیر ہے جو کچھ ہو گیا سو ہو گیا۔

البدایہ والنہایہ میں علامہ ابن کثیر نے یہاں ایک عجیب بات نقل کی ہے لکھتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ایک آدمی کو خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی طرف روانہ کیا اور فرمایا کہ جا کر خالد سے کہدو کہ جنگ سے ہاتھ کھینچ لو، یہ شخص حضرت خالدؓ کے پاس جا کر کہنے لگے: "**ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقول اقتل من قدرت علیہ.**" یعنی جس پر قابو پالو اسے قتل کردو، حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے اس فرمان کے بعد کفار کا قتل شروع کر دیا یہاں تک کہ کافروں کے ستر آدمی مارے گئے حضور اکرم ﷺ کو جب معلوم ہوا تو خالد رضی اللہ عنہ کو بلایا اور پوچھا کیا میں نے تجھے لڑنے سے منع نہیں کیا تھا حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ آپ کے قاصد نے مجھے پیغام دیا تھا کہ جس پر میں قدرت پالوں اسے قتل کردوں، حضور اکرم ﷺ نے اس شخص کو بلا کر پوچھا کہ میں نے تجھے کیا کہا تھا؟ اس شخص نے جواب دیا کہ ایک کام آپ نے چاہا اور ایک اللہ نے چاہا جو اللہ نے چاہا وہی ہو گیا میں نے بڑی کوشش کی مگر میری زبان سے خود بخود بے اختیار وہی جملے جاری ہوئے، جو خالدؓ نے سنے اور پھر کاروائی کی، حضور اکرم ﷺ یہ سن کر خاموش ہو گئے۔

سیف اللہ خالد رضی اللہ عنہ مکہ کی طرف بڑھ رہے ہیں

جب لشکر اسلام سیف اللہ خالد رضی اللہ عنہ کی کمان میں خندمہ سے حارۃ الباب کی طرف بڑھنے لگا تو آپ کے دو ساتھی اسلامی فوج سے الگ ہو کر کسی اور راستے پر چل پڑے جن کو کفار نے تنہا پا کر شہید کر دیا فتح مکہ کے اس معرکہ میں صرف یہی دو صحابی شہید ہو گئے ہیں جن میں ایک کا نام کرز بن جابر رضی اللہ عنہ اور دوسرے کا نام خنیس تھا حضرت خالدؓ جب آگے بڑھ رہے تھے تو آپ کی زبان پر رجز کے چند اشعار بھی تھے، دو شعر یہ ہیں۔

اذا ما رسول اللہ فینا رئیتنا

كلجة بحر نال فيها سريرها

ترجمہ: جب حضور اکرم ﷺ ہمارے درمیان ہوتے ہیں تو ایسا لگتا ہے کہ سمندر کی موجوں میں تخت شاہی سجا ہوا ہے۔

اذا ما ارتدينا الفارسية فوقها
ردينية يهدي الاصم خريرها

ترجمہ: جب ہم فارسی نیزوں پر یمنی نیزے سجاتے ہیں تو اس کی جھنکار بہرے کو بھی راہ راست پر لاتی ہے۔ یعنی تلواروں کی ایسی جھنکار ہوتی ہے کہ بالکل بہرہ آدمی بھی آواز سن کر سیدھے راستے پر چل پڑنے لگتا ہے۔

بہر حال اسلام کا یہ عظیم لشکر حارۃ الباب سے ہوتا ہوا اس مقام پر پہنچا جہاں آج کل ایک مسجد موجود ہے حضرت خالدؓ نے اپنا جنگی جھنڈا یہیں پر نصب کیا تھا اور اسی وجہ سے وہاں پر تاریخی مسجد قائم ہے۔ یاد رہے آج کل اس سڑک کا نام شارع خالد بن ولیدؓ ہے اور مسجد کا نام بھی مسجد خالد بن ولیدؓ ہے، بیت اللہ سے جب آدمی شمال مغرب کی طرف باب عمرہ سے نکلتا ہے تو آگے مدرسہ صولتیہ کی طرف ایک سڑک جاتی ہے جو آج کل ایک گنجان بازار ہے اسی سڑک پر مسجد خالد بن ولیدؓ موجود ہے اور یہیں سے حضرت خالدؓ کا لشکر بیت اللہ میں داخل ہوا تھا میں نے اس مسجد کو دیکھا تو اس کا نام مسجد خالد بن ولیدؓ لکھا تھا، اس کی پرانی تعمیر کے بعد جدید تعمیر کی تاریخ ۱۴۰۳ھ لکھا ہے۔

بہر حال اسلام کے شاہینوں نے زاغان کفر کو گلشن اسلام سے بھگا دیا اور وہاں پر غلبہ اسلام اور ایمان کے جھنڈے نصب کئے جس سے ہر امتی اور ہر مسلمان کو یہ سبق ملتا ہے۔

يا أمتي وجب الجهاد فشمري
فالموت في ساح البطولة اروع

ترجمہ: اے امت مسلمہ! جہاد فرض ہو چکا ہے اس کے لئے کمر کس لو کیونکہ بہادری کے میدان موت بہت اچھی ہوتی ہے۔

واذا أرادت امة نيل العلا
ضحت ولو اكبادها تتقطع

ترجمہ: جب کوئی امت بلند مقام حاصل کرنا چاہتی ہے تو وہ قربانی دیتی ہے اگرچہ اس میں اس کا جگر پارہ ہو جائے۔

قف دون رایک فی الحیاۃ مجاھدا
ان الحیاۃ عقیدۃ و جھاد

ترجمہ: اپنے خیالات چھوڑ کر مجاہدانہ زندگی اختیار کر دو، کیونکہ اصل زندگی تو صحیح عقیدہ اور جہاد ہے۔

حضرت خالد بن ولیدؓ کے اس فاتحانہ داخلہ اور حضور اکرم ﷺ کا جنگ حنین میں عظیم کارنامہ کی طرف اس وقت کا ایک شاعر اس طرح اشارہ کرتا ہے۔

شَهِدْنَ مَعَ النَّبِيِّ مُسَوَّمَاتِ
حُنَيْنًا وَهِيَ دَامِيَةُ الْحَوَامِي

ترجمہ: ہمارے نشان مند گھوڑے نبی اکرم ﷺ کے ساتھ جنگ حنین میں اس طرح حاضر ہوئے کہ اس کے سامنے والے حصے خون اعداء سے رنگین تھے۔

وَوَقْعَةَ خَالِدِ شَهِدَت وحكت
سَنَابِكُهَا عَلَى الْبَلَدِ الْحَرَام

ترجمہ: اور واقعہ حرم میں بھی خالدؓ کے ساتھ حاضر ہو کر سرزمین حرم پر خوب دوڑ لگائی۔

نعرض للسیوف اذالتقینا
وجوھا لا تعرض للطام

ترجمہ: ہم بوقت مقابلہ چہروں کو تلواروں کے سامنے تو رکھ دیتے ہیں لیکن کسی کو تھپڑ مارنے کے لئے پیش نہیں کرتے۔

فاتحِ اعظم ﷺ مسجد حرام میں داخل ہو رہے ہیں

فتح اعظم کا آٹھواں مرحلہ

جب مکہ مکرمہ مکمل طور پر فتح ہو گیا، بھاگنے والے بھاگ گئے اور معافی کے انتظار میں بیٹھنے والے گھروں میں بیٹھ گئے، مکہ مکرمہ میں ہر مفسد اور ظالم کی گردن جھکا لی گئی، شورش برپا کرنے والے نیست و نابود ہو گئے، حق غالب آ گیا اور باطل نے سسک سسک کر جان توڑ دی، امن و امان بحال ہو گیا اور ظلم

وبربریت کا خاتمہ ہوگیا، تو جیش الانبیاء والمرسلین نبی الرحمۃ اور رسول الملاحم ﷺ نے ''قصوا'' ناقہ منگوالیا چنانچہ ناقہ رسول ﷺ حاضر کرلی گئی اور سواری کے لئے مناسب انتظام ہوگیا، نبی السیف المشھر اور صاحب الجمل الاحمر ﷺ نے پہلے غسل فرمایا پھر اسلحہ زیب تن فرمایا، عمدہ زرہ پہن لی، سر پر لوہے کی ٹوپی رکھ لی، ہاتھ میں نیزہ لیا، بدن مبارک پر تلوار مزین کیا، صلوۃ الفتح کی آٹھ رکعات نفل نماز ادا کی، لوہے کی ٹوپی یعنی خود کے اوپر سیاہ عمامہ باندھ لیا جس کا بارعب لمبا شملہ کندھوں کے درمیان آویزاں تھا اور آپ قصوا اونٹنی پر سوار ہوئے، محمدی کھچار کے بہادر شیر مکہ مکرمہ کے اطراف میں برق رفتار جنگی گھوڑوں پر بجلی کی طرح ادھر ادھر حفاظتی دوڑ لگا رہے تھے، خندمہ سے لے کر مقام حجون تک یہ چاق وچوبند دستے گھوڑے دوڑاتے اور غبار اڑاتے ایسے آجا رہے تھے کہ ہر دیکھنے والا حیرت زدہ اور ہشت زدہ ہو رہا تھا، ابوسفیان نے کہا کسی میں ہمت ہے کہ ان کا مقابلہ کرسکے؟ گویا سرزمین مکہ پر اسلامی فوج نے سردار اولین وآخرین شاہ دوجہاں کے استقبال میں گارڈ آف آنر پیش کیا، حضور ﷺ مسجد الرایہ سے اس راستہ پر آئے جہاں آپ کی ولادت باسعادت ہوئی تھی، صدیق اکبر ؓ آپ کے پہلو میں آپ سے محو گفتگو تھے کہ اتنے میں سامنے سے کچھ ایسی عورتیں دکھائی دیں جو اپنے دوپٹوں سے گھوڑوں کے مونہوں کو مار رہی تھیں، حضور اکرم ﷺ نے ابوبکر صدیق ؓ کی طرف دیکھا اور پھر مسکرا کر فرمایا کہ بتاؤ! وہ حسان نے کیا شعر کہا تھا؟ حضرت ابوبکر ؓ نے حسان کا یہ شعر پڑھ کر سنا دیا۔

تظل جیادنا متمطرات

یلطمھن بالخمر النساء

ترجمہ: ہمارے گھوڑے اہل مکہ پر ایسے چڑھ دوڑیں گے کہ عورتیں دوپٹوں سے مار کر روکنے کی کوشش کریں گے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ناقہ کا مہار حضرت محمد بن مسلمہ اپنے ہاتھ میں لئے ہوئے آگے آگے جا رہے تھے اور کچھ جانثار عبداللہ بن رواحہ کے یہ اشعار بلند آواز سے گا رہے تھے تاکہ حضور اکرم ﷺ کے لئے راستہ صاف ہوجائے۔

خلوابنی الکفار عن سبیلہ

خلو افکل الخیر فی رسولہ

ترجمہ: او کافر زادو! حضور اکرم ﷺ کے راستے سے ہٹ جاؤ راستہ خالی کردو کیونکہ ساری بھلائی اللہ کے رسول میں ہے۔

قد نزل الرحمٰن فی تنزیلہ
بان خیر القتل فی سبیلہ

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں یہ حکم اتارا ہے کہ بہترین موت اللہ کے راستے جہاد میں ہے۔

نحن قتلناکم علی تاویلہ
کما ضربناکم علی تنزیلہ

ترجمہ: ہم نے تم کو قرآن کے حکم کے مطابق قتل کیا ہے جیسا کہ قرآنی حکم کے مطابق تم پر تلوار چلائی۔

ضربا یزیل الھام عن مقیلہ
ویذھل الخلیل عن خلیلہ

ترجمہ: تلواروں سے تم کو ایسا مارا کہ کھوپڑیاں تن سے جدا کر دیں اور ہر دوست کو اپنے دوست سے غافل بنادیا۔

بہرحال ہزاروں جانثاروں کے جلو میں فاتح اعظم آفتاب عالم ابوجہل کے مکان سے ہوتے ہوئے کوہ صفا و مروہ کے درمیان مسجد حرام کے باب السلام سے بیت اللہ میں داخل ہوئے، آپ تواضعاً اپنی سواری کے پالان پر سر رکھ کر سجدہ کے انداز میں داخل ہوئے گویا آپ اشارہ فرما رہے تھے کہ میرے مولا! میں تیرے گھر میں عاجزی کے ساتھ آرہا ہوں، اس کے برعکس بنی اسرائیل کو جب بیت المقدس میں داخل ہونے کے وقت سجدہ ریز ہو کر اندر جانے کا کہا گیا تو انہوں نے بجائے سجدہ کے سرین کے بل پیر آگے پھیلا کر گھسنا شروع کر دیا وہاں بغاوت ہے یہاں اطاعت ہے وہاں نسبتاً کم فتح پر تکبیر ہے اور یہاں عظیم فتح پر شکر ہی شکر ہے۔ ببیں تفاوت راہ از کجاست تا بکجا۔

حضور اکرم ﷺ کی زبان مبارک پر قرآن عظیم کی یہ آیت جاری تھی اور نہایت عظمت اور وقار سے داخل ہو رہے تھے:

"رَبِّ اَدْخِلْنِیْ مُدْخَلَ صِدْقٍ وَّاَخْرِجْنِیْ مُخْرَجَ صِدْقٍ وَاجْعَلْ لِیْ مِنْ

لَّدُنْکَ سُلْطَانًا نَّصِيْراً ۔،، (بنی اسرائیل)

اے میرے رب مجھے خوبی کے ساتھ داخل فرما اور خوبی کے ساتھ نکال دے اور مجھے اپنی طرف سے غلبہ دے جس کے ساتھ نصرت ہو، یہ آیت بھی آپ کی زبان پر جاری تھی: ''لَقَدْ صَدَ قَ اللّٰهُ رَسُوْلَهُ الرُّؤْيَا بِا لْحَقِّ لَتَدْ خُلُنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ اِنْ شَاءَ اللّٰه آمِنِيْنَ ..الأية،، (سورۃ فتح)

بیشک اللہ نے اپنے رسول کا خواب سچا کر دکھایا کہ اگر اللہ نے چاہا تو تم امن کے ساتھ مسجد حرام میں ضرور داخل ہو گے۔ آج کل مسجد حرام میں ایک بڑا گیٹ ہے جس کا نام باب الفتح ہے عام لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ فتح مکہ کے دن اس دروازہ سے داخل ہوئے تھے لیکن حقیقت یہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ باب السلام سے داخل ہوئے تھے۔

مجھے حرم شریف کے بڑے انجینئر محترم ومکرم الحاج مولانا عبد المنان صاحب نے حرم شریف میں تراویح کے بعد بڑی شفقت کے ساتھ وہ جگہ دکھائی جہاں پر ترکوں نے اپنی قدیم عمارت میں اس فاتحانہ داخلہ کی طرف اشارہ کر کے نشانات دیئے ہیں۔

باب السلام سے داخل ہوتے ہی سامنے ترکی عمارت میں ایک خاص انداز کے ستون ہیں جس پر لکھائی موجود ہے یہاں ایک بڑا گیٹ ہے اس کے بالائی حصہ پر ایک بڑا سبز تختہ لگا ہوا ہے جس پر رب ادخلنی. والی آیت اور لقد صدق الله. والی دونوں آیتیں لکھی ہوئی ہیں محترم انجنیئر مولانا عبد المنان صاحب فرمانے لگے کہ ترکی تعمیر میں تعمیر کے ساتھ ساتھ تعبیر بھی ہے چنانچہ یہ خاص گیٹ اور خاص لکھائی اور خاص آیتیں فتح مکہ کے اس تاریخی دن کو یاد رکھنے کے لئے لکھی گئی۔

فجزاهم الله خير الجزاء.

بہر حال بعض روایات میں ہے کہ حضرت علیؓ نے حضور اکرم ﷺ سے پہلے اسلامی جھنڈا لے جا کر حجر اسود کے پاس لہرا دیا تھا، پھر حضور اکرم ناقہ پر سوار سر پر خود اور اس کے اوپر سیاہ عمامہ اور ہاتھ میں نیزہ لئے ہوئے حجر اسود کے پاس آئے حجر اسود کو بوسہ دیا اور ایک زوردار نعرۂ تکبیر بلند کیا جس کے جواب میں صحابہ کرام ﷺ نے ایسی زوردار تکبیریں بلند کیں کہ اللہ اکبر کی صداؤں سے بیت اللہ گونج اٹھا اور جوش وجذبے۔ اور خوشی کے یہ نعرے اتنے دیر تک جاری تھے کہ خود حضور اکرم ﷺ نے ہاتھ سے اشا

رہ فرما کر صحابہ کو خاموش فرمایا: چنانچہ علامہ واقدیؒ اپنے مغازی میں یہ شاندار الفاظ نقل کرتے ہیں۔

تقدم رسول الله صلى الله عليه وسلم على راحلته فاستلم الركن بمحجنه وكبر، فكبر المسلمون لتكبيره فرجعوا التكبير حتى ارتجت مكة تكبيرا، حتى جعل رسول الله صلى الله عليه وسلم يشير اليهم اسكتوا والمشركون فوق الجبال ينظرون۔ (مغازی ج۲ ص۸۳۱)

یعنی حضور اکرم ﷺ اپنی سواری پر آگے بڑھے اور اپنی لاٹھی سے حجر اسود کو بوسہ دیا اور اللہ اکبر کا نعرہ لگایا، حضور اکرم ﷺ کی تکبیر کی وجہ سے صحابہ کرام ؓ نے نعرۂ تکبیر بلند کیا اور مسلسل اللہ اکبر کے نعروں سے لرز اٹھا یعنی گونج اٹھا حتی کہ حضور اکرم ﷺ نے ہاتھ سے اشارہ کر کے سب کو خاموش کر دیا اور کفار قریش اوپر پہاڑوں سے یہ منظر دیکھ رہے تھے۔

حق آ گیا باطل بھاگ گیا

بیت اللہ کے اردگرد اس وقت ۳۶۰ بت نصب تھے جو پیتل اور تانبے کے ساتھ مضبوط کر کے زمین سے چپکا کر گڑ لئے گئے تھے بیت اللہ کے بالکل سامنے ان بتوں کا سب سے بڑا بت ھبل نصب تھا، اساف اور نائلہ صفا مروہ کے درمیان نمایاں طور پر رکھے گئے تھے، حضور اکرم ﷺ ناقہ پر سوار طواف فرما رہے تھے جب آپ کا گذر کسی بت پر ہوتا تو آپ اپنی لاٹھی یا نیزہ سے اس بت کی طرف اشارہ کرتے اور زبان مبارک سے فرماتے: ”جاء الحق وزهق الباطل،، یعنی حق آ گیا اور باطل سسک سسک کر مر گیا اور مٹ گیا، اس سے معجزاتی طور پر وہ بت خود بخود گر جاتا تھا اگر سامنے سے آپ اشارہ فرماتے تو بت پیٹھ کے بل گر جاتا اور اگر پیٹھ کی طرف سے اشارہ فرماتے تو بت منہ کے بل سرنگوں ہو کر گر جاتا تھا اسی طرح صحابہ کرام ؓ نے گھوم گھوم کر مسجد حرام اور بیت اللہ کے آس پاس تمام بتوں کو توڑ پھوڑ کر رکھ دیا۔ صحابہ نے جب بیت اللہ پر نصب سب سے بڑے بت ھبل کو توڑ دیا اس وقت ابوسفیان بن حرب کھڑا تھا اور اس منظر کو دیکھ رہا تھا حضرت زبیر بن عوام ؓ نے بطور طنز کہا اے ابوسفیان! آپ کا چہیتا ہبل توڑ دیا گیا، احد کے دن تو آپ بہت خوش تھے کہ ہبل نے ہماری مدد کی، ابوسفیان نے کہا کہ اے ابن عوام! یہ باتیں چھوڑ دو اب میرا عقیدہ بن گیا کہ اگر محمد ﷺ کے رب کے ساتھ کوئی اور مشکل

کشا ہوتا تو آج جو کچھ ہو رہا ہے ایسا کبھی بھی نہ ہوتا۔ حضور اکرم ﷺ نے عام حکم دیا کہ جہاں جہاں کوئی تصویر ہو اس کو ہٹا دو اور مٹا دیں، حضور اکرم ﷺ نے اس کام پر حضرت عمر فاروق ؓ کو مقرر فرمایا حضرت عمرؓ نے اپنے ساتھیوں کے ساتھ بیت اللہ سے باہر کی تمام تصورین مٹا کر باہر پھینک دیں خانہ کعبہ میں حضرت مریم کی تصویر تھی، اسی طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام کی تصویر تھی جس کے ہاتھ میں قمار کے تیر تھما دیئے گئے تھے، حضور اکرم ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو تباہ کر دے، انہوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو جوا کھیلتے دکھایا ہے، حضرت اسامہ بن زید ؓ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے پانی منگوالیا اور پھر حکم دیا کہ یہ پانی ان تصاویر پر ڈالو اور اس کو مٹادو، چنانچہ ہم کپڑے کو پانی میں بھگو کر تصویروں پر ملتے اور تصاویر کو مٹاتے جاتے، جب کعبہ بتوں کی نجاست سے پاک ہوا اور ابراہیم علیہ السلام کے نامور سپوت انبیاء کرام علیہ السلام کے سردار نے حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہما السلام کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے دیئے ہوئے حکم (أن طهر ابيتي للطا ئفين والعا كفين. کہ بیت اللہ کو مقامی اور بیرونی انسانوں کے لئے ہر قسم نجاست سے پاک کر دو) کو پورا فرمایا تو اس کے بعد آپ ﷺ نے کعبہ شریف میں داخل ہو کر دو رکعت نفل ادا کی حضرت اسامہ بن زید حضرت بلال اور عثمان بن طلحہ ؓ آپ کے ساتھ تھے کچھ دیر کے لئے آپ نے اندر سے کعبہ کا دروازہ بند رکھا اور پھر باہر تشریف لائے اور آپ کی زبان پر جاری تھا کہ حق آگیا اور باطل بھاگ گیا اور باطل تو مٹنے ہی کے لئے ہوتا ہے، بہر حال بیت اللہ کی یہ صفائی اور حضور اکرم ﷺ کا یہ داخلہ فتح مکہ کے تین دن بعد ۲۰ رمضان کو ہوا تھا۔

بیت اللہ کی چابیاں

بعض روایات میں اس طرح مذکور ہے کہ بیت اللہ کی چابیاں جس شخص کے پاس تھیں اس کا نام عثمان بن طلحہ تھا اور وہ فتح مکہ سے پہلے مسلمان ہو چکا تھا اور اس نے چابیاں اس وقت حضور اکرم ﷺ کے حوالہ کر دی جب لشکر اسلام بیت اللہ کے قریب پہنچ گیا پھر عثمان اور اسامہ بن زیدؓ اور حضور اکرم ﷺ ایک ساتھ بیت اللہ میں داخل ہوئے جبکہ بیت اللہ کی تصاویر پہلے ہٹا دی گئیں تھیں جیسا کہ میں نے اس سے پہلے ذکر کیا ہے لیکن علامہ واقدیؒ نے اپنے مغازی میں ایک دلچسپ واقعہ لکھا ہے وہ ملاحظہ فرمائیں، حضور اکرم ﷺ جب ضروری اصلاحات سے فارغ ہو گئے تو آپ مسجد حرام کے ایک

کنارے میں جا کر بیٹھ گئے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ کے ارد گرد بیٹھے تھے کہ آپ نے بلال رضی اللہ عنہ کو عثمان بن طلحہ رضی اللہ عنہ چابی بردار کی طرف روانہ فرمایا کہ جا کر ان سے کعبہ کی چابیاں لے کر آؤ، حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے جا کر عثمان رضی اللہ عنہ سے کہا کہ حضور اکرم ﷺ چابیاں طلب فرما رہے ہیں، عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا میں ابھی لا کر دیتا ہوں یہ کہہ کر عثمان رضی اللہ عنہ اپنی والدہ کے پاس گئے اور بلال رضی اللہ عنہ واپس حضور کے پاس آگئے اور کہا کہ وہ چابیاں لا رہا ہے عثمان بن طلحہ رضی اللہ عنہ نے اپنی والدہ سے چابیاں طلب کی کہ حضور اکرم ﷺ قاصد آیا تھا وہ چابیاں مانگ رہے ہیں، عثمان رضی اللہ عنہ کی والدہ نے کہا، خدا کی پناہ کہ میری قوم کی عزت اور شرف تیرے ہاتھ سے ضائع ہو کر دوسرے کے پاس چلا جائے، عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا اگر آپ مجھے نہیں دو گی تو کوئی اور آ کر تجھ سے چھین لے گا مگر اس کی ماں نے اپنے ازار بند کے جیب کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ یہاں ٹٹول کر مجھ سے کون لے سکتا ہے؟ یہ گفتگو جاری تھی کہ باہر سے ابوبکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ عنہما کی آواز آئی اور عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی آواز بلند ہو رہی تھی وہ کہہ رہے تھے، باہر آجاؤ عثمان! باہر آجاؤ، عثمان کی والدہ نے جب دھمکی آمیز آواز سن لی تو چابیاں اپنے بیٹے عثمان کے حوالہ کر دیں اور کہا کہ ان لوگوں کو دینے سے بہتر ہے کہ تم کو دیدوں، عثمان نے چابیاں لا کر حضور اکرم ﷺ کو دیدی اب حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے مطالبہ کر دیا کہ یا رسول اللہ! بیت اللہ کے یہ دونوں شرف مجھے ہی دیدیں یعنی سقایہ پانی پلانا اور حجابہ چابیاں سنبھالنا، حضور اکرم ﷺ نے سقایہ ان کے حوالہ کر دی اور چابیاں نہیں دی پھر قرآن کا حکم آیا کہ چابیاں انہیں کو دو جن کے پاس پہلے تھیں، ایک وقت ایسا تھا کہ حضور اکرم ﷺ نے عثمان بن طلحہ سے چابیاں طلب کیں تو عثمان نے صاف انکار کیا حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ اے عثمان ایک وقت ایسا آئے گا کہ یہ چابیاں میرے ہاتھ میں ہونگی میں جسے دینا چاہوں گا دوں گا عثمان نے کہا وہ دن قریش کی ذلت وخواری کے دن ہونگے حضور ﷺ نے فرمایا نہیں نہیں بلکہ وہ دن قریش کی عزت کے دن ہونگے جب عثمان واپس جانے لگے تو حضور اکرم ﷺ نے ان کو دوبارہ بلالیا اور فرمایا کیا تجھے تیرا کلام یاد ہے؟ اور میں نے جو کچھ کہا تھا وہ بھی یاد ہے؟ اس نے کہا ہاں مجھے یاد ہے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے سچے رسول ہو، اس کے بعد حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ اب میں تمہیں یہ چابیاں اللہ تعالیٰ کے حکم پر دے

رہا ہوں، خذوها يا بني ابي طلحة تالدة خالدة لا ينزعها الا ظالم ، اے ابو طلحہ کی اولاد اب ہمیشہ ہمیشہ کے لئے یہ چابیاں لے لو تم سے کوئی ظالم ہی یہ چھینے گا۔ (الحمد للہ آج تک یہ چابیاں اسی خاندان میں ہیں)۔

سیف اللہ خالد رضی اللہ عنہ سے جواب طلبی

بیت اللہ کے اندر اور باہر تمام امور سے جب حضور اکرم ﷺ فارغ ہوئے تو آپ حرم شریف میں تشریف فرما ہوئے کہ اتنے میں سیف اللہ خالد رضی اللہ عنہ حارۃ الباب سے حرم شریف میں تشریف لے آئے حضور اکرم ﷺ نے ان سے پوچھا کہ جب میں نے لڑنے سے منع کیا تھا تم پھر کیوں ان لوگوں سے لڑ پڑے؟ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یا رسول اللہ! ان لوگوں نے ہم سے لڑنے میں پہل کی اور ہم پر بارش کی طرح تیر برسائے اور ہر قسم اسلحہ سے لیس ہو کر ہم پر حملہ کر دیا، میں جنگ سے بہت دیر تک باز رہا اور ان کو دین اسلام کی طرف بلاتا رہا اور ان کو امن کا عمومی پیغام بھی سنا دیا مگر وہ لوگ باز نہیں آئے، جب کوئی بات مفید ثابت نہ ہوئی تو میں نے ان سے لڑنا شروع کر دیا جب ہم نے ان پر حملہ کر دیا اور جوابی کاروائی شروع ہو گئی تو پھر وہ کچھ دیر کے لئے بھی نہ ٹھہر سکے اور بھاگ گئے۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے جو کچھ چاہا وہی بہتر ہے پھر حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ قبیلہ خزاعہ کے کسی بھی آدمی کو مت مارو اور بنو بکر کے آدمیوں کے عصر تک مارنے کی اجازت ہے یہی وہ وقت تھا جس میں بیت اللہ اور حرم مکہ میں اللہ تعالیٰ نے کچھ دیر کے لئے حضور اکرم ﷺ کو لڑنے کی اجازت دیدی تھی اور پھر قیامت تک یہاں کسی کو لڑنے کی اجازت نہیں ہے حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ اگر کوئی شخص یہ کہے کہ میں حرم میں اس لئے لڑتا ہوں کہ حضور ﷺ بھی لڑے تھے تو اس کو کہہ دو کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو لڑنے کی اجازت دیدی تھی اور تم کو اجازت نہیں دی ہے۔

باب کعبہ پر خطبہ

فتح اعظم کا نواں مرحلہ

کعبہ شریف میں دوگانہ نفل سے جب فاتح اعظم نبی معظم ﷺ فارغ ہوئے تو آپ نے کعبہ کے دروازہ کی چوکھٹ پر کھڑے ہو کر دروازہ کے کواڑ پکڑ کر ایک عظیم الشان خطبہ ارشاد فرمایا، میں اس خطبہ کے چند اہم نکات کا ترجمہ پیش کرتا ہوں فرمایا:

”اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اس نے اپنا وعدہ سچا کر دکھایا اور اپنے بندے کی مدد کی اور دشمنوں کی تمام جماعتوں کو اس نے تنہا شکست دی۔ خبردار! جاہلیت کے تمام امتیازات اور اس کے تمام دعوے اور خصوصیات میری قدموں تلے روندے گئے یعنی سب لغو اور باطل ہیں ہاں بیت اللہ کی دربانی اور حاجیوں کو پانی پلانے کا اعزاز برقرار رہے گا، اے گروہ قریش! اللہ تعالیٰ نے جاہلیت کی نخوت و غرور اور آباء و اجداد پر فخر کرنے کو باطل کر دیا سب لوگ آدم علیہ السلام کی اولاد ہیں اور آدم علیہ السلام مٹی سے پیدا کئے گئے۔ اے سرداران قریش! تمہارا میرے بارے میں کیا خیال ہے کہ میں تمہارے ساتھ کیا سلوک کروں گا؟ لوگوں نے ایک زبان ہو کر کہا کہ آپ کے متعلق ہم بھلائی ہی کا خیال رکھتے ہیں اور ہم اچھائی ہی کی امید رکھتے ہیں، آپ ہمارے شریف بھائی ہیں اور شریف بھائی کے بیٹے ہیں اس وقت آپ ہم پر قدرت پا چکے ہیں مرضی آپ کی ہے۔ حضور اکرم ﷺ رحمت مجسم نے فرمایا: ”أقول لکم کما قال یوسف لاخوته لا تثریب علیکم الیوم اذهبوا فانتم الطلقا۔“

میں تم سے وہی بات کہوں گا جو یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں سے کہی تھی کہ تم پر آج کے دن کوئی ملامت کوئی عتاب و سرزنش نہیں جاؤ تم سب کے سب ہر قسم کی گرفت سے آزاد ہو۔

دوسرا خطبہ

فتح مکہ کے دوسرے دن ایک خزاعی آدمی نے ہذیل کے کسی کافر آدمی کو قتل کر ڈالا اس پر حضور اکرم ﷺ

نے قریش کو کوہ صفا پر جمع کرا کر ایک خطبہ دیا اور حرم شریف کی حرمت کا تفصیل سے تذکرہ فرمایا اور حرم میں قتل وقتال کو قیامت تک ممنوع قرار دیا اور بنوخزاعہ کو مزید قتل سے منع فرمایا اور مذکورہ قتل کی دیت اپنے ذمہ لے لی کہ بنوخزاعہ نے جو قتل کیا ہے اس کی دیت میں ادا کروں گا اور آئندہ اگر کوئی قتل کرے گا تو مقتول کے ورثاء کو اختیار ہوگا کہ قاتل سے قصاص لے لے یا دیت قبول کرے۔

آپ نے واضح اعلان فرمادیا کہ حرم کا تقدس آج اسی طرح ہے جس طرح کہ اس سے پہلے تھا، مجھے کچھ وقت کے لئے اللہ نے لڑنے کی اجازت دی تھی اب یہ تقدس بھی پہلے کی طرح برقرار ہے۔

کعبہ کی چھت پر پہلی اذان

بیت اللہ کے اس معمولات اور صفائی ومعاملات میں اتنا وقت لگا کہ ظہر کی اذان کا وقت ہوگیا حضور اکرم ﷺ نے حضرت بلال ؓ کو حکم دیا کہ کعبہ پر چڑھ کر اذان دیدو، حضرت بلال ؓ جب چھت پر چڑھ گئے تو کسی قریشی نے کہا ارے دیکھو! حبشی غلام بیت اللہ کے اوپر کھڑا ہے؟ حضرت عمر ؓ نے فرمایا کہ خاموش، خاموش، یہ غلام نہیں ہمارا سردار بلال ہیں اس کے بعد حضرت بلال ؓ نے اذان دینی شروع کی اور خاص جذبہ سے آواز بلند کی، قریش کچھ تو بالکل بھاگ کر غائب ہو چکے تھے کچھ پہاڑوں سے یہ منظر دیکھ رہے تھے کچھ گھروں میں امان وپناہ لئے ہوئے چھپے بیٹھے تھے، جب حضرت بلال ؓ نے پڑھا: أشهد أن محمد رسول الله. تو اس پر قریش کے مختلف لوگوں نے اس طرح اپنا ردّعمل ظاہر کیا۔

ابوجہل کی بیٹی: خدا کی قسم! واقعی محمد کا نام بہت بلند ہوگیا، نماز تو ہم پڑھ لیں گے لیکن بدر وغیرہ میں جس شخص نے احباب کو قتل کیا ہے اس شخص کو پسند نہیں کر سکتے۔

خالد بن اسید: اللہ تعالیٰ میرے باپ کی بڑی عزت رکھ لی کہ اس آواز کے سننے سے پہلے ہی دنیا سے رخصت ہوگئے اور یہ دن دیکھنے نہ پڑے۔

حارث بن ھشام: ہائے افسوس میری ماں مجھے گم کردے، کاش میں آج کے اس دن سے پہلے مرچکا ہوتا، آج میں بلال کو سن رہا ہوں کہ کعبہ کے اوپر گدھے کی طرح ہنہنا رہا ہے۔

حکم بن ابي العاص: خدا کی قسم! یہ بہت بڑا حادثہ ہے کہ ایک حبشی غلام اشراف قریش کی عمارت بیت اللہ

پر چیخیں مار رہا ہے۔

سہیل بن عمرو: نے کہا اگر یہ سب کچھ اللہ کی مرضی کے بغیر ہے تو وہ اسے تبدیل کر دیگا اور اگر اس کی مرضی کے مطابق ہے تو پھر برقرار رہے گا۔

ابوسفیان: میں تو کچھ بھی نہیں کہہ سکتا کیونکہ اگر کچھ کہوں گا تو یہ سنگریزے جا کر محمد ﷺ کو بات پہنچا دیں گے، یہ ساری گفتگو حضرت جبرائیلؑ نے بذریعہ وحی حضور اکرم ﷺ تک پہنچادی حضور اکرم ﷺ نے ہر ایک کو بتا دیا کہ تم نے یہ کہا تھا کچھ تو اسی وقت مسلمان ہو گئے مگر کچھ ضد پر قائم رہے۔ ایک روایت میں ہے کہ ابوسفیان نے فتح مکہ کے بعد دل میں کہا:

''**لو جمعت لمحمد جمعاً**،، یعنی اگر محمد ﷺ کے مقابلہ کے لئے پھر ایک لشکر اکھٹا کروں، اس پر حضور اکرم ﷺ نے اس کے سینے پر مکا مارا اور فرمایا: ''**إذا یخزیک الله**،، پھر اللہ تجھے رسوا کر دیگا، اس نے کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ رسول ہیں۔

مکہ مکرمہ کی فتح پر ابلیس لعین بہت زیادہ غمگین ہو گیا تھا، اہل تاریخ نے لکھا ہے کہ ابلیس نے اپنی زندگی میں افسوس کے طور پر تین بار چیخ ماری ایک بار تو اس نے اس وقت چیخ ماری جب یہ ملعون ٹھہرا اور فرشتوں سے اس کی شکل الگ ہو کر شیطان کی شکل پر آ گیا دوسری بار اس نے اس وقت چیخ ماری جب اس نے حضور اکرم ﷺ کو ہجرت سے پہلے حرم شریف میں نماز پڑھتے دیکھا اور تیسری بار اس نے اس وقت چیخ ماری جب رسول اللہ ﷺ نے مکہ فتح کیا۔ ﴿اور بلال نے اذان دی۔﴾

عفو عام پر ایک نظر

فاتح اعظم ﷺ نے فتح مکہ کے دن جس رحمت وشفقت اور جس درگذر اور چشم پوشی وعفو عام کا مظاہر کیا دنیا کی تاریخ اس کی نظیر پیش نہیں کر سکتی۔ مکہ کے جن لوگوں نے تیرہ سال تک حضور اکرم ﷺ اور آپ کے ساتھیوں پر ظلم کے جو پہاڑ توڑے تھے اس کا تذکرہ کرنا دشوار ہے، وہ سارے مظالم ان نفوس قدسیہ پر ہوئے اور حضور اکرم ﷺ نے ان تمام مشقتوں کو اپنے نازک جسم پر برداشت کیا، آج دن تو اسی کا متقاضی تھا کہ ان ظالموں سے تیرہ سالہ ظلم کا بدلہ لیا جاتا پھر ہجرت کے بعد آٹھ سال تک نبی کریم ﷺ کی جو مخالفت وعداوت اور جو دشمنی اہل مکہ نے جاری رکھی آج اُس کے ایک ایک

ذرے کا حساب لینا تھا لیکن رحمۃ للعالمین نے ایسا نہیں کیا بلکہ جنگی حکمت عملی ایسی وضع کی کہ میدان جنگ میں بھی قتل عام نہیں ہوا اور بہت کم نقصان پر بہت بڑی فتح حاصل ہو گئی پھر جس دریا دلی سے نبی اکرم ﷺ نے ان دشمنوں کو معاف کیا بلکہ مورد الزام بھی ان کو نہیں ٹھہرایا اور ملامت سے بھی ان کو محفوظ رکھا دنیا کی تاریخ اس طرح رحمت وشفقت کی نظیر لانے سے عاجز ہے، ہندہ انتظار میں تھی کہ فاتح قوم مفتوح قوم کے ساتھ جو سلوک کیا کرتی ہے وہ ہم سے بھی ہوگا لیکن رات کا اکثر حصہ گذر جاتا ہے، ہندہ کے دروازہ پر کوئی نہیں آتا، ہندہ باہر نکلتی ہے کہ دیکھو یہ کون لوگ آئے ہیں بیت اللہ کے قریب جاتی ہے تو کسی صحابی کو تلاوت میں پاتی ہے کسی کو نماز میں اور کسی کو دعا کرتے ہوئے دیکھتی ہے بلکہ ایک زبان سے یہ بات نکلتی ہے کہ اے اللہ! ہندہ کو اسلام کی توفیق عطا فرما ہندہ نے جب یہ دیکھا تو یقین کرلیا کہ یہ وہ لوگ نہیں ہیں جو اسلام سے پہلے یہاں رہتے تھے یہ کوئی فرشتے ہیں واپس گھر آئی اور صبح کے انتظار میں بیٹھ گئی صبح ہوتے ہی حضور اکرم ﷺ کے پاس آئی اور اسلام کا اعلان کیا حضور اکرم ﷺ نے جب عفو عام کا اعلان فرمادیا تو کہتے ہیں کہ خطبہ سے جونہی آپ فارغ ہوئے تو لوگ دھڑا دھڑ اسلام میں داخل ہونا شروع ہو گئے اور تقریباً دو ہزار آدمی مسلمان ہو گئے۔

یہ حضور اکرم ﷺ کی شفقت ورحمت کا اثر تھا نیز جہاد مقدس کے ذریعہ سے کافرانہ نظام کے ٹوٹنے اور مخلوق خدا کی آزادی کا اثر تھا کہ اسلام نے اپنی رونق کے ذریعہ سے کفر کی زنجیروں سے آزاد لوگوں کو اپنی طرف کھینچ لیا، یاد رہے یہاں یہ سب شفقتیں اور رحمتیں ایک قاعدہ اور اصول کے تحت سامنے آئیں اس کا مطلب یہ ہوا کہ ضابطہ اور قاعدہ کی رعایت کے بعد نرمی عمل میں آئی ہے یہ ایسا نہیں تھا کہ بس مفسدین کو ان کے اسلحہ کے ساتھ معاف کردو جس طرح کابل میں ابتدائی فتوحات کے وقت ہوا، پھر وہی مفسد جو مسلح تھے پلٹ گئے اور انہوں نے اہل خیر کو شر کی طرف لوٹنے پر مجبور کر دیا یہاں ایسا نہیں ہے یہاں ہر مفسد کے فساد کو توڑا گیا اسلحہ رکھوایا گیا نظام کفر کو پارہ پارہ کر دیا گیا اور پھر عام معافی کا اعلان کیا جس کا اثر جس طرح اچھا ہونے والا تھا اسی طرح اثر ہو گیا کہ امن قائم ہو گیا حق غالب آگیا اور باطل مٹ گیا اور اسلام کا جھنڈا لہرانے لگا جو الحمد للہ آج تک بلندی پر لہرا رہا ہے۔ اقبال مرحوم فرماتے ہیں، کچھ تغیر کے ساتھ:

چین و عرب ہمارا ہندوستاں ہمارا
مسلم ہیں ہم وطن ہے سارا جہاں ہمارا

دنیا کے بت کدوں میں وہ پہلا گھر خدا
ہم اس کے پاسباں ہیں وہ پاسباں ہمارا

تیغوں کے سائے میں پل کر جواں ہوئے ہم
خنجر بلال کا ہے قومی نشاں ہمارا

مکہ کی وادیوں میں گونجی اذاں ہماری
تھمتا نہ تھا کسی سے سیل رواں ہمارا

باطل سے دبنے والے اے آسماں نہیں ہم
سو بار کر چکا ہے تو امتحان ہمارا

سالار کارواں ہے میر حجاز ا اپنا
اس نام سے ہے باقی آرام جاں ہمارا

کونسی قوم فقط تیری طلب گار ہوئی
اور تیرے لئے زحمت کش پیکار ہوئی

کس کی شمشیر جہانگیر جہاندار ہوئی
کس کی تکبیر سے دنیا تیری بیدار ہوئی

کس کی ہیبت سے صنم سہمے ہوئے رہتے تھے
منہ کے بل گر کے ہو اللہ احد کہتے تھے

صفحہ دھر سے باطل کو مٹایا ہم نے
نوع انسان کو غلامی سے چھڑایا ہم نے

تیرے کعبے کو جبینوں سے بسایا ہم نے
تیرے قرآن کو سینوں سے لگایا ہم نے

دشت تو دشت ہیں دریا بھی نہ چھوڑے ہم نے
بحر ظلمات میں دوڑا دیئے گھوڑے ہم نے

چند مجرموں کا انجام

فتح مکہ کا دسواں مرحلہ

گیارہ مرد اور چھ عورتیں جن کے خون ہدر کیے گئے تھے اور دربار نبوی سے ان مجرموں مفسدوں اور گستاخوں کے متعلق یہ حکم ہوا تھا کہ ''اینما ثقفوا اخذوا و قتلوا تقتیلا،، کہ جہاں ملیں پکڑے جائیں اور قتل کر دیئے جائیں، مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ان کا تذکرہ مختصر انداز سے ہو جائے تا کہ ان کے جرائم اور جرم کے انجام ونتائج معلوم ہو جائیں اور یہ بھی معلوم ہو جائے کہ فتح مکہ ایسا نہیں تھا جیسا کہ لوگ سمجھ رہے ہیں کہ بغل میں دشمن اسلحہ دبائے رکھے اور تاک میں وار کرنے کے انتظار میں فرصت کا انتظار کرے اور فاتح ایسے شخص کو معاف کر کے چھوڑے، یہ حسن اخلاق یا عفو ودرگذر کے باب سے نہیں بلکہ یہ بے تدبیری کمزوری اور غفلت کا ایک حصہ ہے یہاں آپ دیکھ لیں گے کہ حضور اکرم ﷺ کے واضح ارشادات مجرموں کے متعلق کیا ہیں۔

① **عبدالعزیٰ بن خطل:** یہ شخص پہلے مسلمان ہو گیا تھا حضور اکرم ﷺ نے ان کو صدقات پر عامل بنا کر بھیجا ان کے ساتھ ایک انصاری اور ایک غلام بھی تھا پہلے اس کا نام عبدالعزیٰ تھا اسلامی نام مدینہ میں عبداللہ رکھا گیا۔ ایک دفعہ غلام نے کھانا دیر سے تیار کیا اس کو غصہ آیا اور غلام کو قتل کر ڈالا پھر اس خوف سے کہ مدینہ جاؤں گا تو قصاصاً قتل ہو جاؤں گا وہاں سے مرتد ہو کر مکہ بھاگا اور مشرکین سے جا ملا اور محفلیں سجا سجا کر اسلام، مسلمانوں اور پیغمبر اسلام کی ہجو میں اشعار گایا کرتا تھا پھر لشکر اسلام کے مقابلے سے بھاگ کر کعبہ کے پردوں سے لپٹ گیا اس کا خیال تھا کہ یہاں جان بچ جائے گی۔ بخاری شریف کی حدیث ہے کہ ایک شخص نے آ کر حضور کو بتا دیا کہ "إن ابن خطل متعلق باستار الکعبة،، یعنی ابن خطل کعبہ کے پردوں میں لپٹا ہوا ہے حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: ''اقتلوہ'' اس کو قتل کر دو، چونکہ یہ ایک مسلمان کا قاتل بھی تھا پھر مرتد بھی ہو گیا تھا پھر پیغمبر اسلام کی ہجو میں اشعار بھی کہتا تھا لہذا واجب القتل قرار دیا گیا چنانچہ حضرت ابو برزہ اسلمی اور سعد بن حریث ؓ نے جا کر اس کو قتل کر دیا اور دیوار کعبہ کے نیچے اس کا خون بہا دیا گیا۔ کیونکہ ؎

مِنْ عَهْدِ عَادٍ كَانَ مَعْرُوْفًا لَنَا
اَسْرُ الْمُلُوْكِ وَقَتْلُهَا وَقِتَالُهَا

بادشاہوں سے لڑنا اور انہیں قید وقتل کرنا قدیم زمانہ سے ہمارے جانے پہچانے کارنامے ہیں۔

خَلَقَ اللّٰہُ لِلْحُرُوْبِ رِجَالاً
وَرِجَالاً لِقَصْعَةٍ وَّثَرِیْدِ

اللہ تعالیٰ نے بعض لوگوں کو جہاد کیلئے پیدا کیا ہے اور بعض کو قورمے اور ثرید کھانے کیلئے پیدا کیا ہے۔

② **مقیس بن صبابہ:** یہ شخص بھی پہلے مسلمان ہو گیا تھا اس کا بھائی ایک انصاری صحابی کے ہاتھ سے خطاء قتل ہو گیا تھا شرعی ضابطہ کے مطابق قتل خطاء پر انصاری نے دیت ادا کی اور مقیس نے دیت لے کر صلح کر لی مگر خباثت طبعی کے تحت موقع پا کر اس نے انصاری کو قتل کر دیا اور مرتد ہو کر بھاگ گیا آج مکہ میں اپنے مشرک ساتھیوں کے ساتھ ایک جگہ بیٹھا ہوا شراب پی رہا تھا کہ حضرت نمیلہؓ نے اس کو دیکھ لیا چونکہ مباح الدم تھا اس لئے اس صحابی نے اس کو قتل کر ڈالا۔

③ **حارث بن طلاطہ:** اس بدبخت کا کام صرف حضور اکرم ﷺ کو گالیاں دینا ایذا پہنچانا اور تنگ کرنا تھا اس کا خون بھی ہدر تھا چنانچہ حضرت علیؓ نے شیر کی طرح جھپٹ کر فتح مکہ کے دن اس کو جہنم رسید کر دیا اور زمین حرم میں اس کا خون بہا دیا۔

④ **حویرث بن نقید:** یہ بدبخت بھی حضور اکرم ﷺ کی ایذا رسانی، مذاق اڑانے، تنگ کرنے اور ہجو گوئی میں پیش پیش تھا فتح مکہ کے دن اپنے گھر میں چھپا تھا، حضرت علیؓ نے گھر میں معلوم کیا تو گھر والوں نے کہا کہ باہر جنگل کو گیا ہوا ہے حالانکہ گھر میں چھپا تھا حضرت علیؓ واپس آ گئے بعد میں حویرث بھی باہر نکل کر کہیں جا رہا تھا کہ حضرت علیؓ نے اس پر حملہ کیا اور اسے دوزخ پہنچا دیا۔

یہ چار مردود ہیں جو موقع پر قتل کر دیئے گئے۔

⑤ **عکرمہ بن ابی جہل:** ظاہر ہے ابوجہل کا بیٹا تھا باپ کو بدر کے میدان میں مسلمانوں کے ہاتھوں قتل ہوتا تڑپتا دیکھا تھا باپ کی طرح عداوت میں پیش پیش تھا تمام جنگوں میں مقابلہ میں حصہ لیا بلکہ منصوبہ بندی کیا کرتا تھا، فتح مکہ کے دن مقام خندمہ میں مقابلہ بھی کیا اور ایک صحابی کو شہید بھی کیا، حضور ﷺ نے پہلے سے اس کا خون مباح قرار دیا تھا اس خوف سے عکرمہ شکست کے بعد مکہ سے بھاگا اور یمن کے قریب ساحل سمندر پر پہنچ کر کسی اور ملک جانے کا ارادہ کیا جہاز میں بیٹھ گیا کشتی بھنور

میں پھنس گئی تو اس نے لات، مناۃ اور عزیٰ کو پکارنا شروع کر دیا، ملاح نے کہا کہ یہاں ایک اللہ کو پکارو دوسرا کوئی یہاں کام نہیں کر سکتا، اس پر عکرمہ نے کہا جب تختی اور سمندر میں اللہ کے سوا کوئی کچھ کام نہیں آسکتا تو خشکی میں بھی کوئی اور کام نہیں آسکتا ہے اے اللہ! اگر آپ نے مجھے بچا لیا تو میں جا کر محمد ﷺ کے ہاتھ میں ہاتھ رکھ کر مسلمان ہو جاؤں گا، ان کی بیوی ام حکیم مسلمان ہو چکی تھیں اس نے جا کر حضور اکرم ﷺ سے اپنے شوہر کے لئے امان حاصل کرنے کی درخواست کی حضور نے فرمایا کہ اس کو امان ہے چنانچہ بیوی ساحل سمندر پر پہنچ گئی اور شوہر سے کہا کہ میں نے سب سے اچھے انسان، سب سے زیادہ صلہ رحمی والے شخص، سب سے نیک انسان سے تیرے لئے امان حاصل کر لی، اپنے آپ کو ہلاک نہ کرو واپس آجاؤ، عکرمہ نے جب یہ سنا تو حیران ہو گیا کہ کہاں میری زیادتیاں اور کہاں یہ مہربانیاں، بیوی سے پوچھا کہ واقعی مجھے امن مل گیا ہے بیوی نے کہا ہاں امن میں نے خود حاصل کیا ہے، عکرمہ واپس آنے لگا حضور ﷺ نے صحابہ ؓ سے فرمایا کہ عکرمہ مسلمان ہو کر آرہا ہے ان کے باپ کو برا مت کہو اس سے ان کو تکلیف ہو گی اس سے پہلے بھی حضور ﷺ نے جب سنا کہ عکرمہ نے فلاں صحابی کو شہید کر دیا تو آپ نے فرمایا کہ قاتل اور مقتول دونوں جنت میں نظر آرہے ہیں، صحابہ کو اندازہ ہو گیا تھا کہ عکرمہ مسلمان ہو جائے گا۔ بہر حال جب حضور کے سامنے عکرمہ آئے تو حضور ﷺ نے بڑی خوشی کا اظہار فرمایا عکرمہ نے پوچھا کہ یا رسول اللہ! میں نے سنا ہے کہ آپ نے مجھے امن دیدیا ہے حضور نے فرمایا ہاں تجھے امن مل گیا ہے اس پر عکرمہ نے کلمہ شہادت کا اقرار کیا اور پھر وعدہ کیا کہ اسلام کے مقابلے میں جتنی جنگیں کی ہیں اس سے زیادہ اسلام کے لئے لڑوں گا چنانچہ قلعہ حمص کے سامنے سرزمین شام پر جہاد کرتے ہوئے شہید ہو گئے۔ رضی اللہ عنہ

⑥ **صفوان بن امیہ:** یہ بھی عکرمہ سے مسلمانوں کی ایذا رسانی میں دو قدم آگے تھا حضور ﷺ نے ان کا خون ہدر کیا تھا یہ بھی بھاگا تھا اور ساحل سمندر تک پہنچ گیا کہ عمیر بن وہب ؓ نے حضور ﷺ سے اس کی جان بخشی کی سفارش کی حضور ﷺ نے ان کو معاف کیا اور عمیر نے جا کر اس کو واپس کیا اس نے حضور ﷺ سے کہا کہ مجھے دو ماہ مہلت دو تا کہ میں اسلام کے متعلق سوچ سکوں حضور نے فرمایا تجھے چار ماہ کی مہلت ہے پھر جنگ حنین کے بعد صفوان مسلمان ہو گیا ان کی مزید تفصیل انشاء اللہ جنگ حنین میں آئے گی۔

⑦ وحشی: اس شخص کے ہاتھ سے احد کے میدان میں حضور اکرم ﷺ کے محبوب چچا کا خون ہو گیا تھا اس نے حضرت حمزہ ؓ کو شہید کیا تھا حضور ﷺ نے اس کا خون مباح قرار دیا تھا جب مکہ فتح ہو گیا تو یہ شخص ڈر کر طائف بھاگ گیا لیکن زمین اس پر تنگ ہو رہی تھی کہیں سر چھپانے اور اطمینان حاصل کرنے کی جگہ نہیں مل رہی تھی طائف سے یہ شخص سیدھا مدینہ چلا گیا اور مسلمان ہو کر حضور ﷺ کے سامنے حاضر ہو گیا، ہر صحابی اس کے خون کا پیاسا تھا لیکن رحمت للعالمین ﷺ نے اس کو معاف کر دیا اپنے چچا کے قتل کا واقعہ اس سے خود سن لیا اور پھر فرمایا کہ میری آنکھوں کے سامنے نہ آؤ مجھے اپنا چچا یاد آتا ہے تیرا اسلام قبول ہے، پھر وحشی نے دور صدیقی میں جنگ یمامہ میں مسلیمہ کذاب کو قتل کر کے تلافی کر دی۔

⑧ عبداللہ بن ابی سرح: یہ شخص پہلے مسلمان ہو گیا تھا پھر مرتد ہو گیا اور اسلام کی مذمت کرنے لگا اس کا خون بھی ہدر ہو گیا، فتح مکہ کے دن حضرت عثمان ؓ کی سفارش اور محنت و سعی سے اس کا اسلام قبول ہو کر توبہ کے بعد معافی مل گئی۔ پھر یہ دور عثمانی میں بڑے غزوات میں شریک ہوئے، افریقہ اسی نے فتح کیا ہے۔

⑨ کعب بن زہیر: ایک شیریں بیان شاعر تھا بدقسمتی سے اسلام کے خلاف بہت زہر اگلتا تھا حضور اکرم ﷺ کی ہجو میں اشعار کہتا تھا حضور ﷺ نے اس کا خون بھی مباح قرار دیا تھا فتح مکہ کے دن یہ جان کے خوف سے بھاگا اور چھپتے چھپتے آخر مدینہ پہنچ گیا اور اسلام قبول کیا اور حضور ﷺ کے سامنے قصیدہ بانت سعاد پیش کیا جو مدح نبی میں ممتاز قصیدہ ہے اس کا ایک شعر یہ ہے۔

إن الرسول لنور يستضاء به
وصارم من سيوف الهند مسلول

حضور اکرم ﷺ ہدایت کے لئے نور کا مینار ہے اور سونتی ہوئی تیز دھار ہندوستانی تلوار ہے۔

حضور ﷺ نے فرمایا: سیوف الھند نہیں بلکہ سیوف اللہ کہو میں ہندوستانی نہیں بلکہ سبحانی تلوار ہوں۔

حضور اکرم ﷺ نے اس کو معاف کیا اور قصیدہ کے انعام میں ایک چادر عطا کی جو مدت عمران کے پاس رہی۔

⑩ ہبار بن اسود: مکہ کے کفار میں بدترین کافر تھا حضرت زینب بنت رسول ﷺ کو بوقت ہجرت

اس نے نیزہ مارا جس سے حضرت زینب کو ایک دائمی بیماری لاحق ہوگئی اور پھر اسی سے انتقال ہوگیا حضور اکرم ﷺ نے ہبار کا خون بھی مباح قرار دیا تھا، لیکن یہ بھی کعب بن زہیر کی طرح اچانک مسجد نبوی پہنچا اور اپنے ایمان کا اعلان کیا اور معافی مانگی حضور اکرم ﷺ نے اس کو بھی معاف کردیا۔

⑪ **عبداللہ بن زمعری:** یہ بھی زبردست شاعر تھا حضور ﷺ کی ہجو میں اشعار کہتا تھا اسلام کی بد گوئی میں قصیدے بنایا کرتا تھا حضور اکرم ﷺ نے اس کو قتل کرنے کا بھی حکم دیا تھا مگر فتح مکہ کے دن یہ شخص نجران بھاگ گیا اور پھر اسلام قبول کر کے مدینہ آگیا اور حضور ﷺ سے معافی مانگ لی حضور ﷺ نے اسکو بھی معاف کردیا۔ یہ گیارہ مردوں کے مختصر احوال میں نے لکھ دیئے، مغازی للواقدی میں عمدہ تفصیلات بھی ہیں لیکن اس مختصر کتابچہ میں درج کرنا مشکل ہے۔

ان گیارہ مردوں کے علاوہ چھ عورتیں بھی ایسی تھیں جن کا خون ہدر کردیا گیا تھا ان کا مختصر قصہ یوں ہے۔

① **ہندہ زوجہ ابوسفیان:** ہند نے جنگ بدر سے لے کر فتح مکہ تک اسلام کی عداوت اور دشمنی میں جو حصہ لیا تھا وہ کسی پر پوشیدہ نہیں پھر جنگ احد میں حضرت پاک ﷺ کے چچا حضرت حمزہؓ کی شہادت کی وجہ بھی ہندہ بنی تھی، حمزہؓ کی لاش کی بے حرمتی اور سینہ چاک کر کے کلیجہ چبانا یہ کوئی معمولی جرائم نہیں تھے اس لئے حضور اکرم ﷺ نے اس کا خون مباح قرار دیا تھا جب مکہ فتح ہوگیا تو اس نے اسلام کا عادلانہ سلوک، امن اور شرافت دیکھی جس کی وجہ سے اس کے دل میں ایمان کی رغبت پیدا ہوگئی اور بیعت کرنے والی عورتوں میں یہ بھی چلی گئی حضور اکرم ﷺ سے ایک طویل گفتگو ہوئی اور پھر حضرت نے اس کا اسلام قبول کیا، ہندہ نے جا کر گھر میں رکھے ہوئے تمام بتوں کو توڑ کر کہا کہ بدبختو! تمہاری وجہ سے ہم نے ایک لمبا عرصہ عمر کا ضائع کردیا۔

②③ **قرتنا، قریبہ:** یہ دونوں عورتیں ابن خطل کی باندیاں تھیں، حضور اکرم ﷺ اور اسلام کے خلاف غلیظ قسم کے اشعار مجالس میں گایا کرتی تھیں شراب کی محفلوں میں اسلام کے خلاف رات بھر زہر اگلتی تھیں حضور اکرم ﷺ نے ان کا خون ہدر کیا تھا چنانچہ قریبہ تو قتل کردی گئی اور قرتنا کی کسی شخص نے سفارش کردی جو بعد میں مسلمان ہوگئی۔

④ **ارنب:** یہ بدبخت عورت بھی ابن خطل کی آزاد کردہ لونڈی تھی یہ بھی بدزبان اور پیغمبر اسلام اور

اسلام کے خلاف اشعار بنا بنا کر گایا کرتی تھی اس کا خون بھی ہدر ہو گیا تھا جو فتح مکہ کے دن قتل کر دی گئی۔

⑤ سارہ: بنی مطلب کی لونڈی تھی جو اس نے آزاد کی تھی یہ بھی حضور اکرم ﷺ کے ساتھ استہزا کرنے، ہجو کے اشعار گانے، ہر قسم ایذا پہنچانے، اور بیہودہ مخول اڑانے میں بڑی ہی بیباک تھی حضور ﷺ نے اس کے بھی قتل کرنے کا حکم دیا تھا، چنانچہ فتح مکہ کے دن حضرت علی ؓ کے ہاتھوں یہ واصل جہنم ہو گئی، عبدالحق محدث دھلویؒ نے لکھا ہے اور اہل تاریخ نے بھی لکھا ہے کہ یہ وہی عورت تھی جس کے واسطے سے حاطب بن ابی بلتعہ ؓ نے اہل مکہ کے نام خط روانہ کیا تھا اور پھر روضہ خاخ پر وہ خط اس عورت سے چھین لیا گیا۔

⑥ ام سعد: یہ بھی مباح القتل عورتوں میں تھی اور فتح مکہ کے دن قتل ہو گئی تھی مزید تفصیل کسی تاریخ میں مجھے معلوم نہ ہو سکیں۔

محترم قارئین!! آپ نے فتح اعظم فتح مکہ کی ساری تفصیلات ملاحظہ فرما دیں اب یہ فیصلہ آپ کو خود کرنا ہے کہ اسلام ہمیں کیا سکھاتا ہے حضور اکرم ﷺ نے ہمیں عزت و عظمت کا کونسا راستہ دکھلایا ہے صحابہ کرام ؓ نے کس راستے میں محنتیں اٹھائیں اور جانیں کھپائیں سب کچھ آپ کے سامنے ہے فاتح، مفتوح اور فتح صلح اور جنگ فضائل و مسائل اہمیت و ضرورت یہ سب کچھ واضح ہیں۔ ہمیں چاہئے کہ اسلام کو اسی انداز سے دیکھیں جس طرح کہ اسلام ہے کہیں ایسا نہ ہو کہ ہم کہیں اس فیصلہ میں کچھ خوشنما باتوں سے بھٹک جائیں کیونکہ معاملہ آخرت کا ہے۔

فتح مکہ کے دن بعض نامور اشخاص کا اسلام

اب مناسب معلوم ہوتا ہے کہ فتح مکہ کے دن بعض نامور اشخاص اور معززین قریش کا تذکرہ ہو جائے جن کو اللہ تعالیٰ نے اسلام کی توفیق دیدی، چونکہ سرزمین مکہ پر اب کفر مٹ چکا تھا کفر کی ظالمانہ زنجیر میں جکڑے ہوئے لوگ آزاد ہو چکے تھے اس لئے تمام رکاوٹیں جب دور ہو گئیں تو اسلام کا پر رونق چہرہ چمک اٹھا اور اسلام نے اپنے طبعی مزاج سے انسانوں کو متاثر کیا اور وہ لوگ اسلام کی آغوش میں آ گئے، صرف ضرورت اس کی تھی ظلم کی زنجیر کٹ کر ٹوٹ جائے یہاں تلوار کسی کے حلق میں اسلام و ایمان نہیں اتار رہی ہے اور نہ زبردستی کا اسلام اسلام میں معتبر ہے اسلام تو رضا و رغبت کا مذہب ہے زبان پر مجبوری سے اسلام ہو اور دل میں نہ ہو وہ تو نفاق ہے جس کو اسلام نے مسترد کر دیا

ہے لہذا جو لوگ جہاد مقدس کی وجہ سے مسلمان ہو گئے ہیں تو حقیقت میں ان لوگوں کے لئے حالات ساز گار مہیا ہو گئے پہلے حالات ساز گار نہیں تھے تو وہ ایمان کی جرأت نہیں کر سکتے تھے اگر چہ وہ جانتے تھے کہ اسلام ایک سچا اور پاکیزہ مذہب ہے لیکن ارد گرد کے حالات نے ان کو مجبور کر رکھا تھا، جب تلوار نے ان تمام رکاوٹوں کو دور کر دیا تو لوگ جوق در جوق اسلام میں داخل ہو گئے اگر اپنی مرضی سے یہ لوگ مسلمان نہیں ہوئے تھے تو ذرا یہ بتا دیجئے کہ فاتح قوم جب واپس ہو گئی تو مفتوح قوم اسلام پر جم کر برقرار کیوں رہی اور اس دین کے لئے قربانیاں کیوں دیں؟

صدیق اکبرؓ کے والد ابو قحافہ کا اسلام

جب لشکر اسلام تنعیم سے مکہ مکرمہ میں داخل ہونے لگا تو صدیق اکبرؓ کے والد ابو قحافہ نے اپنی بیٹی سے کہا کہ مجھے جبل ابو قبیس پر بٹھلا دو اور تمام تفصیلات سے آگاہ رکھو کہ یہ لشکر کس طرف جا رہا ہے؟ چنانچہ جب پہاڑ پر ابو قحافہ بیٹھ گئے چونکہ نابینا تھے تو اپنی بیٹی سے پوچھنے لگے اے میری پیاری بیٹی! تم کیا دیکھتی ہو؟ بیٹی نے کہا ایک سیاہ سمندر نظر آ رہا ہے اور ایک آدمی کبھی اس سے آگے دوڑتا ہے اور کبھی پیچھے چلا جاتا ہے ابو قحافہ نے کہا کہ سیاہ سمندر تو لشکر ہے اور یہ شخص جو آگے پیچھے دوڑ رہا ہے یہ فوج کا گائیڈ کرنے والا ہے یعنی کس طرف جانا ہے، کب رکنا ہے اور کب جانا ہے۔ اس کے بعد اس نے پوچھا کہ اے بیٹی اب کیا دیکھ رہی ہو؟ بیٹی نے کہا وہ سیاہ سمندر پھیل گیا ہے ابو قحافہ نے کہا بس اب لشکر ادھر ادھر پھیل گیا اب کاروائی ہو گی مجھے گھر لے جاؤ گھر لیجاؤ، اس حالت سے وہ بچی گھبرا گئی تو ابو قحافہ نے کہا کہ گھبراؤ نہیں کیونکہ تیرا بھائی عتیق محمد ﷺ کے محبوب ساتھیوں میں سے ہے تجھے کوئی خطرہ نہیں ہے۔ بہر حال جب حالات پر سکون ہو گئے تو حضرت صدیق اکبرؓ اپنے باپ کو حضور ﷺ کے پاس لے آئے حضور ﷺ نے فرمایا کہ اس بوڑھے کو کیوں زحمت دی میں خود چل کر ان کے پاس جاتا صدیق اکبرؓ نے فرمایا کہ میرا باپ زیادہ مستحق ہے کہ آپ کے پاس آ جائے پھر حضور ﷺ نے ان کے سینہ پر ہاتھ پھیرا اور کلمہ شہادت کی تلقین کی اس نے کلمہ پڑھا اور مسلمان ہو گیا۔ حضرت نے فرمایا اس کے بال بہت سفید ہیں اس پر رنگ کر دو لیکن سیاہ رنگ سے بچو پھر حضور ﷺ نے صدیق اکبرؓ کو باپ کے اسلام پر مبارکباد دی تو صدیقؓ نے فرمایا خدا کی قسم! اگر میرے باپ کی بجائے

ابوطالب اسلام لاتے جس سے آپ کی آنکھیں ٹھنڈی ہو جاتی تو مجھے اس پر زیادہ خوشی ہوتی ۔

سہیل بن عمرو کا اسلام

یہ مکہ مکرمہ کے بڑے اشراف قریش میں سے تھا صلح حدیبیہ میں بوقت صلح شرائط لکھنے لکھانے والا یہی شخص تھا جو قریش کی طرف سے سفیر کے طور پر آیا تھا اور حضور ﷺ نے ان کے آنے پر فرمایا تھا، قَدْ سَهُلَ اَمْرُنَا ، سہیل کے آنے سے اب ہمارا معاملہ سہل و آسان ہو گیا۔ حضور اکرم ﷺ نے فتح مکہ کے دن فرمایا تھا کہ سہیل عقل والا آدمی ہے اس میں شرافت و تدبیر ہے سہیل جیسے آدمی پر اسلام کی خوبیاں پوشیدہ نہیں رہیں گی۔ ان کلمات سے بھی سہیل کو رغبت ہوئی پھر وہ جنگ حنین کے بعد جعرانہ میں جا کر مشرف با اسلام ہوئے اور قسم کھائی کہ جتنی مخالفت اسلام کی کی ہے اس سے زیادہ خدمت اسلام کی کریں گے اور کفار سے لڑیں گے جنگ بدر میں یہ گرفتار ہو گئے تھے حضرت عمرؓ نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! یہ قریش کا خطیب ہے آپ مجھے اجازت دیدیں کہ میں اس کے سامنے کے دانت اکھیڑ دوں تا کہ اسلام کے خلاف بول نہ سکے حضور ﷺ نے منع کیا اور پھر فرمایا کہ ایک وقت ایسا آئے گا کہ سہیل کا خطبہ تجھے بہت پسند آئے گا چنانچہ حضور اکرم ﷺ کی وفات کے بعد جب مکہ میں کچھ لوگوں نے اسلام سے مرتد ہو کر پھرنے کی کوشش کی تو سہیل نے سب کو روکا اور زوردار تقریر کر کے سب کو مطمئن کر دیا۔ (فرضی اللہ عنہ وعن جمیع الصحابۃ)

ابولہب کے دو بیٹوں کا اسلام قبول کرنا

فتح مکہ کے دن ابولہب کے دو بیٹے عتبہ اور معتب دیگر قریش کے ساتھ روپوش ہو گئے تھے حضرت عباس ﷺ فرماتے ہیں کہ مجھے حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ مکہ کے ان لوگوں میں مجھے عتبہ اور معتب نظر نہیں آرہے ہیں وہ جہاں کہیں ہوں میرے پاس لے آؤ چنانچہ میں سواری پر بیٹھ گیا اور ان کے پیچھے چل پڑا، مجھے وہ دونوں عرفات کے پاس عرنہ، مقام میں ملے جو بھاگ رہے تھے میں نے ان دونوں کو حضور کے سامنے پیش کر دیا حضور اکرم ﷺ نے دونوں کو اسلام کی دعوت دی چنانچہ دونوں نے اسلام قبول کر لیا پھر حضور ﷺ نے ان دونوں کے ہاتھ پکڑ کر ملتزم مقام پر لے گئے اور دیر

تک ان کے لئے دعا مانگی، جب آپ واپس آرہے تھے تو خوشی سے آپ کا چہرہ انور چمک رہا تھا میں نے پوچھا یا رسول اللہ! آپ تو بہت خوش نظر آرہے ہیں حضور ﷺ نے فرمایا میں نے اپنے رب سے اپنے چچا کے دونوں بیٹوں کو مانگا تھا اللہ تعالیٰ نے میری دعاء قبول فرمادی اور دونوں کو اسلام کی توفیق دیدی اور دونوں کو مجھے ہبہ کر کے دیدیا۔

بہرحال مکہ مکرمہ کے ان داخلی اہم امور سے فارغ ہونے کے بعد حضور اکرم ﷺ نے مختلف صحابہ کرام ؓ کو مختلف اطراف میں اس مہم پر روانہ فرمادیا کہ جہاں کہیں کوئی مشہور یا غیر مشہور بت ہو اس کو گرا دو اور جلا دو، چنانچہ اطراف مکہ میں دور دور تک حضرت خالد بن ولید ؓ اور ان کے ساتھیوں نے یہ کام سرانجام دیا اور الحمد للہ کہ اللہ کی زمین اللہ کے دین کے حوالہ ہوگئی، اور آج الحمد للہ تمام مسلمانوں کے لئے مکہ مکرمہ مرکز ہے اور پوری دنیا سے زیادہ وہاں اللہ تعالیٰ کی عبادت، تلاوت، ریاضت اور محنتیں ہو رہی ہیں بیت اللہ آباد ہے اور نعرہ توحید ہر وقت وہاں بلند ہے آٹھ سال پہلے ایسے حالات تھے کہ حضور اکرم ﷺ اس شہر کو دن کے وقت چھوڑ نہیں سکتے تھے اس شہر کو چھوڑنے کے لئے بھی رات کی تاریکی کی ضرورت تھی لیکن الحمد للہ آج جہاد مقدس کی برکت سے دن کے اجالے میں ہر منکر کو مٹایا جا رہا ہے اور ہر معروف کو نافذ کیا جا رہا ہے۔

سوچنے والے سوچ لیں، جان کر جان لیں انجان نہ بنیں جہاد اللہ کی رحمت ہے اس سے دین کے راستے بند نہیں ہوتے بلکہ دین کے راستے اس سے کھلتے ہیں جس پر قرآن و حدیث اور تاریخ اسلام عمل صحابہ کرام ؓ گواہ ہے، ذرا غور کیجئے یہی مکہ مکرمہ تھا اور بیت اللہ تھا اور یہی قریش تھے جہاں پر حضور اکرم ﷺ اور صحابہ کرام ؓ کو فتح مکہ سے پہلے نماز پڑھنے اور طواف کرنے کی اجازت نہیں دیتے تھے عمرۂ قضاء میں حضور اکرم ﷺ نے قریش سے ایک دن مزید مکہ میں ٹھہرنے اور قریش کو دعوت ولیمہ کھلانے کی درخواست کی لیکن ان لوگوں نے تین دن سے زیادہ ایک گھنٹہ ٹھہرنے کی اجازت نہیں دی یہی عمرہ تھا کہ مسجد حرام اور بیت اللہ میں ۳۶۰ بت موجود تھے اور حضور اکرم ﷺ طواف کر رہے تھے کسی کو یہ طاقت نہ تھی کہ ان بتوں کو توڑ دے یا باہر نکال دے، کفار ننگا طواف کرتے تھے اور شرکیہ ترانے پڑھتے تھے کسی کو منع کرنے کا اختیار نہیں تھا، لیکن آج الحمد للہ جہاد مقدس کی برکت سے بت گرائے جا رہے ہیں

کعبہ کو ہر قسم شرک سے پاک کیا جارہا ہے اور بیت اللہ میں نعرۂ توحید بلند کیا جارہا ہے اسلام غالب ہے اور کفر مغلوب ہے، جاہلیت کی ہر رسم پامال ہے اور اسلام کا ہر حکم بلند وبالا ہے مکہ مکرمہ پر اسلام کی عظمت کا جھنڈا لہرا رہا ہے صرف اس مخصوص زمانہ میں نہیں بلکہ قرب قیامت تک الحمدللہ مکہ مکرمہ اسلام کا مرکز رہے گا، لاکھوں انسان وہاں ہر وقت اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مشغول ہیں اگر جہاد مقدس نہ ہوتا تو مکہ مکرمہ میں آج تک شرک ہوتا کفر برقرار رہتا لوگ کفر پر پیدا ہوتے اور کفر پر مرتے اور مکہ کبھی اسلام کے لئے مرکز نہ بنتا۔

مکہ مکرمہ کی فتح کو جزیرۂ عرب کے عرب حضور اکرم ﷺ کی حقانیت کی دلیل سمجھتے تھے اسی لئے جب مکہ فتح ہوا تو جزیرۂ عرب کے لوگ جوق در جوق اسلام میں داخل ہونے لگے، قرآن نے پہلے اعلان کیا تھا کہ "ورأیت الناس یدخلون فی دین اللہ افواجا" یعنی آپ لوگوں کو فوج در فوج اسلام میں داخل ہوتے ہوئے دیکھو گے چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ الحمدللہ علی ذلک۔

بندہ ناچیز اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ادا کرتا ہے کہ یہ رسالہ آج جمعہ ۱۷ رمضان ۱۴۱۸ھ کو مکمل ہو رہا ہے اور تکمیل کی یہ وہی تاریخ یعنی ۱۷ رمضان ہے جس میں مکہ مکرمہ فتح ہو گیا تھا، میں نے یہ رسالہ مکہ مکرمہ میں عیدالاضحیٰ کے موقع پر بیت اللہ کے اندر شروع کیا تھا اور اس کا کچھ حصہ مدینہ منورہ میں بھی لکھا تھا پھر فرصت ملتی نہ تھی اب رمضان کے مہینہ میں الحمدللہ ۱۷ رمضان کو مکمل ہو گیا۔

اللہ تعالیٰ اس کو قبول فرمائے اور اس سے مجھے اور پڑھنے والوں کو زیادہ سے زیادہ فوائد سے مالا مال فرمائے، جہاد مقدس کی قدر خواص وعوام کے دلوں میں بٹھلا دے اور امت مرحومہ کے مجاہدین کی مدد فرمائے، گرفتار شدہ قیدیوں کو رہائی نصیب فرمائے اور اس امت کو ایک مومن مجاہد خلیفہ عطا فرما دے۔ آمین یارب العالمین۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ محمد وعلی آلہ واصحابہ اجمعین۔

فضل محمد بن نور محمد یوسف زئی

استاذ جامعہ علوم اسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی پاکستان

جمعہ ۱۷ رمضان ۱۴۱۸ھ مطابق ۱۶ جنوری ۱۹۹۸ء

باب ہفتم

جنگِ حُنین

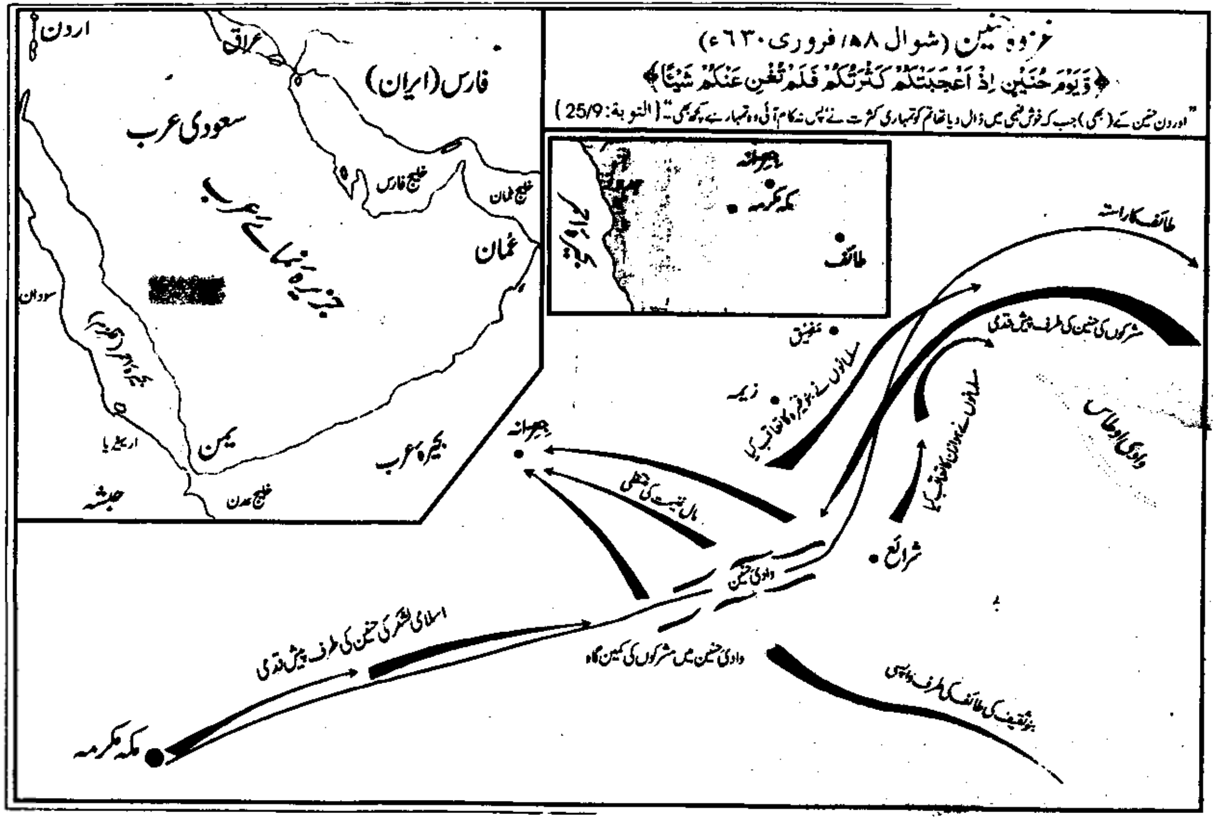

غزوہ حنین (شوال ۸ھ/ فروری ۶۳۰ء)

﴿وَيَوْمَ حُنَيْنٍ إِذْ أَعْجَبَتْكُمْ كَثْرَتُكُمْ فَلَمْ تُغْنِ عَنكُمْ شَيْئًا﴾

"اور دن حنین کے (بھی) جب کہ خوش فہمی میں ڈال دیا تھا تم کو تمہاری کثرت نے پس نہ کام آئی وہ تمہارے کچھ بھی۔" [التوبة: 25/9]

اردن
عراق
فارس (ایران)
سعودی عرب
جزیرہ نمائے عرب
خلیج فارس
خلیج عمان
عمان
سوڈان
بحیرہ احمر (قلزم)
اریٹریا
یمن
بحیرہ عرب
حبشہ
خلیج عدن
جعرانہ
مکہ مکرمہ
طائف
بحیرہ احمر
طائف کا راستہ
نخلہ
مشرکوں کی حنین کی طرف پیش قدمی
مسلمانوں نے بنو ثقیف کا تعاقب کیا
زیمہ
مسلمانوں نے ہوازن کا تعاقب کیا
وادی اوطاس
جعرانہ
مال غنیمت کی منتقلی
شرائع
وادی حنین
وادی حنین میں مشرکوں کی کمین گاہ
بنو ثقیف کی طائف کی طرف واپسی
اسلامی لشکر کی حنین کی طرف پیش قدمی
مکہ مکرمہ

مقام حنین

علامہ یاقوت حموی رحمہ اللہ اپنی مشہور کتاب معجم البلدان جلد ۲ صفحہ ۳۱۳ پر لکھتے ہیں کہ حنین مکہ اور طائف کے درمیان ایک وادی کا نام ہے جو مکہ کے قریب ہے۔ کہتے ہیں کہ حنین اور مکہ کے درمیان تین دن کا فاصلہ ہے۔ بعض نے لکھا ہے کہ مکہ اور حنین کے درمیان دس میل سے کچھ زیادہ فاصلہ ہے۔ حنین کو اس لئے حنین کہتے ہیں کہ یہ جگہ اس شخص کی طرف منسوب ہے جس کا نام حنین بن قانیہ تھا۔ بعض نے کہا کہ حن جنات کے ایک قبیلے کا نام تھا اسی کی تصغیر حنین ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں لفظ حنین کا ذکر فرمایا ہے۔ (معجم البلدان جلد ۲ صفحہ ۳۱۳)

غزوہ حنین جو اسلام کی مشہور جنگوں میں سے ایک جنگ ہے اسی جگہ کی طرف منسوب ہے اس کو غزوۂ اوطاس بھی کہہ سکتے ہیں کیونکہ غزوۂ حنین کا ایک بڑا معرکہ مقام اوطاس میں بھی ہوا تھا نیز اس کو غزوۂ طائف بھی کہہ سکتے ہیں کیونکہ اس کا ایک مشہور معرکہ طائف کے مقام پر بھی ہوا تھا۔ اسی طرح اس کو غزوۂ ہوازن بھی کہتے ہیں کیونکہ یہ معرکہ بنو ہوازن سے لڑا گیا تھا جو ایک قبیلے کا نام ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآن کریم میں جب اس غزوۂ کا تذکرہ فرمایا تو اس کو "جنگ حنین" کے نام سے یاد کیا۔ علامہ عاشق الٰہی میرٹھیؒ نے لکھا ہے کہ حنین مکہ سے براہ عرفات طائف کے قریب دس میل سے کچھ زیادہ ذوالمجاز کے پہلو میں ایک مشہور وادی کا نام ہے۔

جنگ حنین کے اسباب

نبی ﷺ کے غزوات مبارکہ کا ایک سبب تو وہی مشہور سبب ہے کہ مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت کرنے کے بعد آپ ﷺ پر اور آپ کی امت پر جہاد فرض ہو چکا تھا۔ اب یہ اللہ تعالیٰ کا حکم تھا جس کا پورا کرنا مسلمانوں پر لازم تھا۔ یہی وجہ ہے کہ آپ ﷺ کی دس سالہ مدنی دور میں ۲۷ بڑی جنگوں میں حصہ لیا اور ۵۶ چھاپہ مار دستے آپ نے مختلف علاقوں کی طرف روانہ فرمائے۔ گویا اوسطاً سال میں آپ نے آٹھ جنگیں لڑیں ہیں اور یہی وجہ ہے کہ علماء اور فقہا نے لکھا ہے کہ مسلمانوں پر لازم ہے کہ ان کا کوئی

سال کم از کم ایک جنگ سے خالی نہ ہوتا کہ جہاد مقدس کا نقشہ برقرار رہے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میرے رب نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں کفار سے اس وقت تک لڑوں جب تک کہ وہ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور رسولِ اکرم ﷺ کی رسالت کا اقرار نہیں کرتے۔ (مشکوٰۃ صفحہ۱۲)

اس ارشاد کا مطلب یہ ہوا کہ جہاں کفر موجود ہو اور وہ سرکشی اور قوت کی حالت میں ہو اور ان سے مسلمانوں کا کوئی معاہدہ بھی نہ ہو تو ان کے خلاف جہاد کرنا فرض ہے۔

جنگ حنین کا دوسرا سبب یہ تھا کہ جب آنحضرت ﷺ نے ۸ ہجری کو رمضان کے مہینے میں مکہ مکرمہ فتح کرلیا اور مکہ مکرمہ کے انتظام وانصرام سے آپ فارغ ہوگئے تو آپ کو اطلاع ملی کہ مکہ مکرمہ کے قریب حنین واوطاس میں ایک شخص مالک بن عوف نصری نے اپنے اردگرد قبائل عرب کو اکھٹا کیا ہے اور وہ مسلمانوں پر حملہ کرنا چاہتا ہے اس وجہ سے نبی اکرم ﷺ نے یہ مناسب سمجھا کہ ان کے حملے سے پہلے ہم ہی ان پر حملہ کیوں نہ کردیں۔ لہذا آپ حنین وطائف کی طرف اپنی فوجوں کے ساتھ روانہ ہوگئے۔

بیس ہزار لشکرِ کفار کا اجتماع

جنگ کا پہلا مرحلہ

جب رسول اللہ ﷺ فتح مکہ سے فارغ ہوئے تو اس فتح کا اثر مکہ کے آس پاس قبائل پر پڑا۔ عرفات کے پیچھے طائف اور مکہ کے درمیان ہوازن اور ثقیف قبائل کے لوگ آباد تھے۔ یہ لوگ نہایت جنگجو اور ماہر تیرانداز تھے۔ فتح مکہ کے بعد ان لوگوں میں یہ پریشانی پیدا ہوگئی کہ لشکر اسلام ہم پر بھی حملہ کرسکتا ہے چنانچہ ان قبائل نے آپس میں ملاقاتیں کیں اور اس بات پر متفق ہوگئے کہ اگر ہم ہی پہلے مسلمانوں پر حملہ کردیں تو یہ زیادہ بہتر ہوگا۔ چنانچہ ان قبائل کے سردار مالک بن عوف نصری نے ہوازن اور ثقیف کو اکھٹا کیا ان کے ساتھ دیگر قبائل بھی شریک جنگ ہوئے مثلاً بنی نصر اور بنی جشم سب کے سب شریک ہوگئے اور کچھ لوگ سعد بن بکر اور بنی ہلال کے بھی شامل ہوگئے۔ البتہ ہوازن کے قبائل میں سے بنی کعب اور بنی کلاب کا کوئی قابلِ ذکر آدمی اس جنگ میں شریک نہیں ہوا۔ مالک بن عوف نصری ۳۰ سالہ نوجوان تھا جو بلاشرکت غیر ان تمام قبائل کا لیڈر اور سردار تھا ان قبائل میں ہوازن کے لوگ بڑے سرگرم تھے اور کہتے تھے کہ ہم ہی پہلے مسلمانوں پر حملہ کریں گے۔ مالک بن

عوف سے انہوں نے کہا کہ اگر مسلمانوں نے پہل کی تو ہمارے پاس مضبوط قلعے ہیں اور اس میں سالہا سال کے لئے رسد و خوراک موجود ہے ہم سب آپ کے ساتھ ہیں آپ فوری اقدام کریں۔

چنانچہ مالک بن عوف نصری نے بیس ہزار کا لشکر جرار تیار کر لیا جو مختلف قبائل پر مشتمل تھا البتہ ہوازن کے دو مشہور قبیلے کعب اور کلاب کے لوگ اس میں شریک نہیں ہوئے۔ ان کے ایک لیڈر ابو براء کے بیٹے نے ان کو اس جنگ میں شریک ہونے سے منع کر دیا اور کہا کہ خدا کی قسم اگر مشرق و مغرب کے سارے لوگ محمد (ﷺ) کے خلاف اکٹھے ہو جائیں پھر بھی محمد ﷺ ان پر غالب آ جائیں گے۔ لشکر کفار کے سردار مالک بن عوف نے عام اعلان کیا کہ فوج کے ساتھ عورتیں، بچے اور بوڑھے بھی میدان میں لے آئیں تا کہ اہل و عیال اور مال کو دیکھ کر ہر آدمی بے جگری سے لڑائی لڑے اور بیوی بچوں کی وجہ سے بھاگنے کا نام نہ لیں۔

مالک بن عوف اور درید بن صمہ کی گفتگو

درید بن صمہ بنی جشم کا ایک تجربہ کار اور ہوشیار شخص تھا مگر اس وقت وہ بوڑھا ہو چکا تھا اس کی نگاہ جاتی رہی صرف برکت کی خاطر اس کو اس لشکر میں شریک کیا گیا تھا چنانچہ جب لشکر کفار مقام اوطاس پہنچ گیا اور ادھر ادھر سے برابر قبائل کے لوگ لشکر میں آ آ کر شریک ہو رہے تھے، اس وقت درید بن صمہ اپنی سواری پر ایک کھلے کجاوے میں بیٹھا تھا جب اوطاس کے مقام پر وہ زمین پر اتر گیا تو اس نے لوگوں سے پوچھا کہ یہ کون سی جگہ ہے؟ لوگوں نے کہا یہ اوطاس کا مقام ہے وہ کہنے لگے کہ جنگ کے لئے یہ نہایت موزوں جگہ ہے، کھلی بھی ہے اور مٹی بھی نرم اور اچھی ہے۔ مگر یہ کیا آوازیں آ رہی ہیں اونٹ چلا رہے ہیں، گدھے شور کر رہے ہیں، بچے رو رہے ہیں، بکریاں مَیں مَیں کر رہی ہیں؟ لوگوں نے کہا کہ مالک بن عوف کے حکم پر لوگ اپنی اہل و عیال اور مال کے ساتھ حاضر ہو گئے ہیں۔ تو درید اور مالک کے درمیان اس طرح گفتگو ہوئی۔

درید بن صمہ: اے مالک تم قوم کے سردار ہو مگر یہ ہم کیا سن رہے ہیں کہ اونٹ بڑبڑا رہے ہیں، گدھے ڈھینچو ڈھینچو کر رہے ہیں، بچے رو رہے ہیں اور بکریاں میمیا رہی ہیں؟

مالک بن عوف: یہ اس لئے شور ہے کہ ہم نے لوگوں کے مال و متاع اور عورتوں، بچوں کو بھی

ساتھ لے لیا ہے۔

درید بن صمہ: یہ کیوں؟ ایسا کیوں کیا گیا؟

مالک بن عوف: یہ سب اس لئے کہ ان چیزوں کی محبت کی وجہ سے کوئی بھاگ نہ سکے بلکہ ان کی حفاظت کے لئے جم کر لڑے۔

درید: ایک ہاتھ کو دوسرے پر زور سے مارا اور کہا ہائے افسوس تم تو چرواہے ہو تم کو لڑائی سے کیا واسطہ، شکست کھانے والے کو کون سی چیز فائدہ دے سکتی ہے؟ یاد رکھو! اگر تم غالب آگئے تو تمہیں صرف بہادر آدمی اور تلوار کی ضرورت پڑے گی اور اگر تم نے شکست کھائی تو یاد رکھو تم اپنے اہل وعیال کی وجہ سے ذلیل وخوار ہو کر رہ جاؤ گے۔

مالک: تم بوڑھے ہو گئے ہو تمہاری سمجھ میں بات نہیں آتی۔

دریدہ: کیا بنو کعب اور بنو کلاب کے لوگ جنگ میں شریک ہیں؟

مالک: نہیں وہ لوگ نہیں آئے ہیں۔

درید: اصل قوت تو تم سے الگ ہو گئی۔ اگر اس جنگ میں کوئی خیر و برکت ہوتی یا کوئی نام وبلندی ہوتی تو وہ لوگ ضرور اس میں شریک ہو جاتے۔ یاد رکھو اے مالک! تم ایک معزز اور شریف آدمی سے لڑنے کے لئے میدان میں نکل آئے ہو اور تم نے پورے ہوازن کو گھوڑوں کے سامنے لا ڈالا ہے یا تو تم لڑائی سے باز آجاؤ اور اگر باز نہیں آتے ہو تو پھر ان عورتوں اور بچوں کو کسی محفوظ مقام پر رکھو اگر تم غالب آگئے تو یہ تم سے مل جائیں گے اور اگر تم مغلوب ہو گئے تو یہ محفوظ مقام پر ہونگے۔

مالک: بہت ہی غصہ ہوا اور کہا کہ تم بوڑھے ہو گئے ہو قسم بخدا میں نے جو کچھ ترتیب بنائی ہے میں اس کو کبھی تبدیل نہیں کروں گا۔

درید: اے ہوازن کے لوگو! قسم بخدا یہ ترتیب صحیح نہیں ہے یہ شخص تمہیں اور تمہاری عورتوں کو ذلیل کر کے چھوڑنے والا ہے یاد رکھو جب شکست ہو گی تو یہ خود بھاگ کر طائف کے قلعہ میں جا کر بیٹھ جائے گا اور تم کو بے یار مددگار چھوڑ دے گا۔ لہٰذا اس شخص کو چھوڑ دو اور جنگ سے باز آجاؤ۔

مالک: تلوار لے کر اپنی طرف الٹ دی اور کہا قسم بخدا اگر میری رائے پر عمل نہ ہوا تو میں خودکشی کو لوں گا۔

لوگوں نے جب دیکھا کہ مالک بن عوف خودکشی پر اتر آیا ہے تو انہوں نے مالک کی رائے کو ترجیح دیدی اور جنگ کے لئے تیار ہو گئے۔

لشکرِ اسلام کی تیاری

جنگ کا دوسرا مرحلہ

اہل تاریخ نے لکھا ہے کہ مکہ مکرمہ جمعہ کے دن ۲۰ رمضان کو فتح ہوا۔ اس کے بعد نبی کریم ﷺ ۱۵ دن تک مکہ مکرمہ میں مقیم رہے۔ اس قیام کے دوران آپ ﷺ کو خبر ملی کہ مالک بن عوف نصری ثقیف اور ہوازن کے جنگجوؤں کو اکھٹا کر رہا ہے تا کہ لشکر اسلام پر حملہ کر دے۔ تحقیق احوال کے لئے نبی اکرم ﷺ نے ایک صحابی ابوحدرد اسلمی ؓ کو ہوازن کی طرف روانہ کیا اور ان سے فرمایا کہ جا کر مالک بن عوف کے لشکروں کے تمام احوال معلوم کر کے آؤ اور مالک بن عوف کے ارادوں کو بھی معلوم کر کے ہمیں اطلاع دو۔

چنانچہ ابوحدود اسلمی ؓ ہوازن کے لشکر میں جا کر دو دن تک گھومے اور احوال کو معلوم کیا اور پھر جا کر مالک بن عوف کو دیکھا، وہ اپنے بڑے بڑے کمانڈروں کے پاس بیٹھا تھا اور انہیں حملہ کرنے کی تربیت بتا رہا تھا۔ حضرت ابوحدود اسلمی ؓ تمام احوال کو دیکھ کر واپس آئے نبی اکرم ﷺ کو تمام چشم دیدہ احوال سے آگاہ کر دیا۔

اس اطلاع پر نبی اکرم ﷺ نے اپنے جانثاروں کو جمع فرمایا اور ہوازن پر فوج کشی کا فیصلہ کر دیا۔ لشکر اسلام کی تعداد بارہ ہزار تھی دس ہزار تو وہ جانثار صحابہ تھے جو مدینہ منورہ سے آنحضرت ﷺ کے ساتھ فتح مکہ کے موقع پر آئے تھے اور دو ہزار آپ کے ساتھ وہ نومسلم شامل ہو گئے تھے جو اہل مکہ اور اس کے علاوہ دیگر قبائل سے انہی دنوں ایمان لا چکے تھے۔ آنحضرت ﷺ ۶ شوال ۸ ہجری کو ہفتہ کے دن مکہ مکرمہ سے وادی حنین کی طرف افواجِ اسلام کو لے کر روانہ ہو گئے۔

آپ کو یہ اطلاع ہوئی تھی کہ مکہ کے ایک شخص صفوان بن امیہ کے پاس بہت زیادہ اسلحہ ہے اس لئے آپ ﷺ نے فوجی ضرورت کے تحت اس شخص سے یہ اسلحہ طلب فرمایا۔ یہ شخص ابھی تک مسلمان نہیں ہوا تھا چنانچہ کہنے لگا کہ اے محمد (ﷺ)! کیا آپ مجھ سے یہ اسلحہ غصب کرنا چاہتے ہیں؟ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا نہیں

بلکہ عاریۃً لے کر ضمانت کے ساتھ واپس کرونگا۔ اس نے کہا پھر اس میں کوئی حرج نہیں۔ چنانچہ اس نے ایک سو زرہیں اور دیگر ضروری اسباب مہیا کر دیا۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ اس کو وہاں او طاس تک پہنچانے کی ذمہ داری بھی تم لے لو اس نے کہا ٹھیک ہے۔ چنانچہ اس نے ایسا ہی کیا۔ درحقیقت صفوان بن امیہ کو نبی پاک ﷺ نے چار ماہ تک مہلت دیدی تھی کہ اسلام کے متعلق سوچ سمجھ کر فیصلہ کرو اس طرح اس کو مکہ میں امن مل گیا تھا پھر حنین کی جنگ میں بطور مبصر صفوان چلے گئے اور پھر جعرانہ میں مسلمان ہو گئے۔ جنگ حنین میں تماش بینوں کے طور پر کچھ اور کافر بھی گئے تھے اور رسول اللہ ﷺ نے ان کو اجازت بھی دیدی تھی۔

آپ ﷺ نے مکہ مکرمہ سے نکلتے وقت مکہ پر عتاب بن اسیدؓ کو گورنر مقرر فرمادیا اور حضرت معاذ بن جبل ؓ کو بطور معلّم مقرر فرما کر لشکرِ اسلام کو شان وشوکت کے ساتھ کوچ کا حکم دیدیا۔ چنانچہ گلشن نبوی کے یہ شاہین ہفتہ، اتوار اور پیر دن کے سفر کے بعد چوتھے روز منگل کی رات کو وادی حنین کے قریب پہنچ گئے اور وہاں ایک مناسب مقام پر پڑاؤ ڈال دیا۔ راستے میں کسی صحابی کی زبان سے یہ جملہ نکلا لَنْ نُغْلَبَ اَلْيَوْمَ عَنْ قِلَّةٍ یعنی ہم اتنے زیادہ ہیں کہ قلتِ عدد کی وجہ سے ہم کبھی مغلوب نہیں ہونگے۔ اس جملہ میں کثرت عدد پر ایک قسم عجب اور فخر تھا جس کی اللہ تعالیٰ نے اصلاح فرمادی اور مسلمانوں کو ابتداء میں شکست کا سامنا کرنا پڑا اس کے چند اشعار ترجمہ کے ساتھ ملاحظہ ہوں تاکہ ایمان تازہ ہوجائے۔ فرمایا:

اَبْلِغْ هَوَازِنَ اَعْلَاهَا وَاَسْفَلَهَا
مِنِّیْ رِسَالَةَ نُصْحٍ فِيْهِ تِبْيَانٌ

میری طرف سے ہوازن کے چھوٹوں اور بڑوں کو نصیحت کا یہ واضح پیغام پہنچادو۔"

اِنِّی اَظُنُّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَابِحُكُمْ
جَيْشًا لَّهٗ فِی فِضَآءِ الْاَرْضِ اَرْكَانٌ

کہ رسول اللہ ﷺ تم پر میرے خیال کے مطابق ایسے لشکر کے ساتھ صبح کے وقت حملہ کرنا چاہتا ہے جس کی جڑیں زمین کے مختلف اطراف میں پھیلی ہوئی ہیں۔"

فِيْهِ سُلَيْمٌ اَخُوْكُمْ غَيْرُ تَارِكِكُمْ

وَالْمُسْلِمُوْنَ عِبَادُ اللّٰهِ غَسَّانُ

اس میں تمہارے بھائی بنو سلیم بھی ہیں جو تمہیں نہیں چھوڑیں گے اور اس میں اللہ تعالیٰ کے بندے مسلمان غسانی بھی ہیں۔"

وَفِی عِضَادَتِهِ الْيُمْنَى بَنُوْ اَسَدٍ
وَالْاَجْرَبَانِ بَنُو عَبْسٍ وَّ ذُبْيَانُ

اس فوج کی دائیں جانب بنو اسد اور بنو عبس و ذبیان قبائل کے خطرناک لوگ کھڑے ہیں۔"

تَكَادُ تَرْجِفُ مِنْهُ الْاَرْضُ رَهْبَتَهُ
وَفِی مُقَدِّمِهٖ اَوْسٌ وَّ عُثْمَانُ

ان سے خوف کے مارے قریب ہے کہ زمین میں زلزلہ برپا ہو جائے اور فوج کے ہراول دستوں میں قبائل اوس اور بنو عثمان کھڑے ہیں۔"

طرفین کے انتظامات

جنگ کا تیسرا مرحلہ

جب لشکرِ اسلام چار دن سفر کے بعد منگل کی رات دس شوال کو وادی حنین میں پہنچا تو شام کے وقت اچانک ایک آدمی دوڑ دوڑ کر نبی اکرم ﷺ کے پاس آیا اور کہا اے اللہ کے نبی! میں عام لوگوں سے آگے آگے چلا گیا یہاں تک کہ میں فلاں فلاں پہاڑ پر جا پہنچا میں نے وہاں دیکھا کہ ہوازن کا بچہ بچہ میدان میں نکل آیا ہے، کیا بوڑھے اور کیا جوان، کیا بچے اور کیا عورتیں، انسانوں کا ایک ایک فرد جنگ کے لئے میدان میں نکل آیا ہے۔ پردہ نشین عورتیں اور گھروں کا سارا سامان، اونٹ اور بکریاں سب میدان میں جمع ہیں۔ یہ سن کر رسول اللہ ﷺ مسکرانے لگے اور پھر فرمایا انشاء اللہ کل یہ سب کچھ مسلمانوں کے لئے مالِ غنیمت بنے گا۔

اس کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا۔ آج کی رات ہماری پہرے داری کون کرے گا؟ تو سامنے سے گھوڑے پر سوار حضرت انس بن ابو مرثد غنوی ؓ آئے اور کہا یا رسول اللہ! میں پہرہ دوں گا۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ اس گھاٹی کی طرف بلندی پر چلے جاؤ لیکن تمہاری جانب سے رات کو ہم

پر دشمن کا اچانک حملہ نہ ہو۔ جب صبح کا وقت ہوا تو نبی اکرم ﷺ نماز کی جگہ پر تشریف لے آئے اور آپ نے دو رکعت نماز پڑھی۔ پھر آپ نے صحابہ ؓ سے پوچھا کیا تم نے اپنے گھڑسوار پہرے دار کو دیکھا ہے؟ صحابہ کرام ؓ نے عرض کیا ہم نے اسے نہیں دیکھا ہے۔ پھر نماز کی اقامت ہوگئی۔ نبی اکرم ﷺ نماز پڑھا رہے تھے اور آپ ﷺ گھاٹی کی طرف بھی توجہ فرمائے ہوئے تھے۔ نماز سے فراغت کے بعد آپ ﷺ نے صحابہ سے فرمایا خوش ہو جاؤ تمہارا شہسوار پہرہ دار آ رہا ہے۔ ہم سب گھاٹی کی طرف درختوں کے درمیان سے دیکھنے لگے کہ اچانک حضرت انس بن ابو مرثد ؓ نمودار ہوئے اور نبی اکرم ﷺ کے پاس آکر کھڑے ہوگئے اور عرض کیا کہ میں آپ کے حکم کے مطابق اس گھاٹی کے اوپر والے حصے پر چلا گیا صبح کے وقت میں نے دونوں گھاٹیوں کا جائزہ لیا مگر میں نے کسی کو وہاں نہیں دیکھا۔ نبی اکرم ﷺ نے پوچھا کیا تم رات کو سواری سے نیچے اترے تھے؟ انہوں نے کہا نہیں میں قضائے حاجت اور نماز کے علاوہ سواری سے نیچے نہیں اترا۔ نبی پاک ﷺ نے فرمایا تیرے لئے جنت واجب ہوگئی۔ اب تم کوئی عمل بھی نہ کرو تمہارا کوئی نقصان نہیں۔

اسلامی جھنڈے

رات کے پچھلے حصے یعنی سحری کے وقت نبی اکرم ﷺ نے اپنے ساتھیوں کی صف بندی کی، آپ ﷺ نے مختلف دستوں اور مختلف قبائل میں مختلف چھوٹے بڑے جنگی جھنڈے تقسیم کئے۔ چنانچہ مہاجرین میں تین چھوٹے بڑے جھنڈے تھے جو حضرت علی ؓ، حضرت عمر فاروق ؓ اور حضرت سعد بن ابی وقاص ؓ کے پاس تھے اور انصار کے پاس کئی جھنڈے تھے جو اسید بن حضیر ؓ، سعد بن عبادہؓ اور حباب بن منذر ؓ اور دیگر اشخاص نے اٹھا رکھے تھے۔ انصار و مہاجرین اور دیگر قبائل کے چھوٹے بڑے کل ۳۱ جھنڈے تھے جو مختلف لوگوں نے اٹھا رکھے تھے۔ آنحضرت ﷺ نے اپنی فوج کا مقدمۃ الجیش اور ہراول دستہ بنو سلیم بنایا تھا چنانچہ مکہ سے وادی حنین تک وہی رہا۔ وادی حنین میں آنحضرت ﷺ نے مقدمۃ الجیش پر حضرت خالد بن ولید ؓ کو امیر مقرر فرمایا چنانچہ جعرانہ تک آپ ہی امیر رہے۔ ادھر لشکرِ اسلام اور لشکرِ ایمان کی یہ تیاری مکمل ہوگئی اور اُدھر لشکرِ کفار اور لشکرِ شیطان اپنے انتظامات اور تیاریوں میں لگا ہوا تھا۔ سب سے پہلے مالک بن عوف نے لشکرِ اسلام کی

تعداد اور قوت معلوم کرنے کے لئے اپنے تین جاسوس روانہ کئے مالک نے ان سے کہا کہ لشکرِ اسلام میں گھس کر پورے احوال معلوم کر کے لاؤ۔ ان جاسوسوں نے جب لشکرِ اسلام کو دیکھا تو ان پر زبردست رعب طاری ہو گیا جب واپس مالک کے پاس پہنچ گئے تو ان کی حالت یہ تھی کہ جوڑ جوڑ میں ایسی کپکپی طاری تھی گویا کہ ان کے اعصاب بے جان ہو کر کٹ رہے ہیں۔ مالک بن عوف نے ان سے کہا تمہیں ہلاکت ہو، کیا ہو گیا کیا خبر ہے؟ انہوں نے کہا خدا کی قسم! ہم نے چتکبرے گھوڑوں پر روشن چہرے والے مردوں کو جب دیکھا تو ہماری یہ حالت ہو گئی جو تم دیکھ رہے ہو کہ اپنے اعضاء کو سنبھال نہیں سکتے۔ یاد رکھو آپ کی جنگ کسی زمینی مخلوق سے نہیں بلکہ آپ ایک ایسی آسمانی مخلوق سے جنگ کے لئے جا رہے ہیں جن کی آنکھیں چاروں طرف مسلسل گھوم رہی ہیں۔ اگر آپ ہماری بات مانیں گے تو ہم آپ سے درخواست کرتے ہیں کہ اپنے لشکر کو لے کر واپس چلے جاؤ کیونکہ آپ کے لشکر نے بھی اگر ان لوگوں کو دیکھ لیا تو ان کی بھی وہی حالت ہو جائے گی جو اس وقت ہماری ہے۔

مالک نے کہا تم پر لعنت ہو تم میرے لشکر کے سب سے زیادہ بزدل آدمی ہو۔ پھر مالک نے ان کو قید کر لیا تا کہ رعب زدہ اور دہشت زدہ حالت میں یہ لوگ لشکر کو مرعوب نہ کریں۔

پھر مالک بن عوف نے کہا کہ میرے لشکر میں سب سے زیادہ بہادر آدمی کو حاضر کر دو۔ چنانچہ ایک بہادر شخص لایا گیا اور وہ جاسوسی کی مہم پر چلا گیا مگر جو حالت ان تین کی ہو گئی تھی وہی حالت اس کی بھی ہو گئی اور بدن پر کپکپی طاری ہو گئی۔ مالک نے ان سے کہا تم نے کیا دیکھا اس نے کہا میں نے سفید اور روشن چہرے والوں کو چتکبرے گھوڑوں پر سوار دیکھا قسم بخدا ان کی طرف دیکھنے کی بھی کسی میں طاقت نہیں جو دیکھے گا اس کی یہی حالت ہو گی۔ اس کے بعد مالک بن عوف نے اپنے لشکر سے کہا کہ محمد (ﷺ) نے کبھی بھی اس سے پہلے تم جیسے تجربہ کاروں سے لڑائی نہیں لڑی ہو گی ان کی جنگیں ہمیشہ نا تجربہ کار لوگوں سے ہوئی ہیں جس کی وجہ سے وہ ہمیشہ کامیاب رہے ہیں اب وہ دیکھ لیں گے کہ ان کا واسطہ کن جنگی ماہرین سے پڑا ہے۔ پس طریقہ کار یہ ہو گا کہ جب سحری کا وقت ہو جائے گا تو پہلے تم آدمیوں کی صفیں بنا لو اس کے بعد اونٹوں کی صفیں اس طرح رکھو کہ ان پر عورتیں سوار ہوں،

اس کے بعد پھر گائے بیل اور اونٹوں کی صفیں بناؤ اور پھر بکریوں کی صفیں ترتیب دو تا کہ دیکھنے والوں کو یہ سب کچھ انسانوں کا تیار شدہ لشکر معلوم ہو پھر حملہ کرنے سے پہلے اپنی تلواروں کی کاٹھیاں توڑ ڈالو تا کہ تلوار کو نیام میں واپس کرنے کا تصور ہی ختم ہو جائے اور پھر بیس ہزار تلوروں کے ساتھ ایسا حملہ کر دو جیسا کہ ایک دم ایک آدمی حملہ کرتا ہے اور یہ بات یاد رکھو کہ غلبہ انہیں لوگوں کو حاصل ہوتا ہے جو پہلے حملہ کرتے ہیں۔

اس تقریر کے بعد ہوازن کے لوگوں نے تلواروں کی کاٹھیاں توڑ دیں اور انتہائی منظم انداز سے جنگ کے لئے تیار ہو گئے اور جھنڈے اٹھا لئے ، جنگی حکمت عملی کے تحت مالک بن عوف نے یہ چالاکی بھی کی کہ وادی حنین کے کھلے میدان سے پہلے اس نے اپنے تمام لشکر تنگ مقامات میں کمین گاہوں میں بٹھا دیا اور پھر کہا کہ جونہی لشکرِ اسلام یہاں داخل ہو جائے تم یکبارگی بیس ہزار آدمی ان پر حملہ کر دو اور ان کو تلواروں کی دھاروں پر دھرلو۔

شدید معرکہ اور مسلمانوں کو عارضی شکست

جنگ کا چوتھا مرحلہ

اہل تاریخ اور علامہ واقدی کا بیان ہے کہ صبح کی تاریکی میں رسول اللہ ﷺ وادی حنین میں اپنے جانثاروں کے ساتھ نیچے کی طرف اترنے لگے۔ وادی حنین کی یہ جگہ ایک پیچ دار اور ٹیڑھا درہ تھا، یہاں تنگ گھاٹیاں تھیں اور دشوار گزار گزرگاہیں تھیں۔ لشکرِ اسلام کا ہراول دستہ کافی آگے نکل چکا تھا آنحضرت ﷺ اپنے سفید خچر ''دلدل'' پر سوار تھے دو زرہیں آپ نے زیب تن کی ہوئی تھیں سر مبارک پر لوہے کی ٹوپی ''مغفر'' مزین کی ہوئی تھی۔ خود آپ کے سر پر تھا اور آپ اپنی جانباز افواج کا معائنہ بھی فرما رہے تھے اور ساتھ ساتھ جنگ کی ترغیب بھی دے رہے تھے اور صبح کی اس تاریکی میں اس وادی میں اتر بھی رہے تھے کہ اچانک سامنے سے تاک میں بیٹھے ہوئے بیس ہزار کفار نے تیروں، نیزوں، تلواروں اور پتھروں سے یکبارگی حملہ کر دیا۔ حضرت انس ؓ اس واقعہ کو اس طرح بیان فرماتے ہیں۔

وادی حنین تہامہ کی وادیوں میں سے ایسی وادی ہے جس میں تنگ گھاٹیاں اور گہرے غار اور گڑھے ہیں۔

جب ہم اس وادی میں پہنچے تو ہم پر ہوازن کے لوگوں نے ان گھاٹیوں سے اچانک حملہ کر دیا خدا کی قسم میں نے اتنی کثیر تعداد کے لشکر کو کبھی نہیں دیکھا تھا۔ مویشی اونٹ، گائیں، بکریاں اور انسان ایک سیاہ بادل کی شکل میں اس طرح نظر آرہے تھے گویا کہ یہ انسانوں کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر ہے۔ ہم صبح کی تاریکی میں وادی میں اترنے ہی لگے تھے کہ اچانک انہوں نے گھاٹیوں اور غاروں سے نکل کر ہم پر یکبارگی سے ایسا حملہ کر دیا جیسا کہ ایک آدمی ایک دم ہلہ بول دیتا ہے۔ سب سے پہلے بنو سلیم کے شہسوار بھاگ گئے اور پھر اہل مکہ اور پھر عام لوگ ایسے بھاگنے لگے کہ پیچھے مڑ کر بھی کسی نے نہ دیکھا۔

اس وقت رسول اللہ ﷺ دائیں بائیں بھاگنے والوں کو دیکھ رہے تھے اور فرما رہے تھے:

"یَا اَنْصَارَ اللّٰہِ، وَاَنْصَارَ رَسُوْلِہٖ اَنَا
عَبْدُاللّٰہِ وَرَسُوْلُہٗ صَابِرٌ"

اے اللہ تعالیٰ کے دین کے مددگار! اور اے رسول اللہ کے جانثارو! میں اللہ تعالیٰ کا بندہ اور اس کا رسول یہاں ڈٹ کر صابر کھڑا ہوں۔"

حضرت عباس بن عبدالمطلب ؓ جنگِ حنین کا آنکھوں دیکھا حال اس طرح بیان فرماتے ہیں کہ جب لوگ بھاگے تو میں رسول اللہ ﷺ کے بغلہ کی باگ پکڑے ہوئے تھا میں جسیم آدمی تھا اور میری آواز بلند تھی۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا اے عباس! آواز دو کہ یَا مَعْشَرَ الْاَنْصَارَ یَا مَعْشَرَ اَصْحَابَ السَّمُرَۃِ اے جماعت انصار! اے بیعت رضوان والو! میں نے آواز دی یہ آواز سنتے ہی ہر طرف سے لبیک لبیک کی صدا آئی اور اطراف سے لوگ آ کر وہاں جمع ہونا شروع ہو گئے۔ عجلت میں جو اونٹ نہ لا سکتا تھا وہ زرہ کو گلے میں ڈال لیتا اور تیر و کمان اور تلوار لے کر اونٹ سے کود پڑتا اور رسول اللہ ﷺ کی طرف اور میری آواز کی طرف دوڑتا۔ جب ایک سو آدمی جمع ہو گئے تو جنگ شروع ہو گئی۔ خزرج کے لوگ بڑے ثابت قدم لڑنے والے لوگ تھے جب انہوں نے دوبارہ جنگ شروع کی تو آنحضرت ﷺ نے جھانک کر دیکھا اور فرمایا اَلْاٰنَ حَمِیَ الْوَطِیْسُ اب گھمسان کی جنگ شروع ہو گئی۔

پھر آپ ﷺ نے فرمایا:

اَنَا النَّبِیُّ لَاکَذِبْ، اَنَا ابْنُ عَبْدِالْمُطَّلِبْ

''میں اللہ کا نبی ہوں اس میں جھوٹ نہیں اور میں عبدالمطلب جیسے بہادر کا بیٹا ہوں۔''

صحیح مسلم کی روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ بغلہ سے اترے۔ زمین سے ایک مٹھی مٹی لی اور کفار کی طرف متوجہ ہوئے اور شاھت الوجوہ پڑھ کر وہ مٹی کفار کی طرف پھینکی تو دشمن ایسا نہ بچا جس کی آنکھ میں یہ خاک نہ پڑی ہو۔ پس کفار بھاگے اور اللہ نے فتح دی۔

امام نوویؒ فرماتے ہیں کہ تمام صحابہ اس پر متفق ہیں کہ رسول اللہ ﷺ پیچھے نہیں ہٹے تھے اور کوئی روایت ایسی نہیں ہے کہ حضور اکرم ﷺ کسی جنگ میں کبھی بھاگے ہوں اور نہ ایسا ممکن تھا کیونکہ شان نبوت تو یہ تھی کہ عین اس وقت جبکہ لوگ پیچھے ہٹ کر بھاگ رہے تھے حضور اکرم ﷺ آگے بڑھنا چاہتے تھے۔ اسی لئے حضرت عباس ؓ اور ابوسفیان بن حارث ؓ آپ کے بغلہ کی باگ پکڑے ہوئے تھے تاکہ حضور ﷺ تنہا آگے نہ جائیں۔

صحیح مسلم میں ہے کہ حضرت براء بن عازب ؓ سے قبیلہ قیس کے کسی آدمی نے پوچھا کہ جنگ حنین میں آپ لوگ بھاگ گئے تھے اور رسول اللہ ﷺ کو چھوڑ دیا تھا۔

حضرت براء ؓ نے فرمایا کہ ہم اس بات کے گواہ ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نہیں بھاگے تھے مگر بات یہ ہوئی کہ آگے جو لوگ تھے وہ ناتجربہ کار اور غیر مسلح تھے ان لوگوں پر ہوازن نے یکبارگی حملہ کر دیا۔ ہوازن بڑے تیرانداز تھے ایک ساتھ ٹڈی دل کی طرح ان کے تیر آتے تھے اور کوئی تیر نشانہ سے خالی نہیں جاتا تھا لیکن رسول اللہ ﷺ اپنی جگہ سے نہیں ہٹے۔ حضرت براء بن عازب ؓ فرماتے ہیں کہ جنگ شدید ہو جاتی تو ہم نبی اکرم ﷺ کی پناہ میں کھڑے ہوتے تھے اور ہم میں سب سے بہادر وہ شخص ہوتا تھا جو جنگ میں نبی اکرم ﷺ کے برابر کھڑا ہو جاتا تھا۔

صحابہ کرام ؓ کا بیان ہے کہ جنگ حنین میں جب لوگ بھاگ گئے تو آپ ﷺ دائیں طرف ہو کر اپنی سواری پر اس حال میں سوار تھے کہ آپ نے تلوار سونت لی تھی اور اس کے نیام کو آپ نے پھینک دیا تھا۔ آپ کے ساتھ مہاجرین و انصار اور اہل بیت کے چند لوگ رہ گئے تھے اس وقت آپ نے یہ دعا پڑھی:

''اللھم لک الحمد والیک المشتکی وانت المستعان''

اے اللہ سب تعریف تیرے لئے، اور ہم تیری ہی طرف شکایت لاتے ہیں اور تو ہی مددگار ہے۔“

اس کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا:

”اللھم انک ان تشاء لا تعبد فی الارض بعد الیوم“

ترجمہ: اے اللہ اگر تو چاہتا ہے کہ آج کے بعد زمین میں تیری عبادت نہ ہو تو ان صحابہ کو ختم کر دے ورنہ نہیں۔“

حضرت جابر بن عبداللہ ؓ جنگ حنین کا آنکھوں دیکھا حال بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ جب ہم لوگ وادی حنین کی طرف جا رہے تھے اور تہامہ کی وادیوں میں سے ایک وادی کے اندر تیز گزر رہے تھے بالکل صبح کا ابتدائی وقت تھا دشمن پہلے سے اس تنگ راستے کی گھاٹیوں، گڑھوں، اور تنگ مقامات میں چھپے ہوئے بیٹھے تھے جس کی ہم لوگوں کو بالکل خبر نہیں تھی کہ یہاں کوئی خوف و خطر ہوگا۔ اسی حالت میں اچانک ان سب نے ہم پر یکبارگی ہر طرف سے ایک ساتھ شدت کا حملہ کر دیا۔ پھر تو یہ حال تھا کہ ہماری جماعت بے تحاشا پلٹی، آدمی پر آدمی اور اونٹ پر اونٹ گرے جا رہے تھے۔ رسول اللہ ﷺ داہنے رخ پلٹے اور کہا کہ لوگو! کہاں اور کدھر جا رہے ہو؟ میری طرف آؤ میں خدا کا رسول ہوں، میں خدا کا پیغمبر ہوں اور میں محمد بن عبداللہ ہوں۔ مگر کیفیت یہ ہو گئی تھی کہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ صرف چند مہاجرین اور اہل بیت کے تقریباً پندرہ سولہ آدمی رہ گئے تھے جن میں حضرت ابو بکر صدیق، حضرت عمر فاروق، حضرت علی، حضرت عباس، حضرت فضل بن عباس اور ابوسفیان بن حارث ؓ وغیرہ شامل تھے باقی لوگ ادھر ادھر بھاگ چکے تھے۔

حنین میں خواتین اسلام کی بہادری

اسلام کی مشہور بہادر خاتون حضرت ام عمارہؓ فرماتی ہیں کہ جنگ حنین میں جب مسلمانوں کو شکست ہوئی تو ہر شخص اسی طرف بھاگا جس طرف بھاگنا ممکن ہوا، کچھ تو بھاگ کر مکہ پہنچ گئے، میں اور میرے ساتھ چار دیگر خواتین بھی وہیں پر موجود تھیں میرے ہاتھ میں میری مشہور تیز دھار تلوار تھی اور ام سلیم کے پاس اس کا تیز خنجر تھا جس کو اس نے کمر کے وسط میں باندھ رکھا تھا، حالانکہ اس وقت وہ امید سے بھی تھی۔ ام سلیط اور ام حارث بھی موجود تھیں۔ اہل تاریخ نے لکھا ہے کہ ام عمارہؓ نے شکست

کے وقت تلوار سونت لی اور چیخ چیخ کر انصار کو یہ آواز دی، یہ بھاگنے کی کون سی بری عادت ہے؟ تم بھاگتے کیوں ہو؟ ام عمارہ رضی اللہ عنہا خود بیان کرتی ہے کہ میں نے ایک موقع پر ہوازن کے ایک آدمی کو ایک مٹیالے رنگ کے اونٹ پر سوار دیکھا جس کے ہاتھ میں جنگی جھنڈا بھی تھا جو اپنے اونٹ کو مسلمانوں کے تعاقب میں تیزی سے دوڑا رہا تھا، میں نے سامنے سے آکر اس شخص پر حملہ کر دیا پہلے میں نے اس کے اونٹ کی کونچیں کاٹ ڈالیں اور اونٹ کے گرنے کے ساتھ ہی میں نے اونٹ سوار پر شدید حملہ کیا، میں اس پر مسلسل تلوار چلاتی رہی یہاں تک کہ میں نے اس کو ڈھیر کر کے رکھ دیا پھر میں نے اس کی تلوار لے لی اور اونٹ کو مٹی میں لوٹ پوٹ ہوتے چھوڑا۔ ادھر یہ ہو رہا تھا اور ادھر نبی اکرم ﷺ اپنی تلوار سونتے ہوئے کھڑے تھے اور آپ یہ آواز دے رہے تھے اے اصحاب سورۂ بقرہ! یعنی اے جہاد کے فرض حکم کو جاننے اور ماننے والو! واپس جاؤ۔ یہ آواز سن کر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم فوراً پلٹ کر آگئے اور اپنے اپنے خصوصی شعار کے ساتھ جنگی دستوں کو اس طرح بلانے لگے، یا بنی عبدالرحمٰن! یا بنی عبداللہ! یا خیل اللہ! اس آواز سے انصار اکھٹے ہو گئے اور دیکھتے ہی دیکھتے انہوں نے ہوازن پر حملہ کر دیا اور کئی لوگوں کو گرفتار کر کے لائے میرے دو بیٹوں کے پاس بھی کچھ قیدی تھے چنانچہ میں غضبناک حالت میں کھڑی ہو گئی اور ایک قیدی کی گردن میں نے اڑا دی۔

حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا: ام سلیمؓ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی والدہ ہیں۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جنگ حنین کے موقع پر انہوں نے نبی اکرم ﷺ سے کہا کہ یا رسول اللہ! آپ دیکھ نہیں رہے ہیں ان لوگوں نے آپ کو کس طرح تنہا کفار کے سامنے چھوڑ دیا اور آپ کو چھوڑ کر یہ لوگ کس طرح بھاگ گئے؟ آپ ان کو بھی معاف نہ کریں اور جب اللہ تعالیٰ نے آپ کو ان پر قدرت دیدی تو ان کو بھی مشرکین کی طرح قتل کر دیں۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ اے ام سلیم! اللہ تعالیٰ ہمارے لئے کافی ہو گیا اور دشمن کو پسپا کر دیا اللہ تعالیٰ کی حفاظت وسیع تر ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ام سلیم کے ہاتھ میں اس کا تیز خنجر تھا جب ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے خنجر کو دیکھا تو پوچھا کہ یہ تیرے پاس کیا ہے اے ام سلیم؟ اس نے جواب میں کہا کہ یہ میرا خنجر ہے اگر میرے قریب کوئی کافر یا مشرک آئے گا تو میں یہ خنجر اس کے پیٹ میں گھونپ کر پھاڑ دوں گی۔

حضرت ابوطلحہ ؓ نے نبی اکرم ﷺ سے فرمایا کہ یا نبی اللہ! آپ ام سلیم کی جرأت مندانہ گفتگو سن رہے ہیں؟ حضرت مسکرائے۔ سچ ہے۔

خَلَقَ اللّٰهُ لِلْحُرُوْبِ رِجَالاً
وَرِجَالاً لِقَصْعَةٍ وَّثَرِيْدٖ

''یعنی اللہ تعالیٰ نے بعض لوگوں کو جہاد کے لئے اور بعض کو قورمے اور ثرید کھانے کے لئے پیدا کیا ہے۔''

حضرت ام حارث رضی اللہ عنہا: حضرت ام حارثؓ نے اپنے شوہر ابوحارث ؓ کے اونٹ کی لگام پکڑ کر کہا، اے ابوحارث! نبی اکرم ﷺ کو چھوڑ کر کہاں جا رہے ہو؟ آپ نے اونٹ کو زبردستی روکے رکھا جبکہ وہ دوسرے آگے جانے والے اونٹوں کی طرف زور لگا کر جانا چاہ رہا تھا اور لوگ بھی بھاگے جا رہے تھے۔ ام حارثؓ فرماتی ہیں کہ میرے پاس سے عمر فاروقؓ کا گزر ہوا تو میں نے پوچھا اے عمر! مسلمانوں کو کیا ہو گیا؟ حضرت عمر ؓ نے فرمایا کہ بس اللہ تعالیٰ کا حکم تھا جو ہونا تھا وہ ہو گیا۔ پھر ام حارثؓ نے نبی اکرم ﷺ سے عرض کیا کہ قسم بخدا میرے اونٹ کے پاس سے جو مسلمان بھاگ کر گزرے گا میں اسے قتل کر دونگی، قسم بخدا میں نے کبھی بھی ایسا نہیں دیکھا جس طرح کہ قبیلہ بنوسلیم نے آج کیا کہ بھاگ کر سب لوگوں کی شکست کا سبب بن گئے۔

فائدہ: خواتین کی یہ جرأت جہاں آج کل کی خواتین کے لئے درسِ عبرت ہے وہیں پر یہ مردوں کے لئے باعثِ غیرت اور نشان جرأت ہے کہ اسلام کے لئے عورتوں نے کس طرح قربانیاں دی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے اس عظیم عمل کو پوری امت کی عورتوں اور مردوں کے لئے بیداری کا ذریعہ بنائے اور امت کی ان بہادر ماؤں کی قربانیوں کو قبول فرمائے۔ خراج تحسین کے طور پر میں اپنی لغت میں ان خواتین کے لئے یہ کہوں گا۔

که ده سړو نه شه او نه شوه
خو که اسلامه جنګئی به دے ګټینه

یعنی اگر مردوں سے اسلام کی خدمت نہ ہو سکی تو اے پیارے اسلام، بہادر مائیں تجھے جیتیں گی۔''

شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ رقمطراز ہیں

جنگ حنینؐ کے متعلق قرآن عظیم کی جو آیات میں نے شروع میں لکھ دی ہیں ان کے متعلق علامہ شبیر احمد عثمانیؒ نے ایک عجیب منظر پیش کیا ہے شاہی کلام کی شاہانہ اردو میں تفسیر پڑھئے اور لطف اٹھایئے۔

فرماتے ہیں: پچھلی آیت میں تنبیہ کی گئی تھی کہ جہاں فی سبیل اللہ کے وقت مؤمنین کو کنبہ، برادری، اموال واملاک وغیرہ کسی چیز پر نظر نہ ہونی چاہئے۔ یہاں آگاہ فرمایا ہے کہ مجاہدین کو خود اپنی فوجی جمعیت وکثرت پر گھمنڈ نہ کرنا چاہئے، نصرت وکامیابی اکیلے خدا کی مدد سے ہے، جس کا تجربہ پیشتر بھی بہت سے میدانوں میں تم کر چکے ہو۔ بدر، قریظہ، نضیر اور حدیبیہ وغیرہ میں جو کچھ نتائج رونما ہوئے وہ محض امداد الٰہی وتائید غیبی کا کرشمہ تھا اور اب آخر میں غزوۂ حنین کا واقعہ تو ایسا صریح اور عجیب وغریب نشان آسمانی اور نصرت وامداد کا ہے جس کا اقرار سخت معاند دشمنوں تک کو کرنا پڑا ہے۔

فتح مکہ کے بعد فوراً آپ کو اطلاع ملی کہ ہوازن وثقیف وغیرہ بہت سے قبائل عرب نے ایک لشکر جرار تیار کر کے بڑے ساز سامان سے مسلمانوں پر حملہ کرنے کا ارادہ کیا ہے۔ یہ خبر پاتے ہی آپ ﷺ نے دس ہزار مہاجرین وانصار کی فوج گراں لے کر جو مکہ فتح کرنے کے لئے مدینہ سے ہمراہ آئی تھی، طائف کی طرف کوچ کر دیا، دو ہزار طلقاء بھی جو فتح مکہ کے وقت مسلمان ہوئے تھے آپ کے ہمراہ تھے یہ پہلا موقع تھا کہ بارہ ہزار کی عظیم الشان جمعیت کیل کانٹے سے لیس ہو کر میدان جہاد میں نکلی، یہ منظر دیکھ کر بعض صحابہ سے رہا نہ گیا اور بے ساختہ بول اٹھے کہ جب ہم بہت تھوڑے تھے اس وقت ہمیشہ غالب رہے ہیں تو آج ہماری اتنی بڑی تعداد کسی سے مغلوب ہونے والی نہیں ہے۔ یہ جملہ مردانِ توحید کی زبان سے نکلنا بارگاہ احدیت میں ناپسند ہوا، ابھی مکہ سے تھوڑی دور نکلے تھے کہ دونوں لشکر مقابل ہو گئے۔ فریق مخالف کی جمعیت (اس موقع پر) چار ہزار تھی جو سر پر کفن باندھ کر اور سب عورتوں، بچوں کو ساتھ لے کر ایک فیصلہ کن جنگ کے لئے پوری تیاری سے نکلے تھے۔ اونٹ، گھوڑے، مویشی اور گھروں کا کل اندوختہ کوڑی کوڑی کر کے اپنے ہمراہ لے آئے تھے۔ ہوازن کا قبیلہ تیر اندازی کے فن میں سارے عرب میں شہرت رکھتا تھا۔ اس کے بڑے ماہر تیر اندازوں کا دستہ وادی حنین کی پہاڑیوں میں گھات لگائے بیٹھا تھا۔

صحیحین میں براء بن عازب ؓ کی روایت ہے کہ پہلے معرکہ میں کفار کو ہزیمت ہوئی اور وہ بہت سا مال چھوڑ کر پسپا ہو گئے۔ یہ دیکھ کر مسلمان سپاہی مالِ غنیمت کی طرف جھک پڑے اس وقت ہوازن کے تیراندازوں نے گھات سے نکل کر ایک دم دھاوا بول دیا۔ آن واحد میں چاروں طرف سے اس قدر تیر برسائے کہ مسلمانوں کو قدم جمانا مشکل ہو گیا اول طلقاء میں بھاگڑ پڑی۔ آخر سب کے پاؤں اکھڑ گئے زمین باوجود فراخی کے تنگ ہو گئی کہ کہیں پناہ کی جگہ نہیں مل رہی تھی۔ حضور پرنور ﷺ مع چند رفقاء کے دشمنوں کے نرغہ میں تھے ابوبکر، عمر، عباس، علی، عبداللہ بن مسعود وغیرہ ؓ تقریباً سو یا اسی صحابہ بلکہ بعض اہل سیر کی تصریح کے موافق کل دس نفوس قدسیہ (عشرہ کاملہ) میدان جنگ میں باقی رہ گئے جو پہاڑ سے زیادہ مستقیم نظر آئے تھے۔

یہ خاص موقع تھا جبکہ دنیا نے پیغمبرانہ صداقت وتوکل اور معجزانہ شجاعت کا ایک محیر العقول نظارہ ان ظاہری آنکھوں سے دیکھا۔

آپ ﷺ سفید خچر پر سوار ہیں۔ عباس ؓ ایک رکاب اور ابوسفیان بن الحارث ؓ دوسری رکاب تھامے ہوئے ہیں۔ چار ہزار کا لشکر پورے جوش انتقام میں ٹوٹ پڑتا ہے، ہر چار طرف سے تیروں کا مینہ برس رہا ہے، ساتھی منتشر ہو چکے ہیں مگر رفیق اعلیٰ آپ ﷺ کے ساتھ ہے، ربانی تائید اور آسمانی سکینہ کی غیر مرئی بارش آپ ﷺ پر اور ان کے گنے چنے رفیقوں پر ہو رہی ہے۔ جس کا اثر آخر کار بھاگنے والوں تک پہنچتا ہے۔ جدھر سے ہوازن وثقیف کا سیلاب بڑھ رہا ہے آپ ﷺ کی سواری کا منہ اس وقت بھی اسی طرف ہے اور ادھر یہ آگے بڑھنے کے لئے خچر کو مہمیز کر رہے ہیں۔ دل سے خدا کی طرف لو لگی ہے اور زبان پر نہایت استغناء واطمینان کے ساتھ۔

أَنَا النَّبِيُّ لَا كَذِبُ
أَنَا ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبُ

جاری ہے۔ یعنی بے شک میں سچا پیغمبر ہوں اور عبدالمطلب کی اولاد ہوں۔ اسی حالت میں آپ ﷺ نے صحابہ کو آواز دی: ”إِلَيَّ عِبَادَ اللّٰهِ إِلَيَّ أَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ.“ خدا کے بندو! ادھر آؤ کہ میں خدا کا رسول ہوں۔ پھر آپ کی ہدایت کے موافق حضرت عباس ؓ نے (جو نہایت جہیر الصوت تھے)

اصحاب سمرہ کو پکارا جنہوں نے (حدیبیہ میں) درخت کے نیچے حضور ﷺ کے ہاتھ پر بیعت جہاد کی تھی۔ آواز کا کانوں میں پہنچنا تھا کہ بھاگنے والوں نے سواریوں کا رخ میدان جنگ کی طرف پھیر دیا۔ جس کے اونٹ نے رخ بدلنے میں دیر کی وہ گلے میں زرہ ڈال کر اونٹ سے کود پڑا اور سواری چھوڑ کر حضور ﷺ کی طرف لوٹا۔ اسی اثناء میں حضور ﷺ نے تھوڑی سی مٹی اور کنکریاں اٹھا کر لشکر کفار پر پھینکیں جو خدا کی قدرت سے ہر کافر کے چہرے اور آنکھوں پر پڑی۔ ادھر حق تعالیٰ نے آسمان سے فرشتوں کی فوجیں بھیج دیں جن کا نزول غیر مرئی طور پر مسلمانوں کی تقویت و ہمت افزائی اور کفار کی مرعوبیت کا سبب ہوا۔ پھر کیا تھا کفار کنکریوں کے اثر سے آنکھیں ملتے رہے (اور) جو مسلمان قریب تھے انہوں نے پلٹ کر حملہ کر دیا آناً فاناً مطلع صاف ہو گیا بہت سے بھاگے ہوئے مسلمان لوٹ کر حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں پہنچے تو دیکھا کہ لڑائی ختم ہو چکی ہے ہزاروں قیدی آپ ﷺ کے سامنے بندھے کھڑے ہیں اور مال غنیمت کے ڈھیر لگے ہوئے ہیں۔

فَسُبْحَانَ مَنْ بِيَدِهٖ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَیْءٍ اس طرح کافروں کو دنیا میں سزا دی گئی۔ (تفسیر عثمانی صفحہ ۲۵۸)

عارضی شکست پر قریش کے تبصرے

مکہ مکرمہ سے لشکر اسلام کے ساتھ کچھ غیر مسلم بھی بطور تماش بین آئے تھے اور کچھ نو مسلم بھی ساتھ تھے۔ تاریخ اس پر گواہ ہے اور دنیا کا دستور ہے کہ جب شکست ہو جاتی ہے تو لوگوں کے قلبی احساسات اور رجحانات ظاہر ہو جاتے ہیں۔ اس قسم کی قیاس آرائیاں کچھ نو مسلم اور کچے مسلمانوں کی زبانوں سے ظاہر ہوئیں اور کچھ غیر مسلم تماش بینوں نے بھی اس عارضی شکست پر تبصرے کئے چنانچہ ابوسفیان بن حرب نو مسلم نے اس وقت کہا کہ یہ ایسی شکست ہے کہ اب یہ ساحل سمندر سے ورے نہیں رکے گی۔

کلدہ بن حنبل نے چلا کر کہا لوگو! خوب سن لو آج محمد (ﷺ) کا جادو ٹوٹ گیا۔ اس پر صفوان بن امیہ نے اسے ٹوکا اور کہا خاموش ہو جاؤ، اگر ہم پر قریش کا آدمی حکمران ہو یہ اس سے زیادہ بہتر ہے کہ ہم پر ہوازن کا آدمی حکمرانی کرے۔

شیبہ بن عثمان غیر مسلم نے اس وقت کہا کہ آج میں محمد (ﷺ) سے اپنے باپ کا بدلہ لوں گا جو احد کی

جنگ میں مارا گیا تھا۔ یہ کہہ کر وہ نبی اکرم ﷺ کی طرف بڑھا وہ خود کہتے ہیں کہ میں جب آپ ﷺ کی پشت کی طرف سے آگے بڑھنے لگا تو ایک خوفناک آگ میرے سامنے بلند ہوگئی جس سے میں ڈرا کہ یہ آگ مجھے پکڑ نہ لے اور مجھے اندازہ ہوگیا کہ آپ ﷺ غیبی حفاظت میں ہیں۔ پھر آپ نے مجھے اپنی طرف بلایا اور میرے سینے پر ہاتھ مارا جس سے اللہ تعالیٰ نے میرے دل میں اسلام ڈالا اور مجھے حضور اکرم ﷺ سب سے زیادہ محبوب ہوگئے۔ سہیل بن عمرو نے اس افراتفری پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا کہ اس شکست کے نقصان کو اب محمد (ﷺ) دور نہیں کرسکتا۔

اس موقع پر ایک مشرکہ عورت نے یہ شعر پڑھا۔

قَدْ غَلَبَتْ خَيْلَ اللّٰهِ خَيْلُ اللاتِ
وَخَيْلُهُ اَحَقُّ بِالثُّبَاتِ

یعنی لات منات بتوں کا لشکر اللہ تعالیٰ کے شہسواروں پر غالب آیا اور بتوں کے شہسوار ثابت قدمی کے زیادہ حق دار ہیں۔"

اس کے جواب میں ایک مسلمان خاتون نے فرمایا۔

قَدْ غَلَبَتْ خَيْلُ اللّٰهِ خَيْلَ اللاتِ
وَاللّٰهُ اَحَقُّ بِالثُّبَاتِ

"اللہ تعالیٰ کا لشکر لات کے لشکر پر غالب آیا اور اللہ تعالیٰ کا لشکر ثابت قدم رہنے کا زیادہ حق دار ہے۔"

یہ ملا جلا ردعمل اس عارضی شکست پر مختلف تبصرہ نگاروں نے بطور تبصرہ کیا۔

اللہ تعالیٰ کی مدد کا نزول

جنگ حنین کے متعلق قرآن کریم میں جو آیتیں اتری ہیں ان میں اللہ تعالیٰ نے اپنی مدد خاص کا ذکر فرمایا ہے۔ سکینہ اور خصوصی تسلی کے نزول کے ساتھ ساتھ فرشتوں کے بھیجنے اور پھر کفار کو سزا دینے کا تذکرہ فرمایا ہے۔ میں نے ابتداء میں وہ آیتیں درج کی ہیں اور شیخ الاسلام علامہ عثمانی رحمۃ اللہ علیہ کی تفسیر کو بھی نقل کردیا ہے۔

اب یہاں اس نصرت خداوندی کے خاص واقعات کو ملاحظہ فرمائیں:

① حضرت عباس ؓ کا بیان ہے کہ عارضی شکست کے بعد میں نے جب انصار اور مہاجرین کو پکار کر بلایا تو وہ یا لبیک، یا لبیک کہتے ہوئے ایسے ہماری طرف دوڑ کر آئے جیسے اونٹنی اپنی اولاد کی طرف دوڑ دوڑ کر آتی ہے۔ جب صحابہ ؓ اکھٹے ہو گئے تو نبی اکرم ﷺ نے جھانک کر ان کو دیکھا اور فرمایا اب لڑائی کا تنور گرم ہو گیا۔

اس کے بعد آپ ﷺ نے ہاتھ میں مٹھی بھر کنکریاں اٹھا کر کفار کی طرف پھینک دیں اور پھر فرمایا رب کعبہ کی قسم! یہ لوگ شکست کھا گئے۔ حضرت عباس ؓ فرماتے ہیں کہ قسم بخدا اس کے بعد میں نے دیکھا کہ کفار کا زور ٹوٹ چکا تھا اور ان کی تیزی ہو گئی تھی یہاں تک کہ انہوں نے مکمل شکست کھالی پھر میں نے دیکھا کہ نبی اکرم ﷺ اپنے خچر کے ساتھ ان کے تعاقب میں تیز دوڑ رہے تھے۔

حضرت عباس ؓ مزید فرماتے ہیں کہ جب صحابہ ؓ مڑ کر واپس آ گئے اور کفار سے پھر آمنے سامنے ہو گئے تو نبی اکرم ﷺ نے یہ دعا مانگی۔ اے اللہ! تجھ سے تیری نصرت کا وعدہ مانگتا ہوں ان کفار کے لئے مناسب نہیں کہ یہ ہم پر غالب آ جائیں یہ کہہ کر آپ نے مجھ سے کہا۔ اے عباس! مجھے یہ کنکریاں دے دو۔ میں نے آپ کو زمین سے کنکریاں دے دیں تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''شاهت الوجوه'' یعنی یہ چہرے ذلیل وخوار ہو جائیں۔ آپ نے وہ کنکریاں کفار کے چہروں پر ماردیں اور کہا کہ ربِ کعبہ کی قسم یہ لوگ شکست کھا گئے۔ اس عمل کے ساتھ ساتھ کفار نے شکست کھالی اور سب بھاگ گئے۔

② جبیر بن مطعم کے دادا کی ایک روایت میں ہے فرماتے ہیں کہ جب ہم نے وادی حنین میں دیکھا تو سیاہ بادل کی طرح دشمن ہی دشمن نظر آ رہا تھا۔ مویشی اور عورتیں اور مردوں کا ایک سیلاب تھا میں یہ دیکھ رہا تھا کہ اتنے میں سیاہ بادل کی طرح ایک سایہ آسمان سے نیچے اتر آیا جس نے ہم پر اور دشمن دونوں پر سایہ کیا اور آسمان کے اطراف اس سے بھر گئے۔ میں نے جب پھر غور سے دیکھا تو وادی حنین میں سیاہ چیونٹیوں کا سیلاب رواں تھا مجھے ذرہ برابر شک نہیں تھا کہ یہ نصرتِ خداوندی ہے جس سے اللہ نے ہماری مدد کی ہے۔ چنانچہ اسی سے کفار کو شکست ہو گئی۔

انصار کا بیان ہے کہ ہم نے جنگ حنین کے دن شہد کی سیاہ مکھیوں کی طرح تہہ بہ تہہ ٹکڑیاں آسمان

سے گرتے دیکھیں جب ہم نے غور سے دیکھا تو وہ چیونٹیاں تھیں جو پھیل رہی تھیں ہم میں سے بعض ساتھیوں نے تو ان چیونٹیوں کو اپنے کپڑوں سے جھاڑنا شروع کر دیا حالانکہ وہ اللہ تعالیٰ کی مدد تھی جو ہمارے لئے آئی تھی۔

③ اہل تاریخ نے لکھا ہے کہ جنگ حنین کے موقع پر جو فرشتے آسمان سے اتر آئے تھے ان کی پگڑیاں سرخ تھیں جن کے شملے کندھوں پر پڑے تھے ان فرشتوں کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی مدد کی اور کفار کے دلوں میں رعب ڈال دیا۔

④ مسلمانوں کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ کی ایک نصرت یہ بھی تھی کہ اللہ نے کفار کے دلوں میں مسلمانوں کا رعب ڈالا تھا۔ چنانچہ ایک غیر مسلم سوید بن عامر سے اسلام قبول کرنے کے بعد جب مسلمان پوچھتے تھے کہ وہ رعب کیسا تھا تو آپ کنکریوں کو لے کر تھال پر زور سے مارتے تھے اور فرماتے کہ ہمارے دل پر ایسے جھٹکے لگتے تھے جس طرح کہ یہ کنکریاں پلیٹ پر لگتی ہیں اور اس سے آواز پیدا ہوتی ہے۔

جنگ حنین میں شریک غیر مسلم بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ نے مٹھی بھر کنکریاں پھینک دیں تو ہم میں سے ہر ایک کی آنکھ میں یہ کنکریاں آ کر لگیں پھر ہم میں سے ہر آدمی اپنے دل میں اس طرح گھبراہٹ کی چوٹیں محسوس کر رہا تھا جس طرح کہ پلیٹ پر کنکریاں کے مارنے سے چوٹیں لگتی ہیں۔ دل کی گھبراہٹ ختم ہی نہیں ہوتی تھی۔ ہم نے اس دن چتکبرے گھوڑوں پر سفید مردوں کو دیکھا جن کی سرخ پگڑیاں تھیں جن کے شملے کندھوں کے درمیان پڑے ہوئے تھے۔ یہ فرشتے جماعتوں اور دستوں کی شکل میں آسمان سے مسلسل اتر رہے تھے ان کی وجہ سے ہمارے دلوں میں اتنا رعب پڑا کہ ہم لڑنے کے قابل نہ رہے۔

⑤ ابن اسحاق جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ہم لوگوں نے دیکھا کہ ہمارے اور دشمن کے درمیان کوئی چیز چادر کی طرح آسمان سے زمین پر آئی اس میں سیاہ چیونٹیاں تھیں تھوڑی دیر میں ان چونٹیوں سے وادی بھر گئی اس کے بعد دشمن کو شکست ہوگئی۔

نوٹ: جنگ حنین کی اس عارضی شکست پر بعض حضرات اپنے اجتماعات میں زور وشور سے یہ

بیانات کرر ہے ہیں کہ دیکھو ذراسی معصیت اور معمولی سے گناہ پر اللہ تعالیٰ نے کس طرح سزا دی اور نصرت و مدد بند ہوگئی اور صحابہ کرام کو حضور ﷺ کی موجودگی میں شکست ہوگئی آج مجاہدین جو گناہ گار ہوتے ہیں ان کے ساتھ اللہ کی مدد نہیں ہوگی اور جب مدد نہیں ہوگی تو جہاد صحیح نہیں ہوگا۔ لہذا آج کل کا جہاد صحیح نہیں ہے۔ پہلے نیک بنو ایمان بناؤ پھر جہاد کرو۔ تو جواباً عرض ہے کہ یہ جو اللہ کی مدد آگئی یہ کیوں آئی؟ دوم یہ کہ فتح و شکست اللہ تعالیٰ کے قانون رب العالمین کا ایک حصہ ہے کہ کبھی ایک کی باری کبھی دوسرے کی باری آتی ہے۔ قرآن کہتا ہے ''یہ جنگ کے دن ہیں جو ہم ادلتے بدلتے ہیں۔'' سوم یہ کہ نیک بننے کا مطلب اگر یہ ہو کہ کوئی گناہ نہ ہو تو یہ رتبہ معصومیت کا صرف انبیاء کو حاصل ہے غیر نبی جو بھی ہوگا معصوم نہیں ہوگا۔ صحابہ محفوظ تھے دوسرے لوگ تو محفوظ بھی نہیں تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ جہاد منسوخ ہوگیا کیونکہ معصوم لوگ نہیں۔ اور یہ شیعہ کا عقیدہ ہے اور اگر مسلمان ہونا مراد ہے تو الحمد للہ ہر کلمہ پڑھنے والا مسلمان ہے جہاد کریں گے تو گناہ معاف ہوں گے۔

عارضی شکست کے بعد شدید جنگ اور فتح

جنگ کا پانچواں مرحلہ

دشمنوں کی چال اور خفیہ تدبیر کی وجہ سے جب لشکر اسلام میں بھگی پڑ گئی تو گویا مسلمانوں کو شکست ہوگئی کیونکہ اس وقت رسول اللہ ﷺ کے پاس چند مہاجرین و انصار اور اہل بیت کے سوا کوئی نہیں تھا۔ سب تتر بتر ہو کر ادھر ادھر منتشر ہوگئے تھے اور اس بے سروسامانی کی حالت میں ان کے پاؤں ایسے اکھڑ گئے کہ جمنا مشکل ہوگیا۔ غیر مسلم کفار نے اور بعض کچے مسلمانوں نے طرح طرح کے تبصرے کیئے۔ غرض جس نے جو چاہا کہدیا مگر رسول مقبول ﷺ نے کسی کی بات کی کچھ پروانہ کی اور اس کسمپرسی کے ہنگامے میں آپ کی شجاعت و استقلال نے ثابت کردیا کہ آپ کے ہاشمی خون میں جوانمردی و بہادری کا وہ پورا حصہ شامل ہے جو افضل الرسل میں ہونا چاہئے۔

چنانچہ آپ اس تنہائی اور کسمپرسی کے خوفناک وقت میں اپنی سواری سے نیچے اتر گئے اور دشمن کو للکارا کر کہا میں نبی ہوں اس میں کوئی جھوٹ نہیں، اور میں عبد المطلب جیسے بہادر کا چشم و چراغ ہوں۔

چند صحابہ ؓ ہالہ کی طرح آپ کو چاروں طرف گھیرے میں لئے ہوئے تھے اور آپ چاہ رہے تھے

کہ سب سے آگے بڑھیں اور بنفس نفیس دشمنوں کے جم غفیر میں گھس کر مقابلہ کریں۔ آپ کے خصوصی محافظوں میں سے حضرت ایمن ؓ شہید ہو گئے اور کفار میں سے ہوازن کا ایک شخص آنحضرت ﷺ کو شہید کرنے کے لئے سرخ اونٹ پر سوار آگے بڑھا، سیاہ جھنڈا ہاتھ میں تھا اور ایک لمبا نیزہ لہراتا ہوا قوم کے آگے آگے جولانی کرتا ہوا نہایت بہادری سے اکڑتا ہوا آرہا تھا، راستہ میں جو ملا اس کو ختم کیا۔ حضرت علی ؓ اور ایک انصاری نے جب اس کو اس طرح اکڑ اکڑ کر نخوت کے عالم میں آتا ہوا دیکھا تو دونوں اس کی طرف لپکے۔ حضرت علی ؓ نے پیچھے سے آکر اس کے اونٹ کے دونوں پاؤں میں اس طرح تلوار ماردی کہ وہ سرین کے بل بیٹھ گیا اور سامنے سے انصاری شخص نے مہلت نہ لینے دی اور سواری پر وار کیا کہ تلوار پنڈلی میں اترتی چلی گئی۔ سواری زمین پر گرا اور طرفین سے دست بدست گھمسان کی لڑائی شروع ہو گئی۔

لشکر اسلام اور محمدی کچھار کے شیروں نے ہوازن کے بدوؤں کو دھاڑنا شروع کر دیا۔ گلشن نبوی کے شاہین دوبارہ لوٹ کر اپنے شکار پر جھپٹے، بہادران اسلام کے خون میں بہادرانہ جوش موجزن ہوا، شرفاء کے اس شریف خون کی لہروں کا ابلنا تھا کہ چند ہی لمحوں میں میدان کارزار کا رخ بدل گیا اور جہاں مسلمانوں کو بھاگنا پڑا تھا اب اس میدان میں کفار بھاگتے ہوئے نظر آرہے تھے۔ ہوازن اور ثقیف کے بدوؤں کا جمنا مشکل ہو گیا تھا اور مقابلہ میں ٹھہرنے کی کوئی صورت نہیں بن رہی تھی اس لئے وہ اپنی بیوی بچوں اور سارا مال ومتاع میدان میں چھوڑ کر سراسیمگی کے ساتھ ستر لاشوں کے نقصان کے ساتھ شکست کھا کر ایسے بھاگے جس کی نظیر بہت کم ملتی ہے۔

کفار کے چھوڑے ہوئے مال واسباب اور کثیر تعداد میں مویشی مسلمانوں کے قبضہ میں آگئے۔ چالیس ہزار بکریاں، چوبیس ہزار اونٹ اور چھ ہزار انسان پکڑے گئے اور ہوازن وثقیف تین اطراف بھاگ کھڑے ہوئے۔ سچ ہے

مِنْ عَهْدِ عَادٍ كَانَ مَعْرُوْفًا لَّنَا
إِسْرُ الْمُلُوْكِ وَقَتْلُهَا وَقِتَالُهَا

ترجمہ: بادشاہوں سے لڑنا اور انہیں قید کرنا زمانہ قدیم سے ہمارے جانے پہچانے کارنامے ہیں۔"

حضرت ابوقتادہ ؓ کا معرکہ

حضرت ابوقتادہ ؓ فرماتے ہیں ہم نبی اکرم ﷺ کے ساتھ جنگ حنین کے لئے نکلے جب مڈ بھیڑ ہوئی تو اول ہلہ میں مسلمانوں کو عارضی شکست ہوگئی۔ اس وقت میں نے دیکھا کہ ایک مشرک آدمی مسلمان پر چڑھ دوڑا ہے میں نے پیچھے سے اس مشرک کی گردن پر جب تلوار ماری تو وہ میری طرف متوجہ ہوگیا جبکہ تلوار کے وار سے اس کی زرہ کٹ گئی تھی اور گردن پر گہرا زخم لگا تھا، اس نے مجھے پکڑا کر اتنا دبایا کہ مجھے موت کا احساس ہوگیا مگر زخم کی وجہ سے پھر وہ گر کر مر گیا تو اس نے مجھے چھوڑ دیا۔ اس میدان میں میری ملاقات حضرت عمر ؓ سے ہوئی تو میں نے پوچھا کہ یہ کیا شکست ہوگئی لوگوں کا کیا حال ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ بس اللہ تعالیٰ کا حکم تھا جو کچھ ہونا تھا وہ ہوگیا۔ پھر مسلمان دوبارہ میدان کی طرف لوٹ کر آگئے اور اللہ نے فتح عطا کی۔ رسول اللہ ﷺ وہاں تشریف فرما ہوئے اور آپ ﷺ نے فرمایا کہ جس شخص نے کسی کافر کو قتل کیا ہو اور اس کے پاس اس کے گواہ ہوں تو اس مقتول کا سامان اس قاتل کو ملے گا میں اٹھ کھڑا ہوا اور (دل میں) کہنے لگا کہ میرے واسطے کون گواہی دے گا یہ کہہ کر میں بیٹھ گیا۔ نبی اکرم ﷺ نے پھر اسی طرح اعلان فرمایا میں پھر کھڑا ہوگیا اور (دل میں) کہا کہ میرے لئے کون گواہی دیگا یہ کہہ کر میں بیٹھ گیا۔ نبی اکرم ﷺ نے تیسری دفعہ پھر اسی طرح اعلان فرمایا۔ میں پھر کھڑا ہوگیا اور (دل میں) کہا کہ کون ہے جو میرے لئے گواہ بنے؟ نبی اکرم ﷺ نے مجھ سے پوچھا کہ اے ابوقتادہ! تجھے کیا ہوگیا ہے کہ بار بار اٹھتے بیٹھتے ہو؟ میں نے پورا قصہ اس مقتول کا بیان کیا تو اتنے میں ایک شخص کھڑا ہوگیا اور کہنے لگا کہ ابوقتادہ سچ کہتا ہے انہوں نے اس شخص کو قتل کیا تھا مگر اس کا سامان میں نے لے لیا ہے۔ یارسول اللہ ﷺ! آپ ابوقتادہ کو راضی فرمالیں کہ وہ یہ سامان مجھے چھوڑ دیں۔ اس پر حضرت ابوبکر ؓ نے فرمایا نہیں نہیں اللہ تعالیٰ کی قسم ایسا نہیں ہوسکتا ہے کہ اللہ کے شیروں میں سے ایک شیر تو اللہ اور اس کے رسول کی حمایت میں جان کی بازی لگا کر لڑ رہا ہو اور پھر وہ مقتول کا سامان تجھے دے دے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا صدیق نے سچ کہا۔ اب تم اس مقتول کا سامان ابوقتادہ کو دے دو۔ ابوقتادہ ؓ فرماتے ہیں کہ اس شخص نے وہ سامان مجھے دے دیا پھر میں نے اسلحہ وغیرہ کے بدلے میں بنوسلمہ کے علاقہ میں ایک

باغ خرید لیا۔ یہ اسلام میں پہلا میرا مال تھا جو میں نے بطور ذخیرہ رکھ لیا۔ (متفق علیہ مشکوۃ صفحہ ۳۴۸)

سچ ہے ۔

سکھایا ہے ہمیں اے دوست طیبہ کے والی نے
کہ بوجہلوں سے ٹکرا کر ابھرنا عین ایمان ہے
جہاں باطل مقابل ہو وہاں نوک سنان سے بھی
برائے دین اسلام رقص کرنا عین ایمان ہے

حنین میں کافروں نے کیا دیکھا؟

امام بیہقیؒ نے غیر مسلم حارث کا بیان اس طرح نقل کیا۔ وہ کہتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے ہوازن پر بارہ ہزار لشکر کے ساتھ چڑھائی کی تو جنگ حنین میں ان لوگوں سے اتنے ہی آدمی مارے گئے جتنے کہ بدر میں مشرکین کے مارے گئے تھے یعنی ستر آدمی۔ حارث کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک مٹھی مٹی ہاتھ میں لے لی اور ہمارے مونہوں میں ماردی جس سے ہمیں فوراً شکست ہوگئی۔

ام برثن کا غلام عوف بن عبدالرحمٰن بھی حالت کفر میں تھا جو جنگ حنین میں حاضر ہوا تھا وہ اس طرح آنکھوں دیکھا حال بیان کرتا ہے۔ جب لشکر اسلام کے ساتھ ہمارا ابتدا میں آمنا سامنا ہوا تو وہ تھوڑی دیر کے لئے بھی ہمارے سامنے نہ ٹھہر سکے چنانچہ ہماری تلواریں ان کو نبی اکرم ﷺ کے سامنے نوچ رہی تھیں جب ہم نے ان کو بالکل قابو کرلیا تو اتنے میں ہم نے دیکھا کہ ان کے اور ہمارے درمیان خوبصورت چہروں والے لوگ آکر کھڑے ہوگئے اور ہم سے کہا تمہارے چہرے ذلیل وخوار ہوجائیں واپس ہوجاؤ بس یہ کلام سننا تھا کہ ہم سب بھاگ گئے۔ (بیہقی)

عمرو بن سفیان ثقفی کا بیان ہے کہ جب جنگ حنین میں مسلمان بھاگ گئے تو رسول اللہ ﷺ کے پاس صرف عباسؓ اور ابوسفیان بن حارثؓ رہ گئے پھر رسول اللہ ﷺ نے ایک مٹھی مٹی ہاتھ میں لے لی اور کفار کے چہروں میں ماردی۔ عمرو کا بیان ہے کہ پھر تو ہم ایسے بھاگے کہ ہمارا ہر آدمی یہ سمجھ رہا تھا کہ یہ درخت اور یہ پتھر سب کے سب شہسوار ہیں جو ہمارا تعاقب کررہے ہیں۔

یزید بن عامر بھی جنگ حنین میں کفار کے ساتھ تھے جب مسلمان ہوئے تو مسلمان ان سے پوچھتے

تھے کہ یہ بتاؤ جنگ حنین میں تم پر کتنا اور کیسا رعب پڑا تھا؟ وہ ہاتھ میں کنکری اٹھا کر پلیٹ پر مار دیا کرتے تھے اور پھر کہتے تھے کہ ہم اپنے دلوں میں اس طرح کھٹکھٹاہٹ کی آواز محسوس کرتے تھے جس طرح اس پلیٹ پر پتھر کی آوازیں۔ ابن اسحاق کا بیان ہے کہ ہوازن کے معاہد کفار کا جنگی جھنڈا قارب بن اسود کے پاس ہوتا تھا جب کفار کو شکست ہوگئی تو قارب نے جھنڈا ایک درخت کے ساتھ ٹیک دیا اور خود وہ اپنے دوسرے ساتھیوں کے ساتھ بہت دور تک بھاگ گیا۔ چنانچہ اس کی قوم سے سوائے دو آدمیوں کے اور کوئی قتل نہیں ہوا۔ ان دو میں سے ایک کا نام جلاج تھا جب نبی اکرم ﷺ کو معلوم ہوا تو آپ نے فرمایا کہ بنو ثقیف کا سردار آج مارا گیا۔

کفار کے جرنیل نے کیا دیکھا؟

لشکر اسلام کے حملہ آور ہونے کے بعد بری طرح کفار تتر بتر ہو کر بھاگ گئے بھاگنے والوں میں لشکر کفار کمانڈر انچیف جرنیل مالک بن عوف بھی تھا۔ بھاگتے بھاگتے ایک گھاٹی پر جب وہ اور اس کے ساتھی پہنچ گئے تو جنرل مالک نے کہا یہاں رک جاؤ تا کہ ہمارے کمزور ساتھی بھی آ جائیں۔

اس وقت جنرل مالک اسلام کے دستوں کا نظارہ بھی کر رہا تھا۔ چنانچہ جب ایک چاق و چوبند دستہ نمودار ہوا تو مالک نے کہا تم کیا دیکھ رہے ہو؟ اس کے ساتھیوں نے کہا کچھ ایسے لوگ نظر آ رہے ہیں جو سب کے سب شہسوار ہیں اور انہوں نے اپنے نیزوں کو گھوڑوں کے کانوں کے درمیان لمبائی میں رکھا ہے اور یہ نیزے بہت لمبے لمبے ہیں۔ مالک نے کہا یہ بنو سلیم ہیں اور ان سے اس وقت خطرہ نہیں ہے چنانچہ وہ لوگ آئے اور درہ کے دامن سے گزر گئے۔

اس کے بعد ایک اور دستہ لشکرِ اسلام کا نمودار ہوا جنہوں نے نیزوں کو چوڑائی میں رکھا تھا اور وہ بالکل ادھر ادھر کے خطرات سے بے پروا نظر آ رہے تھے۔ مالک نے پوچھا اے میرے ساتھیو! تم اب کیا دیکھ رہے ہو؟ انہوں نے کہا کہ اس قسم کے لوگ آ رہے ہیں۔ مالک نے کہا یہ اوس اور خزرج کے لوگ ہیں تمہیں ان سے بھی کوئی خطرہ نہیں چنانچہ وہ لوگ بھی اسی وادی میں چلے گئے جہاں بنو سلیم گئے تھے۔ اس کے بعد ایک شہسوار نمودار ہوا مالک نے کہا کیا دیکھ رہے ہو؟ ساتھیوں نے کہا ایک گھڑ سوار ہے جس کے پاس ایک لمبا چوڑا نیزہ ہے جو اس نے کندھے پر رکھا ہے اور اس نے

ایک سرخ کپڑا سر پر لپیٹ رکھا ہے۔ مالک نے کہا یہ زبیر بن عوام ہے اور لات منات کی قسم یہ شخص آ کر تم سے مقابلہ کرے گا۔ لہٰذا تم مقابلہ میں ڈٹ جاؤ۔ چنانچہ جب کفار زبیرؓ اس گھاٹی کے دامن میں پہنچے تو آپ نے اوپر چوٹی پر کفار کو دیکھا اور دیکھتے ہی ان کا پیچھا کیا اور نیزہ سے ان کو مارتے مارتے اس پہاڑ کی چوٹی سے ان کو بھگا دیا۔

عورت کو قتل نہ کرو

نبی اکرم ﷺ نے بنو سلیم کو لشکر کا ہراول دستہ مقرر فرمایا تھا جس کی کمان حضرت خالد بن ولیدؓ کے ہاتھ میں تھی۔ پیچھے سے نبی اکرم ﷺ بھی لشکر کے ساتھ آ رہے تھے کہ آپ نے وہاں لوگوں کو دیکھا کہ ایک جگہ ہجوم کئے ہوئے کھڑے ہیں۔ آپ ﷺ نے پوچھا کہ یہ لوگ کیوں کھڑے ہیں؟ تو کسی نے کہا یہ ایک عورت ہے جسے حضرت خالد بن ولیدؓ نے مار دیا ہے۔ آنحضرت ﷺ نے ایک شخص کو حضرت خالدؓ کے پاس بھیجا اور یہ پیغام دیا کہ خالد سے کہہ دو کہ عورت اور مزدور کو قتل مت کرو۔

اسی طرح رسول اللہ ﷺ نے ایک اور عورت کو دیکھا جو مری پڑی تھی۔ آپ نے فرمایا اس کو کس نے قتل کیا ہے؟ تو ایک شخص نے کہا یا رسول اللہ اس کو میں نے قتل کیا ہے کیونکہ میں نے جب اس کو گرفتار کر کے اپنے ساتھ سواری پر بٹھایا تو اس نے پیچھے سے مجھ پر حملہ کر دیا تا کہ مجھے قتل کر دے تو میں نے اس کو قتل کر دیا۔ نبی اکرم ﷺ نے حکم دیا کہ اس کو دفنا کر چھپا دو۔

حنین سے کفار کہاں کہاں بھاگ گئے؟

وادی حنین میں جب کفار کو بری طرح شکست ہو گئی تو ہوازن وثقیف کے قبائل تین اطراف میں بھاگ گئے، ان میں سب سے بڑا حصہ بھاگتا بھاگتا طائف پہنچا جس میں لشکر کفار کا سردار مالک بن عوف خود بھی تھا یہ لوگ جا کر طائف میں قلعہ بند ہو گئے۔ شکست خوردہ لشکر کا دوسرا حصہ بھاگ کر اوطاس جا پہنچا اور وہاں پناہ لی اور ہزیمت خوردہ لشکر کا تھوڑا سا حصہ بھاگ کر مقام نخلہ میں جا کر اتر گیا۔ اس کے بعد محمدی کچھار کے غضبناک شیروں نے کفر وشرک کی ان بزدل لومڑیوں کا تعاقب کیا چنانچہ گلشن اسلام کے شاہینوں نے زاغان کفر کو جہاں پایا وہیں پر دبوچ کر رکھ دیا۔ ذرا اس کی کچھ تفصیل بھی ملاحظہ فرمائیں۔

معرکۂ اوطاس

جنگ کا چھٹا مرحلہ

ہوازن کے علاقوں میں سے اوطاس ایک وادی کا نام ہے جو راستے میں پڑتی ہے۔ جنگ حنین کے وقت جب کفار نے مکمّل شکست کھائی تو ہوازن اور ثقیف کے لوگوں کا ایک حصہ بھاگ کر طائف اور اوطاس میں قیام پذیر ہو گیا۔ نبی اکرم ﷺ نے ان کے تعاقب میں تینوں مقامات میں کارروائی کی چنانچہ طائف میں جو لوگ بھاگ کر چھپے ہوئے تھے ان کے تعاقب میں نبی اکرم ﷺ خود اپنے ساتھیوں کے ساتھ تشریف لے گئے کیونکہ مالک بن عوف یہیں پر طائف کے ایک محفوظ قلعہ میں اپنے ساتھیوں کے ساتھ چھپا ہوا تھا اور جو لوگ نخلہ کی طرف بھاگ کر گئے تھے نبی اکرم ﷺ نے ان کی سرکوبی کے لئے اپنا ایک دستہ روانہ فرما دیا اور جو لوگ اوطاس کی وادی میں بھاگ کر چھپے تھے نبی اکرم ﷺ نے حضرت عامر ؓ کو ایک دستہ پر امیر مقرر فرما کر روانہ کر دیا، بہرحال گلشن محمدی کے ان بہادر شہسواروں نے نخلہ کی طرف بھاگے ہوئے کفار پر جھپٹ کر حملہ کر دیا نخلہ کی طرف بھگوڑوں میں عرب کا مشہور تجربہ کار درید بن صمہ بھی تھا جب لشکر اسلام نے بعض گھاٹیوں میں بھگوڑوں کی تلاش شروع کی تو حضرت ربیعہ بن رفیع ؓ کو درختوں کے بیچ میں اونٹ پر سوار درید بن صمہ مل گیا، حضرت ربیعہ ؓ نے اس کے اونٹ کی لگام پکڑ لی اور اونٹ کو بٹھا دیا۔ حضرت ربیعہ ؓ چونکہ نوعمر تھے آپ درید کو نہیں جانتے تھے درید کی عمر اس وقت ۱۶۰ سال کی تھی، اونٹ کے روکنے پر درید نے پوچھا اے نوجوان! تم کون ہو؟ حضرت ربیعہ ؓ نے فرمایا میں ربیعہ بن رفیع سلمی ہوں یہ کہہ کر آپ نے درید پر تلوار سے ایک وار کیا مگر تلوار نے کام نہیں کیا۔ اس پر درید نے کہا تیری ماں نے تجھے بدترین اسلحہ دیا ہے یہ تلوار کام کی نہیں ہے تم میرے کجاوہ سے میری تلوار لے لو اور اس سے مجھے مارو مگر سر کی کھوپڑی اور جسم کی ہڈیوں پر نہ مارو کیونکہ میں بھی لوگوں کو اسی طرح مارا کرتا تھا کہ کھوپڑی اور ہڈی سے تلوار کو بچاتا تھا اور جب تم مجھے قتل کر چکو تو پھر اپنی والدہ سے جا کر کہہ دو کہ میں نے درید بن صمہ کو قتل کر دیا ہے کیونکہ بارہا میں نے تمہاری عورتوں کو مصیبت کے وقت بچایا ہے۔

جب ربیعہ ؓ نے درید کو قتل کر دیا اور پھر اس کا تذکرہ اپنی والدہ کے سامنے کیا تو ان کی والدہ نے

کہا: قسم بخدا! درید نے تین بار تمہاری ماؤں کو آزاد کیا ہے۔ نوجوان ربیعہ نے کہا مجھے اس کا کچھ علم نہیں تھا۔

نخلہ کی طرف بھاگنے والوں کا یہاں صفایا ہو گیا اب اوطاس کا کام باقی رہ گیا۔

حضرت ابو عامر ؓ کی بہادری

حضرت ابو عامر اشعری ؓ حضرت ابو موسیٰ اشعری ؓ کے چچا تھے۔ نبی اکرم ﷺ نے حضرت ابو عامر ؓ کو امیر بنا کر اوطاس کی طرف بھیجا اور حضرت ابو موسیٰ اشعری ؓ کو بھی ان کی معیت میں روانہ کر دیا۔ آنحضرت ﷺ نے جنگی جھنڈا خود باندھ کر ابو عامر کو پکڑا دیا۔ اس دستہ میں حضرت سلمہ بن اکوع بھی تھے وہ قصہ یوں بیان کرتے ہیں۔

جب ہوازن بھاگ گئے تو انہوں نے مقام اوطاس میں جا کر ایک عظیم الشان لشکر پھر سے اکھٹا کیا، ہم نے ان کا تعاقب کیا جب ہم ان کے ہاں پہنچ گئے تو ہم نے دیکھا کہ ان کا یہ عظیم لشکر انتہائی محفوظ مقام میں پڑاؤ کیا ہوا ہے۔ ہم پہنچے ہی تھے کہ ان میں سے ایک شخص میدان میں نکل آیا اور کہنے لگا ھل من مبارز؟ کیا مقابلہ کیلئے تم سے کوئی سامنے آنے والا ہے؟ اس شخص کے مقابلہ کیلئے حضرت ابو عامرؓ نکل کھڑے ہوئے اور باز کی طرح جھپٹ کر ان پر حملہ آور ہوئے اور فرمایا: اللھم اشھد. اے اللہ تو گواہ رہنا میں نے اسکو قتل کیا، یہ کہہ کر آپ نے کافر پر ایسی تلوار ماری جو اس کے جسم میں اترتی چلی گئی اور وہ تڑپ تڑپ مر گیا، اسی انداز سے لشکر کفار میں سے حضرت ابو عامر ؓ اس کھلے مقابلہ میں نو بہادروں کو جہنم رسید کیا۔

اس کے بعد جب دسواں بہادر میدان میں اتر آیا تو وہ بڑی شان و شوکت سے زرد عمامہ لگائے ہوئے نمودار ہوا۔ حضرت ابو عامر ؓ نے جب ان پر حملہ کے وقت فرمایا، اللھم اشھد، تو اس نے کہا اللھم لا اشھد. اس کے بعد اس شخص نے حضرت ابو عامر ؓ پر تلوار سے وار کیا جس سے حضرت ابو عامرؓ گر پڑے، آپ نے آخر وقت میں حضرت ابو موسیٰ اشعری ؓ کو اپنا قائم مقام بنایا۔ حضرت ابو موسیٰ ؓ نے ان سے پوچھا کہ آپ کو کس نے مارا ہے آپ نے اشارہ کیا کہ اس زرد عمامہ والے نے مارا ہے، حضرت ابو موسیٰ ؓ نے اس پر حملہ کر کے اس کو قتل کر دیا۔ پھر

ابو عامر ؓ نے جنگی جھنڈا حضرت ابو موسیٰ ؓ کو عطا کیا اور یہ وصیت کی کہ میرا گھوڑا اور اسلحہ نبی اکرم ﷺ تک پہنچا دیں اور نبی اکرم ﷺ سے میرے لئے استغفار کی درخواست کریں اور ان کو میرا اسلام عرض کریں۔ چنانچہ ابو موسیٰ اشعری ؓ نے جنگ کی کمان سنبھال لی اور شدید جنگ کے بعد اللہ تعالیٰ نے فتح عطا کی۔ ابو موسیٰ ؓ نے ابو عامر ؓ کی وصیت کے مطابق اسلحہ اور گھوڑا نبی اکرم ﷺ تک پہنچا دیا۔ آپ ﷺ نے یہ سب کچھ ابو عامر ؓ کے بیٹے کے حوالہ کر دیا اور پھر وضو بنا کر دو رکعت نفل ادا کی اور خوب ہاتھ اٹھا کر ابو عامر ؓ کے لئے دعا کی اور فرمایا اے اللہ! ابو عامر کی مغفرت فرما اور ان کو جنت میں میری امت کے بلند لوگوں میں سے بنا۔

حضرت ابو موسیٰ ؓ نے فرمایا کہ یا رسول اللہ! ابو عامر ؓ تو شہید ہو گئے ہیں میں تو اس دعا کا زیادہ مستحق ہوں۔ آپ ﷺ نے یہی دعا ابو موسیٰ اشعریؓ کے لئے بھی فرمائی۔ (کتاب المغازی)

اہل تاریخ نے لکھا ہے کہ مقام اوطاس میں گھمسان کی جنگ ہوئی اور پھر اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتح عطا کی۔ اوطاس و حنین میں کفار کے بہت زیادہ لوگ قیدی بن گئے اور بہت زیادہ مال ہاتھ آ گیا اور ان کے بہت لوگ مارے گئے۔ سچ ہے۔

خَلَقَ اللّٰہُ لِلْحُرُوْبِ رِجَالاً
وَرِجَالاً لِقَصْعَۃٍ وَّثَرِیْدٖ

جنگ حنین و اوطاس میں شہداء

جنگ حنین اور اوطاس کے ان تمام معرکوں میں صرف چار مسلمان شہید ہوئے ہیں اور یہ عجیب قدرت الٰہی ہے اور نادر کرامت ہے کہ شکست کے ساتھ ساتھ اتنے زیادہ معرکوں میں اتنی کم تعداد کے مسلمان شہید ہوئے ہیں۔

چنانچہ ان چاروں کے نام یہ ہیں:

① ایمنؓ بن عبید اللہ ؓ یہ نبی اکرم ﷺ کے غلام تھے۔

② زید بن زمعہ بن اسود ؓ۔

③ سراقہ بن مالک بن حارث ؓ ان کا تعلق بنو عجلان قبیلہ سے تھا۔

④ ابو عامر اشعری ﷜ یہ لشکر اسلام کے امیر تھے اور ابو موسیٰ اشعری ﷜ کے چچا تھے۔

صحابہ ﷡ کی اس قربانی سے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ان علاقوں میں اسلام غالب آیا اور کفر مٹ گیا اب جو لوگ وہاں پیدا ہوں گے تو اسلام پر پیدا ہونگے اور جو مریں گے تو ایمان پر مریں گے یہ قربانی اور جہاد کی برکت ہے۔ سچ ہے۔

مَوْتُ الشَّهِيْدِ حَيَاةٌ لاَ نَفَادَ لَهَا
قَدْ مَاتَ قَوْمٌ وَهُمْ فِي النَّاسِ اَحْيَاءُ

شہید کی جو موت ہے وہ قوم کی حیات ہے
شہید کا جو خون ہے وہ خون کی زکوۃ ہے

لئے پھرتی ہے بلبل چونچ میں گل
شہید ناز کی تربت کہاں ہے

جنگ حنین واوطاس میں کفار کا نقصان

جنگ حنین اور اوطاس میں کفار کا جانی اور مالی دونوں قسم کا نقصان بڑے پیمانے پر ہوا۔ عام روایات میں یہ لکھا گیا ہے کہ ہوازن کے لوگوں کو جب شکست ہو گئی تو مسلمانوں نے ان کا تعاقب کیا جس میں ان کے ستر آدمی مارے گئے اور مغازی للواقدی میں لکھا ہے کہ اس شکست میں کفار کے ایک سو کے قریب لوگ مارے گئے تھے۔ یہ تو مارے جانے والوں کا جانی نقصان تھا، گرفتاری اور قید کا نقصان جو روایات میں مذکور ہے اس کے متعلق تاریخ اسلام میں علامہ میرٹھیؒ اس طرح لکھتے ہیں۔

حضرت ابو موسیٰ اشعری ﷜ نے اسلامی نشان ہاتھ میں لیا اور ایک دم لشکر کفار کو للکار کر بہادرانہ حملہ کر دیا۔ اسلامی لشکر کا حملہ وہ حملہ نہ تھا جس کو ہوازن کے بدو روک سکتے، اس لئے قوم کا سرغنہ درید بن صمہ حضرت ربیعہ بن رفیع ﷜ کے ہاتھ سے قتل ہوا اور اس کے جمع کئے ہوئے لشکر نے بے سروسامانی کے ساتھ بھاگنا شروع کر دیا۔ اس وقت چھ ہزار ہوازن بچے، بوڑھے، عورتیں اور مرد گرفتار ہو گئے۔ ایک مؤرخ ان جانی و مالی نقصانات کا تذکرہ اس طرح کرتے ہے:

غزوۂ حنین، میں سامان اور غنائم مسلمانوں کے قبضہ میں بہت آئے اس سے پہلے کبھی اتنا بلکہ اس کا نصف

وربع بھی شاید نہیں ملا تھا۔ چھ ہزار عورتیں اور بچے قیدی تھے۔ چوبیس ہزار اونٹ اور چالیس ہزار سے زیادہ بھیڑ بکریاں ملیں اور چار ہزار اوقیہ چاندی کامل گیا حضور اکرم ﷺ نے حکم دیا کہ یہ تمام اموال غنیمت جعرانہ میں جمع کیا جائے اور خود طائف تشریف لے گئے۔

درید بن صمہ نے ابتداء میں جنگی حکمت عملی کو ناقص قرار دے کر مالک بن عوف کو عواقب کے خطرات سے جس طرح آگاہ کر دیا تھا وہی ہو گیا کہ جو کچھ میدان میں لا ڈالا تھا وہ سب غارت ہوا۔

جنگ حنین میں جو اشعار کہے گئے

جنگ حنین میں کہے گئے اشعار تو بہت زیادہ ہیں میں چند منتخب اشعار قارئین کے سامنے پیش کرتا ہوں۔

چنانچہ شاعر اسلام بجیر بن زہیر بن ابی ﷺ نے کہا۔

إِذْ قَامَ عَمُّ نَبِيِّكُمْ وَوَلِيُّهُ
يَدْعُوْنَ يَا لَكَتِيْبَةَ الْاَيُمَانَ

”جب تمہارے نبی کے محبوب چچا کھڑے ہو کر یوں پکار رہے تھے کہ اے لشکر ایمان (ادھر آؤ)“

اَيْنَ الَّذِيْنَ هُمْ اَجَابُوْا رَبَّهُمْ
يَوْمَ الْعَرِيْضِ وَ بَيْعَةِ الرِّضْوَانِ

وہ لوگ کہاں ہیں جنہوں نے جنگ بدر اور بیعت رضوان (حدیبیہ) میں اپنے رب کے حکم پر لبیک کہا تھا۔“

وَاللّٰهُ اَكْرَمَنَا وَاَظْهَرَ دِيْنَنَا
وَاَعَزَّنَا بِعِبَادَةِ الرَّحْمَانِ

اللہ تعالیٰ نے ہمیں عزت عطا فرمائی اور ہمارے دین کو غالب فرمایا اور ہمیں رحمان کی عبادت سے معزز بنایا۔“

وَاللّٰهُ اَهْلَكَهُمْ وَفَرَّقَ جَمْعَهُمْ
وَاَذَلَّهُمْ بِعِبَادَةِ الشَّيْطَانِ

اور اللہ تعالیٰ نے کفار کی جماعت کو تتر بتر کر کے ہلاک کر دیا اور ان کو شیطان کی عبادت سے ذلیل

وخوار کیا۔“

بنی سلیم میں سے عباس بن مرداس ؓ ایک مشہور شاعر تھے۔ انہوں نے فرمایا۔

لَقَدْ اَحْبَبْتُ مَا لَقِيَتْ ثَقِيْفٌ
بِجَنْبِ الشِّعْبِ اَمْسِ مِنَ الْعَذَابِ

”وادی حنین کے دامن میں کل جو ثقیف کو سزا ہوئی میں اس سے بہت خوش ہوا ہوں۔“

هُمْ رَاْسُ الْعَدُوِّ مِنْ اَهْلِ نَجْدٍ
فَقَتْلُهُمْ اَلَذُّ مِنَ الشَّرَابِ

”وہ لوگ اہل نجد میں سے دشمنوں کے سرغنے ہیں تو ان کا قتل کرنا لذیذ شربت سے بھی زیادہ لذیذ ہے۔“

هَزَمْنَا الْجَمْعَ جَمْعَ بَنِیْ قَسِيٍّ
وَحَكَّتْ بِرْكُهَا بِبَنِیْ رِئَابٍ

”ہم نے بنو ثقیف کی جماعتوں کو خوب شکست دی پھر شکست کا یہ سلسلہ بنو رئاب تک جا پہنچا۔“

وَصِرْمًا مِّنْ هِلَالٍ غَادَرْتُهُمْ
بِاَوْطَاسٍ تَعَفَّرُ بِالتُّرَابِ

”نیز یہ سلسلہ بنو ہلال کی جماعت تک بھی پہنچا جو مقام اوطاس میں مٹی میں لوٹ پوٹ ہو رہے تھے۔“

رَكَضْنَا الْخَيْلَ فِيْهِمْ بَيْنَ بَسٍّ
اِلَى الْاَوْرَادِ تُنْحَطُ بِالنِّهَابِ

”ہم نے مقام ”بس“ سے مقام ”اوراد“ تک ان پر ایسے گھوڑے دوڑائے جو تباہی کے ساتھ آگے بڑھ رہے تھے۔“

بِذِیْ لَجَبٍ رَسُوْلُ اللّٰهِ فِيْهِمْ
كَتِيْبَتُهٗ تَعَرَّضَ لِلضِّرَابِ

”یہ ایسا لشکر جرار تھا جس میں رسول اللہ ﷺ خود موجود تھے آپ کا دستہ شمشیر زنی کے لئے آگے آگے تھا۔“

ایک اور اسلامی شاعر جنگ حنین اور فتح مکہ کے متعلق اس طرح اظہار خیال فرماتے ہیں۔

شَهِدْنَ مَعَ النَّبِيِّ مُسَوَّ مَاتٍ
حُنَيْنًا وَهِيَ دَامِيَةُ الْحَوَامِيُ

"میری قوم کے نشان دار گھوڑے نبی کریم ﷺ کے ساتھ مقام حنین میں ایسی حالت میں حاضر ہوئے کہ ان کے سموں کے کنارے خون آلود تھے۔"

وَوَقْعَةَ خَالِدٍ شَهِدَتُ وَحَكَّتُ
سَنَا بِكَهَا عَلَى الْبَلَدِ الْحَرَام

"اور فتح مکہ کے دن حضرت خالدؓ کی لڑائی میں بھی حاضر ہوئے اور اپنے سم مکہ معظمہ کی زمین پر رگڑ لئے۔"

نُعَرِّضُ لِلسُّيُوْفِ إِذَا الْتَقَيْنَا
وُجُوْهًا لَا تُعَرَّضُ لِلّطَام

"جب مڈ بھیڑ ہوتی ہے تو ہم تلواروں کے سامنے ایسے چہرے پیش کرتے ہیں جو کبھی تھپڑ کے لئے پیش نہیں کئے جاتے۔"

جب آنحضرت ﷺ جنگ حنین سے فارغ ہو کر طائف کی طرف روانہ ہو گئے تو ایک اسلامی شاعر شداد بن عارض نے کفار کو مخاطب کر کے کہا۔

لَا تَنْصُرُ وا اللَّاتَ إِنَّ اللّٰهَ مُهْلِكُهَا
وَكَيْفَ يَنْصُرُمَنْ هُوَ لَيْسَ يَنْتَصِرُ

"تم لات منات کی مدد نہ کرو اب اللہ ان کو ہلاک کرنا چاہتا ہے اور جو خود اپنی مدد نہیں کر سکتا ان کی کیا مدد کی جائے گی۔"

إِنَّ الَّتِيْ حُرِّقَتْ بِالسَّدِّ فَا شْتَعَلَتْ
وَلَمْ تُقَاتِلُ لَدَىَ اَحْجَارِهَا هَدَرٌ

"مقام سد جس بت کو آگ لگا کر جلایا گیا اور اس کے پتھروں کے پاس کسی نے لڑ کر دفاع نہ کیا وہ

رائیگاں چلا گیا۔"

اِنَّ الرَّسُوْلَ مَتٰی یَنْزِلُ بِلَادَکُمْ
یَظْعَنْ وَلَیْسَ بِهَا مِنْ اَهْلِهَا بَشَرٗ

"نبی اکرم ﷺ جب تمہارے شہروں کا رخ فرمائیں گے تو وہ وہاں سے اس وقت واپس جائیں گے کہ تمہارے علاقہ میں کوئی انسان نہیں بچا ہوگا۔"

شاعر اسلام عباس بن مرداس ؓ نے فتح مکہ اور جنگ حنین کے متعلق کہا۔

حَتّٰی صَبَحْنَا اَهْلَ مَکَّةَ فَیْلَقًا
شَهْبَاءَ یَقْدُمُهَا الْهُمَامُ الْاَشْوَسُ

"یہاں تک کہ ہم نے صبح کے وقت مکہ والوں پر ایسا چتنکبر الشکر لاڈلا جس کی کمان ایک بہادر سردار کر رہا تھا۔"

مِنْ کُلِّ اَغْلَبَ مِنْ سُلَیْمٍ فَوْقَهٗ
بَیْضَاءَ مُحْکَمَةِ الدِّ خَالِ وَقَوْنَسُ

"بنو سلیم کا ہر پہلوان اس میں تھا جس کے بدن پر مضبوط حلقوں والی سفید زرہیں تھیں اور سر پر لوہے کی ٹوپیاں تھیں۔"

وَعَلٰی حُنَیْنٍ قَدْ وَفٰی مِنْ جَمْعِنَا
اَلْفٌ اَمَدَّ بِهِ الرَّسُوْلَ عَرَنْدَسُ

"اور جنگ میں ہمارا ایک ہزار کا لشکر جرار رسول اللہ ﷺ کی مدد کے لئے شیروں کی طرح کود پڑا۔"

کَانُوْا اَمَامَ الْمُؤْمِنِیْنَ د.رِیْئَةً
وَالشَّمْسُ یَوْمَئِذٍ عَلَیْهِمْ اَشْمَسُ

"بنو سلیم کا یہ لشکر مسلمانوں کے لئے بطور ڈھال تھا اور آج ان پر ڈبل ڈبل دھوپ پڑ رہی تھی۔"

نَمْضِیْ وَیَحْرُسُنَا الْاِلٰهُ بِحِفْظِهٖ
وَاللّٰهُ لَیْسَ بِضَائِعٍ مَّنْ یَحْرُسُ

''ہم آگے بڑھ رہے تھے اور اللہ ہماری حفاظت فرما رہا تھا اور اللہ تعالیٰ جس کی حفاظت کرے وہ ضائع نہیں ہوتا۔''

وَلَقَدْ حَبَسْنَا بِالْمَقَانِبِ مَحْبَسًا
رَضِیَ الْاِلٰهُ بِهٖ فَنِعْمَ الْمَحْبَسُ

''ہم نے مقانب مقام پر ٹھہر کر پڑاؤ کیا جس پر اللہ راضی ہوا یہ کیا ہی اچھا پڑاؤ تھا۔''

وَغَدَاةَ اَوْطَاسٍ شَدَدْنَا شِدَّةً
كَفَتِ الْعَدُوَّ وَقِيْلَ مِنْهَا يَا اِحْبِسُوْا

''اور ہم نے جنگ اوطاس کے دن صبح کے وقت ایسا حملہ کیا جو دشمن کے لئے کافی تھا جس میں ''رک جاؤ'' کے نعرے لگے۔''

تَدْعُوْا هَوَازِنُ بِالْاُخُوَّةِ بَيْنَنَا
ثَدْیٌ تَمُدُّ بِهٖ هَوَازِنُ اَيْبَسُ

''ہوازن بھائی بندی کے نعرے لگا رہے تھے۔ یہ دودھ کا وہ رشتہ تھا جس سے بدحال ہوازن فائدہ اٹھانا چاہتے تھے۔''

حَتّٰى تَرَكْنَا جَمْعَهُمْ وَكَاَنَّهٗ
عَيْرٌ تَعَاقَبُهُ السِّبَاعُ مُفَرَّسٌ

''یہاں تک کہ ہم نے ان کی جماعت کو اس طرح چھوڑا گویا وہ حمار وحشی ہے جس پر درندے پے در پے آتے جاتے ہیں۔''

معرکہ طائف

جنگ کا ساتواں مرحلہ

علامہ یاقوت حموی لکھتے ہیں کہ طائف مکہ سے جانے والے کے لئے ایک دن کی مسافت پر واقع ہے اور طائف سے مکہ کی طرف اگر کوئی آتا ہے تو یہ آدھے دن کا فاصلہ ہے۔ طائف کو حسین بن سلامہ نے آباد کیا اور پھر اس کے بیٹے نے اس کی چہار دیواری کی۔ طائف کا نام وج بھی ہے جو اس کا

قدیمی نام ہے جو وج بن عبدالحیٰ کی طرف منسوب ہے جو عمالقہ خاندان کا ایک فرد تھا۔ علامہ یاقوت حموی فرماتے ہیں کہ طائف مکہ مکرمہ سے بارہ کوس یعنی ۳۶ میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔

طائف ایک پرفضا مقام ہے جس کا پورا رقبہ سرسبز وشاداب کھیت اور باغات پر مشتمل ہے۔ یہاں جس طرف دیکھو آپ کو کھجور، انگور، کیلے اور ہر قسم کے پھلوں کے باغات نظر آئیں گے۔ شہر کے وسط میں ایک عمدہ نہر رواں دواں ہے جو طائف کو دو حصوں میں تقسیم کرتی ہے۔ شہر کے اطراف میں ایسے عمدہ انگور کے باغات ہیں جس کی نظیر دنیا میں نہیں ملتی۔ یہاں کے کشمش اس طرح خوبصورت اور دلکش ہے جو دنیا کے لئے ضرب المثل ہے۔ طائف میں جب شمالی ہوا چلتی ہے تو فضا کشت زعفران بن جاتی ہے اور کبھی ٹھنڈ کی وجہ سے طائف کا پانی ایسا لگتا ہے کہ گویا ابھی ابھی جسم کو چاندی کا ٹکڑا بنانا چاہتا ہے۔

یہاں کے سارے باشندے ثقیف اور حمیر قبائل پر مشتمل ہیں اور کچھ قریش بھی ان میں آباد ہیں۔

علامہ ازرقیؒ نے لکھا ہے کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اہل مکہ کے لئے پھلوں کی دعا مانگی تو اللہ تعالیٰ نے سرزمین شام سے زمین کا ایک ٹکڑا کاٹ کر مکہ کے قریب لایا جس کا نام طائف ہو گیا اور جس سے اہل مکہ کے عام پھلوں کا انتظام ہو گیا۔ (معجم البلدان جلد ۴ صفحہ ۸)

جیسا کہ اس سے پہلے لکھا جا چکا ہے کہ جب جنگ حنین میں ہوازن کو شکست ہو گئی تو وہ تین اطراف میں بھاگے یعنی اوطاس، نخلہ اور طائف۔ لشکر کفار کا سرغنہ اور کمانڈر انچیف مالک بن عوف فوج کے ایک بڑے حصہ کے ساتھ طائف کی طرف بھاگ نکلا اور طائف کے مضبوط قلعہ میں قلعہ بند ہو گیا اور قلعہ کی فصیلوں پر تیر اندازوں کو متعین کر کے بٹھا دیا اور سال بھر کی خوراک قلعہ میں پہنچا کر آرام سے بیٹھ گیا۔

نبی الملاحم سید الاولین والآخرین جیش الانبیاء والمرسلین نے مالک بن عوف اور ان کے ساتھ دیگر بھگوڑوں کا تعاقب کیا۔ چنانچہ آنحضرت ﷺ حنین سے روانہ ہوئے اور نخلہ یمانیہ پھر قرن پھر ملیح کے علاقوں سے ہوتے ہوئے بحرۃ الرغاء میں تشریف لائے۔ یہ جگہ لیہ کے علاقہ میں ہے یہاں آپ ﷺ نے ایک مسجد بنوائی۔ لیہ کے اس علاقہ میں کفار کے جرنیل مالک بن عوف کا ایک محل بھی تھا۔ آنحضرت ﷺ نے حکم دیا تو وہ مکان گرا دیا گیا اس کے بعد آپ ﷺ آگے بڑھے اور طائف

کے قلعہ کے قریب جا کر افواج اسلامیہ کے ساتھ پڑاؤ کیا۔ طفیل بن عمرو دوسی رضی اللہ عنہ کو آنحضرت نے حنین سے ذوالکفین بت اور اس علاقہ کے بت خانہ کو گرانے کے لئے روانہ فرمایا تھا اور انہوں نے اس بت خانہ اور تمام بتوں کو جلا ڈالا وہاں ایک ٹینک اور ایک منجنیق آپ کو مل گئی دونوں کو ساتھ لے کر آپ طائف پہنچے۔ آنحضرت ﷺ نے طائف کے قلعہ توڑنے اور اس سنگ باری کرنے کے لئے اس منجنیق کو وہاں نصب کرا دیا۔

اسلحہ ٹیکنالوجی سیکھنا ضروری ہے

جنگ حنین سے قبل آنحضرت ﷺ نے دو صحابی عروہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور غیلان بن سلمہ رضی اللہ عنہ کو شام کے شہر دمشق کے قریب جرش مقام کی طرف بھیجا تھا تاکہ یہ دونوں وہاں ٹینک اور ضبور آلات حرب و ضرب بنانا سیکھیں اور مسلمانوں کو یہ فن سکھائیں۔ ضبور اس زمانے میں ایسا اسلحہ تھا جس طرح آج کل بکتر بند گاڑی ہوتی ہے۔ چنانچہ وہ دونوں اس فن کو سیکھنے کے لئے وہاں گئے اور جنگ حنین و طائف میں شرکت نہ کر سکے تاہم جو منجنیق اور ٹینک یہاں طفیل بن عمرو کو مل گئے اس کو نبی اکرم ﷺ نے اہل طائف کے خلاف استعمال کیا۔ واقدی لکھتا ہے کہ جرش سے بھی ٹینک آ گئے تھے۔ طائف میں قلعہ کے قریب جہاں آپ نے پڑاؤ ڈالا تھا وہ جگہ قلعہ سے بہت قریب تھی چنانچہ قلعہ کی فصیلوں سے ہوازن کے ابومحجن اور دیگر ماہر تیر اندازوں نے نیزہ برابر لمبے لمبے تیروں سے لشکر اسلام پر بارش کی طرح تیر برسا دیئے جس سے بہت سارے صحابہ زخمی ہو گئے۔ اس لئے نبی اکرم ﷺ نے پڑاؤ کی اس جگہ کو تبدیل کیا اور طائف کے قلعہ سے کچھ فاصلہ پر جا کر پڑاؤ ڈالا اور مکمل طور پر قلعہ کا محاصرہ فرمایا جو ایک روایت کے مطابق چالیس دن تک رہا۔ بعض روایات میں بیس دن اور بعض میں اٹھارہ دن تک محاصرہ کا ذکر ملتا ہے۔

آنحضرت ﷺ نے طائف کے قلعہ کے ارد گرد مائن بھی بچھوا دیئے اور وہ اس طرح کہ ”حسک“ کا ایک تیز دھار کانٹا ہوتا ہے ان کانٹوں کو جمع کروا کر آپ نے لشکر کفار کے ممکنہ آنے جانے کے راستوں میں بچھانے کا حکم دے دیا یہ ایسا ہی ہوتا تھا جیسا کہ آج کل مائن بچھائے جاتے ہیں یا لوہے کے کانٹے دار تار لگائے جاتے ہیں۔

آنحضرت ﷺ نے اپنے لئے دو خیمے نصب فرمائے تھے کیونکہ آپ کے ساتھ دو ازواجِ مطہرات تھیں۔ جہاں پر آپ نے قیام فرمایا وہاں آج کل طائف کی جامع مسجد قائم ہے۔ جرش کو اسلحہ سیکھنے کے لئے صحابہ کو بھیجنا اور ہر قسم کا اسلحہ فراہم کرنا ہمیں تعلیم دیتا ہے کہ اسلام میں اسلحہ ٹیکنالوجی سیکھنا بہت ضروری ہے۔

ثقیف کی غداری

قلعۂ طائف کے محاصرہ کے دوران یزید بن زمعہ بن اسود ؓ نے چاہا کہ قلعہ بند کفار کے بڑوں سے کچھ مذاکرات کریں چنانچہ آپ آگے بڑھے اور ثقیف سے بات کرنے کے لئے امان مانگی انہوں نے ان کو امن دے دی کہ قریب آجاؤ بات کرتے ہیں، جب صحابی ان کے قریب پہنچے تو انہوں نے ان پر تیر چلا دیئے اور ان کو دھوکہ سے شہید کر دیا۔ اتفاق سے کفار میں سے وہی قاتل شخص قلعہ سے باہر آیا ہوا تھا تو یزید بن زمعہؓ کے بھائی نے اسے پکڑ لیا اور نبی اکرم ﷺ کے سامنے لا کھڑا کیا اور فرمایا یہ وہی شخص ہے جس نے قلعہ سے تیر چلا کر میرے بھائی کو شہید کر دیا تھا۔ نبی اکرم ﷺ بہت خوش ہوئے اور فرمایا جا کر اس کی گردن اڑا دو اور اپنے بھائی کا بدلہ لے لو۔ چنانچہ ایسا ہی ہو گیا۔

لشکر اسلام کا ٹینکوں سے حملہ

اس زمانہ میں ٹینک اس طرح بنائے جاتے تھے کہ ایک درخت کا تنا اندر سے کھوکھلا کیا جاتا اور اندر سے اس کے چلانے اور بیٹھنے کا انتظام ہوتا تھا یہ تنہ لڑھکا دیا جاتا اور قلعہ کی دیوار کے قریب پہنچ کر دیوار میں نقب لگائی جاتی تاکہ قلعہ میں اندر جایا جا سکے۔ اس وقت قلعہ کے اوپر جو لوگ تیر اندازی پر مقرر ہوتے تھے وہ تیروں سے اس ٹینک کو تباہ نہیں کر سکتے تھے چنانچہ پھر انہوں نے یہ ترتیب بنائی کہ لوہے کی سلاخوں کو گرم کر کے اس لکڑی کے بنے ہوئے ٹینک پر مارتے تھے جس سے ٹینک میں آگ لگ جاتی تھی۔ اس سے بچاؤ کے لئے پھر لوگوں نے ٹینک کے اوپر والے حصہ پر لوہے کے پترے جوڑنے شروع کر دیئے۔ بہر حال طائف میں جہاں سے بھی آئے مگر ایک سے زیادہ ٹینک وہاں موجود تھے۔ سلمان فارسی ؓ نے اپنے ہاتھ سے ایک منجنیق بھی بنائی تھی اور حضور

اکرم ﷺ کو منجنیق نصب کرنے کا مشورہ بھی آپ ہی نے دیا تھا۔

چنانچہ صحابہ کرام ؓ کا ایک دستہ ٹینک میں بیٹھ کر جب قلعہ کی دیوار کے بالکل قریب ہو گیا تو اوپر سے فصیل پر متعین کفار نے لوہے کی سلاخوں کو گرم کر کے اس ٹینک پر پھینک دیا جس سے ٹینک میں آگ لگ گئی صحابہ کی جماعت ٹینک سے باہر نکل آئی تو اوپر سے کفار نے تیروں کی بارش کر دی جس سے بہت سارے صحابہ شہید ہو گئے اور بہت زخمی بھی ہوئے۔

ٹینک سے یہ حملہ اسلامی جنگوں اور جہاد مقدس کی تاریخ کا پہلا واقعہ ہے اور اسی طرح کسی قلعہ پر سنگ باری کے لئے منجنیق نصب کرنا بھی اسلامی تاریخ کا پہلا واقعہ ہے جو طائف میں رونما ہوا۔

باغات جلانے اور کٹوانے کا حکم

جب دبابہ (ٹینک) سے حملہ ناکام ہوا اور بنو ثقیف انتہائی سرکشی پر اتر آئے تو نبی اکرم ﷺ نے حکم دیا کہ ان کے باغات میں آگ لگا دو اور درختوں کو کاٹ کر رکھ دو، چنانچہ بطور ترغیب آپ ﷺ نے اعلان فرمایا کہ جس نے بنو ثقیف کے انگور کا ایک درخت کاٹ دیا تو اس کو بدلے میں جنت میں ایک انگور کا درخت ملے گا۔ چنانچہ اس اعلان کے بعد مسلمانوں نے دوڑ دوڑ کر تیزی سے باغات کے درخت کاٹنا اور جلانا شروع کر دیا۔ ایک روایت میں ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے لشکر اسلام کے جانبازوں سے فرمایا کہ ہر شخص انگور کے پانچ درخت کاٹ کر رکھ دے۔ چنانچہ جب درختوں کی کٹائی شروع ہو گئی تو حضرت عمر فاروق ؓ نے سفیان بن عبید ثقفی سے کہا کہ خدا کی قسم! اب ہم تمہارے بچوں کے اس سہارے کو کاٹ کر ختم کر دیں گے۔ انہوں نے جواب میں کہا کہ مٹی اور پانی کو تو تم ختم نہیں کر سکتے ہو۔ یعنی ہم پھر درخت لگا دیں گے۔ لیکن جب سفیان ثقفی نے دیکھا کہ مسلسل درخت کاٹے جا رہے ہیں تو اس نے آواز دی کہ اے محمد (ﷺ) ہمارے ان اموال کو کیوں تباہ کرتے ہو؟ باغات کا کاٹنا اس لئے بند کرا دو کہ اگر تم غالب آ گئے تو یہ اموال تمہارے کام آ جائیں گے اور اگر غالب نہیں آئے تو کم از کم اللہ تعالیٰ اور صلہ رحمی کا خیال کرتے ہوئے آپ اس کو چھوڑ دیں۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ میں اللہ تعالیٰ اور صلہ رحمی کی خاطر چھور دیتا ہوں۔ تب آپ نے اعلان فرمایا کہ اب درختوں کا کاٹنا بند کر دو چنانچہ یہ کام رک گیا۔

جو غلام قلعہ سے باہر آگیا وہ آزاد ہوگا

باغات کا عمل جب موقوف ہوگیا تو آنحضرت ﷺ نے عام اعلان فرمادیا کہ طائف کے قلعہ سے جو بھی غلام باہر آئے گا وہ آزاد ہو جائے گا۔ چنانچہ اس اعلان پر کئی غلام اندر سے بھاگ کر مسلمانوں سے آملے اور اس طرح وہ ہمیشہ کے لئے آزاد ہوگئے اور پھر آنحضرت ﷺ نے ہر ایک غلام کو کسی نہ کسی مسلمان کے حوالہ فرمادیا تا کہ وہ اس کو سنبھال لے اور ان کو کھلائے پلائے اور ان کو دینی تعلیمات سے آگاہ کریں۔ پھر جس وقت بنوثقیف مسلمان ہوئے تو انہوں نے آنحضرت ﷺ سے درخواست کی کہ ہمارے بھگوڑے غلام ہمیں واپس کر دیں تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ نہیں نہیں یہ لوگ تو اب اللہ تعالیٰ کے آزاد کردہ احرار ہیں۔ اس سے ثقیف کے لوگ بہت غصہ ہوئے مگر کچھ نہ کر سکے۔

ایک کلمہ گو کے مذاکرات

طائف کے محاصرہ کے وقت عیینہ بن حصن نے نبی اکرم ﷺ سے اجازت لی کہ میں جا کر قلعہ والوں سے مذاکرات کرنا چاہتا ہوں، نبی اکرم ﷺ نے اجازت دے دی۔ یہ شخص صرف زبانی طور پر کلمہ گو مسلمان تھا دل میں یہ شخص کافروں کا خیر خواہ تھا اور ایسے ہی اشخاص نے ہمیشہ مسلمانوں کو نقصان پہنچایا ہے اور میدان کارزار میں جیتی ہوئی جنگ کو مذاکرات کی میز پر ہار دی ہے۔ آج کل بھی پاکستانی حکمران اسی مذاکرات کے مخمصے میں پڑے ہوئے ہیں اور اپنے پیروں پر خود کلہاڑی مارنے کی کوشش میں لگے ہوئے ہیں۔ شکست خوردہ بھارت مذاکرات کا انکار کر رہا ہے اور غالب و قابض اور فاتح پاکستان مذاکرات کی بھیک مانگنے کے لئے ہر ایک کے سامنے ہاتھ پھیلا رہا ہے بلکہ نواز شریف نے جا کر کلنٹن کے سامنے سجدہ لگا کر کارگل اور کشمیر کی جیتی ہوئی جنگ مذاکرات کی میز پر ہار دی۔

بہر حال عیینہ بن حصن اس وقت منافق تھا مگر درخواست و اصرار پر نبی اکرم ﷺ نے جانے کی اجازت دیدی۔ یہ شخص طائف کے قلعہ کے پاس جا کر کہنے لگا کیا میں امن کے ساتھ تمہارے قریب آسکتا ہوں؟ قلعہ بند کفار میں سے ابو محجن نے ان کو پہچان لیا اور کہا کہ قریب آجایئے بلکہ قلعہ میں داخل ہو جایئے چنانچہ جب یہ قلعہ کے اندر داخل ہوا تو کفار سے کہنے لگا:

① میری ماں باپ تم پر قربان ہو خدا کی قسم تمہارے کارنامے دیکھ کر مجھے بڑی خوشی ہوئی ہے۔

② قسم بخدا تمہارے سوا تو عرب میں اور کوئی ہے بھی نہیں۔

③ قسم بخدا محمد (ﷺ) کے مقابلے میں تمہارے جیسے لوگ اس سے پہلے کبھی آئے ہی نہیں۔

④ اپنے قلعوں میں ڈٹ کر رہو تمہارے ہاں نہ پانی کی کمی ہے نہ خوراک واسلحہ کی کمی ہے، تمہارا یہ قلعہ انتہائی مضبوط ہے تم اس کے ٹوٹنے کا ذرا بھی خوف نہ کرو۔

منافقت کے یہ جملے جب اس منافق نے مکمل کر لئے تو اس کے بعد باہر نکل آیا ثقیف نے ابو محجن کو برا بھلا کہہ دیا کہ تم نے دشمن کو اندر داخل کرا دیا وہ ہماری کمزوری کو جا کر باہر بتا دے گا۔ ابو محجن نے کہا کہ اس شخص کو میں جانتا ہوں یہ ہم سے بھی زیادہ محمد (ﷺ) کا دشمن ہے اگرچہ بظاہر ان کے ساتھ ہے۔

جب عیینہ بن حصن نبی اکرم ﷺ کے پاس آ گیا تو آپ ﷺ نے ان سے پوچھا کہ تم قلعہ والوں سے کیا کہا؟ اس نے کہا کہ میں نے ان سے کہا کہ اسلام میں داخل ہو جاؤ، خدا کی قسم! محمد ﷺ تمہارے گھروں کے پاس سے کبھی واپس نہیں جائیں گے لہٰذ قلعہ سے باہر آ جاؤ اور اپنے لئے امن حاصل کرو۔ دیکھو تم سے پہلے بنو نضیر، بنو قینقاع، اہل خیبر اور بنو قریظہ کا حشر کیا ہوا۔ حالانکہ وہ ہر لحاظ سے مضبوط تھے بہر حال میں نے ان کو اتنا ڈرایا جتنا مجھ سے ہو سکا۔

نبی اکرم ﷺ خاموش تھے لیکن آخر میں آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم جھوٹ بولتے ہو تم نے تو ان کو یہ یہ کہا تھا۔ اس پر عیینہ نے کہا میں معافی چاہتا ہوں۔ اتنے میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم ﷺ سے درخواست کی کہ مجھے اجازت دیجئے تا کہ اس منافق کی گردن اڑا دوں۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ پھر لوگ کہیں گے کہ محمد (ﷺ) اپنے ساتھیوں کو قتل کر رہا ہے۔

عیینہ بن حصن کو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اس طرح ڈانٹا۔ اے عیینہ! تجھے ہلاکت ہو تم ہمیشہ باطل کا ساتھ دیتے ہو۔ کتنی بار ہمیں تیرے متعلق تجربہ ہوا۔ مثلاً جنگ بنو نضیر اور جنگ خیبر و قریظہ میں تم دشمن کا ساتھ دے کر ہمارے خلاف تلوار سونت لی حالانکہ تم دعویٰ کرتے ہو کہ تم مسلمان اور پھر بھی دشمن کو ہمیشہ ہمارے خلاف اکساتے رہتے ہوں۔ عیینہ نے کہا اے ابو بکر میں توبہ کرتا ہوں میں آئندہ ایسی حرکت کبھی نہیں کروں گا۔

عیینہ بن حصن کو ایک دفعہ آنحضرت ﷺ نے دیکھا کہ سینکڑوں لوگ اس کے آگے پیچھے گھوم رہے ہیں تو آپ فرمایا کہ یہ شخص احمق مطاع ہے۔ یعنی ایک بیوقوف کی اطاعت میں لوگ کھڑے ہیں، یہ شخص بعد میں مرتدین کے ساتھ مرتد ہو گیا تھا۔

ایک بدگو کی گفتگو اور قتل

طائف کے قلعہ کی فصیل پر ایک کافر کھڑا ہو جاتا تھا اور چیخ چیخ کر لشکر اسلام کے حق میں اس طرح بد گوئی اور بدکلامی کرتا تھا۔

① اے اونٹوں اور بکریوں کے چرواہو! واپس چلے جاؤ بھاگ جاؤ۔

② اے محمد (ﷺ) کے دُم چھلو! بھاگ جاؤ۔

③ اے محمد (ﷺ) کے غلامو!! واپس چلے جاؤ کیا تمہارا یہ خیال ہے کہ ہم انگور کے درختوں کے کاٹنے سے پریشان ہو جائیں گے؟ بھاگ جاؤ بھاگ جاؤ۔

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا اے میرے مولا! اس کو دوزخ کی آگ کی طرف دھکیل دے۔ چنانچہ حضرت سعد بن ابی وقاص ؓ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک تیر اس کی طرف سیدھا کر کے ایسا مارا کہ تیر اس کے گلے میں پیوست ہو گیا اور وہ قلعہ کے اوپر سے نیچے گر پڑا اور واصل جہنم ہوا۔ نبی اکرم ﷺ جب یہ منظر دیکھا تو بہت زیادہ خوش ہوئے۔

ابو محجن کی تیر اندازی

قلعۂ طائف کے تیر اندازوں میں سب سے زیادہ مشہور ابو محجن تھا اس وقت یہ شخص اسلام اور مسلمانوں کا بہت زیادہ مخالف اور دشمن تھا، بعد میں آنحضرت ﷺ کی وفات کے بعد عہد صدیقی میں مسلمان ہو گیا اور قادسیہ کی مشہور جنگ میں شریک رہا۔ ابو محجن نے محاصرہ طائف کے دوران صدیق اکبر ؓ کے صاحبزادے عبداللہ بن ابی اکبر ؓ کو تیر مارا۔ تیر کو آپ کے جسم سے نکالا گیا مگر زخم ٹھیک نہ ہو سکا اور خلافت صدیقی میں عبداللہ بن ابی اکبر ؓ کا اسی زخم سے انتقال ہو گیا۔ صدیق اکبر ؓ نے اس تیر کو اپنے پاس رکھا تھا جب ابو محجن مسلمان ہو گیا تو صدیق اکبر نے وہ تیر

ان کو دیکھایا کہ اے ابومجن اس تیر کو تم جانتے ہو؟ اس نے کہا کہ کیوں نہیں جانتا میں نے اس کو تراشا تھا اپنے ہاتھ سے بنایا تھا اور پھر آپ کے بیٹے کو اسی سے مارا تھا پس اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ میرے ہاتھ سے اللہ تعالیٰ نے آپ کے صاحبزادے کو شہادت کی عزت عطا فرمادی اور اس کے ہاتھ سے مجھے ذلیل کر کے جہنم نہیں پہنچایا۔ یاد رہے ابومجن ایمان لانے کے بعد صحابی نہیں بلکہ تابعی تھے۔ ابو مجن قلعۂ طائف کی فصیل پر کھڑا تھا کہ حضرت مغیرہ بن شعبہ ؓ نے قبیلہ مزینہ کے ایک شخص سے کہا کہ دیکھو وہ فصیل پر ابومجن کھڑا ہے اس کو تیر مارو، مزنی شخص نے جب اس پر تیر مارا تو تیر اس کو نہیں لگا۔ مگر ابومجن نے وہاں سے جب تیر سیدھا کیا اور پھینکا تو وہ مزنی شخص کے گلے میں آ کر لگا جس سے وہ شہید ہو گئے۔ اسی دوران ابومجن نے مسلمانوں کو للکارا اور کہا اے محمد ﷺ کے دُم چھلو اور غلامو! خدا کی قسم ہم سے بہتر لڑنے والوں سے آج تک تمہارا واسطہ نہیں پڑا ہوگا۔ تم جب تک یہاں محاصرہ کرو گے بری حالت میں پڑے رہو گے مگر تم اپنے مقصد میں کبھی کامیاب نہیں ہو سکو گے، ہم ثقیف کے نوجوان ہیں ہمارے باپ دادا ثقیف سے تعلق رکھتے تھے، خدا کی قسم ہم جب تک زندہ ہیں ہم تمہارے سامنے ہتھیار نہیں ڈالیں گے اور ہمارا قلعہ مضبوط ہے۔

اس کا جواب لشکر اسلام سے حضرت عمر فاروق ؓ نے اس طرح دیا۔

اے ابومجن! خدا کی قسم ہم تمہارا دانہ پانی بند کر دینگے پھر تم اپنی اس بھٹ سے باہر آ جاؤ گے یاد رکھو! تیری مثال اس لومڑی کی ہے جو اپنی بھٹ میں چھپ کر بیٹھ جاتی ہے مگر پھر بہت جلد نکل بھی جاتی ہے۔ ابومجن نے کہا اے ابن خطاب اگر تم لوگوں نے ہمارے باغات اور انگور کو تباہ کر دیا ہے تو پروا نہیں کیونکہ مٹی اور پانی پھر بھی موجود ہے جس سے زیادہ باغات کو آباد کیا جا سکتا ہے۔ حضرت عمر ؓ نے فرمایا تم پانی اور مٹی کی طرف نہیں نکل سکو گے قسم بخدا ہم تمہاری موت تک قلعہ کے دروازہ میں کھڑے رہیں گے کیونکہ۔

مؤمن ہیں بہادر ہیں مجاہد ہیں نڈر ہیں
اسلام کی عظمت کے لئے سینہ سپر ہیں

طائف کا قلعہ ابھی فتح نہیں ہوگا

ابو محجن اور حضرت عمر فاروق ؓ کی یہ گفتگو حضرت صدیق اکبر ؓ سن رہے تھے۔ جب عمر فاروق ؓ نے قسم کھائی کہ قلعہ کے فتح ہونے تک ہم یہیں پر کھڑے رہیں گے تو صدیق اکبر ؓ نے حضرت عمر ؓ سے فرمایا کہ آپ اس طرح نہ کہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نبی اکرم ﷺ کے ہاتھ پر فتح طائف کا فیصلہ اس وقت نہیں ہوا ہے۔ حضرت عمر ؓ نے پوچھا کہ کیا نبی اکرم ﷺ نے آپ کو اس طرح بتا دیا ہے۔ صدیق اکبر ؓ نے فرمایا ہاں حضور ﷺ نے ہی بتا دیا ہے۔ اس کے بعد حضرت عمر ؓ نبی اکرم ﷺ کے پاس چلے گئے اور پوچھا کہ یا رسول اللہ آپ کو طائف کی فتح کی اجازت ابھی نہیں ملی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا نہیں۔

آنحضرت ﷺ نے محاصرۂ طائف کے وقت ایک خواب دیکھا تھا جس کا تذکرہ آپ نے حضرت ابوبکر ؓ کے سامنے اس طرح کیا کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ میرے ہاتھ میں ایک پیالہ ہے جو مکھن سے بھرا ہوا ہے کہ اچانک ایک مرغ نے اس میں ٹھونگ ماری جس سے وہ سب کچھ گر گیا۔ صدیق اکبر ؓ نے فرمایا کہ شاید اس وقت طائف کی فتح حاصل نہیں ہو سکے گی۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا میرا بھی یہی خیال ہے۔

حضرت نوفل ؓ سے مشورہ

اس کے بعد نبی اکرم ﷺ نے ایک ذی رائے تجربہ کار صحابی حضرت نوفل بن معاویہ ؓ سے مشورہ کیا۔ آپ نے ان سے پوچھا کہ اے نوفل اس محاصرہ کے متعلق تمہارا کیا خیال ہے، کیا ہمیں اس کو اسی طرح جاری رکھنے میں کوئی فائدہ ہے؟ حضرت نوفل نے فرمایا: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ثَعْلَبٌ فِيْ جُحْرٍ اِنْ اَقَمْتَ عَلَيْهِ اَخَذْتَهٗ وَاِنْ تَرَكْتَهٗ لَمْ يَضُرُّكَ شَيْئًا. یعنی اے اللہ کے رسول! ان قلعہ بند لوگوں کی مثال ایک لومڑی کی ہے جو اپنی بھٹ میں چھپ کر بیٹھی ہوئی ہے اگر آپ غار کے سامنے قیام کریں گے تو کسی وقت اس کو پکڑ لیں گے۔ لیکن اگر آپ اس کو غار کے اندر ویسے ہی چھوڑ دیں گے تو وہ آپ کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتی ہے۔

حضرت ابو ہریرہ ؓ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے طائف کی فتح کا اس وقت فیصلہ نہیں ہوا تھا۔

حضرت خولہؓ کی درخواست

حضرت خولہ بنت حکیمؓ حضرت عثمان بن مظعون ؓ کی بیوی تھی محاصرۂ طائف کے وقت انہوں نے آنحضرت ﷺ کے سامنے اس طرح درخواست پیش کی: یا رسول اللہ! اگر اللہ تعالیٰ نے آپ کے ہاتھ پر طائف کو فتح فرما دیا تو آپ مجھے اس قلعہ کو مشہور خاتون فارعہ یا بادیہ کے زیورات عطا فرما دیں۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا اے خولہ! اگر اللہ تعالیٰ نے طائف کی فتح کا حکم نہ دیا ہو تو پھر کیا ہوگا؟؟ یہ سن کر حضرت خولہؓ نے جا کر حضرت عمر ؓ کے سامنے اس کا تذکرہ کیا۔

حضرت عمر ؓ نے آ کر نبی اکرم ﷺ سے پوچھا کہ یا رسول اللہ ﷺ! خولہ سے میں نے ایک بات سنی ہے کیا آپ نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا ہاں میں نے کہی ہے۔ حضرت عمر ؓ نے عرض کیا تو کیا آپ کو طائف فتح کرنے کی اس وقت اجازت نہیں ملی ہے، آپ ﷺ نے فرمایا ہاں نہیں ملی۔ حضرت عمر ؓ نے عرض کیا تو کیا میں اس بات کا عام اعلان لوگوں میں کر سکتا ہوں، آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہاں کر سکتے ہو۔

فتح طائف کے بغیر نہیں جائیں گے

آنحضرت ﷺ نے حضرت عمر ؓ کو اجازت دے دی کہ لوگوں میں جا کر اعلان کر دو کہ واپس جانے کے لئے تیار ہو جاؤ۔ چنانچہ حضرت عمر ؓ نے کوچ کرنے کا عام اعلان فرما دیا۔ اعلان سنتے ہی لوگ عجیب شش و پنج میں پڑ گئے اور آپس میں باتیں شروع ہو گئیں اور لشکر اسلام کے جانباز ایک دوسرے سے کہنے لگے کیا فتح طائف کے بغیر ہم لوٹ کر جائیں گے؟ نہیں نہیں ہم تو اس وقت تک یہاں قائم رہیں گے جب اللہ تعالیٰ طائف کو ہمارے ہاتھوں پر فتح فرما دے گا۔ اللہ کی قسم طائف کے یہ لوگ تو بہت قلیل بھی ہیں اور ذلیل بھی ہیں ہم نے ان سے زیادہ طاقتور لوگوں کا مقابلہ کیا ہے، اہل مکہ کے لشکر جرار سے ہم نے مقابلہ کیا۔ ہوازن سے حنین میں ہم نے مقابلہ کیا وہاں اللہ تعالیٰ نے سب پر ہمیں غلبہ عطا کیا اور وہ سب تتر بتر ہو گئے۔ یہ لوگ تو بھٹ کے اندر چھپی ہوئی لومڑی کی

طرح ہیں، اگر ہم اس محاصرہ کو اسی طرح جاری رکھیں گے تو یہ لوگ قلعہ کے اندر ہی اندر مر جائیں گے۔ اس قسم کی بہت باتیں شروع ہوگئیں پھر یہ لوگ حضرت ابوبکرؓ کے پاس گئے اور ان کے سامنے اپنی پریشانی کا اظہار کیا۔ آپ نے فرمایا کہ اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں، آنحضرت ﷺ پر آسمان سے وحی آتی ہے اس میں کسی کی بات کی گنجائش نہیں۔

یہ لوگ اس کے بعد حضرت عمرؓ کے پاس چلے گئے اور اپنی پریشانی کا اظہار کیا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ میں اس سلسلہ میں کچھ بھی نہیں کہہ سکتا، میں نے صلح حدیبیہ میں باتیں کی تھیں جس پر میں اب تک پچھتا رہا ہوں لہٰذا تم لوگ اپنی رائے واپس لو اور بہتری اسی میں ہے جو اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر ﷺ نے فیصلہ کیا ہے کیونکہ ان پر آسمان سے وحی آتی ہے۔

اب واپس جائیں گے

جب آنحضرت ﷺ نے دیکھا کہ لوگ بہت زیادہ جذبات میں ہیں اور واپس جانے کو اچھا نہیں سمجھتے ہیں تو آپ ﷺ نے عام اعلان فرمایا کہ کل حملہ ہوگا تعارض کے لئے تیار ہو جاؤ، چنانچہ کل جب قلعہ پر عمومی حملہ کیا گیا تو اس میں بہت سارے صحابہ زخمی ہوئے اور کافی نقصان ہوا۔ دوسرے دن آنحضرت ﷺ نے اعلان فرمایا کہ کل ہم واپس جائیں گے۔ اس دفعہ جب اعلان ہوا تو سب مسلمان بہت خوش ہوئے اور جلدی جلدی سب نے تیاریاں شروع کیں اور کجاوے کسنا شروع کر دیئے۔ آپ ﷺ نے جب دیکھا کہ اب کس طرح خوشی خوشی واپس جا رہے ہیں تو آپ ہنسنے لگے کہ اب زخم کھانے کے بعد کس طرح جانے پر راضی ہو گئے۔

جب لشکر اسلام لوٹنے لگا تو قلعہ سے ثقیف کے ایک لیڈر نے آواز دی کہ دیکھو ہم تو ابھی تک اپنے مقام پر زندہ تابندہ موجود ہیں۔ اس کے جواب میں عیینہ بن حصن نے کہا جی ہاں خدا کی قسم! تم بڑی شان والے شریف لوگ ہو۔ اس پر حضرت عمرو بن العاصؓ نے عیینہ سے کہا کہ اللہ تجھے غارق کرے تم ہمیشہ مشرکوں کی تعریف کرتے ہو حالانکہ تم نبی اکرم ﷺ کی حمایت میں آئے ہو۔ عیینہ نے کہا میں ثقیف سے لڑنے کے لئے نہیں آیا تھا بلکہ میرا خیال تھا کہ طائف اگر فتح ہو گیا تو شاید مجھے یہاں کی کوئی عورت مل جائے گی جس سے میری نسل چل جائے گی کیونکہ ثقیف اچھی نسل کے مبارک

لوگ ہیں۔ آنحضرت ﷺ کو جب عیینہ کی یہ بات پہنچی تو آپ ہنسنے لگے اور فرمایا **ھذا احمق مطاع** یہ وہ بیوقوف ہے جس کی خدمت میں اس کے لوگ دست بستہ کھڑے رہتے ہیں۔

جب صحابہ واپس جانے لگے تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔ یہ دعائیں پڑھو:

﴿لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ صَدَقَ وَعْدَهٗ وَنَصَرَ عَبْدَهٗ وَهَزَمَ الْاَحْزَابَ وَحْدَهٗ اٰئِبُوْنَ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ عَابِدُوْنَ لِرَبِّنَا حَامِدُوْنَ﴾

جب آنحضرت ﷺ روانہ ہوئے تو لوگوں نے کہا یا رسول اللہ! ثقیف کو بددعا دیجئے۔

آنحضرت ﷺ نے فرمایا: **﴿اَللّٰهُمَّ اهْدِ ثَقِيْفًا وَائْتِ بِهِمْ﴾**

اے اللہ ثقیف کو ہدایت دے کر میرے پاس پہنچا دے۔

چنانچہ ایسا ہی ہوا اور بعد میں سارے ثقیف مسلمان ہو گئے۔

نکتہ: ہجرت سے پہلے آنحضرت ﷺ نے دعوت وتبلیغ اور جائے پناہ تلاش کرنے کی غرض سے طائف کا سفر کیا تھا۔ اہل طائف نے آپ ﷺ پر پتھراؤ کیا اور لہولہان کر کے طائف سے نکال دیا۔ جبرئیل امین نے عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اجازت ہے اگر آپ اجازت دیں تو طائف والوں پر یہ دو پہاڑ ملا دیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا نہیں بلکہ میں امید کرتا ہوں کہ ان لوگوں کی اولاد اسلام پر آجائیں گی۔ اسی حکمت کے تحت آج قلعۂ طائف کا محاصرہ بھی اٹھا لیا گیا ورنہ سب قتل ہو جاتے بعد میں یہی لوگ مسلمان ہو گئے اور محمد بن قاسم کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ نے سندھ اور پھر ہند کو اسلام کا موقع فراہم کر دیا۔ الحمد للہ

طائف کے شہداء کے نام

غزوہ طائف میں بارہ نفوس قدسیہ نے جام شہادت نوش فرمایا۔ ان خوش بختوں کے نام یہ ہیں۔

① سعید بن سعید امیہ
② عرفطہ بن حباب
③ یزید بن زمعہ بن اسود
④ عبداللہ بن ابی ابکر
⑤ عبداللہ بن ابی امیہ
⑥ عبداللہ بن عامر
⑦ سائب بن حارث
⑧ عبداللہ بن حارث
⑨ جلیحہ بن عبداللہ
⑩ ثابت بن الجذع
⑪ حارث بن سعد
⑫ منذر بن عبداللہ

رضی اللہ عنہم اجمعین

اللہ تعالیٰ ان نفوس قدسیہ پر کروڑوں رحمتیں نازل فرمائے۔ انہوں نے اپنے پاکیزہ اور مقدس خون سے گلشن اسلام کی آبیاری کی۔

مَوْتُ الشَّهِيْدِ حَيَاةٌ لاَ نَفَادَ لَهَا
قَدْ مَاتَ قَوْمٌ وَهُمْ فِي النَّاسِ اَحْيَاءُ

شہید کی جو موت ہے وہ قوم کی حیات ہے
شہید کا جو خون ہے وہ خون کی زکوۃ ہے

مسلمانوں کو چاہئے کہ وہ اپنے اسلاف کے کارناموں کو زندہ کریں تاکہ اس کی برکت سے خود بھی زندہ ہو جائیں۔ کسی نے اس پس منظر میں خوب کہا ہے۔

جس دور پہ نازاں تھی دنیا اب ہم وہ زمانہ بھول گئے
اوروں کی کہانی یاد رہی خود اپنا فسانہ بھول گئے

منہ دیکھ لیا آئینے میں پر داغ نہ دیکھا سینے میں
جی ایسا لگایا جینے میں مرنے کو مسلماں بھول گئے

مسلم سے اخوت دور ہوئی پھر روز کی خانہ جنگی ہے
اپنوں کو مٹانا یاد رہا باطل کو مٹانا بھول گئے

فرنگی کی غلامی کا کیا کہنا بربادی ہی بربادی ہے
جو درس شاہ بطحاء نے دیا دنیا کو پڑھانا بھول گئے

اغیار کا جادو چل بھی چکا ہم ایک تماشہ بن بھی چکے
اوروں کو جگانا یاد رہا خود ہوش میں آنا بھول گئے

تکبیر تو اب بھی ہوتی ہے مسجد کی فضاء میں اے انورؔ
جس ضرب سے دل ہل جاتے تھے وہ ضرب لگانا بھول گئے

اقبال مرحوم بطور یاد رفتگان اور اسلاف کے عظیم کارناموں کا اس طرح تذکرہ کر کے جوانوں کو بیدار کر رہے ہیں۔

صفحۂ دہر سے باطل کو مٹایا کس نے؟
نوع انسان کو غلامی سے چھڑایا کس نے؟

میرے کعبے کو جبینوں سے بسایا کس نے؟
میرے قرآن کو سینوں سے لگایا کس نے؟

تھے تو آباء وہ تمہارے ہی مگر تم کیا ہو
ہاتھ پہ ہاتھ دھرے منتظر فردا ہو

وادی نجد میں وہ شور سلاسل نہ رہا
قیس دیوانۂ نظارۂ محمل نہ رہا

حوصلے وہ نہ رہے ہم نہ رہے دل نہ رہا
گھر یہ اجڑا ہے کہ تو رونق محفل نہ رہا

چند اشعار مع ترجمہ

اسلام کے مشہور شاعر اور شان والے صحابی حضرت کعب بن مالک ﷛ جزیرۂ عرب کے مختلف قبائل اور علاقوں کی جنگوں کا تذکرہ کرتے ہوئے طائف کے معرکوں اور پھر جہاد کے متعلق فرماتے ہیں۔

قَضَيْنَا مِنْ تِهَامَةَ كُلَّ رَيْبٍ
وَخَيْبَرَ ثُمَّ اَجْمَعْنَا السُّيُوْفَا

’’ہم نے جب تہامہ اور خیبر سے جہاد کا مقصد حاصل کر لیا تو ہم نے ایک بار پھر تلواروں کو اکٹھا کر لیا۔‘‘

نُخَبِّرُهَا وَلَوْ نَطَقَتْ لَقَالَتْ
قَوَاطِعُهُنَّ دَوْسًا اَوْ ثَقِيْفَا

’’ہم نے ان تلواروں کو قبیلہ دوس اور ثقیف پر حملہ کرنے کا بتا دیا اگر یہ تلواریں بات کر سکتیں تو تیز دھار تلواریں بتا دیتیں۔‘‘

فَلَسْتُ لِحَاصِنٍ اِنْ لَّمْ تَرَوْهَا
بِسَاحَةِ دَارِكُمْ مِّنَّا اُلُوْفَا

''اگر ہمارے ہزاروں نوجوان تم لوگوں نے اپنے گھر کے صحن میں نہیں دیکھے تو میں اپنی ماں کا پالا ہوا نہیں ہونگا۔''

وَنَنْتَزِعُ الْعُرُوْش بِبَطْنِ وَجّ
وَتُصْبِحُ دُوْرُكُمْ مِّنْكُمْ خَلُوْفَا

''ہم طائف کے بیچ میں تمہارے تخت تم سے چھین لیں گے اور تمہارے گھر تم سے خالی ہو جائیں گے۔''

وَيَأْتِيْكُمْ لَنَا سِرْعَانُ خُيْلٍ
يُغَادِرُ خَلْفَهٗ جَمْعًا كَثِيْفًا

''اور ہمارے تیز رفتار شہسوار تم پر چڑھ آئیں گے جو اپنے پیچھے بھاری جمعیت چھوڑ کر آئیں گے۔''

بِأَيْدِيْهِمْ قَوَاضِبُ مُرْهَفَاتٌ
يَزُرْنَ الْمُصْطَلِيْنَ بِهَا الْحُتُوْفَا

''ان کے ہاتھوں میں تیز دھار تلواریں ہونگی جو اپنے الجھنے والوں کو موت کی زیارت کراتی ہیں۔''

يُخَبِّرُهُمْ بِأَنَّا قَدْ جَمَعْنَا
عِتَاقَ الْخَيْلِ وَالنُّجُبِ الطُّرُوْفَا

''کیا دشمن کا کوئی خیر خواہ نہیں جو ان کو بتادے کہ ہم نے عمدہ خوبصورت گھوڑے اکھٹے کئے ہیں۔''

وَاَنَّا قَدْ اَتَيْنَاهُمْ بِزَحْف
يُحِيْطُ بِسُوْرِ حِصْنِهِمْ صُفُوْفَا

''اور یہ کہ ہم ایسا جرار لشکر لے آئے ہیں جو ثقیف کے قلعہ کے اردگرد مکمل صف بندی کرے گا۔''

رَئِيْسُهُمُ النَّبِيُّ وَكَانَ صُلْبًا
نَقِيُّ الْقَلْبِ مُصْطَبِرًا عَزُوْفًا

''اس لشکر کا سربراہ نبی اکرم ﷺ ہیں جو نہایت مضبوط، صاف دل، صابر اور عظمتوں والا ہے۔''

رَشِيْدُ الْاَمْرِ ذَا حُكْمٍ وَعِلْمٍ
وَحِلْمٍ لَمْ يَكُنْ نَزِقًا خَفِيْفًا

”جو صحیح رہنمائی، علم، حلم اور حکم کا مالک ہے۔ مغلوب الغضب اور غیر سنجیدہ نہیں ہے۔“

نُطِیْعُ نَبِیَّنَا وَنُطِیْعُ رَبًّا
هُوَ الرَّحْمٰنُ کَانَ بِنَا رَؤُفًا

”ہم اپنے نبی اور اپنے رب کی اطاعت کرتے ہیں جو رحمان ہے اور ہم پر مہربان ہے۔“

فَاِنْ تُلْقُوْا اِلَیْنَا السِّلْمَ نَقْبَلْ
وَنَجْعَلُکُمْ لَنَا عَضُدًا وَرِیْفًا

”اگر تم صلح چاہتے ہو تو ہم صلح قبول کرلیں گے اور تم کو اپنا بازو اور معاون بنادیں گے۔“

وَاِنْ تَابُوْا نُجَاهِدُکُمْ وَنَصْبِرْ
وَلَا یَکُ اَمْرُنَا رَعْشًا ضَعِیْفًا

”لیکن اگر تم نے انکار کیا تو ہم تم سے جہاد کریں گے اور صابر رہیں گے اور ہم میں کوئی کمزوری نہیں ہوگی۔“

نُجَالِدُ مَا بَقِیْنَا اَوْ تُنِیْبُوْا
اِلَی الْاِسْلَامِ اِذْعَانًا مُضِیْفًا

”ہم جب تک زندہ ہیں تم سے چست ہو کر لڑیں گے یہاں تک کہ تم اسلام کی طرف مکمل یقین کے ساتھ لوٹ کر آجاؤ۔“

نُجَاهِدُ لَا نُبَالِیْ مَا لَقِیْنَا
أَأَهْلَکْنَا التِّلَادَ اَوِ الطَّرِیْفَا

”ہم ہر حال میں جہاد کریں گے اور اس بات کی پرواہ نہیں کریں گے کہ جنگ میں اپنا پرانا مال لٹایا یا نیا مال لگادیا۔“

وَکَمْ مِّنْ مَعْشَرٍ اَلَّبُوْا عَلَیْنَا
صَمِیْمَ الْجَذْمِ مِنْهُمْ وَالْحَلِیْفَا

”اور کتنے قبائل ہیں جو ہمارے خلاف اکٹھے ہوگئے ہیں جن میں اصل خاندان کے لوگ بھی ہیں اور معاہد بھی ہیں۔“

اَتَوْنَا لَا يَرَوْنَ لَهُمْ كِفَاءً
فَجَدَعْنَا الْمَسَامِعَ وَالْاُنُوْفَا

’’انہوں نے ہم پر ایسی چڑھائی کی کہ وہ کسی کو اپنا مقابل بھی نہیں سمجھتے تھے پس ہم نے ان کے کان اور ناک کاٹ کر رکھ دیئے۔‘‘

بِكُلِّ مُهَنَّدِلِيْنٍ صَيْقَلٍ
نَسُوْقُهُمْ بِهَا سُوْقًا عَنِيْفَا

’’ہر چمکدار گداز ہندی تلوار سے کاٹ دیا پھر ہم ان کو سختی کے ساتھ ان تلواروں کے ذریعہ سے ہنکا رہے تھے۔‘‘

لِاَمْرِ اللّٰهِ وَالْاِسْلَامِ حَتّٰى
يَقُوْمَ الدِّيْنُ مُعْتَدِلًا حَنِيْفَا

’’یہ سب کچھ اللہ کے حکم پر اسلام کیلئے ہو رہا تھا تا کہ دین صحیح معنوں میں قائم ہو جائے۔‘‘

وَتُنْسٰى اللَّاتُ وَالْعُزّٰى وَوُدٌّ
وَنَسْلُبُهَا الْقَلَائِدَ وَالشُّنُوْفَا

’’اور کافر لوگ لات منات عزیٰ اور ود کو بھول جائیں گے اور ہم نے ان بتوں سے ان کے ہار اور بالیاں چھین لیں۔‘‘

اہل طائف اسلام کے سائے میں

اہل طائف اور قبائل ثقیف کے حق میں آنحضرت ﷺ نے ایک دفعہ قبل از ہجرت جب آپ طائف کے سفر پر تشریف لے گئے تھے دعا فرمائی تھی اور دوسری دفعہ محاصرۂ طائف کے وقت آپ نے دعاء فرمائی تھی کہ اے اللہ ثقیف کو ہدایت دے اور ان کو مسلمان بنا کر میرے پاس بھیج دے۔ چنانچہ سنۃ الوفود ۹ ہجری میں طائف کے یہ قبائل ثقیف سب کے سب اسلام کے سائے تلے آگئے اور اسلامی جھنڈے کے نیچے کھڑے ہو گئے اور ان کا ایک وفد مدینہ منورہ آیا اور اپنے اسلام کا اعلان کر دیا لیکن یہ لوگ ایک بت کو بہت معزز سمجھتے تھے تو انہوں نے ایک شرط یہ رکھی کہ اس بت کو تین سال تک

برقرار رکھا جائے اور توڑا نہ جائے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ بت کو ایک لحہ کیلئے باقی نہیں رکھا جائے گا، البتہ تمہارے ہاتھوں کے بجائے ہمارا آدمی آکر اس کو توڑ دے گا۔ اہل طائف نے مجبوری کے تحت اس کو قبول کرلیا۔ دوسری شرط ان کی یہ تھی کہ ہم کو نماز معاف ہو جائے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا اس دین میں خیر ہی کیا ہوگی جس میں نماز نہیں ہوگی۔ چنانچہ اہل طائف نے بغیر شرائط کے اسلام قبول کرلیا اور عہد نامہ لے کر واپس چلے گئے۔

غنائم حنین کی تقسیم

آنحضرت ﷺ طائف سے ۵ ذوالقعدہ ۸ ہجری کو جعرانہ پہنچے جو مکہ سے دس میل کے فاصلہ پر ہے جہاں پر غنائم حنین کے سارے اموال جمع تھے، جس میں چھ ہزار قیدی تھے، چوبیس ہزار اونٹ اور چالیس ہزار بکریاں تھیں۔ اس پر مستزاد نقد میں چار ہزار اوقیہ چاندی تھی۔ یہاں پہنچ کر آنحضرت ﷺ نے دس دن تک انتظار کیا کہ شاید ہوازن کے لوگ اپنے قید شدہ عزیز واقارب کے چھڑانے کیلئے آئیں گے مگر دس دن سے کچھ زیادہ انتظار کے باوجود ہوازن کا کوئی آدمی نہیں آیا۔ تب نبی اکرم ﷺ نے غنائم حنین کو غانمین پر تقسیم فرما دیا۔ مالِ غنیمت کے تقسیم کے بعد ہوازن کا وفد نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا یہ وفد نو یا بارہ آدمیوں پر مشتمل تھا، ان کا سربراہ زہیر بن صرد تھا اور ان لوگوں کا تعلق اس قبیلہ بنو سعد سے تھا جس قبیلہ میں آنحضرت ﷺ نے حلیمہ سعدیہؓ کی گود میں پرورش پائی تھی اس وفد میں جتنے لوگ آئے تھے سب مسلمان ہو گئے تھے، آتے ہی انہوں نے آنحضرت ﷺ کے ہاتھ مبارک پر اسلام کی بیعت کی اور پھر وفد کے سردار اور اس قبیلہ کے مایہ ناز خطیب زہیر بن صرد نے اپنے قیدیوں اور اموال کے واپس کرنے کیلئے کھڑے ہو کر اس طرح درخواست نبی آخر زمان کے سامنے پیش کی:

یا رسول اللہ! جو مصیبت میرے قبیلہ پر نازل ہوئی ہے اس سے آپ بخوبی واقف ہیں ہم لوگ ایک درخواست لے کر آئے ہیں، آپ اس وقت ہم پر احسان کیجئے اللہ تعالیٰ آپ پر احسان فرمائے گا، ہمیں ہماری عورتیں، ہمارے بچے اور ہمارے اموال واپس کر دیجئے۔

یا رسول اللہ! جو عورتیں آپ کے ہاتھ میں گرفتار ہوئیں ہیں ان میں آپ کی خالائیں ہیں، ان میں آپ کی پھوپھیاں ہیں، ان میں آپ کی پرورش کرنے والیاں ہیں اور ان میں آپ کی کفالت

وخدمت کرنے والی خواتین ہیں ۔ یارسول اللہ! اس وقت جو حالت ہماری ہے اگر ہم اس حالتِ زار کو نعمان بن منذر بادشاہ یا حارث بن شمر بادشاہ کے سامنے رکھ کر رحم کی اپیل اور درخواست کرتے تو بھی ہماری درخواست کو رد نہ کرتے، ان کے مقابلہ میں آپ تو سب سے بہتر رحم کرنے والے ہیں۔

اس کے بعد زہیر بن صرد نے درخواست پر مشتمل غضب کا ایک قصیدہ بھی نبی اکرم ﷺ کے سامنے پیش کیا جس سے رحمۃ للعالمین پر جو اثر ہوا ہوگا وہ محتاج بیان نہیں۔ مگر قارئین کرام بھی جگر تھام کر اس قصیدہ کو سنیں:

اُمْنُنْ عَلَيْنَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فِيْ كَرَمٍ
فَاِنَّكَ الْمَرْءُ نَرْجُوْهُ وَنَنْتَظِرُ

”اے اللہ کے رسول! اپنی مہربانی اور سخاوت سے ہم پر احسان فرمائیے کیونکہ آپ ہی وہ کامل انسان ہیں جس کے احسان کی ہمیں امید ہے۔

اُمْنُنْ عَلٰى بَيْضَةٍ قَدْ عَاقَهَا قَدَرٌ
مُمَزَّقٌ شَمْلُهَا فِيْ دَهْرِهَا غِيَرُ

”اس قبیلہ پر احسان کیجئے جس کی حاجتوں کو قضاء وقدر نے روک دیا ہے اور تغیرات زمانہ سے اس کا شیرازہ بکھر گیا ہے۔

يَا خَيْرَ طِفْلٍ وَمَوْلُوْدٍ وَمُنْتَخَبٍ
فِى الْعَالَمِيْنَ اِذَا مَا حَصَّلَ الْبَشَرُ

”اے بہترین مولود اور عالم بشریت میں انسانی صفات کے سب سے زیادہ برگزیدہ انسان!۔“

اِنْ لَّمْ تَدَارَكْهُمْ نَعْمَاءُ تَنْشُرُهَا
يَا اَرْجَحَ النَّاسِ حِلْمًا حِيْنَ تُخْتَبَرُ

”اگر آپ کا عام احسان ان کی خبر گیری نہ کرے تو یہ لوگ ہلاک ہو جائیں گے اے وہ شخص جو آزمائش کے وقت بھی سب سے زیادہ بردبار ہے۔“

اُمْنُنْ عَلٰى نِسْوَةٍ قَدْ كُنْتَ تَرْضَعُهَا
اِذْ فُوْكَ تَمْلَؤُهُ مِنْ مَحْضِهَا الدِّرَرُ

''ان عورتوں پر احسان فرمایئے جن کا آپ دودھ پیتے تھے اور ان کے خالص دودھ سے آپ اپنے منہ کو بھرتے تھے۔''

لَا تَجْعَلَنَّا كَمَنْ شَالَتْ نَعَامَتُهُ
وَاسْتَبِقِ مِنَّا فَاِنَّا مَعْشَرٌ زُهُرٌ

''ہم کو ان لوگوں کی طرح نہ کیجئے جن کے قدم اکھڑ گئے ہوں۔ ہم پر احسان کیجئے کیونکہ ہم شریف خاندان ہیں احسان فراموش نہیں ہیں۔''

اِنَّا لَنَشْكُرُ لِلنُّعْمَاءِ اِذْ كُفِرَتْ
وَعِنْدَنَا بَعْدَ هٰذَا الْيَوْمِ مُدَّخَرُ

''ہم احسان وانعام کا شکریہ ادا کرتے ہیں جب کہ لوگ اس کی ناشکری کرتے ہیں اور ہم آئندہ کیلئے بھی احسان یاد رکھتے ہیں۔''

فَالْبِسِ الْعَفْوَ مَنْ قَدْ كُنْتَ تَرْضَعُهُ
مِنْ اُمَّهَاتِكَ اِنَّ الْعَفْوَ مُشْتَهَرُ

''آپ ان ماؤں کو جن کا آپ نے دودھ پیا ہے اپنے دامن عفو میں چھپالیں یقیناً آپ کا عفو تو مشہور ہے۔''

فَاغْفِرْ عَفَا اللّٰهُ عَمَّا اَنْتَ رَاهِبُهُ
يَوْمَ الْقِيَامَةِ اِذْ يُهْدٰى لَكَ الظَّفَرُ

''پس آپ ہم کو معاف کیجئے اللہ تعالیٰ آپ کو قیامت کے اندیشوں سے محفوظ رکھے گا اور آپ کو کامیابی عطا فرمائے گا۔''

وفد ہوازن کو جواب

وفد ہوازن کو آنحضرت ﷺ نے جواب دیا کہ میں نے تمہارا بہت انتظار کیا لیکن جب تم نہ آئے تو میں نے مال، اسباب اور تمام قیدی غانمین مجاہدین پر تقسیم کر دیئے، اب تم لوگ دو چیزوں میں سے ایک کو اختیار کر لو، یا مال واسباب لے لو اور یا اہل وعیال لے لو۔ وفد نے کہا کہ چونکہ آپ نے ہمیں دو چیزوں میں اختیار دیا ہے لہٰذا مال کے بجائے ہم اہل وعیال اور حسب نسب اور عزیز واقارب کو

ترجیح دیں گے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ اموال اور قیدی چونکہ سب تقسیم ہو چکے ہیں، اب جو قیدی میرے اور میرے خاندان بنی عبدالمطلب کے حصہ میں آئے ہیں وہ میں نے واپس کر دیئے لیکن جو قیدی عام مسلمانوں کے حصہ میں جا چکے ہیں اس میں تو میں صرف سفارش کر سکتا ہوں۔ وفد نے کہا کہ آپ سفارش کیجئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ سفارش کا طریقہ اس طرح ہوگا کہ تم ظہر کی نماز کے بعد کھڑے ہو جاؤ اور کہہ دو کہ ہماری یہ حالت زار ہے ہم چاہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ مسلمانوں سے ہمارے اہل و عیال کے متعلق سفارش کریں تاکہ یہ ہمیں مل جائیں پھر میں سفارش کروں گا۔ چنانچہ ظہر کی نماز کے بعد ہوازن کے خطباء نے بڑے دردناک انداز سے اپنا مدعا پیش کیا اور اس کے بعد نبی اکرم ﷺ کھڑے ہو گئے اور آپ نے فرمایا کہ یہ تمہاری بھائی ہوازن مسلمان ہو کر آئے ہیں اور اپنے قیدیوں کو مانگ رہے ہیں پس میں نے اپنا اور اپنے خاندان کا حصہ ان کو واپس کر کے دے دیا ہے، میری خواہش ہے اور مناسب سمجھتا ہوں کہ سب مسلمان ان کے قیدیوں کو واپس کر دیں، جو شخص خوشی اور طیب خاطر سے ایسا کرے گا تو بہت اچھا ہے اور جو شخص خوشی سے نہیں دیتا ہے تو میں مال آنے کے بعد اس کو معاوضہ دینے کے لئے تیار ہوں۔ اس اپیل اور ہمدردانہ سفارش پر مہاجرین نے اٹھ کر کہا کہ جس چیز پر رسول اللہ ﷺ خوش ہیں ہم بھی اس پر خوش ہیں اور اس میں رسول اللہ ﷺ کو اختیار ہے۔ اس کے بعد انصار نے کہا کہ جو کچھ ہمارے پاس ہے اس میں ہماری طرف سے رسول اللہ ﷺ کو اختیار ہے۔ دو چار اشخاص کے علاوہ تمام صحابہ کرام ؓ نے خوشی سے قیدیوں کو واپس کیا اور اس طرح نہایت خوش اسلوبی سے ہوازن کو ان کے تمام قیدی مل گئے اور فوراً چھ ہزار قیدیوں کو آزادی اور رہائی مل گئی۔

حضرت شیماء رضی اللہ عنہا کی آمد

انہیں اسیرانِ جنگ میں آنحضرت ﷺ کی رضاعی بہن حضرت شیماء بھی تھیں جس وقت ان کو اوطاس میں مسلمانوں نے قید کر لیا تھا اس وقت وہاں کی قیادت عامہ ابوموسیٰ اشعری ؓ کے پاس تھی بعض محافظین نے حضرت شیماء سے تلخ کلامی کی تو شیماء نے فرمایا یاد رکھو مجھ پر سختی نہ کرو میں تمہارے پیغمبر کی رضاعی بہن ہوں۔ لوگوں کو یقین نہیں آ رہا تھا اور تصدیق کی غرض سے نبی اکرم ﷺ

کے پاس لے کر آئے۔ حضرت شیماء نے عرض کیا اے محمد ﷺ! میں تمہاری بہن ہوں اور اس کی علامت یہ ہے کہ جب بچپن میں آپ کو میں نے کندھوں پر اٹھایا تو اسوقت آپ نے دانتوں سے مجھے کاٹا تھا جس کا نشان اب تک یہ موجود ہے۔ آنحضرت ﷺ نے شیماء کو پہچان لیا اور فرط مسرت سے آنکھوں میں آنسو بھر آئے اور پھر چادر بچھا کر حضرت شیماء کو اس پر بٹھا دیا اور فرمایا اگر تم میرے پاس رہنا چاہتی ہو تو نہایت عزت و احترام کے ساتھ تجھے رکھوں گا اور اگر اپنے قبیلہ میں جانا چاہتی ہو تو تم کو اختیار ہے۔ شیماء نے کہا میں اپنی قوم میں جانا چاہتی ہوں۔ یہ کہہ کر آپ مسلمان ہو گئیں۔ آپ ﷺ نے چلتے وقت ان کو کچھ اونٹ اور بکریاں اور تین غلام اور ایک باندی عطا فرما کر رخصت فرمایا۔ سچ ہے۔

نَفْسِی الْفِدَاءُ لِمَنْ اَخْلَاقُهٗ شَهِدَتْ
بِاَنَّهٗ خَیْرُ مَوْلُوْدٍ مِّنَ الْبَشَرِ
لَمْ یَخْلُقِ الرَّحْمٰنُ مِثْلَ مُحَمَّدٍ
اَبَدًا وَعِلْمِیْ اَنَّهٗ لَا یَخْلُقُ

لشکر کفار کا سردار مالک کہاں ہے؟

ہوازن کے وفد سے نبی اکرم ﷺ نے حنین و طائف میں کفار کے سردار مالک بن عوف نصری کے متعلق پوچھا کہ وہ کہاں ہے؟ ان سب نے کہا کہ وہ ثقیف کے ساتھ طائف میں قلعہ بند ہے۔

حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ مالک بن عوف کو اطلاع کر دو کہ اگر وہ مسلمان ہو کر میرے پاس آئے تو ہم اس کے اہل و عیال اور اس کا مال سب اس کو واپس کر دیں گے۔ مالک بن عوف کو جب اس پیش کش کی اطلاع ملی تو وہ رات کے وقت ثقیف سے چھپ کر طائف سے نکل آیا اور نبی اکرم ﷺ سے جعرانہ میں یا مکہ میں ملاقات کی۔ تو نبی اکرم ﷺ نے ان کا مال اور اہل و عیال ان کو واپس کر دیئے اور مزید ایک سو اونٹ بطور عطیہ عطا فرمائے۔

مالک بن عوف نصری اسی وقت صدق دل سے مسلمان ہو گیا اور آنحضرت ﷺ کی شان میں ایک مدحیہ قصیدہ پڑھا جس کے چند اشعار یہ ہیں۔

مَـا اِنْ رَاَیْتُ وَلاَ سَـمِـعْـتُ بِمِثْلِہٖ
فِی الـنَّـاسِ کُـلِّهِـمْ بِـمِثْلِ مُحَمَّدٖ

میں نے سارے انسانوں میں محمد ﷺ کی طرح نہ کسی کو سنا ہے اور نہ کبھی دیکھا ہے۔

اَوْفٰی وَاَعْـطٰی لِلْجَزِیْلِ اِذَا اجْتَدیٰ
وَمَتٰی تَشَا یُخْبِرْکَ عَمَّا فِیْ غَدِیٰ

جب وہ عطیہ کرنے پر اتر آتے ہین بڑے بڑے عطایا کرتے ہیں اور تم جب چاہو تو وحی کے ذریعہ سے تمہیں کل کی بات بتائیں گے۔

وَاِذَا الْـکَـتِیْبَۃُعَـرَّدَتْ اَنْیَـا بَهَـا
بِـا لسَّـمْـهَـرِیِّ وَضَـرْ بِ کُلِّ مُهَنَّدٖ

جب کوئی لشکر عمدہ تلواروں اور نیزوں سے مسلح ہو کر مقابلہ کے لئے دانت دکھا کر دھاڑنے لگتا ہے۔

فَـکَـاَ نَّـہٗ لَیْـثٌ عَـلٰی اَشْبَا لِـہٖ
وَسْـطَ الْهَبَـاءَ ـۃِ خَا دِرٌ فِیْ مَرْ صَدٖ

تو آپ ﷺ غبار جنگ کے بیچ میں گھات لگا کر ساتھیوں کی اس طرح حفاظت کرتے ہیں جیسے شیر اپنے بچوں کی حفاظت کرتا ہے۔"

تقسیمِ غنائم کا طریقہ

وفد ہوازن جب جعرانہ آیا اور سفارش کر کے اپنے گرفتار شدہ اہل وعیال واپس لے گیا تو عام مجاہدین کے پاس مالِ غنیمت کے وہ حصے جو ان کو مل چکے تھے باقی رہ گئے۔ غنائم حنین چونکہ بہت زیادہ تھے اس لئے ہر پیدل سپاہی کو چار اونٹ اور چالیس بکریاں حصہ میں آئی تھیں اور ہر سوار کو بارہ اونٹ اور ایک سو بیس بکریاں ملی تھیں۔

بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ ہوازن کے وفد نے جب اپنے قیدیوں کو واپس لے لیا تو لشکرِ اسلام کے عام سپاہی کو خدشہ ہو گیا کہ کہیں قیدیوں کی طرح دیگر مالِ غنیمت بھی آنحضرت ﷺ واپس

نہ کر دیں اس لئے انہوں نے زور لگایا کہ مالِ غنیمت جلدی تقسیم ہو جائے جس پر آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ مالِ غنیمت سے مجھے اپنی ذات کے لئے ایک بال برابر چیز لینے کا حق حاصل نہیں ہے یہ ایک امانت ہے جو غانمین پر تقسیم ہوگی ہاں جو حصہ خمس کا ہے اس کو میں الگ کروں گا اور وہ بھی میرا ذاتی نہیں ہے بلکہ عام مسلمانوں کے عام مصالح اور ضروریات میں خرچ ہوگا، یہ مالِ غنیمت ہے اور اس کا معاملہ نہایت نازک ہے اگر تم میں سے کسی نے کچھ لیا ہو تو وہ فوراً واپس کر دے خواہ وہ سوئی ہو یا سوئی کا دھاگہ ہو۔ چنانچہ اس اعلان پر بعض حضرات نے وہ دھاگہ واپس لا کر داخل غنیمت کر دیا جو کسی ضرورت کے لئے انہوں نے اٹھالیا بعض نے سوئی واپس کر دی۔

بہر حال یہ ممکن ہے کہ قیدیوں کی تقسیم پہلے ہوگئی ہو اور مال کی تقسیم بعد میں ہوئی ہو اور یہ بھی تصریح موجود ہے کہ ہوازن کا وفد اس وقت آیا تھا کہ قیدی اور سب اموال تقسیم ہو چکے تھے، پھر قیدی ان کو واپس کر دیئے گئے اور اموال کو واپس نہیں کیا گیا۔

مؤلفۃ القلوب

تقسیمِ غنائم کے روز آنحضرت ﷺ نے مؤلفۃ القلوب کو اموال کی بڑی مقدار عنایت کی۔ آپ کی عطاء و بخشش نے سب کو حیرت میں ڈال دیا۔ صفوان بن امیہ، ابوسفیان بن حرب اور مالک بن عوف وغیرہ نے کھل کر اقرار کیا کہ یہ بخشش غیر نبی سے ممکن نہیں۔ صفوان نے اب تک اسلام قبول نہیں کیا تھا لیکن اس بخشش اور عظیم دریا دلی کو دیکھ کر وہ مسلمان ہو گیا حالانکہ وہ اور اس کے اسی قسم کے قریشی ساتھی صرف جنگ کا تماشہ دیکھنے گئے تھے۔ مؤلفۃ القلوب قبائل عرب کے وہ سردار تھے جنہوں نے اب تک اسلام کی سخت مخالفت کی تھی۔ نبی اکرم ﷺ سے سخت جنگیں لڑی تھیں اور بعض ان میں سے اب تک مسلمان بھی نہیں ہوئے تھے اور بعض ان میں سے وہ تھے جو اگرچہ بظاہر مسلمان ہو گئے تھے مگر دل میں وہ اسلام کے سخت مخالف تھے بلکہ اسی جنگ حنین میں اور طائف میں وہ اپنی مخالفت کا اظہار بھی کر چکے تھے۔

مگر اس کے باوجود نبی اکرم سخاوت مجسم ﷺ نے ان لوگوں کو اموال کثیرہ عطا فرما دیئے۔ مثلاً ابو سفیان بن حرب کو آپ ﷺ نے چالیس اوقیہ چاندی اور سو اونٹ عنایت فرما دیئے۔ اس نے کہا یا رسول اللہ! میرے بیٹے یزید کو بھی کچھ ملنا چاہیے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا اس کو چالیس اوقیہ اور سو اونٹ دیا جائے۔ پھر ابوسفیان نے کہا میرا ایک بیٹا معاویہ بھی ہے تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا اس کو بھی اتنا ہی دیا جائے۔ حکیم بن حزام کو آپ ﷺ نے ایک سو اونٹ دیئے، اس نے اور مانگے تو آپ ﷺ نے اس کو ایک سو مزید عطا کیے۔

اسی طرح سہیل بن عمر، حارث بن ہشام، حویطب بن عبدالعزیٰ، علاء بن جاریہ ثقفی، عیینہ بن حصن، فزاری اقرع بن حابس اور مالک بن عوف نصری کو ایک ایک سو اونٹ دے دیئے گئے۔

عباس بن مرداس کو آنحضرت ﷺ نے چالیس اونٹ عطا کیے جس پر وہ بہت ناراض ہوا اور ایک قصیدہ شکایت کا لکھ ڈالا۔ آپ ﷺ نے صحابہ سے فرمایا جاؤ اور اس کی زبان کاٹ ڈالو یعنی اس کو مزید دے کر خاموش کردو۔ چنانچہ اس کو مزید دے دیا گیا، ان مشہور لوگوں کے علاوہ بھی بہت سارے قریش اور مؤلفۃ القلوب کو بڑے اموال سے نوازا گیا۔

شکایت

حضور اکرم ﷺ نے جعرانہ میں قریش اور قبائلِ عرب کے سرداروں کو جو عطایا دیئے تھے ان کی حقیقت نہ سمجھنے کی وجہ سے بعض نے بے ادبی کے ساتھ اس تقسیم پر اعتراض کیا جس طرح ذوالخویصرہ خارجیوں کے بانی نے بے ادبی کی اسی طرح اقرع بن حابس اور عیینہ بن حصن فزاری نے بھی بے ادبی کے کلمات کہہ دیئے جس پر آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ موسیٰ پر رحم فرمائے ان کو اس سے زیادہ تکلیف دی گئی تھی یہ کہہ کہ آپ نے ان وحشی قبائل کے اعتراضات پر صبر کرلیا جن کے ہاں عدل وانصاف یہی تھا کہ ان کی ہی جیبیں بھر جائیں۔

یہاں شکایت کے سلسلہ میں جماعت انصار کے کچھ نوعمر نوجوان نے بھی شکایت کی اور کہا کہ

نبی اکرم ﷺ نے قریش کو تو دیا مگر ہم کو چھوڑ دیا حالانکہ ہماری تلواروں سے اب تک قریش کا خون ٹپکتا ہے۔ بعض نے کہا کہ مشکلات اور شدائد میں تو ہم کو بلایا جاتا ہے اور مالِ غنیمت دوسروں پر تقسیم کیا جاتا ہے۔ حضرت سعد بن عبادہ ؓ ان شکایتوں کی اطلاع حضور اکرم ﷺ کو کر دی تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ انصار کے چھوٹے بڑوں کو ایک جگہ جمع کر دو اور انصار کے سوا وہاں کوئی بھی نہ ہو چنانچہ جب وہ سب ایک جگہ اکھٹے ہو گئے تو آنحضرت ﷺ وہاں تشریف لائے اور فرمایا:

اے انصار! کیا یہ بات صحیح ہے کہ تم لوگ مجھ سے ناخوش ہو گئے ہو؟"

انصار نے جواب دیا یا رسول اللہ! ہمارے بڑوں اور سمجھ دار لوگوں نے تو کچھ نہیں کہا البتہ نوعمر نوجوانوں نے کہا کہ حضور اکرم ﷺ نے قریش کو بڑے بڑے عطایا دیئے اور ہم کو کچھ نہیں دیا حالانکہ ہماری تلواروں سے ابھی بھی قریش کے خون کے قطرات گر رہے ہیں۔

آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

اے انصار! کیا تم دنیا کے ناپائیدار مال کی وجہ سے مجھ سے ناخوش ہو گئے ہو؟ یہ مال تو میں نے ان لوگوں کو دیا ہے جو ابھی مسلمان ہوئے ہیں جن کے دلوں میں ابھی اسلام کی محبت نہیں ہے۔ اس سے میرا مقصد تالیفِ قلوب تھا تا کہ وہ اسلام کی طرف رغبت کریں، دشمنی سے باز آجائیں اور دین اسلام کی خدمت کریں۔ قریش کو (اس معرکۂ حق وباطل میں) قید وبند کی صعوبتیں پہنچی ہیں، ان کے بھائی قتل ہوئے ہیں، قید ہوئے ہیں، غزوات میں ان کو طرح طرح کی ذلتیں پہنچی ہیں جن سے اللہ تعالیٰ نے آپ کو محفوظ رکھا ہے میں نے اس داد دہش اور عطایا وھدایا سے یہ چاہا کہ ان کے نقصانات کا کچھ تلافی ہو جائے، یہ لوگ مانوس ہو کر اسلام کی طرف راغب ہو جائیں۔ تم لوگ تو اہل ایمان و ایقان ہو میں نے تمہارے ایمان پر اعتماد و بھروسہ کیا۔

اے انصار! کیا تم پہلے گمراہ نہ تھے؟ اللہ تعالیٰ نے میرے واسطہ سے تمہیں ہدایت دی، کیا تم آپس میں ایک دوسرے کے دشمن نہ تھے؟ اللہ تعالیٰ نے میرے ذریعہ سے تمہارے دلوں کو ملا دیا۔ کیا تم آپس میں منتشر نہ تھے؟ اللہ تعالیٰ نے میرے ذریعہ سے تم کو متحد کیا، کیا تم محتاج وفقیر نہ تھے؟ پھر

اللہ تعالیٰ نے میرے ذریعہ سے تم کو غنی کر دیا۔

آنحضرت ﷺ جب یہ سوالات پوچھ رہے تھے تو انصار جواب میں برابر کہتے جاتے تھے کہ بے شک اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے ہم پر بڑے احسانات ہیں، اس کے بعد حضور اکرم ﷺ نے فرمایا۔

اے گروہ انصار! تم جواب میں یہ کہہ سکتے ہو کہ اے محمد ﷺ! جب لوگوں نے آپ کو جھٹلایا تو ہم نے آپ کی تصدیق کی جب آپ بے یار و مددگار تھے اس وقت ہم نے آپ کی مدد کی۔ جب آپ بے سہارا اور بے ٹھکانہ تھے تو ہم نے آپ کو ٹھکانہ دیا۔ جب آپ بے مال و محتاج تھے تو ہم نے آپ کی غم گساری کی یہ جواب اگر تم دو تو تم سچے ہو مگر اے جماعت انصار! کیا تم اس پر راضی نہیں کہ لوگ تو اونٹ اور بکری لے کر اپنے گھروں کو واپس جائیں اور تم اللہ کے رسول کو اپنے ساتھ لے کر جاؤ۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے اگر ہجرت کا معاملہ نہ ہوتا تو میں بھی انصار میں سے ہوتا۔

اے انصار کی جماعت! اگر لوگ ایک وادی اور گھاٹی میں چلیں اور انصار دوسری وادی پر چلیں تو میں انصار کی گھاٹی کو اختیار کروں گا۔ انصار میرے بدن سے پیوست لباس کی مانند ہیں اور دوسرے لوگ بدن سے اوپر اوپر لباس کی طرح ہیں۔

اے اللہ! انصار پر رحم فرما ان کی اولاد اور اولاد کی اولاد پر مہربانی اور رحم فرما۔

آنحضرت ﷺ کا یہ پُر درد و پُر محبت بیان کرنا ہی تھا کہ انصار جاںنثار چیخ اٹھے اور روتے روتے ان کی داڑھیاں تر ہو گئیں اور سب نے یک زبان ہو کر کہا۔ ہم اس تقسیم پر دل و جان سے راضی ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا رسول ہمارے حصہ میں آیا۔ اس کے بعد مجمع برخاست ہوا۔ سچ ہے۔

مُحَمَّدٌ سَیِّدُ الْکَوْنَیْنِ وَالثَّقَلَیْنِ
وَالْفَرِیْقَیْنِ مِنْ عَرَبٍ وَّمِنْ عَجَمٍ

اَحَلَّ اُمَّتَهٗ فِیْ حِرْزِ مِلَّتِهٖ
کَاللَّیْثِ حَلَّ مَعَ الْاَشْبَالِ فِیْ اَجَمٍ

محمد ﷺ دنیا و آخرت اور جن وانس اور عرب وعجم دونوں کے سردار ہیں۔ آپ ﷺ نے اپنی امت کو حفاظت کی ایسی باڑھ میں اتار دیا جیسا کہ شیر اپنے بچوں کو محفوظ جھاڑی میں اتارتا ہے۔''

عمرۂ جعرانہ اور مدینہ منورہ کو واپسی

جعرانہ جیم کے کسرہ اور عین کے سکون کے ساتھ مکہ مکرمہ کے قریب ایک جگہ کا نام ہے جو مکہ سے ایک مرحلہ یعنی دس میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔ یہیں پر آنحضرت ﷺ نے حنین کے اموال تقسیم فرمائے تھے یہ جگہ حرم سے باہر زمینِ حل میں واقع ہے اور یہیں سے طائف کی طرف سے آنے جانے والے لوگ احرام باندھتے ہیں۔ اموالِ غنائم کی تقسیم کے بعد کچھ ایسا مال بچ گیا تھا جس کا تعلق مال فی سے تھا آنحضرت ﷺ نے حکم دیا کہ یہ مال مقام ''مجنہ'' تک پہنچایا جائے۔ یہ کہہ کر آپ نے رات کے وقت عمرہ کا احرام باندھا۔

مولانا شاہ عبدالحق دھلویؒ فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے عشاء کی نماز جعرانہ میں ادا فرمائی اور رات کو سفر کر کے فجر کی نماز مکہ مکرمہ میں ادا فرمائی۔ آپ ﷺ نے اپنے چند اصحاب کے ساتھ عمرہ ادا فرمایا اور پھر حضرت عتاب بن اسید رضی اللہ عنہ کو مکہ مکرمہ کا والی مقرر فرمایا اور حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو بطور معلم مقرر کیا اور دو ماہ سولہ دن کے سفر اور جہادی مہم کے بعد مدینہ منورہ کی طرف روانہ ہوئے۔

۱۸ ذو القعدہ ۸ ہجری کو آپ شب کے وقت جعرانہ سے مکہ کی طرف عمرہ کی غرض سے چلے تھے اور ۲۷ ذو القعدہ ۸ ہجری کو آپ ﷺ کامیابی اور کامرانی کے ساتھ اپنے تمام صحابہ کے ساتھ مدینہ منورہ میں داخل ہوئے۔ اس طرح جہاد مقدس کی برکت سے مکہ مکرمہ اور اس کے تمام اطراف اسلام کے جھنڈے کے نیچے آگئے۔ والحمد لله حمدا كثيرا كثيرا۔

عرضِ تشکر

میں پروردگار کا لاکھ لاکھ شکر ادا کرتا ہوں جس نے مجھے جہاد مقدس کے متعلق کچھ لکھنے کی توفیق دی ہے۔ میں اس پروردگار کی کروڑہا حمد وتقدیس کرتا ہوں جس نے مجھے غزوات النبی ﷺ اور صحابہ کرام ؓ کی اس امانت کی تشریح وتفصیل کا موقع فراہم فرمایا جس امانت کے متعلق عرصہ دراز سے امت مسلمہ پر ایک جمود طاری تھا۔ اے اللہ! تیرے مخلص بندوں نے تیرے دین کی سربلندی کے لئے جتنی قربانیاں دی ہیں ان کمزور بندوں کی یہ قربانیاں اگرچہ تیری ذات کی نسبت کم ہیں لیکن چند مخلص بندوں کی نسبت یہ ان قربانیوں سے کم نہیں جو قرون اولیٰ میں تیرے کثیر مخلص بندوں نے دی ہیں۔ اے اللہ! جو نصرت ومدد تو نے ان سلف صالحین پر ان کی قربانیوں کے عوض اتاری تھی۔ آج کے ان ضعفاء پر بھی اسی طرح نصرت ومدد نازل فرما۔

اے میرے مولیٰ! تیرے مقدس دین کے لئے جو قربانیاں دی گئی ہیں اسے قبول فرما اور ان کمزور بندوں پر رحم کر کے ان کو مزید امتحان سے بچا اور اب اپنی قدرت کاملہ سے اپنے دشمنوں کو تباہ وبرباد فرما۔

اے اللہ! یہ کافر تیری ذات کے دشمن ہیں، تیرے نبی آخر زمان کے دشمن ہیں، تیرے گھر بیت اللہ کے دشمن ہیں، تیرے نبی کے شہر مدینہ منورہ کے دشمن ہیں، تیری عبادت کے دشمن ہیں، تیری بندگی کے دشمن ہیں، تیرے قرآن کے دشمن ہیں، تیرے نبی کی تعلیمات کے دشمن ہیں، تیرے آفاقی قانون اسلام کے دشمن ہیں، تیرے نیک بندوں کے دشمن ہیں، تیرے اولیاء اللہ کے دشمن ہیں اور دنیا میں جہاں جہاں تیرے مقدس مقامات اور عبادت گاہیں ہیں اس کے دشمن ہیں۔

مولائے کریم! اب اپنی قدرتِ قاہرہ اور سطوتِ عاجلہ سے ان کو مغلوب فرما نیست ونابود فرما اور دین اسلام کو قانون کی حیثیت سے غلبہ عطا فرما مسلمانوں اور مجاہدین کو فتح عطا فرما۔ گرفتار مجاہدین کی

رہائی کی صورتیں پیدا فرما اور شہداء کے درجات بلند فرما۔ آمین یا رب العالمین وصلی اللہ علی نبی الکریم۔

فضل محمد بن نور محمد یوسف زئی

۲۳ ربیع الثانی ۱۴۲۰ ہجری مطابق ۸ جولائی ۱۹۹۹ء

تنبیہ: اس کتاب کی تالیف وتصنیف میں بندہ نے جن کتابوں سے استفادہ کیا ہے۔ ان کے نام یہ ہیں:

قرآن کریم وتفسیر عثمانی، مشکوۃ شریف، مغازی للواقدی۔ البدایہ ولنہایہ لابن کثیر، تاریخ اسلام عاشق الٰہی میرٹھی، سیرت مصطفیٰ، معجم البلدان، اصح السیر وغیرہ۔

باب ہشتم

جنگِ تبوک

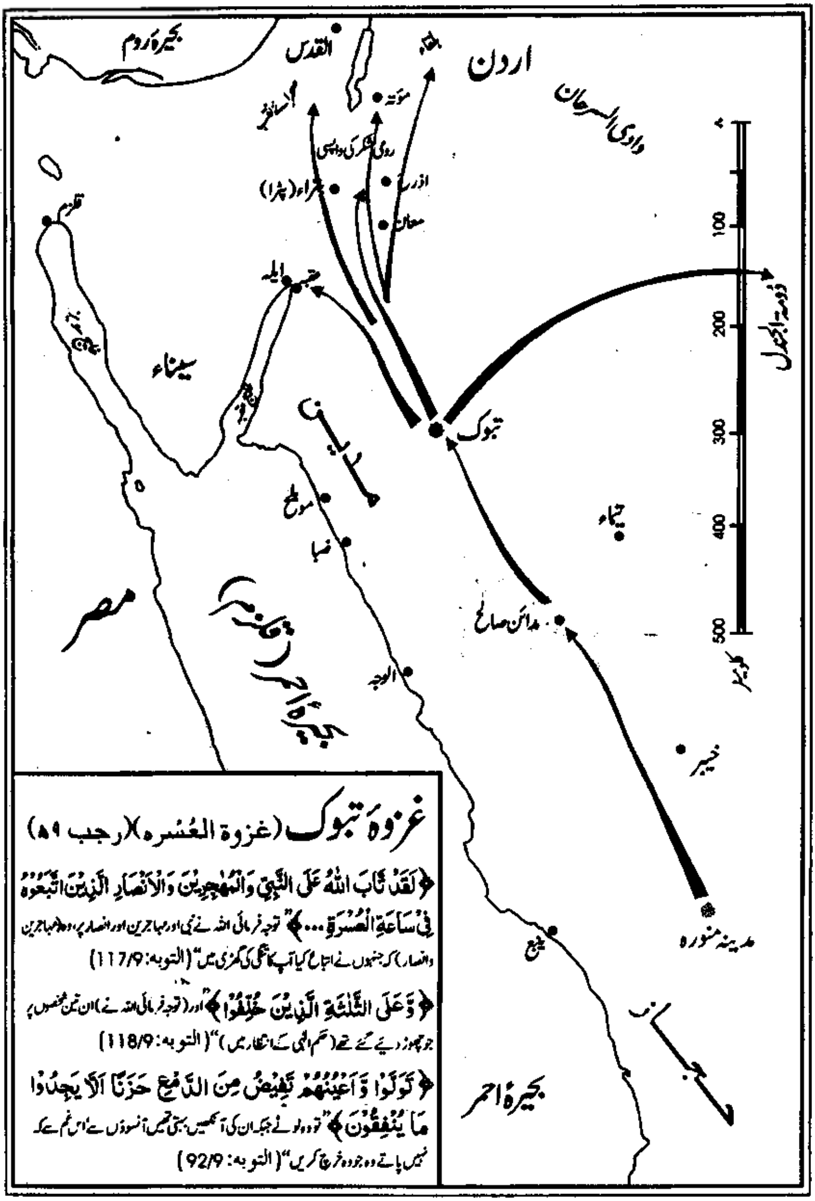
بحیرۂ روم
القدس
اردن
مؤتہ
وادی السرحان
رومی لشکر کی واپسی
اذرح
بتراء (پترا)
معان
ایلہ
قلزم
دومۃ الجندل
سیناء
تبوک
مویلح
ضبا
تیماء
مصر
مدائن صالح
الوجہ
خیبر
مدینہ منورہ
ینبع
بحیرۂ احمر
0
100
200
300
400
500
کلومیٹر

غزوۂ تبوک (غزوۃ العُسرہ) (رجب ۹ھ)

﴿لَقَدْ تَّابَ اللّٰهُ عَلَى النَّبِيِّ وَالْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ فِيْ سَاعَةِ الْعُسْرَةِ...﴾ ”توجہ فرمائی اللہ نے نبی اور مہاجرین اور انصار پر، وہ (مہاجرین وانصار) کہ جنہوں نے اتباع کیا آپ کا تنگی کی گھڑی میں“ (التوبہ: 117/9)

﴿وَّعَلَى الثَّلٰثَةِ الَّذِيْنَ خُلِّفُوْا﴾ ”اور (توجہ فرمائی اللہ نے) ان تین شخصوں پر جو چھوڑ دیے گئے تھے (حکم الٰہی کے انتظار میں)“ (التوبہ: 118/9)

﴿تَوَلَّوْا وَّاَعْيُنُهُمْ تَفِيْضُ مِنَ الدَّمْعِ حَزَنًا اَلَّا يَجِدُوْا مَا يُنْفِقُوْنَ﴾ ”تو وہ لوٹے جبکہ ان کی آنکھیں بہتی تھیں آنسوؤں سے اس غم سے کہ نہیں پاتے وہ جو وہ خرچ کریں“ (التوبہ: 92/9)

مقامِ تبوک

علامہ یاقوت حمویؒ معجم البلدان ج:۱ص:۴۱۱ پر لکھتے ہیں کہ تبوک تا کے فتحہ با کے ضمہ واؤ ساکن اور بعد میں کاف کے ساتھ وادی قرئ اور شام کے درمیان ایک جگہ کا نام ہے ابوزید کا کہنا ہے کہ تبوک حجر اور حدودِ شام کے درمیان واقع ہے جہاں ایک قلعہ ہے جس کے پاس پانی اور ایک باغ ہے جو نبی اکرم ا کی طرف منسوب ہے۔ بعض کا کہنا ہے کہ اصحابہ ''ایکہ'' تبوک کے مقام پر رہائش پذیر تھے جن کی طرف حضرت شعیب علیہ السلام مبعوث ہوئے تھے تبوک دو پہاڑوں کے درمیان واقع ہے ایک پہاڑ کا نام جبل ''حسمٰی'' ہے جو تبوک کے مغربی جانب میں واقع ہے اور دوسرا پہاڑ جبل ''شرورئ'' ہے جو تبوک کے مشرقی جانب میں ہے۔

علامہ حموی مزید لکھتے ہیں کہ تبوک مدینہ منورہ سے بارہ مراحل پر واقع ہے یہاں ایک کنواں تھا جو خراب ہو رہا تھا پھر حضرت عمر فاروقؓ نے وہاں پر ایک شخص کو حکم دیا کہ اس کو ٹھیک کرلو چنانچہ اس نے اس کو ٹھیک کرلیا۔ (معجم البلدان)

بندہ ناچیز نے جب مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ کا سفر کیا تو راستے میں جگہ جگہ تبوک کا بورڈ دیکھا جس پر تبوک کی مسافت لکھی ہوئی تھی اور اس سمت کی طرف تیر کا نشان بھی بنا ہوا تھا جس سے معلوم ہوا کہ تبوک مدینہ منورہ سے سات سو کلومیٹر کے فاصلے پر واقع ہے اور یہ مدینہ سے جانب شمال میں زیادہ تر واقع ہے اور یہ ٹھنڈا علاقہ ہے۔ چنانچہ تبوک ہی کا موسم خواہ گرم ہو خواہ ٹھنڈا، مدینہ منورہ پر اثر انداز ہوتا ہے جب مدینہ میں ٹھنڈی ہوا موسم سرما میں چلتی ہے تو لوگ کہتے ہیں کہ تبوک کی ہوا چل پڑی ہے۔ مدینہ منورہ کی حفاظت کیلئے تبوک سب سے زیادہ حساس علاقہ ہے جس پر آج کل ملعون یہودیوں کی نظریں لگی ہوئی ہیں۔

تبوک کی وجہ تسمیہ

علامہ یاقوت حمویؒ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ جب اپنے آخری جہادی سفر میں تبوک مقام پر پہنچے تو وہاں پانی کے ایک چشمے پر قیام فرمایا آپ ﷺ نے صحابہ کرام کو حکم دیا کہ اس چشمے کے پانی کو ہاتھ نہ لگایا جائے مگر دو آدمی آگے بڑھے اور انہوں نے دیکھا کہ پانی کی معمولی سی دھاری نکل رہی ہے تو انہوں نے اس میں اپنے تیر چھونے شروع کر دیئے تا کہ پانی زیادہ ہو جائے جب حضور اکرم ﷺ وہاں پہنچے تو آپ ﷺ نے ناراض ہو کر فرمایا "مَازِلْتُمَاتَبُوْکَانِ مُنْذِالْیَوْمَ" تم دونوں دن بھر اس پانی میں اپنے تیر گاڑتے رہے، "فَسُمِّیَتْ بِذَالِکَ تَبُوْکَ" اسی وجہ سے اس کا نام تبوک ہو گیا۔ کیونکہ (بَاکَ بَوْکًا) کسی چیز میں ہاتھ ڈال کر ہلانے کو کہتے ہیں پھر نبی اکرم ﷺ نے اپنے نیزے کو اس چشمے میں تین دفعہ گاڑا جس کی برکت سے پانی کے تین چشمے جاری ہوئے جو آج تک برابر جاری ہیں۔ بنوطئی کے ایک شاعر نے اپنے اشعار میں جہاد اور تبوک کا اس طرح تذکرہ کیا ہے۔

فَمَنْ یَّکُ حَائِدًاعَنْ ذِیْ تَبُوْکٍ
فَإِنَّاقَدْأُمِرْنَابِالْجِهَادِ

یعنی جو لوگ غزوۂ تبوک کی جنگ سے جان بچاتے ہیں وہ ایسا ہی کریں ہم کو تو جہاد کا حکم دیا گیا ہے۔

حضرت حسانؓ نے انصار کی تعریف میں غزوۂ تبوک کا ذکر اس طرح کیا ہے:

وَیَوْمَ سَارَرَسُوْلُ اللّٰہِ مُحْتَسِبًا
إِلٰی تَبُوْکَ وَهُمْ رَایَاتُهُ الْاُوَلُ

یعنی جس دن رسول اللہ ﷺ حصول ثواب کی غرض سے غزوۂ تبوک میں نکلے تو انصار آپ کے ہراول دستے تھے۔

اس غزوہ کو غزوہ تبوک کہتے ہیں اور جیش العسرۃ کے نام سے بھی یاد کیا جاتا ہے کیونکہ اسلام میں مشقت اور تنگی کے اعتبار سے اس سے زیادہ کوئی غزوہ نہیں ہوا ہے اور اس کو الفاضحہ بھی کہتے ہیں یعنی شرمسار کرنے اور رسوا کرنے والا غزوہ کیونکہ اس میں منافقین کھل کر رسوا ہوئے۔

غزوۂ تبوک کے اسباب

اس غزوہ کا ایک سبب تو وہی عام سبب ہے کہ جہاد کو اللہ تعالیٰ نے فرض کیا تو نبی اکرم ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اللہ تعالیٰ کے اس حکم پر عمل شروع کیا اور جہاں جہاں کفار غیر معاہد تھے ان سے درجہ بدرجہ جہاد شروع ہو گیا پہلے قریب کے کفار سے جنگیں ہوئیں اور پھر دور کے کفار کی طرف رخ موڑ دیا گیا اور یہی قرآن کریم کا حکم تھا:

"قَاتِلُوا الَّذِيْنَ يَلُوْنَكُمْ مِّنَ الْكُفَّارِ وَلْيَجِدُوْا فِيْكُمْ غِلْظَةً."

چنانچہ جزیرہ عرب سے فارغ ہو کر نبی اکرم ﷺ نے سب سے زیادہ قریش کفار جو شام میں تھے ان کا رخ کیا اور اسلامی دعوت آپ ﷺ نے ایک خط کے ذریعہ سے پہلے ان کو دے دی تھی لہٰذا اب جہاد کا مرحلہ تھا۔ دوسری وجہ یہ تھی کہ زمانہ جاہلیت میں سوڈانی لوگ تجارت کی غرض سے شام سے مدینہ منورہ آیا کرتے تھے اور جب اس سوڈانیوں میں کچھ اسلام بھی آیا تو ان کی آمد و رفت اور زیادہ ہو گئی چنانچہ شام کے عیسائیوں کی خبریں روزانہ مدینہ منورہ پہنچ جایا کرتی تھیں، انہیں لوگوں کا ایک گروپ مدینہ منورہ آیا اور انہوں نے بتایا کہ شام میں رومیوں نے کثیر تعداد میں لشکروں کو اکھٹا کیا ہوا ہے اور ہرقل نے ایک سال کا خرچ اپنے لشکروں میں تقسیم کر دیا ہے اور ان کے ساتھ قبیلہ لخم و جذام اور عاملہ و غسان کے لوگ آ کر شامل ہو گئے ہیں اور کثیر تعداد میں لشکر وہاں سے مدینہ منورہ کی طرف حملے کی غرض سے چل پڑا ہے جس کا ہراول دستہ سرزمین بلقاء تک پہنچ گیا ہے اور وہاں پر پڑاؤ ڈال دیا ہے اور خود ہرقل حمص میں ہے۔

حجاز مقدس کے عرب اور خود مسلمان رومیوں کو کثرتِ تعداد اور ساز و سامان کی وجہ سے خطرناک دشمن تصور کرتے تھے۔ مدارج النبوۃ میں یہ بھی ہے کہ اس علاقے کے عیسائیوں نے ہرقل سے یہ جھوٹ کہا تھا کہ مدینہ میں جو شخص نبوت کا دعویٰ کرتا ہے ان کا انتقال ہو گیا ہے اور وہاں اس وقت سخت قحط سالی اور افراتفری ہے اگر اس وقت آپ ان پر حملہ کر دیں گے تو آپ ان کے ملک پر قبضہ کر سکتے ہیں۔ اس پر ہرقل نے ایک شخص کو چالیس ہزار کے لشکر پر سردار بنا کر روانہ کر دیا، یہ خبر سن کر نبی اکرم ﷺ نے مقابلے کیلئے تیاری شروع فرما دی کیونکہ:

وَ كُنَّا مَتٰى يَغْزُوُ النَّبِيُّ قَبِيْلَةً
نَصِلْ جَانِبَيْهِ بِالْقَنَا وَالْقَنَابِلِ

یعنی نبی اکرم ﷺ جب کسی قبیلے سے لڑنے کیلئے جاتے تو ہم گھوڑوں اور نیزوں کے ساتھ آپ کے دونوں جانب کھڑے ہو جاتے۔

مدینہ منورہ میں لشکر اسلام کی تیاری

جنگ کا پہلا مرحلہ

اہل تاریخ میں سے علامہ واقدی نے المغازی میں، ابن کثیر نے البدایہ میں، اصح السیر کے مؤلف نے اپنی تالیف میں، علامہ محمد ادریس کاندھلوی نے سیرتِ مصطفٰی میں، علامہ ابن جریر طبری نے تاریخ طبری میں اور علامہ ابن ھشام نے سیرت نبویہ میں غزوۂ تبوک کو اس طرح بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی عادت مبارکہ یہ تھی کہ آپ ﷺ جس طرف جہاد کیلئے تشریف لے جاتے تو آپ ﷺ لوگوں کو دوسری جانب جانے کا تأثر دیتے تھے مثلاً خیبر کی جنگ میں آپ ﷺ نے لشکر روانہ کر دیا مگر خیبر کا نہیں بتایا بلکہ کسی اور جہت کا تأثر دیا، فتح مکہ کیلئے ایک بھاری لشکر روانہ فرما دیا لیکن جہت کا کسی کو نہیں بتایا بلکہ تأثر کسی اور طرف جانے کا دیا، مگر غزوۂ تبوک میں آپ ﷺ نے اس طرح نہیں کیا کیونکہ یہ غزوۂ انتہائی دور کی مسافت پر تھا اور پھر ایک منظم حکومت کی طاقت اور کثیر تعداد والی فوج سے مقابلہ تھا اس لئے آپ ﷺ نے کھل کر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بتا دیا کہ روما سلطنت سے ٹکر لینے کیلئے جا رہے ہیں تاکہ لوگ اس سفر اور اس مقابلے کی مناسبت سے تیاری کریں، موسم انتہائی گرم تھا، ادھر مدینہ منورہ میں کھجور کی وہ فصلیں اتارنے کیلئے تیار ہو چکی تھیں جن پر اہل مدینہ کی سال بھر کی معیشت کا مدار تھا، اس موسم میں عرب گھروں سے نکلنے کو بالکل پسند نہیں کرتے تھے اس وجہ سے بھی نبی اکرم ﷺ نے باقاعدہ رومیوں سے لڑنے کا اعلان فرما کر واضح طور پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو نکلنے کی خوب ترغیب دی اور مختلف قبائل کی طرف اپنے قاصد روانہ کر دیئے تاکہ سب لوگوں کو اکھٹا کیا جا سکے چنانچہ آپ ﷺ نے قبیلہ اسلم کی طرف حضرت بریدہ بن حصیب رضی اللہ عنہ کو روانہ فرمایا اور ان کو حکم دیا کہ تم سب مقام ''فرع'' تک پہنچ جاؤ، ابورھم غفاریؓ کو آپ ﷺ نے

ان کی قوم کی طرف بھیجا، ابو واقد لیثی ؓ اپنی قوم کو نکالنے کیلئے چلے گئے، حضرت ابو جعد ضمری ؓ ساحل کی طرف اپنی قوم کو لانے چلے گئے، قبیلہ جہینہ کی طرف آنحضرت ﷺ نے مکیث کے دو بیٹوں رافع اور جندب کو روانہ فرمادیا، قبیلہ اشجع کو لانے کیلئے آپ ﷺ نے نعیم بن مسعود کو بھیجا، حضرت بدیل بن ورقاء کو آپ ﷺ نے بنو کعب بن عمرو کی طرف روانہ کردیا اور بنو سلیم کی طرف عباس بن مرداس ؓ وغیرہ کو روانہ فرمایا اس کے نتیجے میں تیس ہزار نفوس قدسیہ کا لشکر جرار تیار ہو گیا۔ ۹ ہجری کو رسول اللہ ﷺ ذوالحجہ سے رجب تک مدینہ منورہ سے میں تشریف فرما تھے اور رجب کے مہینے میں آپ ﷺ نے جمعرات کے دن فوج کو نکلنے کا حکم دے دیا اور خود بھی مدینہ منورہ شام کی طرف روانہ ہو گئے کیونکہ:

سکھایا ہے ہمیں اے دوست طیبہ کے والی نے
کہ بوجہلوں سے ٹکرا کر ابھرنا عین ایمان
ہے
جہاں باطل مقابل ہو وہاں نوک سنان سے بھی
برائے دین اسلام رقص کرنا عین ایمان
ہے

چندے کی اپیل پر عظیم چندہ

چونکہ دور دراز کا سفر تھا اور تیس ہزار کا لشکر جرار تھا اسکے سارے انتظامات تھے، سواریاں کم تھیں، کھانے کی اشیاء کی قلت تھی، اس لئے نبی اکرم ﷺ نے مسلمانوں کو جہاد کی خوب ترغیب دی، لڑنے کے فضائل بیان کیے اور چندہ وصدقہ کی اپیل کی جس کے نتیجے میں صحابہ کرام ؓ نے وہ ریکارڈ قائم کیا جو آنے والی نسلوں کیلئے مشعل راہ بن گیا۔

حضرت صدیق اکبر ؓ نے اپنے گھر کا سارا سامان اور چار ہزار درھم لاکر نبی اکرم ﷺ کے قدموں میں نچھاور کردیئے آنحضرت ﷺ نے پوچھا کہ ابوبکر گھر میں کیا چھوڑ آئے ہو؟ آپ نے جواب دیا کہ گھر میں اللہ تعالیٰ کا نام اور رسول اللہ کا نام چھوڑ آیا ہوں۔ حضرت فاروق اعظم ؓ نے اپنے گھر کا نصف مال اٹھا کر نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں لاکر پیش کردیا، آنحضرت ﷺ نے فرمایا گھر میں بھی کچھ چھوڑ آئے ہو؟ آپ ؓ نے جواب دیا کہ ہاں آدھا مال وہاں چھوڑ آیا ہوں

حضرت عمر فاروق ؓ کا خیال تھا کہ اس وقت صدیق اکبر ؓ کے پاس زیادہ پیسے نہیں ہیں میں آدھا مال پیش کر کے صدیق سے سبقت لے جاؤں گا لیکن جب صدیق اکبر ؓ نے جواب دیا کہ گھر میں صرف اللہ اور اس کے رسول کا نام چھوڑ آیا ہوں تو حضرت عمر ؓ نے فرمایا کہ ہم صدیق اکبر ؓ سے کسی بھلائی میں سبقت نہیں لے جا سکتے۔ اس موقع پر طلحہ بن عبید اللہ نے بھی بڑا چندہ دیا، حضرت عباس ؓ نے بھی بڑھ چڑھ کر حصہ لیا، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف ؓ نے بہت سارا مال پیش کر دیا، حضرت سعد بن عبادہ ؓ نے بہت مال حاضر کیا، حضرت محمد بن مسلمہ ؓ نے کثیر مال دے دیا، حضرت عاصم بن عدیؓ نے غلے کا ایک بڑا ڈھیر چندے میں دیا۔

حضرت عثمان غنی ؓ نے جیش العسرہ کی تیاری میں نبی اکرم ﷺ کو ایک ریکارڈ چندہ دیا جس پر دربار نبوی سے آپ ؓ کو جنت کی اعزازی ڈگری عطا کی گئی، جیش العسرہ یعنی تنگی کا لشکر غزوہ تبوک کو کہا جاتا ہے، چونکہ سخت گرمی تھی، چالیس دن تک دور دراز کا سفر تھا قحط کا زمانہ تھا، مدینہ منورہ میں جو فصلیں سال بھر کیلئے ہوتی تھیں وہ سب تیار تھیں ادھر دشمن جزیرۂ عرب سے باہر ڈیڑھ لاکھ سے زیادہ کی تعداد میں تیار کھڑا تھا، مسلمانوں کے پاس سواریوں کا انتظام بہت کم تھا یعنی تیس ہزار مجاہدین کیلئے صرف دس ہزار اونٹ اور کچھ گھوڑے تھے، عہد نبوی کی تاریخ میں یہ سب سے کثیر تعداد کا لشکر تھا اس لئے نبی اکرم ﷺ نے مسجد نبوی میں منبر پر کھڑے ہو کر بار بار چندے کی اپیل فرمائی جس کے نتیجے میں صحابہ ؓ نے بڑی مالی قربانیاں دیں۔ یہ تمام قربانیاں ایک طرف لیکن سیدنا حضرت عثمان ؓ کی مالی قربانی کچھ اور ہی رنگ اور محبت و جذبہ کے تحت تھی، گویا اس پورے لشکر کی ضروریات کو اکیلے پورا کرنے کا جذبہ وہ اپنے دل میں رکھتے تھے۔

چنانچہ حضرت عبدالرحمٰن بن خباب ؓ کا بیان ہے کہ میں اس وقت نبی اکرم ﷺ کی مبارک مجلس میں حاضر تھا جبکہ آنحضرت ﷺ جیش عسرہ یعنی غزوہ تبوک کی مالی امداد کیلئے لوگوں کو ترغیب دے رہے تھے۔ حضرت عثمان ؓ آپ ﷺ کی پر جوش تقریر سن کر کھڑے ہو گئے اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ! میں اللہ کے راستے جہاد میں سو اونٹ مع ان کی جھولوں اور پالانوں کے دینے کا ذمہ لیتا ہوں، اس کے بعد آنحضرت ﷺ نے لوگوں کو پھر مالی امداد کی طرف متوجہ کر کے ترغیب دلائی حضرت عثمان ؓ

پھر کھڑے ہو گئے اور عرض کیا کہ میں مزید دو سو اونٹ ان کے ساز و سامان کے ساتھ اللہ کے راستے (جہاد) میں دیتا ہوں۔ پھر تیسری بار نبی اکرم ﷺ نے لوگوں کو مالی معاونت کی ترغیب دی تو حضرت عثمان ؓ کھڑے ہوئے اور فرمایا کہ میں تین سو اونٹ ان کے ساز و سامان سمیت اپنے ذمہ لیتا ہوں، راوی کا بیان ہے کہ میں نے حضور اکرم ﷺ کو دیکھا کہ آپ ﷺ منبر سے اترتے جاتے تھے اور فرماتے جاتے تھے کہ اس عمل کے بعد عثمان اب جو عمل بھی کرے ان کو کوئی نقصان نہیں ہوگا، دو دفعہ آپ ﷺ نے یہ جملہ دہرایا۔ (ترمذی شریف)

حضرت عبدالرحمٰن بن سمرہ ؓ کا بیان ہے کہ اس وقت جبکہ غزوہ تبوک کا سامان جہاد تیار اور فراہم کیا جارہا تھا حضرت عثمان ؓ اپنے کرتہ کی آستین میں ایک ہزار دینار بھر کر نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں لائے اور اس کو آپ ﷺ کی گود میں بکھیر دیا، میں نے دیکھا کہ حضور اکرم ﷺ ان اشرفیوں کو اپنی گود میں الٹ پلٹ کر دیکھتے جاتے تھے اور فرماتے جاتے تھے کہ اس مالی قربانی کے بعد اگر عثمان کوئی بھی عمل کرے ان کا کچھ نقصان نہیں ہوگا۔ (مسند احمد)

ایک اور روایت میں ہے کہ حضرت عثمان ؓ نے اس کے بعد نو سو اوقیہ چاندی جو چھتیس ہزار درہم بنتے ہیں وہ بھی اس چندے میں دے دیئے، کہتے ہیں کہ ایک تہائی لشکر کو صرف حضرت عثمان ؓ نے تیار کر کے روانہ فرمایا۔ یہ بھی اہل تاریخ نے لکھا ہے کہ حضرت عثمان ؓ نے لشکر کی تمام ضروریات کو پورا کر دیا یہاں تک کہ اگر کسی کو رسی کی بھی ضرورت تھی وہ بھی آپ ؓ نے پوری کی "فجزاہ اللہ خیر الجزاء."

نادار غریبوں کا صدقہ

یہ مالدار اور اصحاب ثروت حضرات کا تذکرہ تھا، جن فقراء اور غریبوں نے اس چندے میں حصہ لیا انہیں بھی نظر انداز نہیں کیا جاسکتا اور وہ بھی آج کے غریبوں کیلئے بہترین نمونہ ہے، چنانچہ حضرت ابو عقیل ؓ نے رات بھر ایک شخص کی مزدوری کی جس کے بدلے میں ان کو دو صاع کھجور ملی، ایک صاع تو انہوں نے بیوی بچوں کیلئے رکھا اور ایک صاع لا کر حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں پیش کیا، اسی طرح ایک اور صحابی ؓ نے اس سے کچھ زیادہ لا کر پیش کیا، ایک نے تقریباً پونے دو سیر پیش کیا اس

پر منافقین نے مذاق اڑانا شروع کر دیا۔ یعنی منافقین نے کسی کو طعن کے بغیر نہیں چھوڑا زیادہ لانے والے کو ریاکار کہا اور کم لانے والے کو بے کار کہا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کا تذکرہ اس طرح کیا ہے:

" اَلَّذِیْنَ یَلْمِزُوْنَ الْمُطَّوِّعِیْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ فِی الصَّدَقَاتِ وَالَّذِیْنَ لَایَجِدُوْنَ اِلَّاجُهْدَهُمْ فَیَسْخَرُوْنَ مِنْهُمْ سَخِرَاللّٰهُ مِنْهُمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ۔ "(سورہ توبہ آیت ۷۹)

"یعنی وہ لوگ جو طعن کرتے ہیں ان مسلمانوں پر جو دل کھول کر خیرات کرتے ہیں اور ان پر جو اپنی محنت مزدوری کے سوا کچھ نہیں پاتے پھر ان پر ٹھٹے کرتے ہیں، اللہ نے ان سے ٹھٹا کیا اور ان کیلئے دردناک عذاب ہے۔"

تفسیر: ایک مرتبہ (غزوۂ تبوک کے موقع پر) آنحضرت ﷺ نے مسلمانوں کو صدقہ کرنے کی ترغیب دی حضرت عبدالرحمٰن بن عوف ؓ نے چار ہزار دینار یا درہم حاضر کر دیئے، حضرت عاصم بن عدیؓ نے ایک سو وسق کھجوریں جن کی قیمت چار ہزار درہم ہوتی تھی پیش کیں، منافقین کہنے لگے کہ ان دونوں نے دکھلاوے اور نام و نمود کو اتنا دیا ہے، ایک غریب صحابی ابو عقیل ؓ نے جو محنت ومشقت سے تھوڑا سا کما کر لائے اس میں سے ایک صاع تمر (چار سیر) صدقہ کیا تو مذاق اڑانے لگے کہ یہ خواہ مخواہ زور آوری سے لہو لگا کر شہیدوں میں داخل ہونا چاہتا ہے بھلا اس کی ایک صاع کھجوریں کیا پکار کریں گی غرض تھوڑا دینے والا اور بہت خرچ کرنے والا کوئی ان کی زبان سے بچتا نہ تھا، کسی پر طعن تو کسی سے ٹھٹھا کرتے تھے۔ (تفسیر عثمانی ص ۲۶۴)

بعض روایات میں آیا ہے کہ اس غریب کی اس تھوڑی سی کھجور کو نبی اکرم ﷺ نے صدقے کے ڈھیر پر بطور برکت بکھیر دیا۔

عورتوں کا صدقہ

اسلام کی آبیاری اور ترقی میں جس طرح مردوں کا خون اور مال لگا ہے اسی طرح مسلمان عورتوں کا جان و مال بھی لگا ہے، چنانچہ غزوۂ تبوک میں جس طرح مردوں نے محنت و مزدوری کا صدقہ پیش کیا تو عورتوں نے اپنے بدن کے زیورات سے اسلام اور جہاد کی عظیم الشان خدمت کی اور آنے والی مسلمان خواتین کیلئے ایک نمونہ اور درس عبرت چھوڑ گئیں۔ حتیٰ کہ عورتوں نے ہر اس چیز کو مجاہدین

کی تیاری میں پیش کیا جس سے کسی نہ کسی صورت میں مجاہدین کی مدد اور معاونت ہو سکتی تھی۔

حضرت سنان اسلمیہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے ام المومنین حضرت عائشہؓ کے گھر میں نبی اکرم ﷺ کے سامنے ایک کپڑا بچھا ہو دیکھا جس میں عورتوں کے زیورات میں سے کنگن، بازوبند، پازیب، کان کی بالیاں، ہاتھ کی انگوٹھیاں اور دیگر زیورات تھے جن کو عورتوں نے اسلامی لشکر کے تعاون کیلئے پیش کیا تھا۔ الغرض جس سے جو کچھ ہو سکا وہ حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں پیش کیا، آنحضرت ﷺ نے اس سے فوج کی مدد کی۔ آپ ﷺ نے بطور خاص یہ حکم دیا تھا کہ چونکہ راستہ بہت دور ہے اور اکثر لوگ پیدل ہیں لہذا جوتے زیادہ سے زیادہ اپنے پاس رکھو۔

رونے والے غریب

نادار طبقے میں سے یہ ایک مستقل جماعت تھی جس کو اہل تاریخ نے ''البَکّاؤنَ'' رونے والی جماعت سے یاد کیا ہے، یہ وہ نادار اور غریب صحابہ تھے جو غزوۂ تبوک میں شریک ہونا چاہتے تھے لیکن ان کے پاس سواری اور راستے کا خرچ نہیں تھا، یہ زار و قطار نبی اکرم ﷺ کے سامنے روئے مگر آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ میرے پاس سواری کا انتظام نہیں، اسی غم کے مارے یہ لوگ روتے ہوئے واپس لوٹ آئے، رونے والے یہ بے بس مجاہد سات تھے جن کے نام یہ ہیں:

① سالم بن عمیر ② علبہ بن زید ③ ابولیلی المازنی ④ عمرو بن غنمہ ⑤ سلمہ بن صخر
⑥ عرباض بن ساریہ ⑦ عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہم اجمعین

بعض نے حضرت معقل بن یسار اور عمرو بن الجموع کا نام ذکر کیا ہے کہتے ہیں کہ حضرت ابولیلیٰ اور حضرت عبداللہ بن مغفل ایک ساتھ رو رہے تھے کہ ان پر ایک صحابی ابن یامین کا گزر ہوا تو انہوں نے ان دونوں سے رونے کی وجہ پوچھی تو انہوں نے فرمایا کہ ہم نبی اکرم ﷺ کے پاس گئے تھے کہ آپ ﷺ ہمیں کوئی سواری دیں گے مگر آپ ﷺ کے پاس بھی کچھ نہیں تھا اور ہمارے پاس بھی کچھ نہیں تا کہ ہم جہاد پر نکل سکیں اس لئے رو رہے ہیں۔ اس پر اس صحابی نے ان کو ایک پانی بھرنے والا اونٹ دے دیا اور کچھ سفر خرچ بھی دیا تب یہ دونوں غزوۂ تبوک میں چلے گئے۔

ان سات افراد میں علبہ بن زید کا قصہ عجیب ہے اور وہ اس طرح کی حضرت علبہ ؓ رات کے

وقت گھر سے نکل گئے اور رات بھر نمازیں پڑھتے رہے اور پھر رو رو کر یہ دعاء مانگتے رہے اے میرے مولا! تو نے ہمیں جہاد کا حکم دیا اور اس کی بہت زیادہ ترغیب بھی دے دی پھر تو نے مجھے اتنا مال نہیں دیا جس سے میں مضبوط ہو کر نکل جاؤں اور تو نے اپنے رسول کے پاس بھی ایسی سواری نہیں رکھی جس پر وہ مجھے سوار کرائے، اب میں یہ کر سکتا ہوں کہ مجھ پر جس مسلمان نے جس قدر ظلم وزیادتی کی ہے میں اس کو وہ ظلم معاف کرتا ہوں اور میری ایک زمین ہے میں اس کو مسلمانوں کیلئے وقف کرتا ہوں۔ صبح کے وقت حضور اکرم ﷺ نے دریافت فرمایا کہ اس رات میں کسی نے صدقہ کیا ہے جواب میں کوئی نہ بولا آپ ﷺ نے پھر پوچھا اور پھر پوچھا تو علبہ ؓ نے اپنا حال بیان کیا۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا مبارک ہو تیرا صدقہ اچھے طریقے سے قبول ہوا۔

حضرت ابو موسیٰ اشعری ؓ

حضرت ابو موسیٰ اشعری ؓ کو ان کے ساتھیوں نے نبی اکرم ﷺ کے پاس بھیجا تا کہ نبی اکرم ﷺ سے سواری طلب کریں، وہ خود فرماتے ہیں کہ میں آنحضرت ﷺ کے پاس پہنچا تو میں نے کہا کہ یا نبی اللہ! مجھے میرے ساتھیوں نے بھیجا ہے، وہ آپ سے اپنے لئے سواری طلب کرتے ہیں۔ حضور اکرم ﷺ غصہ ہوئے اور قسم کھا کر فرمایا کہ خدا کی قسم! ہم تم کو سواری نہ دیں گے اور نہ میرے پاس سواری ہے کہ ہم تم کو دیں۔ مجھے معلوم نہ ہوا کہ حضور اکرم ﷺ اتنے غضب میں کیوں ہیں میں انتہائی غم کی حالت میں واپس اپنے ساتھیوں کے پاس آ گیا اور ان کو سارا قصہ سنا دیا، اس واقعہ پر زیادہ وقت نہیں گزرا تھا کہ اتنے میں حضور اکرم ﷺ کے پاس مالِ غنیمت کے اونٹ آ گئے اور تھوڑی دیر میں حضور اکرم ﷺ کا قاصد بلال حبشی ؓ آواز دے رہے تھے کہ عبداللہ بن قیس یعنی ابو موسیٰ اشعری ؓ کہاں ہے؟ میں نے کہا میں ادھر ہوں، وہ فرمانے لگے کہ نبی اکرم ﷺ کے چلے جاؤ وہ آپ کو بلا رہے ہیں میں جب آنحضرت ﷺ کے پاس گیا تو آپ ﷺ نے مجھے چھ اونٹ دے دیئے، اس کے بعد ہمیں خیال آیا کہ نبی اکرم ﷺ نے سواری نہ دینے کی قسم کھائی تھی کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ اونٹ ہمارے لئے نامبارک ثابت ہو جائے، ہم پھر حضور اکرم ﷺ کے پاس گئے اور قسم کا تذکرہ کیا آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم کو سواری میں نے نہیں دی بلکہ اللہ تعالیٰ نے دی ہے اور ہم

جب قسم کھاتے ہیں اور بعد میں معلوم ہو جائے کہ اس کے خلاف کرنا بہتر ہے تو ہم قسم کا کفارہ ادا کرتے ہیں اور وہ بہتر کام کر دیتے ہیں۔ انہیں حضرات کے بارے میں قرآن عظیم کی یہ آیت اتری ہے:

''وَلَا عَلَى الَّذِيْنَ إِذَا مَا أَتَوْكَ لِتَحْمِلَهُمْ قُلْتَ لَا أَجِدُ مَا أَحْمِلُكُمْ عَلَيْهِ تَوَلَّوْا وَأَعْيُنُهُمْ تَفِيْضُ مِنَ الدَّمْعِ حَزَنًا أَلَّا يَجِدُوْا مَا يُنْفِقُوْنَ۔'' (توبہ آیت ۹۲)

''اور نہ ان لوگوں پر کچھ گناہ ہے کہ جب وہ تیرے پاس آئے کہ تو انہیں سواری دے، تو نے کہا کہ میرے پاس کوئی چیز نہیں کہ تمہیں اس پر سوار کر دوں تو وہ لوٹ گئے اور اس غم سے کہ ان کے پاس خرچ موجود نہیں تھا ان کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔''

شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانیؒ لکھتے ہیں:

تفسیر: سبحان اللہ، نبی اکرم ﷺ کی صحبت نے صحابہ ؓ کے دلوں میں عشق الٰہی کا وہ نشہ پیدا کیا تھا جس کی مثال کسی قوم وملت کی تاریخ میں موجود نہیں، مستطیع اور مقدور والے صحابہ کو دیکھو تو جان و مال سب کچھ خدا کے راستے میں لٹانے کو تیار ہیں اور سخت سے سخت قربانی کے وقت بڑے ولولے اور اشتیاق سے آگے بڑھتے ہیں، جن کو مقدور نہیں وہ اس غم میں رو رو کر جان کھوئے لیتے ہیں کہ ہم میں اتنی استطاعت کیوں نہ ہوئی کہ اس محبوب حقیقی کی راہ میں قربان ہونے کیلئے اپنے کو پیش کر سکتے۔ (تفسیر عثمانی ص ۲۶۶)

غزوہ تبوک کے یہ وہ نادار مخلصین تھے جن کو اللہ تعالیٰ نے استطاعت نہ ہونے کی وجہ سے معذور قرار دیا، اسی طرح قرآن عظیم نے ضعفاء اور بوڑھے حضرات کو بھی معذور قرار دیا تھا اور اسی طرح اللہ تعالیٰ نے بیماروں اور مریضوں کو بھی معذور قرار دیا۔ سورۃ توبہ کی آیت ۹۱ اسی قسم کے لوگوں کے بارے میں اتری ہے جس کی تفسیر علامہ عثمانی اس طرح کرتے ہیں:

''جھوٹے عذر کرنے والوں کے بعد سچے معذورین کا بیان فرماتے ہیں، حاصل یہ ہے کہ عذر کبھی تو شخصی طور پر لازم ذات ہوتا ہے مثلاً بڑھاپے کی کمزوری جو عادۃً کسی طرح آدمی سے جدا نہیں ہو سکتی، اور کبھی عارضی ہوتا ہے، پھر عارضی یا بدنی ہے جیسے بیماری وغیرہ یا مالی جیسے افلاس وفقدان اسباب سفر۔

علامہؒ مزید لکھتے ہیں کہ جو لوگ واقعی معذور ہیں اگر ان کے دل صاف ہوں اور خدا اور رسول کے ساتھ

ٹھیک ٹھیک معاملہ رکھیں مثلاً خود نہ جاسکتے ہوں تو جانے والوں کی ہمتیں پست نہ کریں بلکہ اپنے مقدور کے مطابق نیکی کرنے اور اخلاص کا ثبوت دینے کیلئے مستعد رہیں ان پر جہاد کی عدم شرکت سے کچھ الزام نہیں۔ (تفسیر عثمانی ص ۲۶۶)

جھوٹے بہانے کرنے والے منافقین

جنگ کا دوسرا مرحلہ

علامہ ابن سعدؒ لکھتے ہیں کہ بیاسی اعراب، گنواروں اور منافقین نے غزوہ تبوک میں شرکت سے معذوری ظاہر کی تھی، حضور اکرم ﷺ سے انہوں نے اجازت مانگی مگر آنحضرت ﷺ نے اجازت نہ دی اور یہ لوگ رہ گئے، ان پر عتاب آیا اور ان کا عذر قبول نہ ہوا۔

جد بن قیس

یہ انتہائی بے حیاء شخص تھا اور منافق بھی تھا، اس کو جب حضور اکرم ﷺ نے غزوہ میں شرکت کی دعوت دی تو اس نے کہا کہ آپ مجھے یہاں رہنے کی اجازت دے دیں اور مجھے فتنے میں نہ ڈالیں، کیونکہ سب لوگوں کو معلوم ہے کہ میں عورتوں کے بارے میں عاشق مزاج آدمی ہوں وہاں جاکر میں بنو اصفر چٹے چمٹے والی عورتوں کو دیکھ لوں گا تو مجھ سے صبر نہ ہوسکے گا اور میں زنا میں مبتلا ہو جاؤں گا۔ نبی اکرم ﷺ نے جب اس کی یہ بے حیائی دیکھ لی تو آپ ﷺ نے اس سے منہ موڑ کر فرمایا کہ میں نے تجھے اجازت دے دی۔

یہ خبر سن کر اس منافق کا بیٹا اس کے پاس گیا جس کا نام عبداللہ تھا اور وہ بدر میں بھی شریک ہوئے تھے، انہوں نے اپنے باپ سے کہا کہ آپ نے حضور اکرم ﷺ کی دعوت کو کیوں ٹھکرا دیا حالانکہ بنی سلمہ قبیلے میں آپ سے زیادہ مالدار کوئی نہیں، نہ آپ خود جاتے ہو اور نہ کسی سے مالی تعاون کر کے بھیجتے ہو؟ باپ نے جواب دیا کہ اے میرے بیٹے! میں کیسے جاؤں حالانکہ سخت ترین گرمی ہے اور سخت تنگی ہے تو میں رومیوں کے مقابلے پر کیسے جاسکتا ہوں مجھے خوف ہے کہ وہ ماردیں گے اس لئے میں گھر میں رہوں گا تم جاتے ہو تو چلے جاؤ میں تو دنیا کے حوادثات اور مشکلات کو خوب جانتا ہوں۔

اس پر اس کے بیٹے نے سخت لہجے میں اس کو جواب دیا کہ اصل بات یہ ہے کہ تم منافق ہو اور نفاق نے تجھے روکا ہے قسم بخدا تیرے بارے میں ضرور قرآن اترے گا۔ کہتے ہیں کہ اس خبیث نے اپنا جوتا اٹھایا اور اس سے اپنے بیٹے کو چہرے پر مارا۔ بیٹا واپس ہو گیا اور یہ منافق مسلسل اپنے قبیلے کو جہاد سے روکنے کی کوششیں کر رہا تھا اور مسلمانوں کے خلاف پروپیگنڈہ کر رہا تھا، اسی نے یہ کہا تھا جس کو قرآن نے نقل کیا ہے کہ:

”وَقَالُوْا لَا تَنْفِرُوْا فِی الْحَرِّ قُلْ نَارُ جَهَنَّمَ اَشَدُّ حَرًّا.“

”یعنی ان منافقین نے کہا کہ گرمی ہے گرمی میں مت نکلو، آپ کہہ دیجئے کہ دوزخ کی آگ اس سے زیادہ گرم ہے۔“

اسی شخص کے بارے میں قرآن نے کہا ہے:

”وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّقُوْلُ ائْذَنْ لِّیْ وَلَا تَفْتِنِّیْ اَلَا فِی الْفِتْنَةِ سَقَطُوْا.“

”یعنی کچھ ایسے ہیں جو کہتے ہیں کہ مجھے رہنے کی اجازت دو اور مجھے فتنے میں نہ ڈالو خبردار فتنے میں تو یہ لوگ پڑ گئے۔“

کہتے ہیں کہ جب اس منافق کے متعلق یہ آیتیں اتریں تو اس کا بیٹا اس کے پاس آ کر کہنے لگا کیا میں نے تجھے نہیں کہا تھا کہ تیرے بارے میں قرآن اترے گا جس کو دنیا کے مسلمان پڑھیں گے۔ اس نے جواب دیا اے بیوقوف اور ذلیل خاموش ہو جا تم تو محمد (ﷺ) سے بھی زیادہ مجھ پر سختی کرتے ہو۔

عبداللہ بن ابی بن سلول منافق کا کردار

عبداللہ بن ابی بن سلول تو رئیس المنافقین تھا کسی بھی غزوہ اور کسی بھی جنگ میں وہ مسلمانوں کے خلاف پروپیگنڈہ سے باز نہیں آیا مسلمانوں کے خلاف زہر اگلنا، کفر اور کافروں کی حمایت اور اسلام و مسلمانوں کی مخالفت اس کا شیوہ تھا۔ غزوہ تبوک میں عام منافقین بھی کھل کر سامنے آ گئے تھے اور عبداللہ بن ابی بن سلول کا تو پوچھنا ہی کیا، چنانچہ غزوہ تبوک میں یہ شخص اپنا ایک مستقل لشکر لے کر آ گیا اور ثنیۃ الوداع گھاٹی کے پاس مقام ذباب کے قریب ٹھہر گیا اس کے لشکر میں عام منافقین اور یہود شامل تھے جو دل و جان سے اس کو پسند کرتے تھے، جب یہاں پر اس نے پڑاؤ ڈالا تو لوگوں

نے کہا یہ کوئی معمولی لشکر نہیں ہے۔ ثنیۃ الوداع سے جب لشکر اسلام چل پڑا تو عبداللہ بن ابی بن سلول وہیں سے الگ ہو گیا اور یہود اور منافقین پر مشتمل لشکر کو بھی اپنے ساتھ لے گیا اور مسلمانوں کے متعلق کہنے لگا۔

”محمد (ﷺ) رومیوں اور بنو اصفر چمٹے چمڑے والوں سے لڑنا چاہتا ہے حالانکہ کتنی سخت گرمی ہے علاقہ کتنا دور ہے اور اسباب کی کس قدر تنگی ہے یہ ایسا مقابلہ ہے جو عرب لوگ نہیں کر سکیں گے۔ محمد (ﷺ) کا خیال ہے کہ رومیوں اور بنو اصفر کی جنگ کوئی کھیل ہے قسم بخدا مجھے تو یوں نظر آ رہا ہے کہ کل میدانِ جنگ میں محمد (ﷺ) کے اصحاب رسیوں میں بندھے ہوئے ہوں گے۔“

یہ کہہ کر عبداللہ بن سلول اپنے تمام منافق ساتھیوں کے ساتھ ثنیۃ الوداع سے واپس ہو گیا مگر کچھ منافق لشکرِ اسلام کے ساتھ چلے بھی گئے جن کی شرارتوں کا تذکرہ آئندہ اس کتاب میں آ رہا ہے۔

چند دیگر منافقین کے احوال

غزوۂ تبوک کے اس سفر میں چند منافقین ایسے بھی تھے جو نبی اکرم ﷺ کے ساتھ ساتھ جاتے بھی تھے اور اعتراضات بھی کرتے تھے انہیں میں سے ودیعہ بن ثابت، جلاس بن سوید، مخشی بن حمیر اور ثعلبہ بن حاطب تھے ان منافقین نے مسلمانوں سے کہا کہ کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ رومیوں سے لڑائی عام انسانوں سے لڑنے کی طرح ہے؟ قسم بخدا گویا ہم دیکھ رہے ہیں کہ تم لوگ کل رومیوں کے ہاتھوں رسیوں میں جکڑے ہوئے پڑے ہو گے۔ پھر ودیعہ نے خاص طور پر کہا کہ یہ میں کیا دیکھ رہا ہوں کہ ہمارے یہ ساتھی سب سے زیادہ جھوٹے ہیں اور سب سے زیادہ ان کے پیٹ موٹے ہیں اور سب سے زیادہ جنگ کے وقت بزدل ہیں؟ جلاس نے کہا یہ ہمارے ساتھی وقت کے سردار ہیں یہ اس زمانہ کے اہل فضل اور اشراف میں سے گنے جاتے ہیں قسم بخدا اگر محمد (ﷺ) سچے ہیں تو ہم گدھوں سے بھی زیادہ بدتر ثابت ہو جائیں گے۔ حضور اکرم ﷺ نے عمار بن یاسر سے فرمایا کہ جا کر معلوم کرو کہ ان لوگوں نے کیا کہا یہ لوگ تو حسد کی وجہ سے جل رہے ہیں، اگر ان لوگوں نے اپنی گفتگو سے انکار کیا تو ان سے کہہ دو کہ ہاں تم نے یہ یہ باتیں کہہ دی ہیں۔ حضرت عمارؓ نے جب ان سے گفتگو کی تو ودیعہ نے آ کر حضور اکرم ﷺ کی اونٹنی کا کجاوہ پکڑ لیا اور پھر کہا کہ ہم تو مذاق

کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اس پر یہ آیتیں نازل فرمادیں:

”وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ لَيَقُوْلُنَّ اِنَّمَا كُنَّا نَخُوْضُ وَنَلْعَبُ، قُلْ اَبِاللّٰهِ وَاٰيٰتِهٖ وَرَسُوْلِهٖ كُنْتُمْ تَسْتَهْزِءُوْنَ.“ (توبہ آیت: ۶۵)

”اور اگر تو ان سے پوچھے تو وہ کہیں گے ہم تو بات چیت کرتے تھے اور دل لگی کرتے تھے آپ کہہ دیجئے کہ کیا اللہ اور اسکے حکموں سے اور اس کے رسول سے تم ٹھٹھے کرتے تھے۔“

انہیں منافقین میں سے جلاس غزوۂ تبوک سے لوگوں کو برابر روک رہا تھا۔ جلاس ایک غریب شخص تھا اس کا کسی کے ذمہ پیسہ تھا آنحضرت ﷺ نے وہ پیسہ ان کو دلایا تو یہ صاحب حیثیت مالدار بن گیا مگر ناشکرا بن گیا تھا اور نفاق نے اس میں گھر کر لیا تھا، چنانچہ جب اس نے کہا کہ اگر محمد (ﷺ) سچے ہوں تو پھر ہم گدھوں سے زیادہ بدتر ہو گئے اس پر اس کے سوتیلے بیٹے عمیر نے کہا کہ ہاں تم گدھے سے زیادہ بدتر ہو اور رسول اللہ سچے ہیں۔

پھر حضرت عمیرؓ نے کہا کہ اے جلاس! آپ میرے نزدیک سب لوگوں سے زیادہ محبوب تھے اور کردار میں سب سے اچھے تھے اور سب سے زیادہ معزز تھے لیکن قسم بخدا آپ نے ایک ایسی گفتگو کی ہے کہ اگر میں اس کا عام تذکرہ شروع کر دوں تو تم ذلیل وخوار ہو جاؤ گے اور اگر تمہاری اس گفتگو پر میں خاموش ہو جاتا ہوں تو میں ہلاک ہو جاؤں گا۔ بہرحال یہ تنازع آنحضرت ﷺ کے پاس پہنچ گیا تو جلاس نے صاف کہہ دیا کہ میں نے یہ گفتگو نہیں کی ہے اور عمیر جھوٹ بولتا ہے۔ اس پر یہ آیتیں اتریں جن میں عمیرؓ کی تصدیق کر دی گئی۔ ان میں جلاس کی غربت اور پھر مالداری کا تذکرہ کیا گیا ہے اور اس کو ملزم قرار دیا گیا:

”يَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ مَا قَالُوْا وَلَقَدْ قَالُوْا كَلِمَةَ الْكُفْرِ وَكَفَرُوْا بَعْدَ اِسْلَامِهِمْ وَهَمُّوْا بِمَا لَمْ يَنَالُوْا.“ (توبہ آیت ۷۴)

”قسمیں کھاتے ہیں اللہ کی کہ ہم نے نہیں کہا، بے شک انہوں نے کفر کا جملہ کہا ہے اور اسلام کے بعد کافر ہو گئے ہیں اور اس چیز کا ارادہ کر لیا تھا جس کو حاصل نہ کر سکے۔“

”يٰاَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ وَمَاْوٰهُمْ جَهَنَّمُ

وَبِئسَ الْمَصِیْرُ.“(توبہ آیت ۷۳)

”اے نبی لڑائی کرو کافروں سے اور منافقین سے اور ان پر سختی کرو، ان کا ٹھکانہ دوزخ ہے اور وہ برا ٹھکانہ ہے“۔

تفسیر: گزشتہ آیت ۷۴ کی تفسیر ملاحظہ ہو:

”منافقین پیچھے بیٹھ کر پیغمبر علیہ السلام کی اور دین اسلام کی اہانت کرتے تھے جیسا کہ سورۃ منافقون میں آئے گا۔ جب کوئی مسلمان حضور ﷺ تک ان کی باتیں پہنچا دیتا تو اس کی تکذیب کرتے اور قسمیں کھا لیتے کہ ہم نے فلاں بات نہیں کی۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمان راویوں کی تصدیق فرمائی کہ بے شک انہوں نے وہ باتیں زبان سے نکالی ہیں اور دعوائے اسلام کے بعد مذہبِ اسلام اور پیغمبرِ اسلام کی نسبت وہ کلمات کہے ہیں جو صرف منکرین کی زبان سے نکل سکتے ہیں۔

علامہ عثمانیؒ اسی آیت کی تفسیر میں مزید لکھتے ہیں کہ غزوۂ تبوک سے واپسی میں آنحضرت ﷺ لشکر سے علیحدہ ہو کر ایک پہاڑی راستے کو تشریف لے جا رہے تھے۔ تقریباً بارہ منافقین نے چہرہ چھپا کر رات کی تاریکی میں چاہا کہ آپ ﷺ پر ہاتھ چلائیں اور معاذ اللہ پہاڑی سے گرا دیں۔ حضور ﷺ کے ساتھ حذیفہؓ اور عمارؓ تھے۔ عمارؓ کو انہوں نے گھیر لیا تھا مگر حذیفہؓ نے مار مار کر ان کی اونٹنیوں کے منہ پھیر دیئے چونکہ چہرے چھپائے ہوئے تھے اس لئے حذیفہؓ نے انہیں پہچانا، اسی واقعہ کی طرف وَھَمُّوْا بِمَا لَمْ یَنَالُوْا. میں اشارہ ہے کہ جو ناپاک قصد انہوں نے کیا خدا کے فضل سے پورا نہ ہوا۔ (تفسیر عثمانی ص ۲۶۳)

علامہ عثمانی اوپر کی آیت نمبر ۷۳ کی تفسیر لکھتے ہیں:

اسی لئے جہاد کا لفظ اس آیت میں عام رکھا گیا ہے یعنی تلوار سے زبان سے قلم سے جس وقت جس کے مقابلہ جس طرح مصلحت ہو جہاد کیا جائے۔ بعض علماء کی رائے ہے کہ اگر منافقین کا نفاق بالکل عیاں ہو جائے تو ان پر بھی جہاد بالسیف کیا جا سکتا ہے۔ بہرحال غزوۂ تبوک نے چونکہ منافقین کا نفاق بالکل آشکارا کر دیا تھا اس لئے اس آیت میں ان کی نسبت ذرا سخت رویہ اختیار کرنے کی ہدایت کی گئی اور تبوک کے موقع پر جب منافقین کھلم کھلا بے حیائی، عناد اور دشمنی کا انداز اختیار

کرلیا تو حکم ہوا کہ اب ان کے معاملے میں سختی اختیار کیجئے، یہ شریر خوش اخلاقی اور نرمی سے ماننے والے نہیں ہیں۔ (تفسیر عثمانی ص ۲۶۳)

قرآن کریم منافقین کی حقیقت ظاہر کر رہا ہے

غزوۂ تبوک میں چونکہ منافقین کا نفاق کھل کر سامنے آ گیا تھا اس لئے قرآن عظیم میں اللہ تعالیٰ نے بالکل واضح طور پر ان کی خباثتوں اور خفیہ منصوبوں کو ظاہر فرما دیا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اخلاص اور ان کی عظیم محنتوں کا کھلے الفاظ میں اعلان فرمایا چونکہ سورۃ توبہ نزول کے اعتبار سے مدینہ منورہ میں قرآن عظیم کی آخری بڑی سورت تھی جو اتری تھی اس لئے اس کے احکام محکم، غیر منسوخ تھے یہی وجہ تھی کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ افواج اسلامیہ کو حکم فرمایا کرتے تھے کہ مجاہدین کے لشکر میں سورۃ توبہ کا درس دینا لازمی ہے چنانچہ سرزمین شام میں اس کام پر حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ امیر المومنین کی طرف سے مقرر تھے۔ آپؓ مسلسل اس سورت کا درس دیا کرتے تھے۔

چونکہ اس سورت میں منافقین سے متعلق بہت آیات وارد ہیں اس لئے عربی عبارت کے ساتھ نقل کرنا میرے لئے اس کتاب میں مشکل ہے لہٰذا میں چند آیات کا ترجمہ پیش کرتا ہوں اور پھر تفسیر عثمانی سے مختصر سی تفسیر نقل کروں گا۔ چنانچہ ارشاد ہے:

① (ترجمہ) اگر مال ہوتا نزدیک اور سفر ہلکا ہوتا تو وہ لوگ ضرور تیرے ساتھ ہو کر جاتے لیکن مسافت ان کو لمبی نظر آئی اور اب اللہ کی قسمیں کھائیں گے کہ اگر ہم سے ہوسکتا تو ہم ضرور تمہارے ساتھ چلتے۔ یہ لوگ اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالتے ہیں اور اللہ جانتا ہے کہ یہ جھوٹے ہیں۔ (سورۂ توبہ ۴۲)

② اللہ تجھے بخشے تو نے ان کو کیوں رخصت دی یہاں تک کہ تجھ پر سچ کہنے والے ظاہر ہو جاتے اور تو جھوٹوں کو جان لیتا۔ (۴۳)

③ تجھ سے رخصت وہی مانگتے ہیں جو اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان نہیں لائے ان کے دل شک میں پڑے ہیں اور وہ اپنے شک ہی میں بھٹک رہے ہیں۔ (۴۵)

④ اگر وہ نکلنا چاہتے تو ضرور اس کا کچھ سامان تیار کرتے لیکن اللہ نے ان کا اٹھنا پسند نہ کیا پس روک دیا ان کو اور حکم ہوا کہ بیٹھنے والوں کے ساتھ بیٹھے ہو۔ (۴۶)

⑤ اور بعض ان میں سے کہتے ہیں کہ مجھ کو رخصت دے اور مجھے فتنے میں نہ ڈال، خبردار وہ تو فتنے میں گر گئے بے شک دوزخ کافروں کو گھیر رہی ہے۔ (۴۹)

⑥ اگر تجھ کو کوئی بھلائی (فتح وغیرہ) پہنچے تو وہ ان کو بری لگتی ہے اور اگر کوئی سختی اور مصیبت پہنچے تو کہتے ہیں کہ ہم نے اپنا کام پہلے ہی سنبھال لیا تھا اور خوشیاں مناتے ہوئے لوٹ جاتے ہیں۔ (۵۰)

⑦ اور قسمیں کھاتے ہیں اللہ کی کہ ہم تمہارے ساتھ ہیں اور وہ تم میں سے نہیں لیکن وہ تم سے ڈرتے ہیں اگر وہ کوئی پناہ کی جگہ پائیں یا کوئی غار ان کو ملے یا سر گھسانے کو جگہ ملے تو وہ رسیاں تڑاتے ہوئے اسی کی طرف بھاگ جائیں گے۔ (۵۶، ۵۷)

⑧ اور بعض ان میں سے وہ ہیں کہ تجھ پر خیرات بانٹنے میں طعن کرتے ہیں پس اگر ان کو صدقہ دیا جائے تو وہ راضی ہوتے ہیں اور اگر ان کو نہ ملے تو اسی وقت ناراض ہو کر غصہ ہو جاتے ہیں۔ (۵۸)

⑨ تمہارے سامنے اللہ کی قسمیں کھاتے ہیں تاکہ تم (صحابہ) کو راضی کریں اور اللہ کو اور اس کے رسول کو راضی کرنا زیادہ ضروری ہے اگر وہ ایمان رکھتے ہیں۔ (۶۲)

⑩ اگر تو ان سے پوچھے (یہ کفریہ باتیں کیوں کیں) تو وہ کہیں گے کہ ہم تو دل لگی اور خوش وقتی کی بات چیت کرتے تھے۔ آپ کہہ دیجئے کہ کیا اللہ اور اس کے حکموں سے اور رسول سے تم مذاق کرتے تھے۔ (۶۵)

⑪ قسمیں کھاتے ہیں اللہ کی کہ ہم نے نہیں کہا (کہ آنحضرت ﷺ کو قتل کرو) بے شک انہوں نے کفر کا کلمہ کہا ہے اور اسلام کے بعد کفر پر آ گئے ہیں اور اس چیز کا ارادہ کر لیا تھا جو ان کو مل نہ سکی۔ (۷۴)

⑫ اور کہنے لگے کہ گرمی میں کوچ نہ کرو، آپ کہہ دیجئے کہ دوزخ کی آگ سخت گرم ہے، اگر ان کو سمجھ ہوتی۔ (۸۱)

⑬ پیچھے رہنے والی عورتوں کے ساتھ رہ جانے پر یہ لوگ خوش ہو گئے پس ان کے دلوں پر مہر کر دی گئی، پس وہ نہیں سمجھتے۔ (۸۷)

⑭ اور بہانے کرنے والے گنوار آ گئے تاکہ ان کو رخصت مل جائے اور جنہوں نے اللہ اور اس کے رسول سے جھوٹ بولا وہ بیٹھے رہے اب ان میں جو کافر ہیں ان کو دردناک عذاب پہنچ کر رہے گا۔ (۹۰)

⑮ راہ الزام اور باز پرس ان لوگوں سے ہے جو تجھ سے رخصت مانگتے ہیں اور وہ مالدار ہیں یہ خوش ہوئے اس بات سے کہ پیچھے رہنے والی عورتوں کے ساتھ رہ جائیں اور اللہ نے ان کے دلوں پر مہر لگادی پس وہ نہیں سمجھتے ہیں۔ (۹۳)

⑯ جب تم پھر کر (تبوک سے واپس) جاؤ گے ان کی طرف تو وہ بہانے لائیں گے تمہارے پاس، آپ کہہ دیجئے بہانے مت بناؤ، ہم ہرگز نہیں مانیں گے تمہاری بات، بے شک اللہ ہم کو بتا چکا ہے تمہارے احوال کو۔ (۹۴)

⑰ اب تمہارے سامنے اللہ کی قسمیں کھائیں گے جب تم پھر کر ان کی طرف جاؤ گے تاکہ تم ان سے درگزر کرو، پس تم ان سے درگزر کرو بے شک وہ لوگ پلید ہیں اور ان کا ٹھکانا بسبب ان کے کئے دوزخ ہے۔ (۹۵)

⑱ وہ لوگ تمہارے سامنے قسمیں کھائیں گے تاکہ تم ان سے راضی ہو جاؤ پس اگر تم ان سے راضی ہو گئے تو اللہ نافرمان لوگوں سے راضی نہیں ہوتا۔ (۹۶)

⑲ اور جنہوں نے نقصان پہنچانے اور کفر کرنے اور مسلمانوں میں تفریق ڈالنے کیلئے مسجد بنائی ہے اور واسطے گھات لگانے ان لوگوں کے جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے پہلے لڑ چکے ہیں اور البتہ قسمیں کھائیں گے کہ ہمارا مقصد تو صرف بھلائی تھی اور اللہ گواہی دیتا ہے کہ بے شک وہ جھوٹے ہیں۔ (۱۰۷)

⑳ اور جب کوئی سورت نازل ہوتی ہے تو ان میں سے بعض کہتے ہیں کہ اس سورت نے تم میں سے کس کے ایمان کو بڑھایا ہے سو جو لوگ ایمان والے ہیں اس سورت نے ان کے ایمان کو بڑھایا ہے اور وہ خوش ہوتے ہیں اور جن کے دلوں میں مرض (نفاق) ہے سو ان کے حق میں نجاست پر نجاست بڑھادی اور وہ مرتے دم تک کافر ہی رہے۔ (۱۲۴، ۱۲۵)

㉑ کیا وہ نہیں دیکھتے کہ وہ ہر سال میں ایک دفعہ یا دو دفعہ (جہاد کے ذریعہ سے) آزمائے جاتے ہیں، پھر بھی نہ توبہ کرتے ہیں اور نہ نصیحت حاصل کرتے ہیں۔ (۱۲۶)

محترم قارئین: یہ ساری آیتیں سورۃ توبہ کی ہیں اور سب کی سب منافقین کے متعلق ہیں، اس کے علاوہ بھی اس سورت میں بہت آیات منافقین کی خباثتوں سے متعلق ہیں جن کا ذکر کرنا مشکل ہے، اس

سے آپ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ منافقین کا وجود اسلام اور نظریہ جہاد اور عمل جہاد اور مجاہدین کیلئے کس قدر نقصان دہ ہے، اسلام کے مبارک وجود میں منافقین کا یہ رستا ہوا ناسور اس مبارک دور میں شروع ہوا جس میں آنحضرت ﷺ خود موجود تھے، صحابہ کرام ؓ کی مخلص جماعت موجود تھی، قرآن کریم کا نزول ہو رہا تھا، اگر منافقین کی شرارتوں سے اس وقت کے مخلص مسلمان نہیں بچ سکے اور ان کو پریشانیاں اٹھانی پڑیں تو آج کے دور کے کمزور مسلمان آج کے منافقین کی خباثتوں سے کیسے بچ سکتے ہیں؟ اس لئے جہادی کارکنوں پر لازم ہے کہ وہ وقار اور سنجیدگی سے حالات کا جائزہ بھی لیا کریں اور جرأت کے ساتھ مقابلہ بھی کیا کریں، اللہ تعالیٰ ہمیں ظاہری دشمن سے بھی اور باطنی دشمن سے بھی محفوظ فرمائے۔ آمین۔

سویلم یہودی کا گھر جلایا گیا

ابن ہشام نقل فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کو اطلاع ملی کہ منافقین سب کے سب سویلم یہودی کے گھر میں جمع ہو گئے ہیں اور لوگوں کو رسول اللہ ﷺ کے ساتھ غزوہ تبوک میں جانے سے روک رہے ہیں اور انہیں بہکاتے ہیں، سویلم کا مکان مقام ''جاسوم'' کے پاس تھا۔ حضور اکرم ﷺ نے حضرت طلحہ بن عبید اللہ ؓ کو چند آدمیوں کے ساتھ بھیجا کہ جا کر سویلم کے گھر کو لوگوں سمیت جلا دو۔ یہ حضرات گئے اور سویلم کے گھر میں آگ لگا دی جب گھر جلنے لگا تو ضحاک بن خلیفہ نے دیوار کے پیچھے سے کود کر بھاگنا چاہا مگر ان کا پیر ٹوٹ گیا اس کے دوسرے ساتھی بھاگنے میں کامیاب ہو گئے اور وہ خود بھی بچ گیا، بھاگنے کے اسی پس منظر کو بیان کرنے کیلئے ضحاک بن خلیفہ نے اس موقع پر یہ اشعار کہہ دیئے، کہا:

كَادَتْ وَبَيْتُ اللّٰهِ نَارُ مُحَمَّدٍ
يُشِيْطُ بِهَا الضَّحَّاكَ وَابْنُ اُبَيْرِقٍ

رب کعبہ کی قسم! قریب تھا کہ محمد عربی اپنی لگائی ہوئی آگ سے ضحاک اور ابن ابیرق کو ہلاک کر کے رکھ دیتا۔

ظَلَلْتُ وَقَدْ طُبِقَتْ كِبْسَ سُوَيْلَم
اَنُوْءُ عَلٰى رِجْلِىْ كَسِيْرًا اَوْ مِرْفَقٍ

جب اس آگ نے سویلم کی جھونپڑی جلانا شروع کر دیا تو میں ٹوٹے پاؤں اور بازو کی مدد سے بھاگ کھڑا ہوا۔

سَلَامٌ عَلَيْكُمْ لَا اَعُوْدُ لِمِثْلِهَا
اَخَافُ وَمَنْ تَشْمَلُ بِهِ النَّارُ يُحْرَقِ

دوستوں کو آخری سلام و پیغام ہے کہ میں اس خوفناک آگ کی طرف نہیں لوٹوں گا اور آگ نے جس کو گھیر لیا وہ جل کر راکھ ہو جائے گا۔

الغرض طبقات بن سعد میں ابن سعدؒ فرماتے ہیں کہ بیاسی گنواروں نے غزوہ تبوک میں شرکت سے معذوری ظاہر کی اور آنحضرت ﷺ سے اجازت لئے بغیر وہ پیچھے رہ گئے جن پر عتاب نازل ہوا۔

اس وقت اسلامی لشکر میں شامل ایک شاعر نے منافقین اور مسلمین کا نقشہ اس طرح پیش کیا:

تَبَارَكَ سَائِقُ الْبَقَرَاتِ اِنِّیْ
رَئَيْتُ اللّٰهَ يَهْدِیْ كُلَّ هَادٍ

نیل گائیوں کو ہماری طرف بھیجنے والا رب برکتوں والا ہے میں نے دیکھ لیا کہ اللہ ہر رہنمائی حاصل کرنے والے کی رہنمائی کرتا ہے۔

فَمَنْ يَّكُ حَائِدًا عَنْ ذِیْ تَبُوْكٍ
فَاِنَّا قَدْ اُمِرْنَا بِالْجِهَادِ

پس جو شخص غزوہ تبوک سے پیچھے رہنا چاہتا ہے (وہ بے شک رہ جائے) ہمیں تو جہاد کا حکم دیا گیا ہے۔

مدینہ منورہ سے لشکر اسلام کی روانگی

جنگ کا تیسرا مرحلہ

جمعرات کے روز ماہ رجب ۹ ہجری کو آنحضرت ﷺ صبح صبح مدینہ منورہ سے تیس ہزار کا لشکر جرار لے کر شام کی طرف روانہ ہوئے۔ دس ہزار جنگی گھوڑے ساتھ تھے اور بہت سارے اونٹ تھے۔ آپ ﷺ نے مدینہ منورہ پر اپنا قائم مقام اور والی حضرت محمد بن مسلمہ انصاریؓ

کو مقرر فرما دیا اور اپنے اہل و عیال پر حضرت علی ؓ کو بطور نگران مقرر فرمایا حضرت علی ؓ کو اس غزوہ سے پیچھے رہ جانا پسند نہیں تھا فرماتے ہیں کہ میں جب باہر نکلا تو مجھے اپاہج اور معذور مسلمان نظر آئے یا عورتیں اور بچے نظر آئے اور یا جھوٹے منافق نظر آئے۔ پھر کچھ منافقین نے یہ پروپیگنڈہ بھی کیا کہ لو بھائی اپنے چچازاد بھائی کو رعایت دے کر پیچھے چھوڑ گیا اور عام لوگ سفر اور گرمی سے مریں گے۔ حضرت علی ؓ نے جب یہ سنا تو مسلح ہو کر لشکر کے پیچھے نکل پڑے مقام جرف میں آنحضرت ﷺ سے ملاقات ہوئی اور سارا قصہ بیان کیا۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ منافقین جھوٹے ہیں میں نے تجھے اپنے اہل و عیال کی دیکھ بھال کیلئے روکا ہے آپ تو میرے بعد ایسے ہیں جس طرح حضرت ہارون علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پیچھے نگران رہ گئے تھے ہاں البتہ میرے بعد کوئی نبی نہیں اور ہارونؑ نبی تھے۔ ایک روایت میں ہے کہ اے علی! کیا آپ اس پر راضی نہیں کہ آپ میرے بعد ایسے ہوں جیسے ہارون علیہ السلام موسیٰ علیہ السلام کے بعد تھے ہاں میرے بعد کوئی نبی نہیں۔

آنحضرت ﷺ نے یہ لشکر جرار لیکر مقام ثنیۃ الوداع میں پڑاؤ ڈالا تاکہ فوج کا معائنہ بھی ہو جائے اور ترتیب بھی بنائی جائے، چنانچہ آپ ﷺ نے وہاں پر فوج کا مقدمۃ الجیش، میمنہ، میسرہ، ساقہ اور قلب الجیش بنا کر الگ الگ یونٹوں کے امراء پر جھنڈے تقسیم کیے، چنانچہ ثنیۃ الوداع سے روانگی پر آپ ﷺ نے اسلام کا عمومی جھنڈا حضرت صدیق اکبر ؓ کو عطا فرمایا اور لشکرِ اسلام کا عمومی جھنڈا حضرت زبیر بن عوام ؓ کو دے دیا۔ قبیلہ اوس کا جھنڈا اسید بن حضیر ؓ کو عطا کیا اور قبیلہ خزرج کا جھنڈا ابودجانہ ؓ کو مرحمت فرمایا۔

حضرت ابوسعید خدری ؓ سے ایک شخص نے پوچھا کہ آپ لوگ غزوہ تبوک میں کتنے تھے؟ جواب میں آپ نے فرمایا کہ ہم تیس ہزار افراد تھے کثرت اور ازدحام کا یہ حال تھا کہ لوگ زوال الشمس کے وقت روانہ ہو جاتے تو شام تک پڑاؤ ڈالنے کے مقام سے بمشکل نکل جاتے، پھر شام کے وقت لشکر کا پچھلا حصہ یعنی ساقہ چل پڑتا تو صبح جا کر کہیں لشکر سے مل جاتا۔

بہرحال عزتوں اور عظمتوں کا یہ عظیم الشان اور نبی آخر الزمان ﷺ کا سب سے بڑا لشکر ثنیۃ الوداع سے چل کر ''ذی خشب'' کے مقام ''دومہ'' میں اتر گیا وہاں آنحضرت ﷺ نے شام تک آرام

فرمایا اور پھر بنوخزاعہ کے ایک شخص علقمہ بن فغواء کو تبوک تک رہبر بنا کر کوچ فرمایا، شدید گرمی کے باعث آپ ﷺ ظہر کی نماز کو مؤخر اور عصر کو مقدم فرما کر ساتھ ساتھ پڑھاتے تھے، تبوک تک اور پھر واپسی تک یہی معمول رہا جہاں جہاں نمازوں کی جگہ ہے اب وہاں مساجد بنی ہوئی ہیں ان کے نام یہ ہیں:

① مسجد ذی خشب
② مسجد الفیفاء
③ مسجد مروہ
④ مسجد سقیا
⑤ مسجد وادی قری
⑥ مسجد حجر
⑦ مسجد ذنب حوصاء
⑧ مسجد ذی جیفہ
⑨ مسجد شق تاراء
⑩ مسجد ذات خطمی
⑪ مسجد سنمہ
⑫ مسجد اخضر
⑬ مسجد ذات زراب
⑭ مسجد مدران
⑮ مسجد تبوک

گرمی کی وجہ سے پانی کا بڑا مسئلہ پیدا ہو گیا، سواری کا تو پہلے سے تھا کہ دو دو تین تین آدمی ایک ایک اونٹ پر سوار ہوتے تھے، کھانے کو کچھ ملتا نہیں تھا۔ صحابہ کرام ؓ نے چند اونٹ ذبح فرمائے اور ان کے پیٹ میں جمع پانی اوجھ سے نکال کر پی لیا۔ حضرت عمر فاروق ؓ نے فرمایا کہ گرمی کی وجہ سے لوگوں کو ایسی پیاس لگی کہ قریب تھا کہ گردنیں ٹوٹ جاتیں اور گلے پھٹ جاتے، یہ شدید حالت جب صدیق اکبر ؓ نے دیکھ لی تو فرمایا یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ سے پانی کی دعاء فرما دیجئے۔ نبی اکرم ﷺ نے دونوں ہاتھ آسمان کی طرف اٹھالئے ابھی ہاتھوں کو نیچے نہیں لائے تھے کہ بارش شروع ہوگئی۔ لوگوں نے اپنے برتن بھر لئے، اس کے بعد جب بارش کو دیکھا گیا تو وہ صرف اور صرف لشکرِ اسلام پر برس رہی تھی اس سے باہر ایک قطرہ بارش نہیں تھی، غزوہ تبوک کے اس سفر اور مختلف قبائل میں جو جھنڈے تقسیم ہوئے اس کی منظر کشی حضرت حسان ؓ نے اس طرح فرمائی ہے:

وَيَوْمَ سَارَ رَسُوْلُ اللّٰهِ مُحْتَسِباً
إِلٰى تَبُوْكَ وَهُمْ رَايَاتُهُ الْأُوَلُ

وہ وقت قابل ذکر ہے جبکہ رسول اللہ ثواب کی نیت سے تبوک روانہ ہوئے اور انصار اپنے جھنڈے لئے ہوئے حضور ﷺ کیلئے ہراول دستے بنے تھے۔

لشکر اسلام دیار ثمود میں

عزت و عظمت کا یہ عظیم الشان لشکر اعلاء کلمۃ اللہ کی غرض سے لاکھوں رومیوں کے مقابلے کیلئے ان کے علاقوں کی طرف جب چل پڑا تو راستے میں وہ علاقے آگئے جو صالح علیہ السلام کی قوم ثمود کے تھے۔ اس قوم نے وقت کے نبی کی مخالفت کی اور اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا انکار کیا، معجزے کی اونٹنی کو ہلاک کر دیا اور حضرت صالح علیہ السلام پر ہاتھ اٹھانے کی کوشش کی تو اللہ تعالیٰ نے ان کو عذاب کا ایک کوڑا چھکا دیا اور قوم ثمود سب کی سب ہلاک ہوگئی، ان کے تاریخی مقامات اور عالیشان مکانات کے مٹے مٹے نشانات اب بھی باقی تھے اور قہر خداوندی کے اثرات اب بھی محسوس ہو رہے تھے، اس علاقے کو دیار ثمود بھی کہتے ہیں اور اسے حجر ثمود کے نام سے بھی یاد کیا جاتا ہے۔

ابن اسحاق فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ جب مقام حجر پہنچے جو قوم ثمود کا ملک تھا تو آپ ﷺ نے فرمایا یہاں کا پانی مت پیو، اس پانی سے وضو نہ بناؤ، جس نے اس پانی سے آٹا گوندھا ہو وہ اونٹوں کو کھلا دو، خود بالکل نہ کھاؤ اور کوئی شخص تنہا نہ نکلو کیونکہ آج رات سخت ہوا چلے گی، اونٹوں کو باندھے رکھو اور خود کھڑے نہ ہوں۔ سب نے اس حکم پر عمل کیا مگر دو آدمی اپنے الگ الگ کام سے باہر نکل گئے ایک تو بے ہوش ہوگیا اور دوسرے کو ہوا نے اڑا کر جبل طے میں دور جا پھینکا وہاں سے بنو طے کے لوگوں نے انہیں مدینہ منورہ پہنچا دیا۔

ابن ہشام نے نقل کیا ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ مقام حجر سے گزرنے لگے تو آپ ﷺ نے چہرہ انور پر کپڑا ڈال دیا اور سواری کو تیز کیا اور فرمایا کہ ظالموں کے گھروں میں داخل نہ ہو مگر روتے ہوئے۔ بخاری و مسلم میں حضرت ابن عمرؓ سے یہ روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ جب اس معذّب قوم پر داخل ہو تو روتے رہو اور اگر رونا نہ آئے تو داخل نہ ہو، کہیں تم پر بھی وہی مصیبت نہ آجائے جو ان پر آئی۔

بخاری کی ایک روایت میں ہے کہ حضور ﷺ نے حکم دیا کہ جو آٹا وہاں کے پانی سے گوندھا گیا ہو اس کو پھینک دو یا اپنے جانوروں کو کھلا دو۔ عام پانی استعمال نہ کرو صرف ایک چشمہ سے پیو جو بیئر ناقہ کے نام سے مشہور ہے۔ صالح علیہ السلام کی اونٹنی اسی کنویں سے پانی پیتی تھی، یہ

کنواں اب بھی ہے اس مقام سے ذرا آگے جا کر پانی کی قلت کا مسئلہ ایک بار پھر پیش آیا۔ آنحضرت ﷺ نے دعا مانگی تو بارش سے سب سیراب ہو گئے۔

اونٹنی کا گم ہونا

حجر کے مقام سے آگے ایک جگہ حضور ﷺ کی اونٹنی گم ہو گئی جس پر ایک منافق زید بن نصیب نے کہا کہ محمد ﷺ نبی ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں، آسمان کی خبریں دیتے ہیں اور یہ معلوم نہیں کہ انکی اونٹنی کہاں ہے؟

حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ ایک شخص اس طرح کہتا ہے خدا کی قسم! ہمیں کچھ نہیں معلوم، سوائے اس کے جو ہمارے خدا نے ہمیں بتایا اور اونٹنی کا حال بھی ہمارے خدا نے ہمیں بتا دیا!

وہ وادی قریٰ کی فلاں گھاٹی میں ہے اور اس کی مہار ایک درخت سے اٹک گئی ہے جس کی وجہ سے وہ وہاں رکی ہوئی کھڑی ہے، چنانچہ صحابہ کرام ؓ وہاں گئے اور اونٹنی کو اسی جگہ سے لے آئے، دیار ثمود ہی کا ایک قصہ ابوسعید خدری ؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے ایک شخص کو دیکھا جس کے ہاتھ میں ایک انگوٹھی تھی جو اس کو ثمودیوں کے کسی گھر میں ملی تھی وہ اس کو نبی اکرم ﷺ کے پاس لے آیا حضور اکرم ﷺ نے فرمایا اس کو پھینک دو، اس شخص نے پھینک دیا تو وہ انگوٹھی ایسے غائب ہو گئی کہ اب تک اس کا پتہ نہیں چلا۔

حضرت ابن عمر ؓ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے مقام حجر کی ایک وادی کی طرف اشارہ فرمایا کہ یہ بھاگنے کی جگہ ہے، چنانچہ صحابہ کرام ؓ جب تک اس وادی سے نکلے نہ تھے مسلسل بھاگتے رہے یہاں تک کہ وہاں سے نکل گئے۔

فَمَنْ یَّکُ خَائِذًا عَنْ ذِیْ تَبُوْکٍ
فَاِنَّا قَدْ اُمِرْنَا بِالْجِهَادِ

حضور اکرم ﷺ وادی شق میں

امام المغازی علامہ واقدیؒ اپنی کتاب مغازی میں لکھتے ہیں کہ جب حضور اکرم ﷺ وادی شق میں پہنچے تو آپ ﷺ نے رات کے وقت ایک حدی خوان کی حدی خوانی کی آواز سنی، آپ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے فرمایا کہ جلدی جلدی جاؤ تا کہ ہم اس حدی خوان کو پالیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ کیا یہ آدمی ہمارے لشکر میں سے کوئی ہے یا کسی اور قوم سے اس کا تعلق ہے؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے جواب دیا کہ ہمارے آدمیوں میں سے نہیں ہے، چنانچہ جب نبی اکرم ﷺ نے ان کو پالیا تو وہ ایک جماعت تھی جو چند افراد پر مشتمل تھی۔ حضور ﷺ نے ان سے اس طرح گفتگو فرمائی:

حضور اکرم ﷺ: تم کون لوگ ہو تمہارا تعلق کس قبیلے سے ہے؟

قافلہ: ہمارا تعلق ''مضر'' قبیلے سے ہے۔

حضور اکرم ﷺ: میں بھی مضر قبیلے سے تعلق رکھتا ہوں، چنانچہ آپ ﷺ نے مضر تک اپنا نسب بیان فرمایا۔

قافلہ: ہمارا قبیلہ مضر ہی حدی خوانی کا موجد ہے۔

حضور اکرم ﷺ: وہ کیسے؟

قافلہ: واقعہ اس طرح ہوا کہ اہل جاہلیت کی یہ عادت تھی کہ ایک قبیلہ دوسرے پر لوٹ مار کرتا تھا، ہمیشہ ایک دوسرے پر ڈاکے ڈالا کرتے تھے، چنانچہ ایک قبیلے والوں نے دوسرے قبیلے کے ایک شخص پر ڈاکہ ڈالا ان کیساتھ ان کا غلام بھی تھا ڈاکہ پڑنے کی وجہ سے اونٹ بدک کر ادھر ادھر منتشر ہو گئے، اس شخص نے اپنے اس غلام سے کہا کہ اونٹوں کو اکٹھا کر کے لاؤ، غلام نے کہا یہ مجھ سے نہیں ہو سکتا۔ مولا نے غلام کے ہاتھ پر زوردار ڈنڈا مارا جس کی وجہ سے غلام رونے لگا اور کہنے لگا: ''وَايَدَاه، وَايَدَاه'' ہائے میرے ہاتھ ہائے میرے ہاتھ اس فریاد اور بین سے سارے اونٹ جمع ہونے لگے تو مولیٰ نے غلام سے کہا شاباش تم اسی طرح وایداہ وایداہ کہا کرو تا کہ اس سریلی آواز سے سب اونٹ جمع ہو جائیں۔ یہ سن کر حضور اکرم ﷺ بہت ہنسے۔

حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے فارس اور روم کے دو خزانے عطا کئے اور حمیر کے

بادشاہوں سے میری مدد فرمائی جو اللہ کے راستے میں جہاد کریں گے اور مالِ غنیمت سے کھائیں گے کیا میں یہ بشارت لوگوں کو نہ سناؤں؟ حضرت بلال ؓ نے عرض کیا کہ ضرور سنا دیجئے یارسول اللہ!

نبی اکرم ﷺ تبوک میں

حضور اکرم ﷺ نے اپنے صحابہ ؓ سے فرمایا کہ کل تم انشاء اللہ تبوک کے چشمے پر پہنچ جاؤ گے پس تم میں سے اگر کوئی شخص مجھ سے پہلے وہاں پہنچ گیا تو وہ اس پانی کو ہاتھ نہ لگائے یہاں تک کہ میں آجاؤں۔ حضرت معاذ ؓ فرماتے ہیں کہ جب ہم وہاں پہنچ گئے تو ہم نے دیکھا کہ دو آدمی ہم سے پہلے وہاں پہنچے ہوئے تھے اور اس چشمے میں پانی کی پتلی دھار بہہ رہی تھی۔ حضور اکرم ﷺ نے ان دو آدمیوں سے پوچھا کہ تم نے پانی کو ہاتھ لگایا ہے ان دونوں نے کہا ہاں، اس پر حضور اکرم ﷺ ناراض ہو گئے، پھر صحابہ ؓ نے کنوئیں کا تھوڑا سا پانی ایک مشکیزے میں اکٹھا کیا آنحضرت ﷺ نے اس سے چہرہ انور اور ہاتھ دھو لیے پانی ابل پڑا اور لوگوں نے خوب پی لیا، پھر آپ ﷺ نے فرمایا اے معاذ! اگر تیری عمر طویل ہوگئی تو عنقریب تم یہاں سرسبز شاداب باغات دیکھو گے، کہتے ہیں کہ اب تک فوارہ کی طرح یہ پانی جاری ہے۔

تبوک کے قیام کے دوران حضرت ذوالبجادین ؓ کا انتقال ہو گیا، یہ صحابی اپنے چچا سے مسلمان ہونے کی اجازت مانگتے رہے اور چچا انکار کرتے رہے جب یہ مسلمان ہوئے تو ان کے چچا نے ان سے سارا مال چھین لیا یہاں تک کہ کپڑے بھی اتار دیئے، پھر یہ صحابی اپنی ماں کے پاس آئے، اس نے اپنی چادر دو ٹکڑے کر کے ان کو دی اسی وجہ سے ذوالبجادین نام پڑ گیا۔

ایک دفعہ زور زور سے قرآن پڑھ رہے تھے تو حضرت عمر ؓ نے حضور اکرم ﷺ کا سامنے شکایت کی، حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ عمر! ان کو چھوڑ دو انہوں نے اللہ اور اس کے رسول کی طرف ہجرت کی ہے۔ تبوک پہنچنے پر انہوں نے حضور اکرم ﷺ سے درخواست کی کہ میرے لئے شہادت کی دعاء فرمائیں، نبی اکرم ﷺ نے فرمایا جاؤ کیکر کی چھال لے آؤ، انہوں نے جب چھال لا کر دی تو آنحضرت ﷺ نے گلے میں چھال باندھ کر فرمایا: اے اللہ! میں اس شخص کے خون کو کفار پر حرام قرار دیتا ہوں۔ ذوالبجادین ؓ نے عرض کیا یارسول اللہ! میں نے یہ ارادہ نہیں کیا تھا، آنحضرت ﷺ ۔

نے فرمایا کہ جب تم اللہ کے راستے میں جہاد کیلئے نکلے ہو اگر تم بخار سے مرجاؤ یا سواری نے کچل کر ماردیا ہر صورت میں تم شہید ہو، کچھ دنوں کے بعد یہ فوت ہوگئے رات کا وقت تھا، حضرت بلال ؓ ہاتھ میں روشنی لئے کھڑے تھے اور صدیق اکبر و عمر رضی اللہ عنہما ذوالبجادین ؓ کو قبر میں اتار رہے تھے، حضور اکرم ﷺ فرمارہے تھے کہ تم اپنے بھائی کو میرے قریب لاؤ، جب قبر میں ذوالبجادین ؓ اتارے جارہے تھے تو حضور اکرم ﷺ نے فرمایا اے اللہ! میں اس سے راضی ہوں تو بھی اس سے راضی ہوجا، حضرت ابن مسعود ؓ نے فرمایا کہ کاش اگر میں ان کی جگہ میں ہوتا اور یہ دعا مجھے ہوجاتی۔

تبوک میں آنحضرت ﷺ نے کل بیس دن قیام فرمایا جس کی تفصیل ابھی آرہی ہے۔

فَمَنْ یَّکُ حَائِدًا عَنْ ذِیْ تَبُوْکٍ
فَإِنَّا قَدْ أُمِرْنَا بِالْجِهَادِ

جو شخص تبوک جانے اور جہاد سے کتراتا ہے وہ ایسا کرے، ہمیں تو جہاد کا حکم دیا گیا۔

وہ مخلصین جو تبوک سے پیچھے رہ گئے تھے

جنگ کا چوتھا مرحلہ

غزوہ تبوک سے پیچھے رہ جانے والوں کی کئی قسمیں ہیں، ایک تو وہ لوگ پیچھے رہ گئے تھے جو پکے منافق اور دین کے دشمن تھے، ان کی تفصیل گزر گئی ہے، دوسرے وہ لوگ تھے جو معذور تھے یا پیچھے رہ جانے پر حضور اکرم ﷺ کی طرف سے مامور تھے جیسے حضرت علی رضی اللہ عنہ وغیرہ، تیسرے وہ لوگ تھے جو کچھ وقت کیلئے پیچھے رہ گئے اور پھر تنبیہ اور بیداری کے بعد دوڑ پڑے اور تبوک میں جا کر شامل ہوگئے انہیں میں سے حضرت ابوذر غفاری اور ابوخیثمہ رضی اللہ عنہما وغیرہ ہیں، چوتھے وہ لوگ تھے جو آسودہ حال بھی تھے جانا بھی چاہتے تھے مگر آج کل کرتے کرتے دیر ہوگئی اور غزوہ ختم ہوگیا پھر ان لوگوں سے مسلمانوں نے سوشل بائیکاٹ کیا، انہیں میں سے حضرت کعب بن مالک، ہلال بن امیہ اور حضرت مرارہ ؓ تھے۔ میں انہیں حضرات کی کچھ تفصیل لکھتا ہوں تا کہ ہر مسلمان کو اندازہ ہوجائے کہ جہاد فرض ہوجانے کے بعد کتنا اہم ہوجاتا ہے اور اس میں سستی کرنے والا کس طرح زیر عتاب آتا ہے، پہلے ان حضرات کا حال لکھتا ہوں جو دیر سے تبوک پہنچ گئے تھے۔

حضرت ابوذر غفاریؓ کا قصہ

غزوہ تبوک سے جب کوئی شخص رہ جاتا تھا اور صحابہ ان کا تذکرہ حضور اکرم ﷺ کے سامنے کرتے تو آنحضرت ﷺ فرماتے کہ چھوڑ دو اگر اس میں کوئی خیر ہوگی تو خدا اس کو تمہارے ساتھ ملا دے گا اور اگر اس کی حالت کچھ اور ہے تو خدا نے تم کو اس سے بچالیا۔ ابوذر غفاریؓ کا اونٹ راستے میں چلنے سے عاجز آگیا، ایک روایت میں ہے کہ یہ اونٹ لاغر اور کمزور تھا، ابوذر غفاریؓ نے سوچا کہ دو چار روز تک اس کو گھر میں کھلا پلا کر نکلوں گا مگر ایسا نہیں ہوسکا تو حضرت ابوذرؓ اپنا سامان پیٹھ پر لاد کر پاپیادہ چل پڑے، تبوک میں جس وقت حضور اکرم ﷺ کسی مقام پر ٹھہرے ہوئے تھے کسی نے آکر بتادیا کہ یارسول اللہ! ایک شخص تنہا چلا آرہا ہے، آنحضرت ﷺ نے فرمایا ابوذر ہوں گے، جب معلوم ہوگیا کہ واقعی حضرت ابوذرؓ ہیں تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ابوذر پر رحم فرمائے اکیلا چلا آرہا ہے اکیلا ہی مرے گا اور اکیلا ہی اٹھایا جائے گا ایسا ہی ہوا اور دور عثمانؓ میں آپؓ کو ربذہ کی طرف جلاوطن کردیا گیا کیونکہ اس میں حکمت تھی، وہاں آپؓ نے وفات پائی، تجہیز و تکفین کرنے والا کوئی نہیں تھا، اتفاق سے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کوفہ سے واپس آرہے تھے انہوں نے تجہیز و تکفین کی۔

علامہ ابن قیمؒ نے تاریخ اور حدیث کے ٹکڑوں کو جمع کرکے یہ واقعہ اس طرح لکھا ہے:

حضرت ابوذر غفاریؓ کی زوجہ کا بیان ہے کہ جب حضرت ابوذرؓ پر موت کی حالت طاری ہوگئی تو میں رونے لگی پوچھا کیوں روتی ہو؟ میں نے کہا کیسے نہ روؤں، آپ اکیلے اس میدان میں مرنے کے قریب ہو اور میرے پاس اتنا کپڑا بھی نہیں کہ آپ کو کفن دے سکوں۔ حضرت ابوذرؓ نے فرمایا کہ اس غم میں مت رونا سنو میں ایک بشارت سناتا ہوں، ہم چند آدمی حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر تھے، آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم میں سے ایک شخص تنہائی کی حالت میں ایک میدان میں مرے گا لیکن وہاں مسلمانوں کی ایک جماعت آجائے گی۔ ان چند آدمیوں میں سے صرف میں رہ گیا ہوں باقی سب کا آبادی میں انتقال ہوگیا ہے اب تم جاکر راستے میں دیکھو کوئی موجود ہے یا نہیں؟ میں نے کہا حاجی سب جاچکے ہیں اب اس صحرائی میدان میں آدمی کہاں ہیں، حضرت

ابوذر ؓ نے فرمایا کہ تم جا کر دیکھو تو سہی، میں ان کے کہنے پر جا کر ٹیلہ سے ادھر ادھر دیکھتی اور پھر واپس آ کر ان کی تیمارداری کرتی تھی، اسی حال میں اونٹوں پر سوار کچھ آدمی مجھے نظر آئے میں نے اشارہ کیا تو وہ جلدی جلدی میرے پاس آئے اور پوچھنے لگے اے خدا کی بندی کیا پریشانی ہے، میں نے کہا ایک مسلمان مر رہا ہے ان کے کفنانے دفنانے میں مدد دو، انہوں نے پوچھا کون ہیں میں نے کہا ابوذر غفاری ؓ ہیں انہوں نے کہا کون ابوذر کیا رسول اللہ ﷺ کے صحابی ابوذر؟ میں نے کہا ہاں۔ وہ سب بے تاب ہو گئے اور ان کے نام پر اپنے آباؤ امہات کو فدا کرنے لگے اور ان کے پاس جلدی جلدی پہنچ گئے، اس کے بعد حضرت ابوذر ؓ نے فرمایا کہ سچ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے، سب لوگ سن لو ہم چند آدمی حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر تھے آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ تم میں سے ایک آدمی لق دق صحرائی میدان میں تنہائی کی حالت میں مرے گا اور وہاں مومنین کی ایک جماعت حاضر ہو جائے گی، ان چند آدمیوں میں سے صرف میں رہ گیا ہوں باقی سب کا آبادیوں میں انتقال ہو چکا ہے، اگر میرے یا میری بیوی کے پاس اتنا کپڑا ہوتا جو میرے کفن کیلئے کافی ہوتا تو میں تم سے نہ کہتا لیکن میں تم لوگوں کو خدا کا واسطہ دیتا ہوں کہ تم میں سے کوئی ایسا شخص مجھے کفن نہ دے جو کسی جماعت یا حکومت کا امیر ہو ''برید'' قاصد ہو یا ''عریف'' لیڈر ہو یا ''نقیب'' چھوٹا لیڈر ہو؟

مشکل یہ ہوئی کہ اس جماعت میں جتنے لوگ تھے ان سب میں ان عہدوں میں سے کوئی نہ کوئی بات تھی، ہاں ایک انصاری نوجوان تھا اس نے کہا کہ اے چچا میں آپ کو کفن دوں گا یہ میری چادر ہے اس میں دو کپڑے ہیں یہ خاص میرا ہے اور اس میں میری ماں کے ہاتھ سے کاتا ہوا سوت ہے۔ حضرت ابوذر غفاری ؓ نے فرمایا ہاں تم مجھے اسی میں کفناؤ، انتقال کے بعد انصاری نوجوان نے وہی کفن پہنا دیا۔

حضرت عبداللہ بن مسعود ؓ نے جنازہ پڑھایا اور سب نے ملکر اس زاہد امت کو دفنا دیا۔

بنا کردند خوش رسمے بخاک و خون غلطیدن
خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

حضرت ابوخیثمہ رضی اللہ عنہ کا قصہ

ابوخیثمہ ؓ کا نام عبداللہ تھا آپ مخلص صحابہ میں سے تھے آپ پر کسی قسم کا شک وشبہ نہ تھا۔ رسول اللہؐ جب تبوک کیلئے روانہ ہوئے تو آپ بھی پیچھے رہ گئے، کچھ دن بعد اپنے باغ میں گئے، شدید گرمی پڑ رہی تھی اور تیز دھوپ دماغ کو کھول رہی تھی، ابوخثمہ ؓ کے باغ میں خوشگوار سایہ تھا، حسین و جمیل دو بیویاں سامنے تھیں، دونوں نے اپنے اپنے حجرے کی دیواروں اور فرش پر پانی چھڑک دیا تھا، چٹائی کا عمدہ فرش کیا تھا، تازہ کھجور کے خوشے سامنے رکھ دیئے تھے ٹھنڈا اور شیریں پانی حاضر خدمت کیا اور پر تکلف کھانا تیار کیا تھا یہ سامان تعیش دیکھ کر ابوخیثمہ ؓ کے دل میں ایک بجلی سی دوڑ گئی اور دروازے ہی پر کھڑے ہو کر بولے سبحان اللہ! رسول اللہ ﷺ کے اگلے پچھلے چھوٹے بڑے سارے گناہ اللہ تعالیٰ نے معاف کر دیئے ہیں پھر بھی آپ ﷺ اس شدید گرمی اور تیز لو میں تشنگی کے عالم میں لق ودق بیابانوں اور گمنام دروں اور اونچے اونچے پہاڑوں کو طے کر رہے ہیں، بدن مبارک اور گلے میں اسلحہ زیب تن کئے ہوئے ہیں اور جہاد کیلئے جا رہے ہیں۔ اور میں یہاں خوشگوار سایہ اور ٹھنڈے پانی کے مزے لوٹ رہا ہوں تف ہے ایسی زندگی پر یہ تو کوئی انصاف نہیں ہے، پھر کہا خدا کی قسم! میں تم دونوں کے گھر کے اندر قدم نہیں رکھوں گا اس کے بعد فوراً اپنی سواری منگوائی، تلوار حمائل کی، نیزہ سنبھالا، بیویاں بات کرنا چاہتی ہیں مگر یہ جواب ہی نہیں دیتے اور حضور اکرم ﷺ کے نقش قدم پر چل نکلے، اونٹنی تیز ہوا کی طرح چل رہی تھی آخر لشکر تک جا پہنچے، آنحضرت ﷺ تبوک میں قیام پذیر تھے صحابہ کرام ؓ نے فرمایا کوئی اونٹنی سوار ریت کے ٹیلوں کو قطع کرتا ہوا چلا آ رہا ہے، آنحضرت ﷺ نے جب دیکھا تو فرمایا "کن اباخیثمہ" یعنی ابوخیثمہ ہو جاؤ، کچھ دیر بعد سب نے دیکھ لیا کہ واقعی ابوخیثمہؓ ہی تھے، آپ ؓ نے اونٹنی کو بٹھایا اور آ کر حضور اکرم ﷺ کو سلام کیا آنحضرت ﷺ نے پوچھا تیرا بھلا ہو تجھے کیا ہو گیا تھا؟ ابوخیثمہ ؓ نے سارا قصہ سنایا تب نبی اکرم ﷺ نے ان کے حق میں دعائے خیر کی اور اچھے کلمات سے ان کو یاد کیا۔

حضرت ابوخیثمہ ؓ نے اپنے اس واقعے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے چند اشعار بھی کہے ہیں ملاحظہ ہوں:

لَمَّا رَأَيْتُ النَّاسَ فِي الدِّيْنِ نَافَقُوْا
اَتَيْتُ الَّتِيْ كَانَتْ اَعَفَّ وَاَكْرَمَا

جب میں نے لوگوں کو دین میں منافقت کرتے ہوئے دیکھا تو میں نے اس خصلت کو اختیار کیا جو پاکیزہ اور شرافت والی تھی۔

وَبَايَعْتُ بِالْيُمْنٰى يَدَىْ لِمُحَمَّدٍ
فَلَمْ اَكْتَسِبْ اِثْمًا وَلَمْ اَغْشَ مَحْرَمَا

میں نے دائیں ہاتھ سے محمد ﷺ کے دونوں ہاتھوں پر بیعت کی، نہ میں نے کسی گناہ کا ارتکاب کیا اور نہ کسی حرام کام میں گھسا۔

تَرَكْتُ خَضِيْبًا فِي الْعَرِيْشِ وَصَرْمَةً
صَفَايَا كِرَامًا بُسْرُهَا قَدْ تَحَمَّمَا

میں نے گھر میں مہندی لگی ہوئی بیوی کو چھوڑا اور خاندان کے ایسے خالص شریف افراد کو چھوڑا جن کی خوبصورت داڑھیاں ابھی آئی تھیں۔

وَكُنْتُ اِذَا شَكَّ الْمُنَافِقُ اَسْمَحَتْ
اِلَى الدِّيْنِ نَفْسِيْ شَطْرَهٗ حَيْثُ يَمَّمَا

اور منافق نے جب دین میں شک کیا تو میرا نفس منافق کے بجائے دین کی طرف جھک گیا اب منافق جہاں جانا چاہتا ہے جائے۔

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کا دردناک قصہ

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: وَعَلَى الثَّلٰثَةِ الَّذِيْنَ خُلِّفُوْا؟ حَتّٰى اِذَا ضَاقَتْ عَلَيْهِمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ وَضَاقَتْ عَلَيْهِمْ اَنْفُسُهُمْ، وَظَنُّوْا اَلَّا مَلْجَاَ مِنَ اللّٰهِ اِلَّا اِلَيْهِ؟ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ لِيَتُوْبُوْا، اِنَّ اللّٰهَ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ۝ يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَكُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ. (سورۃ توبہ: ۱۱۷)

"اور توجہ فرمائی اللہ تعالیٰ نے ان تین آدمیوں پر جن کا معاملہ ملتوی اور موقوف کر دیا گیا تھا، یہاں

تک کہ جب زمین باوجود وسعت کے تنگ ہوگئی اور ان کی جانیں بھی ان پر تنگ ہوگئیں اور انہوں نے یہ سمجھ لیا کہ اللہ کی گرفت سے اللہ کے سوا پناہ دینے والا کوئی نہیں، پھر اللہ نے ان پر توجہ فرمائی اوران کا قصور معاف کیا تا کہ وہ اللہ کی طرف رجوع کریں، اور اللہ توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے، اے ایمان والو! اللہ سے ڈرتے رہو اور سچوں کے ساتھ ہو جاؤ۔‘‘

قرآن عظیم کی یہ وہ آیتیں ہیں جن میں غزوہ تبوک سے پیچھے رہنے والے تین سچے مسلمانوں کا حال بیان کیا گیا ہے، ان تینوں کے نام یہ ہیں:

① کعب بن مالک ② مرارہ بن ربیع ③ ہلال بن امیہ ؓ

ان تینوں کا قصہ جس طرح قرآن میں مذکور ہے احادیث اور تاریخ میں نہایت تفصیل کے ساتھ مشہور ہے اور لطف یہ ہے کہ حضرت کعب بن مالک ؓ نے اس کا خود مکمل طور پر بیان کیا ہے چنانچہ وہ فرماتے ہیں:

غزوہ تبوک کے سوا میں کسی غزوہ میں حضور اکرم ﷺ سے پیچھے نہیں رہا، البتہ غزوہ بدر میں چونکہ نبی اکرم ﷺ ایک قافلہ کے پیچھے گئے تھے جس کے نتیجے میں بدر کا واقعہ پیش آیا تو میں اس میں شریک نہیں ہو سکا تھا اور اس میں کسی کی سرزنش بھی نہیں ہوئی، پھر بدر کا معرکہ اگرچہ بہت مشہور ہے مگر مجھے لیلۃ العقبہ کی جو فضیلت حاصل ہوئی وہ بدر کی فضیلت سے کچھ کم نہ تھی جس میں ہم نے اسلام قبول کرنے اور اسے سنبھالا دینے پر اتفاق کیا تھا، بہرحال غزوہ تبوک سے پیچھے رہنے کا میرا قصہ اس طرح ہے کہ میں اس وقت بہت زیادہ آسودہ حال تھا میرے پاس دو طاقتور سواریاں تھیں جو کبھی میرے پاس اس سے پہلے نہیں تھیں، حضور اکرم ﷺ کی عادت شریفہ تھی کہ آپ جس غزوہ میں جاتے تو جانے کی جہت کو نہیں بتاتے بلکہ توریہ کر کے کسی اور جہت کا نام لیتے مگر غزوہ تبوک چونکہ شدید ترین گرمی تھا، بہت زیادہ لشکر کا اہتمام تھا، دور دراز سفر تھا اس کیلئے ہر قسم کے سامان کی ضرورت تھی اس لئے آنحضرت ﷺ نے غزوہ تبوک کو کھل کر مسلمانوں کے سامنے ظاہر فرما دیا تا کہ سب لوگ تیاری کر سکیں، چنانچہ نبی اکرم ﷺ اور مسلمان تیاری کرنے میں لگ گئے، میں بھی تیاری میں لگ گیا مگر کچھ بھی تیار نہ کر سکا، میرا خیال تھا کہ میں آسودہ حال ہوں، میرے لئے کوئی مشکل

نہیں، میں اسی شش و پنج میں لگا ہوا تھا کہ نبی اکرم ﷺ اور صحابہ کرام ؓ نہایت تیزی سے نکل گئے، میں نے کہا ایک دو دن بعد میں ان سے جا ملوں گا اور تیاری کیلئے نکلا بھی، مگر صرف جانا آنا ہوا تیاری کچھ بھی نہ ہوئی، خلاصہ یہ کہ میں اس غزوہ سے رہ گیا اور کاش میں نہ رہ جاتا، اس کے بعد میں جب مدینہ کے بازار میں نکلتا تھا تو مجھے اس وقت سخت صدمہ پہنچتا تھا جبکہ وہاں یا منافق گھومتے نظر آتے تھے یا لنگڑے، لولے، اپاہج اور معذور نظر آتے۔

میرا تذکرہ رسول اللہ ﷺ نے اس وقت کیا جب آپ تبوک پہنچ چکے تھے، فرمایا "**مافعل کعب**" یعنی کعب نے کیا کیا؟ بنوسلمہ کے ایک آدمی نے کہا یا رسول اللہ! ان کی عمدہ چادروں نے اور دونوں کندھوں پر خوش عیشی کی نظر دوڑانے نے ان کو جہاد سے روکے رکھا، حضرت معاذ ؓ نے اس شخص سے کہا کہ آپ نے بہت بری بات کہی ہے، یا رسول اللہ! ہم تو کعب کا اچھا ہی خیال کرسکتے ہیں۔ حضور اکرم ﷺ خاموش رہے۔ حضرت کعب ؓ کا بیان ہے کہ جب غزوہ تبوک سے آنحضرت ﷺ واپس آنے لگے تو مجھ پر اپنے بارے میں ایک غم سوار ہوا کہ میں کل نبی اکرم ﷺ کے غضب سے کیسے بچوں گا میں دل ہی دل میں مختلف جھوٹے منصوبے بناتا رہا اور اپنے خاندان کے ہوشیار لوگوں سے مشورے بھی لیتا رہا۔ جب مجھے اطلاع ملی کہ نبی اکرم ﷺ مدینہ منورہ پہنچ گئے تو میرے دل سے سارے جھوٹے منصوبے زائل ہو گئے اور میں نے سوچا کہ میں اس مشکل سے جھوٹ کے ذریعے سے کبھی نہیں نکل سکتا ہوں، چنانچہ میں نے عہد کرلیا کہ جو کچھ بھی ہو جائے میں سچ کہوں گا، نبی اکرم ﷺ کی عادت تھی کہ سفر سے واپسی پر مسجد میں دوگانہ نماز پڑھتے تھے اور پھر لوگوں سے ملاقات کیلئے تشریف رکھتے جب آپ ﷺ نے مسجد میں مجلس فرمائی تو غزوہ تبوک سے پیچھے رہنے والے جھوٹے بہانے بنا کر پہنچ گئے، ہر ایک نے قسم کھا کر اپنا کوئی نہ کوئی بہانہ اور عذر پیش کر دیا، آنحضرت ﷺ نے بغیر کسی تفتیش کے سب کا ظاہر عذر قبول کیا اور اصل حقیقت اللہ تعالیٰ پر چھوڑ دیا، جھوٹے اعذار پیش کرنے والے تقریباً اسی یا اکیاسی آدمی تھے۔

اس کے بعد میں بھی حضور اکرم ﷺ کے سامنے آ گیا اور میں نے سلام کیا آپ ﷺ نے سلام کا جواب دیا اور غضب آمیز تبسم فرمایا اور پھر مجھ سے کہا آگے آ جاؤ میں آگے ہوا تو فرمایا اور آگے

ہو جاؤ یہاں تک کہ میں آپ ﷺ کے قدموں میں بیٹھ گیا، آپ ﷺ نے فرمایا "مَا خَلَّفَکَ اَلَمْ تَکُنْ اِبْتَعْتَ ظَھْرَکَ؟" تم کو کس چیز نے پیچھے رکھا حالانکہ تم نے اس سفر کیلئے سواری بھی خرید رکھی تھی؟

میں نے جواب میں کہا جی ہاں یا رسول اللہ! خدا کی قسم اگر آج میں کسی دنیادار کے سامنے ہوتا تو بحث اور حیلے نکال کر بچ سکتا تھا، لیکن میں جانتا ہوں کہ اگر اس وقت جھوٹی باتیں بنا کر آپ کو راضی کر لوں تو ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ صحیح بات ظاہر کر کے آپ کو مجھ سے ناراض کر دے۔ لیکن اس وقت اگر میں سچ کہہ دوں تو آپ مجھ سے خوش نہیں ہوں گے مگر مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ میرے قصور کو معاف کر دے گا اور آپ کو مجھ سے راضی فرما دے گا۔ "یا رسول اللہ! خدا کی قسم پیچھے رہنے کی کوئی صحیح وجہ نہیں تھی، مجھے ہر قسم کی سہولت حاصل تھی، باوجود اس کے میں پیچھے رہ گیا۔"

حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ "اَمَّا ھٰذَا فَقَدْ صَدَقَ" یعنی اس نے سچ کہا۔ اب اٹھو جب تک اللہ تعالیٰ تمہارے حق میں کوئی فیصلہ نہ کرے تم اسی طرح رہو۔

میں وہاں سے اٹھ کر باہر آ گیا تو بنوسلمہ کے لوگ میرے پیچھے پڑ گئے اور کہنے لگے خدا کی قسم! تم نے اس سے پہلے اس طرح کی کوئی غلطی کبھی نہیں کی کیا تم سے یہ بھی نہ ہو سکا کہ جس طرح باقی لوگوں نے عذر پیش کیے تم بھی ایک عذر پیش کرتے پھر نبی اکرم ﷺ کا استغفار اور دعا آپ کیلئے کافی ہو جاتی، مجھے ان لوگوں نے اتنا ڈانٹا کہ میں نے دل میں ارادہ کر لیا کہ دوبارہ جا کر اپنے سچ کو جھٹلا دوں اور عذر کر کے پہلے بیان کو جھٹلاؤں پھر میں نے ان لوگوں سے پوچھا کہ میری جیسے قصہ کسی اور کو بھی پیش آیا ہے؟ انہوں نے کہا ہاں مرارہ بن ربیع اور ہلال بن امیہ رضی اللہ عنہما کے ساتھ یہی معاملہ ہوا ہے انہوں نے بھی سچ سچ بات بتا دی ہے، میں نے کہا وہ تو بدری صحابی ہیں چلو میرے لئے ان کے نقش قدم پر چلنا کافی ہے۔

اس کے بعد نبی اکرم ﷺ نے تمام مسلمانوں کو ہم تینوں سے بات کرنے اور علیک سلیک سے منع فرما دیا، چنانچہ لوگوں نے ہم سے اس طرح سوشل بائیکاٹ کیا کہ گویا کہ وہ ہمیں جانتے ہی نہیں، پچاس دن تک ہم پر یہ حالت مسلسل جاری تھی، میرے دونوں ساتھی اپنے اپنے گھروں میں

روتے ہوئے بیٹھ گئے اور میں چونکہ جوان آدمی تھا، چست بھی تھا تو میں مسجد نبوی میں نماز پڑھنے کیلئے آیا کرتا تھا، بازاروں میں گھومتا تھا مگر کوئی مسلمان مجھ سے بات تک نہیں کرتا تھا۔

نبی اکرم ﷺ نماز کے بعد اپنی جگہ میں بیٹھے رہتے تھے میں آکر سلام کیا کرتا تھا اور آپ ﷺ کے مبارک ہونٹوں کو دیکھتا تھا کہ آپ سلام کا جواب ہونٹوں کی حرکت سے دیتے ہیں یا نہیں۔

میں حضور اکرم ﷺ کے قریب ہی نماز پڑھتا تھا اور چوری سے حضور ﷺ کو دیکھتا تھا جب میں نماز میں ہوتا تھا تو حضور ﷺ میری طرف دیکھتے تھے لیکن جب میں متوجہ ہوتا تھا تو حضور ﷺ مجھ سے چہرہ انور پھیر لیتے تھے۔

جب اپنے اصحاب اور تمام مسلمانوں کی سختی اور بے توجہی اور اعراض طویل ہو گیا تو میں ایک دن اپنے چچازاد بھائی ابوقتادہؓ کے پاس گیا، وہ اپنے باغ کے اندر تھے اور میں باہر سے دیوار پر چڑھ کر ان سے بات کرنا چاہتا تھا لوگوں میں وہ مجھے سب سے زیادہ پیارے اور محبوب تھے۔ میں نے ان کو سلام کیا مگر انہوں نے میرے سلام کا جواب نہیں دیا، میں نے کہا اے ابوقتادہ اے میرے چچا جان کے بیٹے! میں تمہیں خدا کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں، کہ کیا میں اللہ اور اس کی رسول سے محبت نہیں رکھتا؟ وہ خاموش رہے، میں نے پھر ان کو قسم کھلا کر پوچھا کہ کیا میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول سے محبت نہیں رکھتا؟ تیسری بار جب میں نے پوچھا تو آپ نے صرف اتنا کہا ''اَللّٰہُ وَ رَسُوْلُہٗ اَعْلَم'' میری آنکھوں سے آٹھ آٹھ آنسو گرے اور دیوار پھلانگ کر واپس ہو گیا۔

حضرت کعب رضی اللہ عنہ کو عیسائیوں کی پیشکش

حضرت کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دن میں مدینہ منورہ میں گھوم رہا تھا وہاں ایک شامی تاجر لوگوں سے پوچھ رہا تھا کہ کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کہاں ہیں، جب مجھ پر نظر پڑی تو سب لوگوں نے اشارہ کر دیا کہ وہ ہیں، وہ میرے پاس آیا اور غسانی عیسائی بادشاہ کا ایک خط لا کر مجھے دے دیا، خط ریشمی کپڑے میں لپٹا ہوا تھا اور اس کا مضمون اس طرح تھا۔

> اما بعد! مجھے یہ خبر ملی ہے کہ تمہارے صاحب نے تم پر جفا کیا ہے حالانکہ خدا نے تمہارا درجہ کم نہیں کیا اور نہ تم اس طرح چھوڑ دینے کی چیز ہو، اب تم فوراً ہم سے آکر ملو، تم

اپنا مرتبہ خود دیکھ لو گے، میں نے جب اس خط کو پڑھا تو میں نے کہا قسم بخدا یہ بھی ایک بڑی مصیبت ہے کیا میں اس درجہ کا ہو گیا کہ کافر مجھے کفر کی دعوت دے رہے ہیں، وہ قاصد کھڑا تھا میں نے اس کے سامنے اس خط کو قریب میں ایک جلتے تندور میں ڈال دیا، گویا میں نے اس کافر سے کہا کہ یہ تیرے خط کا جواب ہے۔

ہم پر یہی اندوہناک حالت جاری تھی اور چالیس دن پورے ہو چکے تھے کہ نبی اکرم ﷺ کا قاصد آ گیا اور مجھ سے کہا نبی اکرم ﷺ کا حکم ہے کہ تم اپنی بیوی سے علیحدہ ہو جاؤ، میں نے کہا کہ طلاق دوں یا کیا کروں؟ انہوں نے کہا کہ طلاق نہیں صرف الگ کر دو اور اس کے قریب نہ جاؤ، یہی حکم میرے دونوں ساتھیوں کو بھی ہوا، میں نے اپنی بیوی سے کہا کہ جب تک اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس بارے میں کوئی حکم نہیں آتا اس وقت تک تم اپنے میکے چلی جاؤ اور اپنے والدین کے ہاں رہو۔

حضرت کعبؓ فرماتے ہیں کہ ہلال بن امیہؓ کی بیوی نبی اکرم ﷺ کے پاس گئی اور فرمایا کہ یا رسول اللہ! ہلال کمزور ضعیف ہے ان کی خدمت کے لئے میرے سوا کوئی نہیں کیا آپ اس بات کو پسند فرماتے ہیں کہ میں ان کی خدمت کروں، آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ خدمت کرو وہ تمہارے قریب نہ آئے، اس نے کہا کہ خدا کی قسم وہ تو رو رو کر اتنا کمزور ہو گیا ہے کہ حرکت کرنے کے قابل نہیں ہے اور اب بھی مسلسل رو رہا ہے۔ مجھے بھی بعض نے اشارہ دیا کہ اگر آپ بھی اس طرح اجازت مانگتے تو شاید تیری بیوی کو بھی اجازت مل جاتی میں نے کہا کہ میں ایسا نہیں کر سکتا، معلوم نہیں کہ اجازت ملے گی یا نہیں ملے گی، دوسری بات یہ بھی ہے کہ میں ایک جوان آدمی ہوں اتنا محتاج نہیں ہوں جتنا میرا ساتھی ہے۔

قبولیت توبہ اور بشارت

حضرت کعبؓ فرماتے ہیں کہ اس کے بعد نو دن مزید گزر گئے اور انچاس دن پورے ہو گئے، ٹھیک پچاسویں دن صبح کے وقت میں اپنے مکان کی چھت پر صبح کی نماز کے بعد بیٹھا ہوا تھا اور میرا وہی حال تھا جس کو قرآن نے بیان کیا ہے:

"قَدْ ضَاقَتْ عَلَيَّ الْاَرْض وَضَاقَتْ عَلٰی نَفْسِی"

اسی حال میں میں نے آواز سنی کہ کوئی کوہ سلع سے بلند آواز سے پکار رہا تھا کہ "اَبْشِرْ یَا کَعْبَ بْنَ مَالِکٍ" اے کعب بن مالک بشارت سن لو، میں سجدے میں گر گیا اور سمجھا کہ خدا کی طرف سے خلاصی ہوئی، شاید صبح کی نماز میں حضور اکرم ﷺ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے قبولیت توبہ کی اجازت ملی، اس کے بعد لوگ بشارت لے کر یکے بعد دیگرے میرے پاس آنے لگے، ہر شخص جلدی کر رہا تھا کہ پہلے میں پہنچ کر بشارت دوں مگر آواز تو گھوڑے سے پہلے پہنچتی تھی اس لئے جس کی آواز ہمیں پہلے ملی جب وہ آئے تو میرے بدن پر دو کپڑے تھے میں نے وہ دونوں اتار کر ان کو دے دیئے اور خدا کی قسم میرے پاس اس کے سوا اور کوئی کپڑا نہ تھا، میں نے دوسرے سے بطور عاریت کپڑا لے لیا اور نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہونے کیلئے روانہ ہوا، راستے میں جماعت پر جماعت مجھے توبہ قبول ہونے پر بشارت اور مبارک باد دیتی تھی، جب میں مسجد میں پہنچا تو حضرت طلحہ بن عبیداللہؓ کھڑے ہو گئے اور دوڑ کر مصافحہ کیا اور مبارک باد دی، مہاجرین میں سے صرف حضرت طلحہ کھڑے ہوئے اور میں ان کے اس احسان کو کبھی نہیں بھول سکتا، اس کے بعد میں نے حضور اکرم ﷺ کو سلام کیا حضور ﷺ کا چہرہ انور خوشی سے چاند کی طرح چمک رہا تھا، ہمیں یہ بات معلوم تھی کہ حضور اکرم ﷺ کا چہرہ خوشی کے وقت منور ہو جاتا ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

"اَبْشِرْ بِخَیْرِ یَوْمٍ مَرَّ عَلَیْکَ مُنْذُ وَلَدَتْکَ اُمُّکَ."

"مبارک ہو تجھے وہ دن جو ان تمام دنوں سے بہتر ہے جب سے تیری ماں نے تجھ کو جنا ہے۔

میں نے کہا: یا رسول اللہ! یہ آپ کی جانب سے ہے یا اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔

میں نے کہا یا رسول اللہ! میں چاہتا ہوں کہ قبولیت توبہ کے شکریہ میں اپنا سارا مال اللہ کے نام پر صدقہ کر دوں، حضور اکرم ﷺ نے فرمایا تمہارے لئے یہ بہتر ہے کہ کچھ مال اپنے لئے بھی رکھو، میں نے عرض کیا کہ خیبر کا حصہ اپنے لئے رکھ لیتا ہوں۔ اس کے بعد میں نے رسول اللہ ﷺ کے سامنے عہد کیا کہ صداقت کی وجہ سے اللہ نے میری توبہ قبول فرمائی ہے اب میری توبہ کا یہ حصہ ہے کہ میں سچ کے سوا کوئی بات نہیں کروں گا۔ فرماتے ہیں کہ اس کے بعد آج تک میں نے کبھی کوئی

جھوٹی بات زبان سے نہیں نکالی اور آئندہ بھی اللہ تعالیٰ حفاظت فرمائے۔

حضرت کعب ؓ فرماتے ہیں کہ قسم بخدا اسلام قبول کرنے کے بعد مجھ پر میرے رب کا سب سے بڑا احسان یہی میری توبہ ہے اور ہم تینوں ہی کے متعلق توبہ کی یہ آیت اتری **"وعلی الثلاثة الذین خلفوا الخ."**

حضرت کعب اپنی توبہ پر یہ شعر پڑھا کرتے تھے:

سُبْحَانَ رَبِّیْ وَاِنْ لَّمْ یَعْفُ عَنْ زَلَلِیْ
فَقَدْ خَسِرَتْ وَتَبَّ الْقَوْلُ وَالْعَمَلُ

میرا پروردگار ہر عیب سے پاک ہے اگر وہ میری غلطی کو معاف نہ فرماتا تو میں نقصان اٹھاتا اور قول و عمل دونوں تباہ ہو جاتے۔

تنبیہ:

① قرآن کی ان آیتوں میں ہے کہ اے ایمان والو! سچوں کے ساتھ ہو جاؤ اس میں اشارہ ہو گیا کہ جب تک قرآن موجود ہو گا تو سچے لوگوں کی ایک جماعت قائم رہے گی اور وہی اہل حق کی جماعت ہو گی۔

② تبوک کا یہ قصہ اس بات کی دلیل ہے کہ نفیر عام کے بعد جہاد فرض عین ہو جاتا ہے، اگرچہ فرداً فرداً اس کی اطلاع نہ دی گئی ہو، نیز امام وقت جب جہاد کا اعلان عام کرتا ہے تو کسی شخص کو پیچھے رہنے کی گنجائش نہیں ہو گی، ہاں اگر کوئی شخص وقت کے امام الجہاد سے اجازت لے لے تو پھر رک سکتا ہے۔

③ کسی نے کسی کو خوشخبری سنادی تو اس بشارت پر بقدر استطاعت صدقہ کرنا مستحب ہے جیسا کہ حضرت کعب ؓ نے بشارت دینے والے کو بدن کا لباس صدقہ کر دیا۔

④ ہر مسلمان کو سوچنا چاہئے کہ جہاد اتنا اہم فریضہ ہے کہ کچھ تاخیر سے یا صرف ایک بار عدمِ شرکت سے اتنا سخت مواخذہ ہوا کہ پچاس دن تک سوشل بائیکاٹ کیا گیا، بیویوں سے علیحدگی کا حکم ہوا اور اگر اس دوران ان حضرات کی موت آجاتی تو پھر ان کا کیا بنتا؟ خود حضرت کعب ؓ کا بیان ہے کہ مجھے سب سے زیادہ فکر اس بات کی تھی کہ بائیکاٹ کے اس زمانے میں میری موت نہ آجائے۔

اس لئے ہر مسلمان کو کھلے دل سے جہاد میں حصہ لینا چاہئے اور دل و دماغ میں اسکو جگہ

دینا چاہئے، جہاد سے محبت اور مجاہدین سے ہمدردی و محبت رکھنی چاہئے، خدانخواستہ اگر کسی کے دل میں یا دل کے کسی کونے میں جہاد سے ذرا بھی نفرت پیدا ہوگئی تو میرے خیال میں اس کا ایمان جل جائے گا۔ کیونکہ جہاد ایک حساس اور نازک اسلامی حکم ہے اور اس سے ذرا بھی نفرت دل میں نفاق پیدا کرتا ہے کیونکہ اسلام کے کسی بھی حکم سے قلبی نفرت کفر ہے، لیکن جہاد تو ایمان کے پرکھنے کی کسوٹی ہے، کیونکہ نفاق کا جہاد کے ساتھ تقابل قرآن و حدیث میں بار بار بیان کیا گیا ہے۔

ہرقل اور اہل شام کا حال

جنگ کا چوتھا مرحلہ

ہرقل کا ارادہ تو ہوگیا تھا کہ مدینہ منورہ پر حملہ کردے اور اس کیلئے اس نے فوج کو اکٹھا بھی کیا تھا اور فوج کا ایک حصہ بلقاء تک پہنچ بھی گیا تھا لیکن نبی اکرم ﷺ اور مسلمانوں نے وقت کی نزاکت کے پیشِ نظر جو اقدام کیا اور تیس ہزار کا لشکر جو تبوک تک پہنچا دیا اس کے بعد رومیوں کے غبارے سے ہوا نکل گئی اور اب ان کو اپنے علاقے میں اپنی جانوں کے لالے پڑ گئے تھے۔ تبوک میں لشکرِ اسلام کے قیام سے ان پر حد سے زیادہ رعب پڑ چکا تھا اور وہ اب اپنی سرکشی سے مکمل طور پر باز آچکے تھے۔

نبی اکرم ﷺ نے بیس دن تک تبوک میں قیام فرمایا جس سے رومی اور زیادہ ڈر گئے کہ ہمارے علاقے میں یہ فوجی مشقیں پوری سلطنت روما کیلئے خطرہ کی گھنٹی ہے، آنحضرت ﷺ نے صحرائے تبوک سے اپنے قاصد کے ذریعے سے ہرقل کے نام ایک خط بھی لکھا تھا جس پر ہرقل کے دربار میں گرما گرم بحث ہوئی، اسی دلکش اور دلچسپ منظر کو ملاحظہ فرمائیں۔

البدایۃ والنہایۃ میں علامہ ابن کثیرؒ نے امام احمد بن حنبلؒ کے حوالے سے ایک روایت نقل فرمائی ہے کہ سعید بن ابی راشد کا بیان ہے کہ حمص میں میری ہرقل کے قاصد سے ملاقات ہوئی میں نے ان سے کہا کہ آپ مجھے یہ نہیں بتائیں گے کہ ہرقل نے نبی اکرم ﷺ کو کیا پیغام بھیجا تھا اور نبی اکرم ﷺ نے ہرقل کو کیا خط لکھا تھا؟ ہرقل کے اس قاصد نے جس کا نام ''تنوخی'' تھا مجھے کہا کہ کیوں نہ بتاؤں، سنو! جب رسول اللہ ﷺ اپنے لشکر کے ساتھ تبوک پہنچے تو آپ ﷺ نے دحیہ کلبی ؓ کو خط

دے کر ہرقل کے پاس بھیجا، جب ہرقل تک یہ خط پہنچا تو اس نے اپنے ملک کے بڑے بڑے لاٹ پادریوں اور بڑے بڑے بہادر جرنیلوں کو اسمبلی ہال میں جمع کیا اور دروازے بند کر کے روما سلطنت کے نمائندوں سے اس طرح گفتگو کی:

"یہ شخص (محمد ﷺ) جس مقام پر آ کر اترا ہے وہ آپ سب کو معلوم ہے انہوں نے میری طرف ایک خط بھیجا ہے جس میں انہوں نے مجھے تین باتوں کی طرف دعوت دی ہے اول یہ کہ وہ مجھے کہہ رہے ہیں کہ دین اسلام میں داخل ہو جاؤ، دوم یہ کہ ہم ان کو اپنی زمینوں کا ٹیکس ادا کریں (یعنی جزیہ دیں) سوم یہ کہ لڑائی کیلئے میدان میں آ جائیں، اے اہل روم! خدا کی قسم تم نے سابقہ کتابوں میں جو کچھ پڑھا ہے وہ تم جانتے ہو کہ تمہارا مواخذہ ہوگا (یعنی مسلمان تمہیں ماریں گے) اب آؤ اور اس مواخذہ سے پہلے پہلے ان کی اطاعت کرتے ہیں یا جزیہ ادا کرتے ہیں، جب ممبران پارلیمنٹ نے یہ باتیں سنیں تو سب نے ناک چڑھا کر آئیں شائیں کہنا شروع کر دیا اور اپنے خاص لباس کو اتار کر نہایت غصے سے کہنے لگے، کیا ہم نصرانیت کو چھوڑ دیں؟ یا کیا ہم حجاز سے آئے ہوئے ایک دیہاتی کے غلام بن جائیں؟ جب ہرقل نے دیکھا کہ اندر اور باہر فساد برپا ہونے کا خطرہ ہے تو اس نے سب کو ٹھنڈا کیا اور کہا کہ میں تمہاری دینی حمیت اور جرأت و مضبوطی کو دیکھنا چاہتا تھا، گھبراؤ نہیں، اس کے بعد ہرقل نے کہا کہ اب ایک ماہر عربی دان کو بلاؤ تاکہ میں اس شخص کا جواب دے دو، چنانچہ وہ مجھے (تنوخی) کو لے آئے، جب میں ہرقل کے پاس آ گیا تو اس نے مجھ سے کہا کہ یہ خط اس شخص کے پاس لے جاؤ، مگر ان کی پوری گفتگو میں تین باتیں خوب یاد کر کے مجھے بتا دینا، اول یہ کہ انہوں نے میری طرف جو خط بھیجا ہے اس کا کوئی تذکرہ وہ کرتے ہیں یا نہیں، دوم یہ کہ وہ "اللیل" کا نام لیتا ہے یا نہیں، سوم یہ کہ ان کی پیٹھ کو دیکھنا کہ اس میں تم کو کچھ نظر آتا ہے یا نہیں۔

تنوخی کا بیان ہے کہ میں ہرقل کا خط لے کر سیدھا تبوک پہنچا، میں نے دیکھا کہ آنحضرت ﷺ اپنے ساتھیوں کے ساتھ پانی کے کنارے پر بیٹھے ہوئے ہیں، میں نے صحابہ ؓ سے پوچھا کہ تمہارا نبی کون ہے؟ لوگوں نے مجھے بتا دیا تو میں ان کے سامنے گیا اور خط ان ﷺ کے حوالے کر دیا۔

آپ ﷺ نے خط اپنی جھولی میں رکھ لیا اور پھر فرمایا تم کون ہو؟ میں نے کہا تنوخی ہوں، آپ ﷺ نے فرمایا کیا تم اپنے ابا جان ابراہیم علیہ السلام کے خالص توحید والے دین کو قبول کرتے ہو؟ میں نے کہا چونکہ میں قاصد ہوں اس لئے اپنے آقاؤں کے مشورے کے بغیر مسلمان نہیں ہو سکتا۔ آپ ﷺ ہنس پڑے اور پھر قرآن کی آیت پڑھی کہ اللہ جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے، پھر آپ ﷺ نے فرمایا، اے تنوخی بھائی! میں نے کسریٰ کو ایک خط لکھا اس نے اس کو پھاڑ دیا اللہ تعالیٰ اس کے ملک کو ٹکڑے ٹکڑے کر دے گا میں نے نجاشی کو خط لکھا (یہ نجاشی شاہِ حبشہ نہیں) اس نے اس کو پھاڑ دیا اللہ تعالیٰ اس کو پھاڑ دے گا اور جلا دے گا پھر میں نے تمہارے بادشاہ ہرقل کو خط لکھا تو اس نے اس کی حفاظت کی لہٰذا ایک زمانے تک لوگ اس سے ڈرتے رہیں گے، میں نے دل میں کہا کہ ہرقل کے فرمان کے مطابق تین باتوں میں سے ایک یہی آ گئی کہ اس کے خط کا تذکرہ ہو گیا چنانچہ میں نے اس بات کو لکھ لیا۔

پھر آپ ﷺ نے ہرقل کا خط پڑھنے کیلئے معاویہ ؓ کو دیدیا خط میں لکھا تھا کہ آپ ﷺ مجھے ایسی جنت کی طرف دعوت دے رہے ہیں جس کی چوڑائی زمین و آسمان سے زیادہ ہے تو پھر بتاؤ کہ دوزخ کہاں گئی، اس کے جواب میں آپ ﷺ نے فرمایا:

سبحان اللہ! دن آنے کے بعد ”اللیل“ یعنی رات کہاں جاتی ہے؟ میں نے دل میں کہا یہ دوسری بات ہرقل کی آ گئی، چنانچہ میں نے اس کو بھی لکھ دیا۔

اس کے بعد آپ ﷺ نے اعلان فرمایا کہ کسی کے پاس کوئی تحفہ ہو تو اس شخص تنوخی کو دے دو، چنانچہ جب مجھے تحفہ دیا گیا اور میں جانے لگا تو آپ ﷺ نے مجھے بلایا اور بدن مبارک سے قمیص ہٹا کر فرمایا کہ دل میں جو کچھ چھپا رکھا ہے آؤ اس کو دیکھو، میں جب گھوما تو میں نے دیکھا کہ بائیں کندھے کے نیچے ختم نبوت کی مہر لگی ہوئی تھی، میں نے کہا یہ ہرقل کی تیسری بات ہے، یہ چیزیں لے کر میں واپس چلا گیا۔

بہر حال حضور اکرم ﷺ کا میدان تبوک میں جانا بہت سارے فوائد پر مشتمل تھا، رومی دب گئے اور رومیوں کے بعض گورنر اور علاقوں کے لوگ جزیہ قبول کر کے باجگذار اور تابعدار بن گئے، حضور اکرم ﷺ نے صحابہ کرام ؓ سے مشورہ کیا کہ آیا صحرائے تبوک سے آگے بڑھ کر ہرقل پر حملہ

کردیں یا نہ کریں، حضرت عمرؓ نے عرض کیا کہ اگر آپ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم ہے تو آپ آگے بڑھ جائیں، آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ اگر اللہ تعالیٰ کا حکم ہوتا تو پھر مشورے کی کیا ضرورت تھی، اس پر حضرت عمرؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! رومیوں کے لشکر بہت زیادہ ہیں، علاقہ بھی ان کا ہے، وہاں اندر کوئی مسلمان بھی نہیں، آپ ان کی سرحد پر کھڑے ہیں، آپ کے اس قدر قریب آنے سے وہ لوگ مرعوب ہوکر دب گئے ہیں، اگر اس سال آپ یہیں سے واپس ہوجائیں تو یہ بہتر ہوگا کیونکہ آئندہ اس سے بہتر تیاری کے ساتھ آپ آسکتے ہیں یا اللہ تعالیٰ کوئی نئی صورت بنادے گا۔

تبوک میں قیام کے دوران آپ ﷺ نے ہاتھ سے ایک مسجد کی سنگ بنیاد رکھی اور پھر اس میں ظہر کی نماز پڑھائی اور قبلے کا رخ متعین فرمایا۔ تبوک میں قیام کے دوران ایک دفعہ سخت ہوا چلی، آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ یہ ایک بڑے منافق کی موت کی وجہ سے چلی ہے، جب معلوم ہوا تو مدینہ منورہ میں ایک بڑے منافق کی موت ہوگئی تھی، تبوک میں ایک بار بھوک کی شدت ہوگئی، آپ ﷺ نے ہر آدمی کے پاس جو کچھ تھا وہ جمع کرایا اور دعا کی سب نے پیٹ بھر کر کھایا۔

شاہ ایلہ، جربا اور اذرح سے مصالحت

ایلہ جربا اور اذرح کے علاقے تبوک کے آس پاس تھے مگر اس پر ہرقل کی حکمرانی تھی اور اس کو مقامی بادشاہ یا گورنر سنبھال رہے تھے، جب لشکر اسلام نے مقام تبوک میں قوت کا بڑا مظاہرہ کیا تو یہ مقامی لوگ اطاعت کے لئے تیار ہوگئے، چنانچہ ایلہ کا گورنر "یحنہ" آیا اور مصالحت کی درخواست کی، آنحضرت ﷺ نے ان کو جو امان کا فرمان لکھ کر دیا وہ پروانہ اس طرح تھا۔

①

بسم الله الرحمن الرحيم

هذه امنة من الله ومحمد النبی رسول الله "ليحنه بن روبة" واهل ايله، سفنهم وسيارتهم في البر والبحر لهم ذمة الله ومحمد ن النبی ومن كان معهم من اهل الشام واهل اليمن واهل البحر، بحر، فمن احدث منهم حدثا فانه لايحول ماله دون نفسه وانه طيب لمن اخذمن الناس

وانه لايحل ان يمنعوا ماء يردونه ولا طريقا يردونه من بر وبحر.

ترجمہ: یہ امان ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے اور محمد ﷺ کی طرف سے جو نبی ہیں اور اللہ کے رسول ہیں، صاحب ایلہ یحنہ بن روبہ کیلئے، کہ اہل ایلہ کی کشتیاں، ان کے مسافر جو خشکی میں ہوں یا تری میں، ان کو ذمہ ہے خدا کا اور خدا کے رسول کا اور اسی طرح ان لوگوں کو جو ان کے ساتھ ہیں اہل شام، اہل یمن اور اہل بحر میں سے، اور اگر ان میں سے کوئی شخص اس معاہدے کے خلاف نئی حرکت کرے تو اس کا مال اس کی جان کو نہیں بچا سکے گا اور وہ اسی کا ہو جائے گا جو اس کو لے لے گا، اور یہ کہ جو راستے یا جو پانی تری یا خشکی سے ان کے علاقے میں جاتا ہو ان کیلئے اس کا روکنا کسی گذرنے والے پر حلال نہیں ہوگا۔

②

بسم الله الرحمن الرحيم

هـذا كتاب من محمد النبى رسول الله لاهل جرباء وافرح انهم امنون بامان الله وامان محمد ﷺ وان عليهم مأة دينار فى كل رجب ومأة اوقية طيبة وان الله عليهم كفيل بالنصح والاحسان الى المسلمين ومن لجأ اليهم من المسلمين.

ترجمہ: یہ دستاویزی معاہدہ ہے محمد ﷺ کی طرف سے اہل جربا اور اہل اذرح کیلئے کہ یہ لوگ اللہ اور رسول کے امان سے امن میں ہیں اور یہ لوگ ہر رجب میں ایک سو دینار اور ایک سو پاکیزہ اوقیہ ادا کریں گے اور اللہ تعالیٰ ان پر کفیل ہے یہ لوگ مسلمانوں کی خیر خواہی کریں گے اور ان سے احسان کا برتاؤ کریں گے اور جو مسلمان ان کے پاس آ کر رہنے لگیں گے ان سے بھی یہی سلوک ہوگا۔

دومۃ الجندل کے والی اکیدر کی طرف حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو بھیجنا

رسول اللہ ﷺ نے تبوک سے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو چار سو بیس شہسواروں کے ساتھ بادشاہ اکیدر بن عبدالملک کی طرف روانہ فرمایا۔ اکیدر خود عیسائی تھا اور ''دومۃ الجندل'' کے علاقوں پر ایک ریاستی حکمران تھا، جو ہرقل کے ماتحت تھا، حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے جاتے وقت آنحضرت ﷺ سے

عرض کیا کہ یا رسول اللہ! یہ شخص بنو کلب کے بالکل وسط میں رہتا ہے اور میرے ساتھ تھوڑے سے سپاہی ہیں میں اکیدر پر کیسے قابو پاؤں گا، آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ وہ تجھے شکار کرتے ہوئے ملے گا، اس کو گرفتار کر کے لاؤ مگر قتل نہ کرو، ہاں اگر وہ گرفتاری دینے سے انکار کرے تو پھر اسے قتل کر دو۔

حضرت خالد ؓ اپنے ساتھیوں کے ساتھ سیدھے اکیدر کے قلعے کے پاس پہنچ گئے، چاندنی رات تھی، گرمی کا موسم تھا، اکیدر اپنے بال بچوں کے ساتھ قلعے کی چھت اور فصیل پر مجلس جما چکا تھا، سرور اور باجے گاجے کا خوب انتظام کیا تھا، اپنے دیگر اصحاب کے ساتھ شراب نوشی میں مصروف تھا، وہ اسی مستی میں مصروف تھا کہ اس کی بیوی نے قلعے کے اوپر سے ایک نیل گائے کو دیکھا جو قلعے کے دروازے سے سینگ آزمائی کر رہی تھی، اکیدر کی بیوی نے کہا کہ ایسا تیار گوشت آپ نے کبھی دیکھا ہے؟ اس نے کہا نہیں، بیوی نے کہا ایسا شکار کبھی چھوڑا جا سکتا ہے؟ اس نے کہا ہرگز نہیں۔ قسم بخدا ایسے شکار کیلئے تو میں گھوڑوں کو سدھاتا ہوں اور پھر مہینہ بھر سفر کر کے کہیں شکار کرتا ہوں، یہ کہہ کر اکیدر قلعے سے نیچے اتر گیا اور گھوڑے کو تیار کر کے نیل گائے کے پیچھے دوڑایا، اکیدر کا بھائی حسان بھی ساتھ تھا، کچھ غلام بھی ساتھ تھے۔

حضرت خالد ؓ یہ سب کچھ دیکھ رہے تھے اور مجاہدین کے گھوڑے ذرا حرکت نہیں کر رہے تھے، سب خاموش سناٹے کی کیفیت میں تھے جب اکیدر اپنے ساتھیوں کے ساتھ باہر نکلا اور چند قدم کا فاصلہ طے کر لیا تو اتنے میں حضرت خالد ؓ کے شہسواروں اسے گھیر لیا، اکیدر کو تو گرفتار کر لیا مگر اس کے بھائی حسان نے مقابلہ شروع کیا اور لڑتے لڑتے مارا گیا، باقی غلام وغیرہ بھاگ گئے اور اکیدر گرفتار ہو گیا۔ حسان کا ایک عجیب عمدہ عباء حضرت خالد ؓ نے آنحضرت ﷺ کی خدمت میں روانہ کیا، صحابہ ؓ نے اس کو جب دیکھا تو نہایت نرم تھا، سب کو تعجب ہوا، حضور اکرم ﷺ نے فرمایا تم اس سے تعجب کرتے ہو قسم بخدا سعد بن معاذ کے روام جنت میں اس سے زیادہ خوبصورت اور اچھے ہیں، حضرت خالد ؓ اس تعجب خیز واقعے پر دو شعر پڑھا کرتے تھے:

تَبَارَکَ سَائِقُ الْبَقَرَاتِ اِنِّیْ
رَاَیْتُ اللّٰہَ یَھْدِیْ کُلَّ ھَادٍ

”نیل گائیوں کو ہماری طرف ہنکانے والا اللہ برکتوں والا ہے بے شک میں نے دیکھا کہ اللہ تعالیٰ ہر ہدایت لینے والے کو ہدایت کرتا ہے۔“

فَمَنْ یَّکُ حَائِدًا عَنْ ذِیْ تَبُوْکٍ
فَاِنَّا قَدْ اُمِرْنَا بِالْجِھَادِ

جو شخص تبوک کے جہاد سے پہلوتہی کرتا ہے وہ ایسا کرے، ہمیں تو جہاد کا حکم ہوا ہے۔

اس کے بعد خالد بن ولیدؓ نے اکیدر سے کہا کہ اگر تم میرے لئے دومۃ الجندل کا دروازہ کھول دو تو میں تجھے قتل نہیں کروں گا اور زندہ نبی اکرم ﷺ کے پاس لے جاؤں گا، اس نے یہ شرط مان لی، حضرت خالدؓ اس کو قلعے کے سامنے اس طرح لائے کہ اس کے ہاتھ بندھے ہوئے تھے، وہ زور زور سے کہہ رہا تھا کہ دروازہ کھولو، مگر کوئی نہیں کھولتا تھا، اکیدر نے کہا کہ مجھے جب تک آپ لوگ نہیں کھولو گے دروازہ نہیں کھلے گا، لہٰذا میں عہد کرتا ہوں کہ میں تمہارے ساتھ جاؤں گا، مگر مجھے کھول دو تاکہ دروزہ کھل جائے، چنانچہ ایسا ہی کیا گیا، حضرت خالدؓ اندر داخل ہوئے اکیدر کو پھر باندھ لیا، اس کے بھائی مضاد کو بھی گرفتار کیا اور قلعے کا سارا مال غنیمت کے طور پر لے لیا۔ حضرت کعب بن عجرہؓ فرماتے ہیں کہ ہم نے اکیدر کا مال غنیمت تقسیم کیا خمس نکالنے کے بعد چار حصے غانمین پر تقسیم کئے گئے، تو مجھے چھ اونٹ حصے میں آئے۔ حضرت ابوسعید خدریؓ کا بیان ہے کہ ہم نے اکیدر کو گرفتار کیا تو اس کے مال سے مجھے دس اونٹ ایک نیزہ اور ایک لوہے کی ٹوپی ملی۔

اس کے بعد حضرت خالدؓ اکیدر کو لے کر نبی اکرم ﷺ کے پاس لے آئے، اکیدر نے دو ہزار اونٹ، آٹھ سو گھوڑے، چار سو زرہیں اور چار سو نیزے دے کر صلح کی، گویا یہ سالانہ جزیہ تھا۔

اکیدر کے ساتھ جو کچھ ہوا اس سے عبرت لے کر یحنہ بن روبہ نے صلح کی اور جزیہ قبول کیا، ان کے ساتھ اہل اذرح اور اہل جربا بھی آئے تھے اور سب نے صلح کا پروانہ حاصل کر لیا اور جزیہ قبول کیا۔

ایک صحابیؓ کہتے ہیں کہ میں نے یحنہ کو دیکھا کہ وہ قید کی حالت میں نبی اکرم ﷺ کے سامنے کھڑے تھے اور سونے کی صلیب اس کے گلے میں پڑی تھی، انہوں نے سر ہلا کر سلام کیا، آنحضرت ﷺ نے بھی اشارہ سے جواب دیا اور پھر ان کیلئے امان کا پروانہ لکھ دیا اور ان پر جزیہ مقرر کیا، ایک دفعہ جب

آنحضرت ﷺ کے پاس مہر نہیں تھی تو آپ نے ناخن کا نشان لگا کر مہر کا کام کیا۔

اس کے علاوہ آپ ﷺ سے اہل "مقنا" نے بھی صلح کا پروانہ حاصل کر لیا اور جزیہ قبول کیا، آپ ﷺ نے ان کیلئے بھی عہد امان لکھ دی۔

تبوک میں ایک دفعہ آنحضرت ﷺ کی فجر کی نماز مؤخر ہو گئی، وضو بنا کر جب آپ ﷺ تشریف لائے تو عبدالرحمٰن بن عوفؓ نماز پڑھا رہے تھے، آنحضرت ﷺ نے ایک رکعت ان کے پیچھے پڑھی اور پھر فرمایا کہ مدینہ منورہ میں اس وقت ایسے لوگ بھی ہیں کہ ہم لوگوں کے چلنے پھرنے اور وادیوں کو طے کرنے میں وہ ثواب میں ہمارے ساتھ برابر کے شریک ہیں، صحابہؓ نے پوچھا کہ وہ کون لوگ ہیں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا وہ معذورین جن کو شرعی عذر نے روک رکھا ہے۔

میدانِ تبوک میں آنحضرت ﷺ کا شاندار خطبہ

فجر کی نماز پڑھانے کے بعد آنحضرت ﷺ نے لوگوں کو جمع فرمایا ایک عجیب خطبہ دیا، میں تنگی دامن کی وجہ سے عبارت نقل نہیں کر سکتا صرف ترجمے پر اکتفا کرتا ہوں۔ (راقم)

امابعد! سب سے زیادہ سچی بات اللہ تعالیٰ کی کتاب کی ہے اور سب سے بہتر طریقے محمد ﷺ کے طریقے ہیں، بہترین مذہب ابراہیم علیہ السلام کا مذہب ہے اور سب سے مضبوط رسی تقویٰ کا کلمہ ہے، عمدہ ترین گفتگو ذکر اللہ ہے، اور بہترین قصہ قرآن کے قصے ہیں، عمدہ تر کام انجام کے اعتبار سے ہے اور بدترین امور بدعات ہیں، سب سے اچھی سیرت انبیاء کرام علیہم السلام کی سیرت ہے اور سب سے عمدہ قتل شہید کا قتل ہے، بدترین گمراہی وہ ہے جو ہدایت کے بعد آتی ہے، بہترین اعمال وہ ہیں جو نافع ہوں۔ بدترین اندھاپن دل کا ہے، اوپر والا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہے، کفایت کرنے والا قلیل مال غافل بنانے والے کثیر مال سے بہتر ہے، بدترین معذرت وہ ہے جو موت کے وقت ہو، بدترین پشیمانی وہ ہے جو قیامت کے دن ہو، کچھ لوگ ایسے ہیں جو جمعے کی نماز میں بہت کم آتے ہیں اور کچھ ایسے ہیں جو ذکر اللہ کے بجائے فضولیات میں لگے رہتے ہیں، بڑی غلطیوں میں سے جھوٹی زبان ہے اور بہترین مالداری دل کی مالداری ہے اور بہترین تقویٰ دل کا ہے، وعدہ کی جڑ خوف خدا ہے، دل میں سب سے بہتر چیز یقین ہے، شک کفر کا ایک حصہ ہے، نوحہ خوانی جاہلیت

کے اعمال میں سے ہے، مال غنیمت میں خیانت دوزخ کا انگارہ ہے، نشہ کرنا دوزخ کی آگ سے داغنا ہے، غلط اشعار شیطان کی طرف سے ہیں، شراب تمام گناہوں کی جڑ ہے، عورتیں شیطان کا جال ہے، جوانی جنون کا ایک حصہ ہے، بدترین کمائی سودی کاروبار ہے، بدترین کھانا یتیم کا مال کھانا ہے، نیک بخت وہ ہے جو دوسروں سے نصیحت لے اور بدبخت وہ ہے جو ماں کے پیٹ میں بدبخت ہو، تم میں سے ہر آدمی کو چار گز کی جگہ (قبر) کی طرف جانا ہے، اصل عمل وہی ہے جو آخر انجام پر ہو، جو کچھ آنے والا ہے وہ قریب ہے، مسلمان کو گالی دینا فسق اور مؤمن کا قتل کرنا کفر ہے اور اس کا گوشت کھانا (غیبت کرنا) اللہ کی نافرمانیوں میں سے ہے اور ان کے اموال کا اتنا ہی احترام ہے جتنا اس کی جان کا احترام ہے، جو شخص اللہ تعالیٰ سے عفت و پاکدامنی مانگتا ہے اللہ تعالیٰ اسے پاکدامن رکھتا ہے، جو غصے کو پی جاتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو اجر دیتا ہے اور جو کوئی مصائب پر صبر کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو دوہرا اجر دیتا ہے اور جو کوئی اللہ کی نافرمانی کرتا ہے اللہ اس کو عذاب میں ڈال دے گا، اے اللہ مجھے بخش دے اور میری امت کو بخش دے۔ **استغفر اللہ لی ولکم.**

شاہ دوجہان کا تبوک سے واپسی

جنگ کا پانچواں مرحلہ

تبوک میں بیس دن قیام کے بعد حضور اکرم ﷺ مدینہ منورہ کی طرف واپس لوٹ آئے، واپسی کے دوران منافقین نے ایک بڑی سازش تیار کر لی اور وہ یہ کہ منافقین نے آپس میں مشورہ کر لیا کہ جب حضور اکرم ﷺ ایک پہاڑی گھاٹی سے گزریں گے تو ہم ان کو گھاٹی سے گرا دیں گے، یہ ایک آدمی قتل ہو جائے گا تو سب کو آرام مل جائے گا، اللہ تعالیٰ نے منافقین کی اس سازش سے حضور اکرم ﷺ کو آگاہ فرما دیا تو آنحضرت ﷺ نے صحابہ ؓ سے فرمایا کہ تم لوگ وادی کے بیچ سے چلے چلو اور خود آپ ﷺ چند اصحاب کے ساتھ اسی گھاٹی سے جانے لگے جس کی نشاندہی منافقین نے کی تھی، چنانچہ چند منافقین اسی گھاٹی کے راستے پر چل پڑے تاکہ اپنے منصوبے کو عملی جامہ پہنایا جائے، انہوں نے منہ پر نقاب ڈال دیئے، حضور اکرم ﷺ کے ساتھ حضرت حذیفہ ؓ اور حضرت عمار ؓ تھے آپ ﷺ نے حضرت عمار ؓ سے فرمایا کہ تم میری اونٹنی مہار پکڑ لو اور حضرت حذیفہ ؓ سے

فرمایا کہ تم ناقہ کے پیچھے رہو۔

جس وقت حضور اکرم ﷺ گھاٹی سے گزر رہے تھے تو آپ ﷺ کو ان منافقین کی آوازیں معلوم ہوئیں، رات کی تاریکی میں اشخاص کا پتہ نہیں چل رہا تھا، آنحضرت ﷺ کے چہرہ انور پر آثار غضب نمودار تھے، آپ ﷺ نے حکم دیا کہ اے حذیفہ! ان آنے والوں کو پیچھے لوٹا دو، چنانچہ حضرت حذیفہ ؓ نے ان پر تیر برسانا شروع کر دیئے، منافقین سمجھ گئے کہ ان کا منصوبہ ناکام ہو گیا، راز فاش ہو گیا، ان پر رعب پڑ گیا، چنانچہ وہ وہاں سے بھاگ گئے اور عام لشکر سے جا ملے، حضور اکرم ﷺ اس گھاٹی سے صحیح سالم گزر گئے اور پھر حضرت حذیفہؓ سے پوچھا کہ کیا تم نے اس گھاٹی سے آنے والی جماعت کو پہچانا، حضرت حذیفہ ؓ نے فرمایا کہ سواریاں جانتا ہوں مگر اشخاص کا پتہ نہیں چلا، آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ کیا تم نے ان منافقین کا ارادہ جان لیا؟ حضرت حذیفہ ؓ نے عرض کیا نہیں، تب حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ فلاں فلاں نام کے لوگ تھے جو منافق تھے اور مجھے قتل کرنے کا منصوبہ بنا چکے تھے، تم ابھی ان کے نام پوشیدہ رکھو، پھر آنحضرت ﷺ نے ان منصوبہ ساز افراد کو بلایا اور ایک ایک سے الگ الگ بات فرمائی، اسی منصوبے کی طرف قرآن کریم نے اس طرح اشارہ کیا ہے:

”وَهَمُّوا بِمَا لَمْ يَنَالُوا“

یعنی ایسی چیز کا ارادہ کیا جو ان کو حاصل نہ ہو سکی

آنحضرت ﷺ نے منافقین پر اس لئے تلوار نہیں اٹھائی کہ لوگ پھر یہ پروپیگنڈہ کرتے کہ محمد ﷺ کو دین میں داخل کر کے مارتے ہیں، اگر یہ خطرہ نہ ہوتا تو منافقین کو مارنے کیلئے انکی یہی شرارت کافی تھی کہ خاتم النبیین ﷺ کے قتل کیلئے منصوبہ بنایا اور ارداہ کر کے آمادۂ قتل ہوئے۔

مسجد ضرار کا جلانا

مدینہ منورہ میں ایک شخص تھا جو ابو عامر راہب کے نام سے مشہور تھا، حضرت حنظلہ ؓ غسیل الملائکہ کا باپ تھا، آنحضرت ﷺ نے اس کو اسلام کی دعوت دی مگر اس نے انکار کیا، جنگ احد میں مسلمانوں کے مقابلے پر میدان میں آ گیا تھا۔

جب اس کو احساس ہوا کہ جزیرہ عرب پر اسلام غالب آ چکا ہے تو یہ شخص شام کی طرف چلا گیا

اور عیسائیوں سے مل گیا، وہاں سے قیصر روم کو مدینے پر حملہ کرنے کیلئے تیار کر رہا تھا، اس مقصد کی تکمیل کیلئے مدینہ منورہ میں ان کیلئے ایک ایسی جگہ کی ضرورت تھی جہاں سے ان کے جاسوسی مقاصد پورے ہوسکیں، اس لئے ابو عامر نے مدینہ منورہ اور اس کے اطراف میں جو منافق آباد تھے ان سے رابطہ کیا اور مسجد کے نام سے ایک مرکز جاسوسی مقاصد کیلئے تیار کرنے کا حکم دے دیا، مسجد قباء کے پاس منافقین نے مسجد کے نام سے مسجد ضرار تعمیر کرنے کا کام شروع کیا اور تقریباً اس کا سارا کام مکمل ہو گیا کہ غزوہ تبوک کا سفر پیش آ گیا، منافقین نے آ کر آنحضرت ﷺ سے درخواست کی کہ ہم چونکہ مسجد قباء سے کچھ فاصلے پر رہتے ہیں، کچھ بوڑھے معذور اور ضعیف ہیں اس لئے ہم نے ایک مسجد تعمیر کی ہے، آپ وہاں آ کر دو رکعت نفل پڑھیں تا کہ اس میں برکت آ جائے، منافقین کا خیال تھا کہ جب حضور اکرم ﷺ یہاں خود آ جائیں گے تو لوگوں میں اس مسجد کو رواج مل جائے گا اور اس کو مقبولیت حاصل ہو جائے گی اس کے بعد ہم یہاں بیٹھ کر مسلمانوں کے خلاف مشورے کریں گے، آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ اس وقت تو مجھے تبوک جانے کی جلدی ہے واپسی پر اگر اللہ تعالیٰ نے چاہا تو میں آ جاؤں گا۔ (او کما قال)

یہ مسجد بیک وقت دو مقاصد کیلئے بنائی گئی تھی ایک یہ کہ اس کو مسلمانوں کے خلاف مورچہ کے طور پر استعمال کیا جائے، دوسرا یہ کہ اس میں اسلام اور مسلمانوں کے خلاف منصوبہ سازی کی جائے، اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اس کو مسجد ضرار (کفار کیلئے مورچہ) کے نام سے یاد کیا، تبوک سے جب نبی اکرم ﷺ واپس تشریف لے آئے اور مقام "اوان" تک پہنچے جو مدینہ منورہ سے ایک گھنٹے کی مسافت پر ہے تو اس وقت آپ پر قرآن عظیم کی آیتیں اتریں جن میں آپ کو اس مسجد میں جانے سے روک دیا گیا، چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مَسْجِدًا ضِرَارًا وَّكُفْرًا وَّ تَفْرِيْقًا بَيْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَإِرْصَادًا لِّمَنْ حَارَبَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ مِنْ قَبْل وَلَيَحْلِفُنَّ إِنْ أَرَدْنَا إِلَّا الْحُسْنٰى وَاللّٰهُ يَشْهَدُ إِنَّهُمْ لَكَاذِبُوْنَ لَا تَقُمْ فِيْهِ أَبَدًا، لَمَسْجِدٌ أُسِّسَ عَلَى التَّقْوٰى مِنْ أَوَّلِ يَوْمٍ أَحَقُّ أَنْ تَقُوْمَ فِيْهِ فِيْهِ رِجَالٌ يُحِبُّوْنَ ؕ أَنْ يَّتَطَهَّرُوْا وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِيْنَ. (سورہ توبہ آیت ١٠٧، ١٠٨)

’’اور جن لوگوں نے مسجد بنائی مسلمانوں کو ضرر پہنچانے کیلئے اور کفر کرنے کیلئے اور اہل ایمان میں تفرقہ ڈالنے کیلئے اور قیام گاہ بنانے کیلئے اس شخص کے واسطے جو اللہ اور اس کے رسول سے پہلے ہی سے برسر پیکار ہے، یہ لوگ قسمیں کھائیں گے کہ ہماری نیت سوائے بھلائی کے اور کچھ نہیں اور اللہ گواہی دیتا ہے کہ یہ لوگ جھوٹے ہیں۔ آپ اس مسجد ضرار میں جا کر کبھی کھڑے نہ ہوں، البتہ جس مسجد کی بنیاد پہلے ہی دن سے تقوی پر رکھی گئی ہے (یعنی مسجد قباء) وہ واقعی اس لائق ہے کہ آپ اس میں جا کر کھڑے ہوں، اس میں ایسے مرد ہیں کہ جو پاک رہنے کو پسند کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ پاک رہنے والے کو پسند کرتا ہے۔‘‘

تفسیر: شیخ الاسلام حضرت مولانا شبیر احمد عثمانیؒ نے ان آیتوں کی تفسیر اس طرح بیان فرمائی ہے:

’’پہلے ان لوگوں کا ذکر تھا جن سے بظاہر ایک برا کام ہو گیا (جہاد سے پیچھے رہ جانا) مگر صحتِ اعتقاد اور اعترافِ خطا کی بدولت معافی مل گئی، یہاں ایسی جماعت کا بیان ہے جنہوں نے بظاہر اچھا کام کیا (تعمیر مسجد) لیکن بداعتقادی کی وجہ سے وبال بن گیا، واقعہ یہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ جب مکہ سے ہجرت کر آئے تو اول مدینہ سے باہر بنی عمر بن عوف کے محلے میں فروکش ہوئے پھر چند روز بعد شہر مدینہ میں تشریف لے گئے اور مسجد نبوی تعمیر کی، اس محلہ میں جہاں بیشتر آپ نماز پڑھتے تھے، وہاں کے لوگوں نے مسجد تیار کر لی، جو مسجد قباء کے نام سے مشہور ہے، حضرت ﷺ اکثر ہفتے کے روز وہاں جا کر دو رکعت نماز پڑھتے اور بڑی فضیلت اس کی بیان کرتے تھے، بعض منافقین نے چاہا کہ پہلوں کی ضد پر اسی کے قریب ایک اور مکان مسجد کے نام سے تعمیر کریں، اپنی جماعت جدا ٹھہرائیں اور بعض سادہ دل مسلمانوں کو مسجد قباء سے ہٹا کر ادھر لے آئیں، فی الحقیقت اس ناپاک تجویز کا اصل محرک ابو عامر راہب خزرجی تھا، ہجرت سے پہلے اس شخص نے نصرانی بن کر راہبانہ زندگی اختیار کر لی تھی، مدینہ اور آس پاس کے لوگ خصوصاً قبیلہ خزرج اس کے زہد و درویشی کے معتقد تھے اور بڑی تعظیم کرتے تھے، حضور اکرم ﷺ کے مبارک قدوم سے جب مدینہ میں ایمان و عرفان کا آفتاب چمکا تو اس طرح کے درویشوں کا بھرم کھلنے لگا، بھلا نور آفتاب کے سامنے چراغ مردہ کو کون پوچھتا، ابو عامر یہ دیکھ کر چراغ پا ہو گیا، حضور اکرم ﷺ نے اس کا اسلام کی

دعوت دی اور فرمایا کہ میں ٹھیک ملت ابراہیمی لے کر آیا ہوں، کہنے لگا کہ میں پہلے سے اسی پر داخل ہوں لیکن تم نے اپنی طرف سے ملت ابراہیمی میں اس کے خلاف چیزیں داخل کر دی ہیں، حضور اکرم ﷺ نے بہت زور سے اس کی تردید فرمائی، آخر اس کی زبان سے نکلا جو ہم میں سے جو جھوٹا ہو خدا اس کو وطن سے دور، یکہ وتنہا، غربت وبے کسی کی موت مارے، آپ ﷺ نے فرمایا آمین، خدا ایسا ہی کرے۔

جنگ بدر کے بعد جب اسلام کی جڑیں مضبوط ہوگئیں اور مسلمانوں کا عروج وفروغ حاسدوں کی نگاہوں کو خیرہ کرنے لگا تو ابو عامر کو تاب نہ رہی، بھاگ کر مکہ پہنچا تاکہ کفار مکہ کو حضور اکرم ﷺ کے مقابلے میں چڑھا کر لائے، چنانچہ احد کے موقع پر قریش کے ساتھ خود آیا، جنگ حنین کے بعد جب ابو عامر نے محسوس کر لیا کہ اب عرب کی کوئی طاقت اسلام کو کچلنے میں کامیاب نہیں ہو سکتی تو بھاگ کر ملک شام پہنچا اور منافقین مدینہ کو خط لکھا کہ میں قیصر روم سے مل کر ایک لشکر جرار محمد (ﷺ) کے مقابلے میں لانے والا ہوں جو چشم زدن میں ان کے سارے منصوبے خاک میں ملا دے گا اور مسلمانوں کو بالکل پامال کر کے چھوڑے گا، تم فی الحال ایک عمارت مسجد کے نام سے بنالو جہاں نماز کے بہانے سے جمع ہو کر اسلام کے خلاف ہر قسم کے سازشی مشورے ہو سکیں اور قاصد تم کو وہیں پر میرے خطوط وغیرہ پہنچا دیا کرے اور میں بذات خود آؤں تو ایک موزوں جگہ ٹھہرنے اور ملنے کی ہو۔

یہ خبیث مقاصد تھے جن کیلئے مسجد ضرار تعمیر ہوئی اور حضور ﷺ کے روبرو بہانہ یہ کیا کہ یا رسول اللہ! خدا کی قسم ہماری نیت بری نہیں بلکہ بارش اور سردی وغیرہ میں بالخصوص بیماروں، ناتوانوں اور ارباب حوائج کو مسجد قباء تک جانا دشوار ہوتا ہے اس لئے یہ مسجد بنائی گئی ہے، تاکہ نمازیوں کو سہولت ہو اور مسجد قباء میں تنگی مکان کی شکایت نہ رہے۔ حضور ایک مرتبہ وہاں چل کر نماز پڑھ لیں تو ہمارے لئے موجب برکت وسعادت ہو، یہ اس لئے کہ حضور ﷺ کا طرز عمل دیکھ کر بعض سادہ دل مسلمان حسن ظن کی بنا پر ان کے جال میں پھنس جائیں، آپ ﷺ اس وقت تبوک جانے کیلئے پابرکاب تھے فرمایا کہ اللہ نے چاہا تو واپسی پر ایسا ہو سکے گا، جب حضور ﷺ تبوک سے واپس ہو کر بالکل مدینہ کے نزدیک پہنچ گئے تب جبرئیل علیہ السلام یہ آیات لے کر آئے جن میں منافقین کی ناپاک اغراض پر مطلع کر کے مسجد ضرار کا پول کھول دیا گیا، آپ ﷺ نے مالک بن دخشم رضی اللہ عنہ اور معن بن عدی رضی اللہ عنہ

کو حکم دیا کہ اس مکان کو (جس کا نام ازراہ خداع وفریب مسجد رکھا گیا تھا) گرا کر پیوند زمین بنا دو۔ انہوں نے فوراً حکم کی تعمیل کی اور جلا کر خاک سیاہ کر دیا، اس طرح منافقین اور ابو عامر فاسق وکافر کے سب ارمان دل ہی دل میں رہ گئے اور ابو عامر اپنی دعا اور حضور ﷺ کی آمین کے موافق قنسرین ملک شام میں تنہا سخت بے کسی کی موت مرا۔ (فَقُطِعَ دَابِرُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ) ایت (من حارب الله ورسوله) سے یہی ابو عامر فاسق مراد ہے۔ (تفسیر عثمانی ص ۲۷۰)

نوٹ: تاریخ اپنے آپ کیوں خود دہراتی ہے، آج کے اس دور میں اگر کوئی شخص اس طرح سازشی مقامات دیکھنا چاہتا ہے جن کے اوپر مسجد و مینار ہے اور اندر دین اسلام کے دشمن ومکار ہیں تو وہ شیعہ روافض اور آغا خانیوں اور قادیانیوں کی عبادت گاہوں کو جا کر دیکھیں ان کو معلوم ہو جائے گا کہ اسلام کے اندر اسلام کے خلاف سازشوں کے کیسے کیسے اڈے بنے ہوئے ہیں اور بیرونی دنیا کے دشمنان اسلام سے ان کے کیسے کیسے روابط اور تعلقات ہیں۔

آنحضرت ﷺ مدینہ منورہ میں

رجب المرجب میں آنحضرت ﷺ غزوہ تبوک کیلئے چند ماہ کم باسٹھ سال کی عمر میں تشریف لے گئے تھے اور مشقتوں اور محنتوں سے بھرپور دور دراز کا سفر کر کے کامران ومظفر اپنے تیس ہزار لشکر جرار کے ساتھ جب مدینہ منورہ میں صحیح سالم داخل ہوئے تو مدینہ منورہ میں عظیم الشان خوشیاں قائم ہو گئیں، آنحضرت ﷺ کے تایا حضرت عباس ؓ نے خوشی میں ایک قصیدہ حضور ﷺ کے سامنے پڑھ کر سنایا جس کے دو شعر اس طرح ہیں:

وَاَنْتَ لَمَّا وُلِدْتَ اَشْرَقَتِ الْاَرْضُ
فَضَاءَتْ بِنُوْرِكَ الْاُفُقُ

اور آپ کی جب پیدائش ہوئی تو زمین چمک اٹھی اور فضاؤں کے اطراف روشن ہو گئے۔

فَنَحْنُ فِيْ ذٰلِكَ الضِّيَاءِ
وَفِي النُّوْرِ وَسُبُلُ الرَّشَادِ يُخْتَرَقُ

پس ہم اسی چمک اور روشنی میں ہیں اور ہدایت کی کھلی شاہراہ طے کیے جاتے ہیں۔

آنحضرت ﷺ کی نگاہ جب احد کے پہاڑ پر پڑی تو آپ نے فرمایا:

هٰذَا جَبَلُ اُحُدٍ يُحِبُّنَا وَنُحِبُّهٗ.

یہ احد کا پہاڑ ہے جسے ہم سے محبت ہے اور ہمیں اس سے محبت ہے۔

پھر آپ ﷺ کی نگاہ مدینہ منورہ پر پڑی تو آپ ﷺ نے فرمایا:

هذه طابه هذه طابه.

یہ پاکیزہ شہر طابہ ہے یعنی مدینہ منورہ ہے۔

حضور اکرم ﷺ کی آمد پر مرد و خواتین، بوڑھے اور بچے شوق دیدار اور اشتیاق ملاقات میں سب استقبال کیلئے ثنیۃ الوداع گھاٹیوں تک نکل آئے اور ذوق و شوق میں یہ اشعار پڑھ رہے تھے:

طلع البدر علینا من ثنیة الوداع
وجب الشکر علینا مادعالله داع

ثنیۃ الوداع کی گھاٹیوں سے ہم پر چودھویں کا چاند طلوع ہو گیا جب تک اللہ تعالیٰ کی طرف کوئی بلانے والا ہو تب تک ہم پر شکر واجب ہے۔

ایها المبعوث فینا
جئت بالامر المطاع

اے ہماری طرف بھیجے ہوئے رسول! آپ ایسے کام کے ساتھ آئے ہیں جس کی اطاعت کی جائے گی۔

اس کے علاوہ کچھ حضرات نے نذریں مانی تھیں کہ اگر حضور اکرم ﷺ صحیح سالم واپس آ جائیں تو ہم اللہ کے نام پر یہ عبادت کریں گے، ایک خاتون نے خوشی میں دف بجانے کی نذر مانی تھی، حضور اکرم ﷺ نے ان کو نذر پوری کرنے کیلئے دف بجانے کی اجازت دے دی، اس نے دف بجایا، یہ دف اگرچہ عبادت نہ تھی مگر جہاد اور مجاہدین کی کامیابی اور حضور اکرم ﷺ کے صحیح سالم واپس لوٹنے کی بنیاد پر صحیح نیت کے تحت یہ بھی ثواب کا کام بن گیا جس کی نذر صحیح مانی گئی۔

محترم قارئین! میں آج اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ادا کرتا ہوں کہ اس نے مجھے جہاد مقدس

پر لکھنے کی توفیق عطا فرمائی اور جنگ بدر سے لے کر جنگ تبوک تک تمام بڑے غزوات کو میں نے اپنے قارئین کے سامنے پیش کر دیا اور اس تسلسل کے آخری باب اور اس زنجیر کی آخری کڑی سے بھی آج میں الحمدللہ فارغ ہو رہا ہوں۔ سلسلۃ الذھب کی یہ ترتیب اس طرح ہے:

① جنگ بدر
② جنگ احد
③ جنگ خندق
④ جنگ خیبر
⑤ جنگ موتہ
⑥ فتح مکہ
⑦ جنگ حنین
⑧ جنگِ تبوک

میں اقرار کرتا ہوں کہ میں تقصیرات سے پُر ہوں اور میری تمام کمزوریاں ان کتابوں میں بھی آ گئی ہوں گی مگر میں امید رکھتا ہوں کہ احباب کرام درگزر فرمائیں گے اور بندے کو مطلع فرمائیں گے، مجھے اس کا بھی احساس ہے کہ سیرت الرسول ﷺ کا یہ گلدستہ بہت سارے پھولوں کے جمع کرنے سے قاصر رہا ہے اور غزوات کی تمام تفصیلات مجھ سے جمع نہ ہو سکیں، لیکن ”ما لا یدرک کله لا یترک کله“ کے مطابق میں نے بڑے بڑے آٹھ غزوات کو جمع کیا ہے۔

میں ہی ناداں چند کلیوں پر قناعت کر گیا
ورنہ گلشن میں سوال تنگیٔ داماں کہاں

اب آخر میں حضرت حسان رضی اللہ عنہ کا ایک جامع قصیدہ بمعہ ترجمہ درج کرتا ہوں کیونکہ اس میں تمام غزوات کا حضرت حسان رضی اللہ عنہ نے تذکرہ فرمایا اور انصار کے جہاد کی تعریف کی۔

غزوات الرسول ﷺ پر ایک نظر

قال حسان بن ثابت رضی اللہ عنه:

اَلَسْتَ خَیْرَمَعَدٍّ کُلِّهَانَفَرًا
وَمَعْشَرًااِنْ هُمُوْاعَمُّوْاوَاِنْ حَصَلُوْا

کیا آپ معاد بن عدنان کے خاص و عام میں سب سے اچھے افراد اور اچھے خاندان میں سے نہیں ہو؟

قَوْمٌ هُمُوْاشَهِدُوْابَدْرًابِاَجْمَعِهِمْ
مَعَ الرَّسُوْلِ فَمَاالُوْاوَمَاخَذَلُوْا

یہ انصار ایسے لوگ ہیں جو رسول اللہ کی معیت میں سب کے سب بدر میں شریک ہوئے، نہ انہوں

نے سستی کی اور نہ پیچھے ہٹے۔

وَبَایِعُوْہُ فَلَمْ یَنْکُثْ بِہٖ اَحَدٌ
مِّنْھُمْ وَلَمْ یَکُ فِیْ اِیْمَانِہٖ دَخَلٗ

انصار نے نبی اکرم ﷺ کے ہاتھ پر بیعت کی پھر ان میں سے نہ کسی نے اس کو توڑا اور نہ کسی کے ایمان میں شک وشبہ رہا۔

وَیَوْمَ صَبَّحَھُمْ فِیْ الشِّعَبِ مِنْ اُحُدٍ
ضَرْبٌ رَصِیْنٌ کَحَرِّ النَّارِ مُشْتَعِلٗ

وہ وقت قابل ذکر ہے جبکہ احد کی گھاٹی میں صبح کے وقت بھڑکتی ہوئی آگ کی طرح تلواروں کے مضبوط حملے ہوئے اور انہوں نے مقابلہ کیا۔

وَیَوْمَ ذِیْ قَرَدٍ یَوْمَ اسْتَثَارَبِھِمْ
عَلَی الْجِیَادِ فَمَا خَانُوْا وَمَانَکَلُوْا

غزوہ ذی قرد بھی قابل ذکر ہے جس دن دشمن نے انصار پر عمدہ گھوڑوں سے حملہ کیا پس انصار نے نہ خیانت کی اور نہ پیچھے ہٹے۔

وَذَالْعُشَیْرَۃِ جَاسُوْھَا بِخَیْلِھِمْ
مَعَ الرَّسُوْلِ عَلَیْھَا الْبِیْضُ وَالْاَسَلٗ

اور غزوہ ذالعشیرہ بھی قابل ذکر ہے جس میں انصار نبی اکرم ﷺ کی معیت میں شمشیر وسنان لے گھوڑوں سمیت جنگ میں گھس گئے۔

وَیَوْمَ وِدَّانَ اَجْلُوْا اَھْلَہٗ رَقَصًا
بِالْخَیْلِ حَتّٰی نَھَانَا الْحَزْنُ وَالْجَبَلٗ

اور غزوہ ودان بھی قابل ذکر ہے جس میں انصار نے دشمن کو گھوڑوں سمیت نچا کر نکال دیا یہاں تک کہ سخت پتھریلی زمین اور پہاڑ نے ہمیں روک دیا۔

وَلَيْلَةٍ طَلَبُوْا فِيْهَا عَدُوَّهُمُ
لِلّٰهِ وَاللّٰهُ يُجْزِيْهِمْ بِمَا عَمِلُوْا

اور وہ بہت ساری راتیں بھی قابل ذکر ہیں جن میں انصار نے رضائے الٰہی کیلئے دشمن کا تعاقب کیا جس پر اللہ ان کو ثواب عطا کرے گا۔

وَلَيْلَةٍ بِحُنَيْنٍ جَالَدُوْا مَعَهُ
فِيْهَا يُعَلُّهُمْ فِي الْحَرْبِ اِذْنَهِلُوْا

اور حنین کی وہ راتیں قابل ذکر ہیں جن میں انصار نے نبی اکرم ﷺ کے ساتھ چستی دکھائی اور دشمن کو بار بار موت کا پیالہ پلاتے رہے۔

وَغَزْوَةٍ يَوْمَ نَجْدٍ ثُمَّ كَانَ لَهُمْ
مَعَ الرَّسُوْلِ بِهَا الْاَسْلَابُ وَالنَّفَلُ

اور نبی کریم ﷺ کی معیت میں نجد کے علاقوں میں بہت سارے غزوات قابل ذکر ہیں جن میں سارا مال غنیمت ہاتھ آیا۔

وَغَزْوَةُ الْقَاعِ فَرَّقْنَا الْعَدُوَّ بِهِ
كَمَا يُفَرَّقُ دُوْنَ الْمَشْرَبِ الرَّسَلُ

اور غزوۂ ذاتِ الرقاع بھی قابل ذکر ہے جس میں ہم نے دشمن کو ایسا تتر بتر کر دیا جیسے دودھ پیتے بچے کو دودھ سے الگ کیا جاتا۔

وَيَوْمَ بُوْيِعَ كَانُوْا اَهْلَ بَيْعَتِهِ
عَلَى الْجِلَادِ فَآسَوْهُ وَمَا عَدَلُوْا

اور بیعت رضوان بھی قابلِ ذخر ہے جب حضور اکرم ﷺ سے جہاد پر بیعت کی گئی تو انصار نے چستی کے ساتھ بیعت کی اور ڈٹ کر ہمدردی کی اور پیچھے نہ ہٹے۔

وَغَزْوَةُ الْفَتْحِ كَانُوْا فِيْ سَرِيَّتِهِ
مُرَابِطِيْنَ فَمَا طَاشُوْا وَمَا عَجِلُوْا

اور فتحِ مکہ کا غزوہ قابل ذکر ہے جس میں انصار نے لشکر اسلام میں جم کر کام کیا نہ بزدلی دکھائی اور نہ جلد بازی کی۔

وَيَوْمَ خَيْبَرِ كَانُوْافِیْ كَتِيْبَتِهٖ
يَمْشُوْنَ كُلُّهُمْ مُسْتَبْسِلٌ بَطَلٌ

اور جنگِ خیبر میں انصار نبی اکرم ﷺ کے لشکر میں اس طرح شامل تھے کہ ہر ایک دشمن کی جانب شیر کی طرح بڑھ رہا تھا۔

بِأَبْيَضَ تَرْعَشُ فِی الْاِيْمَانِ عَارِيَةً
تَعُوَجُّ بِالضَّرْبِ اَحْيَانًاوَتَعْتَدِلُ

ہر ایک کے ہاتھ میں بطور رعایت لی ہوئی سفید تلوار حرکت کر رہی تھی، مارنے کی وجہ سے کبھی سیدھی اور کبھی ٹیڑھی ہو جاتی تھی۔

وَيَوْمَ سَارَرَسُوْلُ اللّٰهِ مُحْتَسِبًا
اِلٰی تَبُوْكَ وَهُمْ رَايَاتُهُ الْاُوَلُ

اور وہ وقت بھی قابل ذکر ہے جب نبی اکرم ﷺ ثواب کی نیت سے تبوک کی طرف روانہ ہوئے انصار آپ کے ہراول دستے تھے۔

وَسَاسَةُ الْحَرْبِ اِنْ حَرْبٌ بَدَتْ
لَهُمْ حَتّٰی بَدَالَهُمُ الْاِقْبَالُ فَالْقَفَلُ

اگر کوئی جنگ ان کے سامنے آجائے تو یہ لوگ جنگ کے خوب ماہر ہیں، یہاں تک کہ ان کو فتح حاصل ہو جائے۔

اُوْلٰئِكَ الْقَوْمُ اَنْصَارُالنَّبِيِّ
وَهُمْ قَوْمِیْ اَصِيْرُاِلَيْهِمْ حِيْنَ اَتَّصِلُ

یہ لوگ نبی اکرم ﷺ کے انصار ہیں اور جب میرا نسب بیان کیا جائے تو یہ میری قوم ہے اور میرا نسب ان سے جاملتا ہے۔

مَاتُوْ کِرَامًاوَلَمْ تَنْکُثْ عُهُوْدُهُمْ
وَقَتْلُهُمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اِذْقُتِلُوْا

انصار شریف ہو کر مر گئے ہیں مگر اپنے وعدوں کے پکے رہے ہیں، کبھی بدعہدی نہیں کی اور جب بھی مرتے ہیں تو اللہ کے راستے ''جہاد'' میں مارے جاتے ہیں۔

امت سے عورتوں کی فریاد

کَیْفَ الْقَرَارُوَکَیْفَ یَهْدَأُمُسْلِمٌ
وَالْمُسْلِمَاتُ مَعَ الْعَدُوِّالْمُعْتَدِیْ

آرام کیسے ملے گا اور مسلمان کیسے پرسکون رہیں گے جبکہ مسلمان خواتین ظالم دشمن کے قبضے میں ہیں

اَلضَّارِبَاتُ خُدُدَهُنَّ بِرَنَّةٍ
اَلدَّاعِیَاتُ نَبِیَّهُنَّ مُحَمَّدٗ

رو رو کر اپنے رخساروں کو مارتی ہیں اور اپنے پیارے نبی کا نام لے کر فریاد کرتی ہے۔

اَلْقَائِلاَتُ اِذَاخَشِیْنَ فَضِیْحَةً
جُهْدَ الْمَقَالَةِ لَیْتَنَالَمْ نُوْلَدٖ

جب رسوائی سے ڈر جاتی ہیں تو انتہائی عاجزی سے کہتی ہیں۔ اے کاش! ہم پیدا ہی نہ ہوتیں۔

امت سے اپیل

یَااُمَّتِیْ وَجَبَ الْجِهَادُفَشَمِّرِیْ
فَالْمَوْتُ فِیْ سَاحِ الْبُطُوْلَةِأَرْوَعْ

اے امت کے لوگوں! جہاد فرض ہو چکا ہے، اب تیاری کرو کیونکہ بہادری کے میدان جہاد میں موت کی بڑی شان ہے۔

وَاِذَااَرَادَتْ اُمَّةَ نَیْلَ الْعُلاَ
صَحَّتْ وَلَوْاَکْبَادُهَاتَتَقَطَّعُ

اور جب کوئی قوم وملت بزرگی اور عزت وعظمت چاہتی ہے تو اگرچہ ان کا کلیجہ ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے وہ قربانی دیتی ہے۔

محترم قارئین! نبی اکرم ﷺ کے غزوات میں سے یہ آخری غزوہ ہے جو میں نے لکھ دیا۔ اللہ تعالیٰ امت مسلمہ کو جہاد کے اس مقدس حکم پر جمع فرمادے، امت کے مظلوموں کی مدد فرمادے اور راہ حق میں قربانی دینے کی توفیق عطا فرمادیا اور حق پر استقامت عطا فرمادے اور شہادت کی موت نصیب فرمادے۔

آمین یارب العالمین وصلی اللہ تعالیٰ علی رسولہ الکریم وعلی الہ اصحبہ اجمعین.

جہادی واقعات، مسائل اور فضائل پر مشتمل، جہاد کے ہر موڑ پر صحیح رہنمائی
کرنے کے لئے پڑھیئے:

دعوتِ جہاد

تالیف

فضیلۃ الشیخ مولانا فضل محمد یوسف زئی صاحب مدظلہم العالی

اُستاذُ الحدیث جامعۃ العلوم الاسلامیۃ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی

ناشر:
مکتبہ ایمان ویقین

مولانا فضل محمد یوسف زئی صاحب کی دیگر تصنیفات

- توضیحات شرح مشکوٰۃ ۸ جلدیں
- اسلامی خلافت اور ہماری ذمہ داریاں
- صفحۂ عالم پر تاریخی نقوش
- علمی خطبات
- زلزلے کیوں آتے ہیں؟
- وعظ و بیان
- سبیل اللہ
- تسہیل العروض
- اعلاءِ کلمۃ اللہ اور جہاد فی سبیل اللہ
- قومِ ثمود کیسے تباہ ہوئی؟
- امام غزالیؒ کا خط اپنے شاگرد کے نام
- اسلامی تحریکات اور منافقین کا کردار
- قتال الکفار
- درسِ ختم بخاری شریف (جیبی سائز)
- حق و باطل کی پہچان